خیر الفتاویٰ

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہ

ودیگر مفتیان خیر المدارس کے

علمی وتحقیقی فتاویٰ کا منتخب مجموعہ

مرتبہ

مولانا مفتی محمد انور زید مجدہم

مکتبہ امدادیہ

ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان پاکستان

جدید کمپیوٹر کتابت کے ساتھ

خیر الفتاویٰ

جلد چہارم

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہٗ

ودیگر مفتیان خیر المدارس کے علمی وتحقیقی فتاویٰ کا منتخب مجموعہ

باہتمام

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہٗ

مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

مرتبہ

حضرت مولانا مفتی محمد انور مدظلہٗ

ناشر

مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان

نام کتاب : خیر الفتاویٰ (جلد چہارم)

باہتمام : حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہ

مرتب : مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ

کل صفحات : ۶۰۴ صفحات

ناشر : مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۸ ۷

(Phone No. 061-4544965)

لاہور میں ملنے کا پتہ

مکتبہ رحمانیہ .... غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

کراچی میں ملنے کا پتہ

قدیمی کتب خانہ .... آرام باغ کراچی

ضروری گزارش

اس کتاب کی تصحیح کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔
اگر اس کے باوجود کہیں کتابتی اغلاط نظر آئیں تو
نشاندہی فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کی تصحیح کی جاسکے۔
فجزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدارین ...... (ادارہ)

پیش لفظ

از فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب رئیس دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ۔ اما بعد:

اسلام نور ہے اور کفر ظلمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کو دینِ اسلام کے ذریعہ کفر کی ظلمتوں سے نکال کر اسلام کے اُجالوں میں لانا چاہتے ہیں۔ اسلام ہدایت ہے۔ کفر گمراہی ہے۔ اسلام افراط و تفریط سے خالی انسانیت کی معتدل اور سیدھی راہ ہے جبکہ کفر حیوانیت کی پُرخطر راہیں ہیں۔ اسلام خالق کائنات کی طرف سے انسانیت کے لئے دستورِ حیات ہے جبکہ کفر اندھی جذباتیت کی پیداوار ہے۔ اسلام انسانی ارتقاء کو اوجِ ثریا اور اسکی انتہائی منازل تک پہنچانے کا ضامن و کفیل ہے جبکہ کفر مالی جاہی یا ہی شہوت پرستوں کے ذریعہ انسان کو "قعرِ مذلت اور اسفل سافلین" میں دھکیلنے کا سبب ہے۔ اسلام اعزازِ انسانیت ہے جبکہ کفر انسانیت کی تذلیل ہے۔ ہر چیز کا تشخص اسکی شکل و صورت اور اسکے دیگر خصوصی اوصاف و امتیازات سے قائم ہے۔ اگر یہ خصوصی امتیازات باقی نہ رہیں تو ایک چیز دوسری چیز سے ممتاز و علیحدہ تصور نہیں کی جاسکتی۔ پھول اور کانٹے کے خصوصی امتیازات کو حذف کر دیا جائے تو نہ کانٹا، کانٹا رہے گا نہ پھول پھول۔ آم اور لیموں کے درخت میں بھی ایسے ہی ہے، انکے امتیازات حذف ہو جانے کے بعد نہ آم، آم رہ سکتا ہے نہ لیموں لیموں وغیرہ، اسلئے اشیاء اور کائناتی حقائق میں انکے خصوصی اوصاف اور امتیازات کا باقی رکھنا ضروری ہے۔ مادی کائنات کی طرح معنوی حقائق میں بھی انکے خصوصی امتیازات کا باقی رہنا لابدی اور ناگزیر ہے۔

اس میکانکی اور مادی دور میں ہر چیز کو نکھار نکھار کر مرصع و مزین کر کے الگ الگ پیش کیا جاتا ہے لیکن اس کے برعکس دینِ اسلام کے بارہ میں مادہ پرست ذہن یہ خواہش رکھتا ہے کہ اسلام کے سارے خصوصی امتیازات کو ختم کر کے کفر کے ساتھ اسے گڈمڈ کر دیا جائے۔ اسلامی افکار و نظریات اخلاق و اعمال معاشرت و معاملات کے امتیازات ختم ہو کر اسلام و کفر ایک ہی ہو جائیں۔ نہ کفر، کفر رہے نہ اسلام، اسلام، نہ حلال،

حلال ہے نہ حرام، حرام جائز ناجائز کا امتیاز اُٹھ جائے۔ حلال وحرام، جائز ناجائز اور اسلام وکفر کی باتیں اور بحثیں ختم ہو جائیں۔ اس اعتبار سے گویا انسان مکمل حیوانیت اختیار کرے اور محض اپنی خواہشات اور جذبات کا غلام بن کر زندگی گزارے۔

عالمی کفر مادیّت پرست اور دہریت پسند بین الاقوامی طاقتیں اپنے بے پناہ وسائل کو اسی مقصد کے لئے اسلام کے خلاف استعمال کر رہی ہے کہ اسلام کو اس کے امتیازاتِ آثار کو لبسیط ارض سے العیاذ باللہ مٹا دیا جائے۔ یا تشکیکات سے ہر اسلامی اُصول کو مُشتبہ متزلزل کر دیا جائے۔ (اسلام العیاذ باللہ اُٹھ جائے گا تو کفر آئے گا جو پہلے سے موجود ہے۔ نُور کے اُجالے اُٹھ جائیں گے۔ تو اندھیروں کی ہلاکت پھیل جائے گی) کفر کی ہمیشہ یہی خواہش رہی ہے۔ مگر بقول علامہ اقبال ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن! پھُونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

حق جل شانہ کا ارشادِ عالی ہے یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون (الآیۃ) اس صورتِ حال کے پیش نظر تمام اُمتِ مسلمہ پر حفاظتِ دین اور اشاعتِ دین کا فریضہ عائد ہوتا ہے۔ خلافتِ راشدہ سے لیکر آج کے گئے گزرے زمانے تک اللہ تعالیٰ نے عُلمائے کرام، مشائخ عظام اور مجاہدین وسلاطین اسلام کو حفاظت دین کا شرف بخشا ہے۔ اس آخری دور میں خاندان ولی اللّٰہی اور انکے سچے جانشینوں ہمارے اکابر عُلمائے دیوبند سے حفاظت واشاعتِ دین کا جو کام لیا پُوری تاریخ میں شاید اسکی نظیر نہ مل سکے۔ الفاظِ قرآنی کی حفاظت کے لئے مکاتیبِ قرآنیہ کا پُورے ملک میں جال پھیلا دیا گیا۔ معانی قرآن احادیث شریفہ، اسلامی قانون اور علوم آلیہ کے لئے عربی مدارس دینیہ اور جامعات کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جن کا سلسلہ پاک وہند سے متجاوز ہو کر سعودی عرب، افریقہ، امریکہ، انگلستان، فرانس وغیرہ تک پہنچ چکا ہے۔ تبلیغ ودعوت کے لئے دینی جماعتیں وجود میں آئیں، جن کے ذریعہ سے پُورے عالم میں ہدایت کا نور پھیل رہا ہے۔ سینکڑوں گرجے مساجد میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ رقص وسُرود اور شراب کے رسیا محبتِ خداوندی کی شرابِ طہور میں مست ہو کر دین کے متوالے بن رہے ہیں۔ ادیان باطلہ اور قدیم وجدید عصری فتنوں کی سرکوبی کے لئے مستقل جماعتیں انہی مدارس اور جامعات سے نکلیں اور پوری علمی وعملی جد وجہد اور قربانیوں کے ساتھ اِن فتنوں کا سدِ باب کرتے ہوئے معاشرے کو ان سے تحفظ مہیا کیا۔ اگر خدانخواستہ حفاظت واشاعتِ دین کی یہ مساعی ظہور میں نہ آتیں تو شاید ہمارے نام بھی آج مسلمانوں والے نہ ہوتے جیسا کہ یورپین ممالک میں ایسا ہوا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ علماء کرام مشائخ عظام مدارس دینیہ اُمت کی حفاظت

واشاعت دین کا ایک بڑا شعبہ ایک اہم بنیادی ضرورت ہے ۔ فرد اور معاشرے کے انفرادی و اجتماعی مسائل کے بارے میں قرآن وسنت اور اسلامی قانون کی روشنی میں انکی رہنمائی کرتا ہے ۔ روزمرہ کی زندگی میں عبادات، معاملات نکاح، طلاق، میراث وغیرہ ہر دینی شعبے کے متعلق مختلف سوالات حوادث وواقعات اور نزاعات پیش آتے رہتے ہیں، دینی جامعات میں ایسے امور کے حل کے لئے دار الافتاء کا ایک مستقل شعبہ قائم کیا جاتا ہے جس میں ایسے تمام سوالات کے مدلل جوابات سائلین کو زبانی یا تحریری طور پر دیئے جاتے ہیں فریقین کے نزاعات کے فیصلے کئے جاتے ہیں. سرکاری سطح پر اگر حکومت کو کسی مسئلہ میں دینی رہنمائی کی ضرورت ہو تو استفسار کرنے پر اسکے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں. اس طرح دار الافتاء اسلام اور کفر کے درمیان خط فاصل کھینچتا ہے، حلال وحرام کی حدیں قائم رکھتا ہے اور جائز اور ناجائز کے فاصلے برقرار رکھتے ہوئے انہیں خلط ملط ہونے سے محفوظ رکھتا ہے ۔

خیر المدارس ملتان کو ملک کی ایک اہم مرکزی دینی یونیورسٹی کی حیثیت ہمیشہ سے حاصل رہی ہے. اور یہاں سے صادر ہونے والے فتاویٰ اور شرعی فیصلوں کو ملک میں نہایت وقیع نظر سے دیکھا جاتا ہے ۔ اس لئے افادۂ عام کی غرض سے چند سالوں سے ان فتاویٰ کی اشاعت کا انتظام کیا گیا ہے ۔ اب خیر الفتاویٰ کی چوتھی جلد قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے. دعا ہے اللہ تعالیٰ اس سلسلہ اشاعت کی تکمیل فرما کر اپنی رضائے عالی کا ذریعہ بنا دیں. آمین!

مبارک باد کے مستحق ہیں ہمارے حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجدہم مہتمم خیر المدارس ملتان جنہوں نے احباب کے مشورہ سے اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا. اسی طرح جناب مولانا مفتی محمد انور صاحب زید فضلہم بھی مستحق تبریک ہیں جنہوں نے انتخاب فتاویٰ انکی ترتیب، کتابت تصحیح وغیرہ امور میں نہایت محنت شاقہ سے کام لے کر خیر الفتاویٰ کو زیور طبع سے آراستہ کیا. اللہ پاک انہیں اور انکے رفقائے کار اور معاونین کو بیحد جزائے خیر عنایت فرما دیں. آمین فقط،

بندہ ناکارہ عبد الستار عفی اللہ عنہ،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از حضرت مولانا محمد ازہر مدیر "الخیر" و مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان ۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد ! ـــــــ

اللہ رب العزت نے حجۃ الوداع کے موقع پر الیوم اکملت لکم دینکم (مائدہ) کی بشارت کبریٰ سے جس دین کی تکمیل کا اعلان فرمایا وہ قیامت تک بنی نوع انسان کو پیش آنے والے تمام مسائل کا حل اپنے دامن میں رکھتا ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مبارک عہد سے لے کر عصر حاضر کے اس پرآشوب دور تک ہر زمانے میں ایسے علماء ربانیین اور راسخین فی العلم موجود رہے ہیں جنہوں نے زندگی کے مختلف میدانوں میں نئے پیدا ہونے والے معاشی، معاشرتی، طبی، سیاسی اور عائلی سوالات واستفسارات اور مسائل کے قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں مدلل وشافی جوابات دے کر ملت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے جہاں ایک طرف عام لوگوں کو دینی رہنمائی کے لئے اہل علم سے رجوع کا حکم دیا اور فرمایا فَاسْئَلُوا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (تم لوگ اہل علم سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو) تو دوسری جانب دین میں حکمت وبصیرت اور اجتہاد واستنباط کی اہلیت رکھنے والوں کو خیراً کثیراً کا حامل قرار دیا ہے۔ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (البقرۃ) قرآن کریم کی ان آیات کی روشنی میں عوام امت کا فرض تو یہ ہے کہ وہ قرآن وسنت میں خود رائی کی بجائے علمائے کرام کی طرف رجوع کریں اور حضرات علماء کے یہ ذمہ ہے کہ اگر وہ منصب اجتہاد پر فائز نہیں تو نئے اجتہاد کی بجائے "اقتدا بر رفتگان محفوظ تر" کے ضابطے پر عمل کرتے ہوئے علماء سابقین ومجتہدین کی مساعی اور کاوشوں سے صرف نظر یا بے اعتنائی نہ کریں ۔

دین کو جب تک صحابہ کرام سمیت تمام اکابر واسلاف کے تعامل کی روشنی میں سمجھا جائے گا، ہدایت کی راہیں کھلتی اور سعادت کے چشمے پھوٹتے رہیں گے اور جب انہیں چھوڑ کر نئے نئے "مجتہد" پیشوا بنیں گے

تو یہ ملّت کے لئے تباہی کا نقطۂ آغاز ہوگا۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

لایزال الناس صالحین متماسکین ما اتاھم العلم من اصحاب النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)
ومن اکابرھم فاذا اتاھم من اصاغرھم ھلکوا۔ (المصنف لعبد الرزاق ص۲۴۶ ج۱۱)

(ترجمہ) جب تک علم، اصحاب رسولؐ سے اور اکابر اُمّت سے آئے گا لوگ نیک اور اسلام پر قائم رہیں گے اور جب علم اُن اصاغر سے اُبھرنے لگے جو اُوپر والوں سے علم نہیں لیتے خود مسئلہ بنا لیتے ہیں تو یہ قوم کے لئے ھلاکت کی راہ ہے ــــ"

واضح رہے کہ بعض لوگ غلّو کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین کے اجتہادات ومسائل مستنبطہ کو مسترد قرار دے کر براہِ راست "قرآن وحدیث" پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان سابقینِ اُمّت پر دین میں اضافہ کا الزام عائد کرتے ہیں۔ ان حضرات کا یہ گمان غلط ہے۔ ائمہ مجتہدینؒ نے اجتہاد کی راہ سے جن مسائل غیر منصوصہ کا حُکم دریافت کیا ہے وہ شریعت میں اِضافہ نہیں، دریافت ہیں۔ ایسی باتیں وہی لوگ کرتے ہیں جو "ایجاد" اور "تنظیر" میں فرق کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اگر کوئی شخص زمین کھود کر پانی نکال لے تو وہ پانی کا "مُوجد" نہیں "واجد" ہے۔ یعنی اُس نے پانی کو پیدا نہیں کیا صرف اُسے ظاہر اور دریافت کیا ہے ــــــ

اسی طرح بحرِ شریعت کے شناوروں نے قرآن وسُنّت کی تہہ میں چھپے ہُوئے موتیوں اور خزانوں کو باہر نکالا ہے انہوں نے ازخود عطا نہیں کیا۔ ان جواہر ریزہ اور دُر رکا منہ کی حفاظت اور ان کے گرد پہرہ دینا علماء اُمّت کا دینی فرض ہے۔ بہت ہی ناقدر شناس ہے وہ طبقہ، جو اِن اخیارِ اُمّت کے احسانات کا بدلہ انہیں "مبتدع" کہہ کر دیتا ہے اور تراویح اور جمعۃ المبارک کی اذان ثانی کے مسئلہ میں حضرت فاروقِ اعظمؓ اور شہیدِ مظلوم حضرت عثمان غنیؓ پر دین میں اضافہ کا الزام عائد کرتا ہے ــــــ

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

اس ضروری تمہید کے بعد گزارش ہے کہ اقتداء سابقین اور تقلید سلفِ صالحین کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ علماء وفقہائے کرام اپنے زمانے کے بدلتے ہُوئے حالات وجزئیات سے لاتعلق اور وقت کے تقاضوں سے بے خبر رہتے ہیں ایسا نہیں بلکہ کسی بھی وقت کسی فرد کو انفراداً یا اُمّت کو اجتماعاً کوئی مشکل یا نیا مسئلہ پیش آیا ہے تو نظریں انہی علماء وقت کی طرف اُٹھی ہیں اور بحمدِاللہ علماء کرام ملت کے اس اعتماد پر پُورے بھی اُترے ہیں

اس منصب کا تقاضا ہے کہ علماء اُمت خصوصاً ارباب فتویٰ اپنے زمانے کی ایجادات، اصطلاحات مقتضیات سے پوری طرح باخبر ہوں اور خلق خدا کی رہنمائی کی نازک اور بھاری ذمہ داری کو للّٰہیت اور احساس مسئولیت سے ادا کریں جو ہمارے اسلاف کا طرۂ امتیاز رہا ہے ——

فقہ اور دین کے وہ مسائل جو دریافت کرنے والوں کے جواب میں ارباب افتاء کی طرف سے بتائے جاتے ہیں. اصطلاحاً "فتاویٰ" کہلاتے ہیں۔ یہ دینِ حق کا معجزہ اور اسلام کے کمال وجامعیت کی واضح دلیل ہے کہ آج کے مشینی دور میں بھی انسان کی زندگی سے متعلق کوئی ایسا سوال نہیں جس کا جواب ایک بالغ النظر عالم یا مفتی نہ دے سکے ——

جامعہ خیر المدارس ملتان برصغیر کی ممتاز اور معروف دینی درسگاہ ہے جس کی ۶۷ سالہ دینی و تبلیغی خدمات کا ایک نمایاں اور مہتم بالشان پہلو مسائل ونوازل میں عامۃ المسلمین کی رہنمائی کرنا ہے. جامعہ خیر المدارس کے "دارالافتاء" کو یہ امتیاز حاصل رہا ہے کہ اس سے جاری ہونے والا ہر فتویٰ افراط وتفریط سے مبرّا اور اہل سنت والجماعت کے مسلکِ اعتدال واحتیاط کا کھلا ثبوت ہے. آج سے ۱۱ سال قبل مہتمم جامعہ خیر المدارس حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجدہم نے جامعہ کے مفتی برادرِ مکرم حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ سے فرمائش کی کہ وہ خیر المدارس سے جاری ہونے والے فتاویٰ سے "خیر الفتاویٰ" مرتب فرمائیں تاکہ عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہ فاضل اجل حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب زید مجدہم اور دیگر مفتیانِ خیر المدارس کی نادر ونایاب تحقیقات کا مجموعہ اور مسائلِ فقہیہ کا یہ بے مثال ذخیرہ صرف اوراق میں محبوس نہ رہے بلکہ طبع ہو کر اہل علم اور عام مسلمانوں تک پہنچے اور استفادۂ عام کا باعث ہو ——

محترم حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے اس مشکل فریضہ کو غیر معمولی جانفشانی اور تندہی سے انجام دیا، چنانچہ اب تک "خیر الفتاویٰ" کی تین جلدیں منصۂ شہود پر آکر عام قارئین وناظرین کے علاوہ اہل علم اصحابِ نظر و ارباب فتاویٰ سے خراجِ تحسین پا چکی ہیں اور ان کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں. "جلد رابع" کی طباعت کے موقع پر یہ سطور اللہ جل شانہٗ کے حضور اظہارِ تشکر اور اس دعاء کے ساتھ لکھی جا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلۂ خیر کو قبول فرما کر تاقیامت اُمت کے لئے رُشد وہدایت کا ذریعہ بنائیں۔ آمین ——

اس موقع پر جبکہ "خیر الفتاویٰ" کی جلد رابع مرتب صورت میں ناظرین کے سامنے موجود ہے۔ —— یہ عرض

کرنا بے جا نہ ہوگا کہ فاضل مرتب نے، جو خود بھی خیر المدارس کی مسندِ افتار پر رونق افروز ہیں اس مستور علمی خزانہ کو منظرِ عام پر لانے کے لئے شبانہ روز محنت کی ہے، سلسلۂ ترتیب میں انہیں متعدد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، بالخصوص ناقلوں کی غلط نویسی ــ نامکمل حوالے ــ غلط عبارات کی تصحیح اور اصل کتب سے مراجعت ایسے مسائل ہیں جن کا حل بہت محنت طلب ہے۔ بعض اوقات ملتے جلتے سوالات کے متعارض جواب یا مطبوعہ فتاوٰی کے خلاف جواب بھی وجہِ تشویش بن جاتے ہیں۔ تاہم حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ اور ان کے رفقاء کار نے یہ تمام مراحل طے کرتے ہوئے "خیر الفتاوٰی" کی جلد رابع قارئین تک پہنچا دی ہے، جس کے مطالعہ سے قارئین اس حقیقت کا ادراک فرمائیں گے کہ "نکاح اور اس کے متعلقات" کے بارے میں جس قدر فتاوٰی اس جلد میں موجود ہیں، بالتحقیق اُردو کے کسی اور مطبوعہ فتاوٰی میں موجود نہیں ــــ

بعض ایسے دقیق مسائل اور مخفی علمی گوشے بھی سامنے آئیں گے جو عام اہلِ علم سے مستور ہیں قارئین اس میں بعض ایسے فتاوٰی بھی پائیں گے جو خیر المدارس سے جاری ہوئے، بعض اہلِ علم کی رائے اُن کے خلاف تھی مگر بالآخر انہوں نے "خیر الفتاوٰی" کی صحت و اصابت کو تسلیم کرتے ہوئے رجوع فرما لیا۔

"خیر الفتاوٰی" جلد رابع میں بعض اہم مسائل پر مختصر جوابات کی بجائے مدلل و مفصل تحریریں بھی آپ کو ملیں گی جو مخالفین کی تشفی اور علمی تردید کے لئے ناگزیر تھیں لیکن بحمد اللہ اس سے کتاب کے مطالعہ میں قارئین کسی ثقل یا گرانی کی بجائے علمی فرحت اور چاشنی محسوس کریں گے۔ بالخصوص حرمتِ متعہ کے بارے میں مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب مدظلہم کا ایک دلچسپ مگر تحقیقی مضمون قابلِ داد ہے ــــ

انشاء اللہ العزیز "خیر الفتاوٰی" کی جلد رابع کی جامعیت و افادیت اور اس کی شانِ تحقیق و تدقیق کو اہلِ علم قارئین ضرور محسوس کریں گے اور وہ مرتب موصوف کی محنت شاقہ کی تحسین فرمائیں گے۔ فتاوٰی کا یہ گرانقدر مجموعہ عام مسلمانوں کے علاوہ طلبا، و فضلاء بالخصوص شعبہ افتاء سے متعلق حضرات کے لئے ایک علمی تحفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے جملہ مسلمانوں کے لئے نافع اور ذریعۂ عمل بنائیں اور اربابِ فتاوٰی عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، جامع علم و عمل حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہؒ، حضرت مولانا مفتی عبد الستار مدظلہٗ، جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری اور جامع و مرتب حضرت مولانا مفتی محمد انور حضرت مولانا مفتی محمد اسحاق صاحب حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ کیلئے تضاعفِ حسنات و سعادتِ دارین کا وسیلہ بنائیں۔ آمین!

طالبِ دعا:- محمد ازہر مدیر "الخیر" جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۰ / ۶ / ۱۴۱۸ھ

کلمۂ تشکر

از: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجدہم مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ــــ اما بعد :

"افتاء" ایک اہم ذمہ داری ہے جو دوسرے علمی سلسلوں کے مقابلہ میں زیادہ اہم، مشکل اور دقیق ترین ہے۔ فقہی جزئیات کے معمولی معمولی فرق سے حکم کے تفاوت کو محسوس کرنا وسیع تجربہ اور عمیق علم کا متقاضی ہے۔ جو شخص اسکی اہلیت نہ رکھتا ہو، اس کے لئے فتویٰ دینا ناجائز ہے منصب افتاء کی اہلیت ہر عالم بلکہ ہر مدرس بھی نہیں رکھتا ہے۔ لیاقت وقابلیت کے بغیر فتویٰ دینا باعثِ اجر نہیں بلکہ شرعاً جرم ہے۔ علامہ ابن القیمؒ تحریر فرماتے ہیں :

من افتی الناس ولیس باھل للفتوی فھو اٰثم عاص۔ (اعلام الموقعین ص۲۵۶ ج۲)

جو نااہل ہونے کے باوجود فتویٰ دینے لگے وہ گنہگار، درنا فرمان ہے۔

اس لئے "فتاویٰ" کو عہد صحابہ کرامؓ سے آج تک خصوصی اہمیت وحیثیت اور مقام حاصل رہا ہے۔

جامعہ خیر المدارس ملتان جو برصغیر کی ممتاز دینی درسگاہ ہے اپنے دوسرے شعبوں کی طرح شعبہ "افتاء" میں بھی قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اسکی ۶۷ سالہ زندگی میں ہزارہا افراد نے اس کے دارالافتاء سے مختلف ومتنوع مسائل ونوازل اور حوادث کے احکام معلوم کئے اور ان پر عمل پیرا ہوئے۔

رجب سنہ ۱۴۰۱ھ سے جامعہ کے دارالافتاء سے جاری کردہ فتاویٰ کی اشاعت وطباعت کا سلسلہ جاری ہے۔ جس کی تینؔ جلدیں "خیر الفتاویٰ" کے نام سے منصۂ شہود پر آکر اہل علم سے سندِ تحسین وتوثیق پا چکی ہیں۔ اس سلسلۃ الذہب کی یہ چوتھی کڑی ہے جو کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح اور اُن کے متعلقات پر مشتمل ہے۔ پہلی تین جلدوں کی طرح "خیر الفتاویٰ" جلد رابع کی تالیف کی نگرانی وسرپرستی بھی جامعہ کے صدر مفتی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ، نے فرمائی ہے۔

دارالافتاء خیر المدارس کا یہ اعزاز ہے کہ اسے فقیہ العصر حضرت مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ، کی سرپرستی ونگرانی حاصل ہے۔ جو ملک وبیرون ملک ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ، کی رائے کو علمی حلقوں میں سند سمجھا جاتا ہے اور آپ کی فقاہت

پر بڑے بڑے مفتی حضرات اعتماد اور رشک فرماتے ہیں۔ مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دقتِ نظر، اور فقہی بصیرت اور افتاء کے وسیع تجربہ سے نوازا ہے۔ جبکہ "جلد رابع" کی ترتیب و تدوین، تحشیہ، تعلیق اور تصحیح و مراجعت کا سہرا حسب سابق جامعہ کے استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب زید مجدہم کے سر ہے۔ آں ممدوح بیس سال سے جامعہ کے شعبہ افتاء میں بحیثیت مفتی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب زید مجدہم نے جامعہ سے جاری ہونے والے مسائل کے بیمثال ذخیرہ کو، جو اوراق میں محبوس اور عام نگاہوں سے اوجھل تھا، غیر معمولی جانفشانی و تندہی اور محنت شاقہ سے اس طرح مدون فرمایا کہ عوام و اہلِ علم کے استفادہ کے قابل ہوگیا۔ اس سلسلہ میں مفتی صاحب موصوف کو جن سخت ترین اور مشکل مراحل سے گزرنا پڑا۔ اس کا اندازہ اہلِ علم بخوبی لگا سکتے ہیں۔ نقل فتاویٰ کے رجسٹروں میں اکثر مسائل ایسے تھے جن کا حوالہ درج نہیں تھا حضرت مفتی صاحب نے ایسے تمام مسائل کے حوالہ جات نقل کئے اور ہر حوالہ مع نام کتاب باب و صفحہ تحریر فرمایا، تاکہ رجوع کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ کچھ مسائل ایسے تھے ان کے حوالے موجود تھے مگر کتاب کا نام اور صفحہ وغیرہ درج نہیں تھا۔ ایسے حوالے تلاش کرنا نسبتاً زیادہ مشکل ہے مگر حضرت مفتی صاحب نے محنت کرکے یہ حوالہ جات بھی مع باب و صفحہ درج فرما دیئے ہیں۔ اگر کسی جگہ کوئی آیت، حدیث یا فقہی عبارت نامکمل درج تھی تو اسے کتب حدیث و فقہ سے تلاش کرکے مکمل کر دیا گیا ہے۔ ناقل کی غلطی سے اگر حوالہ کی عبارت میں کوئی غلطی رہ گئی تھی تو اسے اصل سے ملا کر تصحیح کا فریضہ بھی انجام دیا گیا ہے۔ غرضیکہ اس باب میں حضرت مفتی صاحب کی مساعی ہر طرح سے مشکور و محمود ہیں۔ اللہ تعالیٰ مقبول و ماجور فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو تمام مسلمانوں کے لئے نافع اور ذریعۂ عمل بنائیں اور تمام مفتیان کرام بالخصوص جدِ امجد استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ قدس سرہما کے لئے ذخیرۂ آخرت اور رفع درجات کا وسیلہ بنائیں۔ جن کے فتاویٰ سے اس مجموعہ کی افادیت دوچند ہوئی۔

ناظرین کرام سے التماس ہے کہ وہ اپنی مخلصانہ دعاؤں میں اربابِ افتاء، مرتب موصوف اور خدام جامعہ کو فراموش نہ فرمائیں۔

راقم السطور، محمد حنیف جالندھری
رئیس جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۱۸/۶/۲۴ھ

اجمالی فہرست "خیر الفتاویٰ" جلد چہارم

کتاب الصوم

کتاب الحج

کتاب النکاح

فہرست مضامین "خیر الفتاویٰ" جلد چہارم

کتاب الصوم

اعتکاف کے مسائل

کتابُ الحجّ

کتاب النکاح

حُرمتِ مصاہرہ کے مسائل

رضاعت کے مسائل

ولایت و کفاءۃ کے مسائل

مہر کے مسائل

قسم بین الزوجات ۔ حضانت ۔ نفقہ

متفرقاتِ نکاح

كِتَابُ الصَّوْمِ

قال الله تعالى

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (بقره)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفی روایۃ فتحت ابواب الجنۃ وغلقت ابواب جہنم وسلسلت الشیاطین وفی روایۃ فتحت ابواب الرحمۃ متفق علیہ —— (مشکوٰۃ ص۱۷۳ ج۱)

مرتبہ: مفتی محمد انور

شدّتِ پیاس سے جان پر بن آئے تو افطار کرنے کا حکم

ہمارے یہاں رمضان المبارک میں تین مختلف ایام میں مختلف اموات ہوئیں مقامی مولویوں نے بغیر جنازہ کے دفن کرادیا۔ بقول ان کے جو حالتِ روزہ میں شدتِ پیاس کی وجہ سے فوت ہوجائے اور روزہ نہ توڑے تو گویا اس نے خودکشی کی اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟

الجواب روزہ کی حالت میں اگر پیاس اتنی شدید لگے کہ جان خطرہ میں پڑجائے تو روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔ اگر کوئی شخص روزہ افطار نہ کرے اور اسی وجہ سے فوت ہوجائے تو یہ خودکشی نہیں۔ بلکہ خود اس پر بھی اجر و ثواب ملے گا۔ اسے خودکشی کہنا جہالت ہے۔ بالفرض اگر یہ خودکشی بھی ہوتی تو بھی خودکشی کرنے والے پر عامۃ المسلمین کو نمازِ جنازہ پڑھنی چاہیئے۔ اس پر نمازِ جنازہ سے روکنے والوں نے غلطی کی ہے۔ اب وہ اپنے لیئے اور مرحومین کے لیئے استغفار کریں۔

ویؤجر لو صبر و مثلہ سائر حقوقہ تعالیٰ کافساد صوم وصلوٰۃ اھ۔ (شامی ج ۲ ص ۱۵۸)۔ من قتل نفسہ ولو عمدًا یغسل ویصلی علیہ اھ۔ (شامی ج۱ ص ۸۱۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس، ملتان۔

روزے کی حالت میں سر کی مالش کروانا

زید بے خوابی کا مریض ہے ۔۔۔ حکیم نے روغنِ بادام کی مالش تجویز کی ہے۔ روزے کی حالت میں سر کی مالش کرنے سے روزہ میں کوئی فرق تو نہیں آئے گا ؟

الجواب مالش کراسکتے ہیں اس سے روزے میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ ومایدخل من مسام البدن من الدھن لا یفطر ھکذا فی شرح المجمع اھ۔ (عالمگیری ج۱ ص ۲۰۳) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۸/۳/۷ ۱۴۰ھ

نصفِ نہار تک صوم وافطار کا فیصلہ کر لینا ضروری ہے

زید نے سحری کھائی۔ اور یہ نیت کی کہ اگر مجھے فلاں مشقت والا کام پڑ گیا تو روزہ نہیں رکھوں گا۔ اگر نہ ہوا تو روزہ رکھ لوں گا۔ اگر ایسا کرنا ٹھیک ہے تو دن کے کس وقت تک ایسی نیت کر سکتا ہے ؟

الجواب: اگر وہ کام ایسا ہو کہ اس کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہو تو نصفِ نہارِ شرعی یعنی تقریباً گیارہ بجے سے پہلے تک اسے اختیار ہے کہ اس صورت میں کوئی ایک فیصلہ کر لے۔ اگر روزہ کا پختہ ارادہ کر لینے کے بعد افطار کرے گا تو رمضان کا روزہ ہونے کی صورت میں اس پر قضاء وکفارہ دونوں لازم ہوں گے اور یہ اجازت صرف نصفِ نہارِ شرعی تک ہے۔ اس کے بعد بھی اسی حالت میں رہا تو روزہ نہیں ہوگا۔

جاز صوم رمضان و النذر المعین و النفل بنیۃ ذالک الیوم او بنیۃ مطلق الصوم او بنیۃ النفل من اللیل الی ما قبل نصف النہار۔ اھ۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱)۔

فیصح اداء صوم رمضان و النذر المعین و النفل بنیۃ من اللیل فلا تصح قبل الغروب ولا عندہ الی الضحوۃ الکبری لا بعدھا ولا عندھا اعتبارا لاکثر الیوم اھ (درمختار)۔

قولہ الی الضحوۃ الکبری المراد بہا نصف النہار الشرعی والنہار الشرعی من استطارۃ الضوء فی افق المشرق الی غروب الشمس۔ اھ (شامی ج ۲ ص ۱۱۲)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲ / ۱۱ / ۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔

امتحانات کی وجہ سے روزہ کو مؤخر کرنا

س:- میں ایف اے کی سٹوڈنٹ ہوں میرے امتحانات ماہِ رمضان میں ہوں گے

میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جس طرح انسان بیمار ہوتا ہے یا کسی سفر پر ہوتا ہے تو وہ ماہ رمضان کے روزے چھوڑ دیتا ہے اور پھر بعد میں رکھ لیتا ہے۔ کیا اس طرح ہو سکتا ہے کہ میں پیپرز کے دنوں میں روزے چھوڑ دوں اور امتحان کے بعد رکھ لوں۔ اس طرح گناہ تو نہیں ہوگا۔

الجواب جن اعذار کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی شرعاً اجازت ہے امتحان ان میں سے نہیں ہے۔ ترک روزہ گناہِ کبیرہ ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے بلا عذر ایک روزہ چھوڑ دیا ساری زندگی بھی روزہ رکھتا رہے وہ اجر و ثواب نہ پا سکے گا جو رمضان المبارک کا فرض روزہ رکھنے سے ہوگا۔ او کما قال۔ رمضان المبارک بلکہ اس کے ہر لمحہ پر پوری دنیا کو قربان کر دیا جائے تب بھی یہ سودا سستا ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

محمد عبداللہ عفی عنہ
نائب مفتی۔ ۶/۶/۱۴۰۸ھ

افطار کا وقت مستحب

افطار کا مستحب وقت اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک کون سا ہے۔ اور افطار کے کتنی دیر بعد شام کی نماز پڑھنی چاہیئے۔

الجواب افطار کا وقت یہ ہے کہ جب سورج غروب ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی رات کی سیاہی چڑھ آئے تو افطار کا وقت ہو جاتا ہے۔ گھڑیوں کے لحاظ سے میقات الصیام چھپے ہوئے ہیں۔ افطار میں تعجیل مستحب ہے اور سحری میں تاخیر۔ لہٰذا جب مذکورہ بالا قاعدہ کے مطابق افطار کا وقت ہو جائے تو جلد از جلد افطار کرنا مستحب ہے افطار کے چار پانچ منٹ بعد جماعت کو کھڑی ہو جانا چاہیئے۔

اذا ادبر النہار من ھٰھنا واقبل اللیل من ھٰھنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم۔ (الحدیث)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۷ رمضان ۱۳۶۹ھ

پاکستانی ایک روزہ رکھ کر سعودی عرب گیا تو وہاں دو روزے ہو چکے تھے اب کتنے روزے پورے کرے

ہم پاکستان سے ۴ جولائی ۱۹۸۱ء کے رمضان المبارک کا پہلا روزہ رکھ کر سعودی عرب میں پہنچے جب کہ یہاں ۲ جولائی کا پہلا روزہ تھا۔ لہٰذا لازمی طور پر پاکستان سے سعودی عرب میں عید الفطر کا چاند بھی پہلے ہی نظر آنا تھا۔ اس لئے ہم نے بھی ان کے ساتھ عید منائی۔ جب کہ پاکستان میں ابھی رمضان کے ایام باقی تھے۔ اب ہمارے روزے جو پاکستان کے لحاظ سے باقی رہے ان کے متعلق کیا حکم ہے۔ اگر ہم پاکستان میں ہوتے تو ان کے ساتھ عید کرتے۔ اور یہاں اگر ابھی تک ہمارے ۲۹۔ یا ۳۰ روزے پورے نہ ہوئے تھے اور ہم نے ان کے ساتھ عید بھی کرلی جب کہ ان کے تیس روزے ہو چکے تھے۔ (فضل الرحمٰن فیصل آبادی)

الجواب ایسے پاکستانی لوگ جن کے ۲۹ روزے بھی پورے نہیں ہوتے ان پر لازم ہے کہ وہ ایک یا دو روزے قضاء رکھ کر ۲۹ روزے پورے کرلیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳، محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

شوال کے چھ روزے علیحدہ علیحدہ رکھنے مستحب ہیں

عید کے بعد کے چھ روزے عید کے بعد فوراً لگاتار رکھے جائیں یا کچھ وقفہ سے بھی رکھ سکتے ہیں ؟

الجواب دونوں طرح درست ہے۔ بہتر یہ ہے کہ متفرق رکھے جائیں۔

وندب تفریق صوم الست من شوال ولا یکرہ التتابع الخ (شامی ج ۲ ص ۱۷۱) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴/۲/۱۳۹۹ھ

روزے کی حالت میں آنکھ میں دوائی ڈالنا

ایک شخص نے رمضان المبارک میں آنکھوں میں بحالت روزہ مائع یعنی بہنے والی دوائی ڈالی۔ تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے یا نہیں۔ اگر ٹوٹ گیا ہے تو دلائل مع حوالجات تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب آنکھ میں بہتی ہوئی دوائی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

"ولو اقطر شیأ من الدواء فی عینه لا یفطر صومه عندنا۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۰) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی خیر المدارس ملتان ۱۷/۱۰/۱۴۰۷ھ

صبح صادق کے بعد سفر کا ارادہ ہو تو روزہ رکھنا ضروری ہے

زید رمضان کے مہینہ میں سفر کا پختہ ارادہ رکھتا ہے۔ اور بوجہ درازئ سفر و تکالیف روزہ نہیں رکھ سکتا۔ مگر دن کے دس بجے تک گھر سے نہیں نکل سکتا۔ موٹر گاڑی نہ ملنے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے۔ اب اشکال یہ ہے کہ اگر روزہ رکھ کر روانگی کے وقت توڑے تو ابطال عمل لازم آتا ہے۔ اگر روزہ نہیں رکھتا تو روانگی تک اقامت ہے اور احکام سفر اس پر عائد نہیں ہوتے۔ اب اگر زید صبح سے روزہ کی نیت نہ کرے اور جب تک گھر میں رہے امساک کرے تو گنہگار تو نہیں ہوگا؟

الجواب ایسے شخص کو روزہ رکھنا واجب ہے اور اس روزہ کا پورا کرنا بھی واجب ہے۔ لیکن اگر اس شخص نے روزہ رکھا اور مسافر ہونے کے بعد توڑ دیا۔ تو اس پر کفارہ نہیں آئے گا۔ صرف ایک روزہ قضا کا لازم آئے گا اور رات سے نیت نہ کرنے سے گناہ گار ہوگا۔

لما فی الدر علی الشامیة کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منه ای رمضان سافر فیه ای فی ذالك الیوم ولکن لا کفارة علیه لو افطر فیهما اھ (ج ۲ ص ۱۶۸)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح　　　　　　　　　　بندہ محمد اسحاق عفرلہ
بندہ محمد عبد اللہ عفر اللہ لہ　　　　　۲۸ / ۸ / ۸۷ / ۱۳ھ

نوٹ! روزہ نہ رکھنے کی اجازت اس کے لئے ہے جو صبح صادق سے پہلے سفر شروع کر چکا ہو۔ وھو (ای السفر) لیس بعذر فی الیوم الذی انشأ السفر فیہ اھ (عالمگیری، صلنل)۔　　　　احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

صرف یوم عرفہ کا روزہ مکروہ نہیں

اکیلا عرفہ کے دن کا روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے کیا یہ مکروہ تو نہیں؟

الجواب مکروہ نہیں بلکہ مستحبات سے شمار کیا گیا ہے۔

والمندوب کایام البیض من کل شہر و یوم الجمعۃ ولو منفردا و عرفۃ اھ (درمختار علی الشامیۃ ج۲ ص۱۱۴)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

مریض معسر استغفار کرتا رہے

ایک شخص بیمار ہے۔ بدن، دل، دماغ کمزور ہے فرض روزہ رکھنے کی طاقت نہیں۔ اگر روزہ رکھتا ہے تو اس کی حالت نہایت نازک ہو جاتی ہے، بلکہ جان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ دائم المرض ہے۔ دو تین سال سے متواتر بیمار رہتا ہے۔ اس لئے روزہ رکھنے سے قاصر ہے۔ اور غنی بھی نہیں بلکہ محتاج ومفلس ہے۔ تو کیا اس صورت میں فدیہ دینا لازم ہے؟ اور اگر وہ غنی ہوتا تو پھر کیا حکم ہے۔ آئندہ صحت کی توقع بھی نہیں۔

عبد الخالق متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب شرعًا ایسے مریض پر جس کو اپنی صحت سے مایوسی ہو لازم ہے کہ ہر روزہ کے بدلہ فدیہ ادا کرے۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب کہ وہ موسر اور

مالدار ہو۔ ففی الشامیۃ ، ج ۲ : ص ۱۶۳ ۔

ومثلہ ما فی القہستانی عن الکرمانی المریض اذا تحقق الیأس من الصحۃ فعلیہ الفدیۃ لکل یوم من المرض اھ ۔

اگر وہ مسکین وفقیر ہے کہ فدیہ ادا کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتا تو توبہ واستغفار کرتا ہے

" وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشہر وبلا تعدد فقیر کالفطرۃ لو موسرا والا نیستغفر اللہ ۔ اھ (درمختار علی الشامیۃ ، ج ۲ ص ۱۶۳)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہٗ
بندہ عبداللہ غفراللہ لہٗ مفتی جامعہ ہذا	نائب مفتی خیرالمدارس ملتان ۲۸/۸/۱۳۷۸ھ

تعجیل افطار اور تاخیر سحور کے بارے میں اہم تحقیق

زید کہتا ہے کہ افطار کے وقت کی دو حدیں ہیں ایک ابتدائی حد جب افق مشرق پر رات کی تاریکی چھا جائے اور افق مغرب سے دن کی روشنی زائل ہو جانے اور آفتاب بھی قطعی طور پر غروب ہو جائے ۔ آخری حد ستاروں کا انبوہ و ہجوم ظاہر ہونا ہے ۔ جو یہود کے افطار کا وقت ہے ۔ ان دونوں حدوں کے درمیان تمام وقت مستحب ہے ۔ جیسا کہ حمید بن عبدالرحمٰن ابن عوف سے موطا امام مالک میں روایت ہے کہ

" ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان کانا یصلیان المغرب حین ینظران الی اللیل الاسود قبل ان یفطرا ثم یفطران بعد الصلوۃ وذالک فی رمضان "

علامہ زرقانی رح اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ۔

وھو معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقبل اللیل من

ههنا وادبر النهار من ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم۔ (زرقانی، ج ۲، ص۹۵، مطبوعه مصر)۔

—علامہ عبدالوہاب شعرانی کشف الغمہ میں لکھتے ہیں۔

" وكثيرا ما كان صلى الله عليه وسلم يفطر بعد الصلوٰة ثم قال وكان عمر وعثمان رضی الله تعالیٰ عنهما لا يفطران الا بعد الصلوٰة وذالك فی رمضان "

اور صحیحین کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نمازِ مغرب میں سورۂ طور کی تلاوت فرمائی۔ اب نمازِ مغرب میں سورۂ طور تلاوت فرماکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمازِ مغرب کے بعد روزہ افطار کرنا اور اسی پر خلفائے راشدین یعنی عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تعامل دائمی اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اشتباک نجوم اور ستاروں کے انبوہ سے پہلے پہلے افطار وقتِ مستحب کے دائرہ میں ہے۔ یہ وقتِ تاخیر مکروہ میں داخل نہیں۔ اور جن روایات میں تعجیل افطار کا حکم ہے اور تاخیرِ افطار سے ممانعت ہے ان تمام احادیث میں افطار کو اتنے تک مؤخر کرنے سے منع کیا گیا ہے جتنے تک کہ یہود و نصاریٰ مؤخر کرتے تھے۔ یعنی اشتباک نجوم تک۔

—علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ انما يكره تأخيره الى اشتباك النجوم۔ (عینی، ج ۲، ص۲۹۲)۔

—علامہ شامی رح نے "بحر" کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ والتعجيل المستحب قبل اشتباك النجوم۔

—علامہ بحر العلوم ارکانِ اربعہ، ص ۲۱۵۔ پر تحریر فرماتے ہیں۔

ثم تعجيل المغرب ايضاً مندوب كتعجيل الافطار فالصائم مخير فی تأخير المغرب علی الافطار وبالعكس الخ

اس سے معلوم ہوا کہ بعد نماز مغرب افطار کرنا ستاروں کے ہجوم و انبوہ سے قبل مکروہ نہیں۔ اس کے بعد تاخیر ممنوع ہے اور وقتِ مکروہ شروع ہوجاتا ہے۔

زید یہ بھی کہتا ہے کہ غروبِ شمس کے بعد جب تک سورج کے غروب کی جگہ بے نشان

نہ ہوجائے اور اس کی جگہ سے روشنی زائل نہ ہوجائے جس کی تخمینی مقدار غروب کے بعد دس منٹ تک ہے۔ اسوقت تک افطار کا وقت نہیں ہوتا۔ اور جب کہ وقتِ مستحب اشتباکِ نجوم سے قبل تک طویل ہے۔ تو پھر افطار میں جلدی کیوں کی جاتی ہے۔ غروب کے دس منٹ بعد روزہ افطار کرنا چاہیئے۔ زید کی تقریرِ مذکور کے پیشِ نظر مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات درکار ہیں۔

۱ : افطار کا وقتِ مستحب سورج غروب ہونے کے بعد کتنی دیر میں شروع ہوتا ہے اور سورج کا جب نظر آنا بند ہوجائے تو پھر افطار کے لئے کس نشانی کا انتظار ضروری ہے۔ روایتِ شیخین میں اقبال لیل و ادبارِ نہار کے کیا معنی ہیں ؟

۲ : وقتِ مستحب افطار کی انتہاء کیا ہے۔ شامی اور ارکانِ اربعہ کی عبارتوں سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد افطار کرنا بھی وقتِ مستحب میں افطار ہے اور اشتباکِ نجوم سے قبل تمام وقت مستحب ہی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا یہ سارا وقت ایک درجہ کا مستحب ہے یا اس میں کچھ فرق ہے ؟

۳ : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما جو نماز کے بعد افطار کیا کرتے تھے اس کی کیا توجیہ ہے۔ خصوصاً حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کا دائماً ایسا کرنا ؟

۴ : صحیحین کی جس روایت سے مغرب کی نماز میں سورۃ طور کا پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیا اس میں کوئی قرینہ اس امر کا ہے کہ یہ مغرب کی نماز رمضان المبارک میں تھی یا کسی دوسری حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ رمضان المبارک میں یا جس روز روزہ تھا اس کی مغرب میں آپؐ نے سورۃ طور پڑھی ہے ؟ فقط والسلام

سید عبد الشکور ترمذی

مدرسہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

الجواب زید کی تقریر کا مبنیٰ چند امور ہیں۔

۱ :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا یہ عمل کہ انہوں نے بعد از مغرب افطار کیا۔

۲ : دوسرا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مغرب میں سورۃ طٰہٰ یا اور بعض لمبی سورتوں کا پڑھنا ثابت ہے۔

۳ : تیسرا یہ کہ زید ان دونوں باتوں کو دوام و استمرار پر محمول کر رہا ہے جیسا کہ تحریر میں ہے خصوصًا عمر و عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کا تو دائمی طور پر افطار بعد الصلوۃ پر عمل تھا۔ ان تینوں مقدمات کو ملانے سے تاخیرِ افطار کو ثابت کیا گیا ہے۔

لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد از نماز مغرب افطار فرمانا دائمی عمل نہیں ہے۔ بلکہ آپؐ نے احیانًا ایسا عمل فرمایا ہے بیانِ جواز کے لئے تاکہ کوئی شخص تعجیلِ افطار کو واجب نہ کہے اکثری عمل آپ کا افطار قبل الصلوۃ تھا۔

قال الزرقانی روی ابن ابی شیبۃ وغیرہ عن انس قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی حتی یفطر ولو علی شربۃ من ماء وفی روایۃ الترمذی و ابی داؤد عن انس رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفطر قبل ان یصلی علی رطبات فان لم تکن فتمیرات الحدیث قال القاری فیہ اشارۃ الی کمال المبالغۃ فی تعجیل الفطر۔ وایضا فی روایۃ البخاری عن عبد اللہ بن ابی اوفٰی قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر وھو صائم فلما غابت الشمس قال لبعض القوم یا فلان قم فاجدح لنا فقال یا رسول اللہ لو اَمسَیتَ قال انزل فاجدح قال ان علیک نہارا قال انزل فاجدح لنا فنزل فجدح لھم فشرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (الحدیث)

یہ تینوں روایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افطار قبل الصلوۃ پر نص ہیں اسی طرح حضرت عمرؓ اور حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کا عمل بھی بیانِ جواز پر محمول ہے کہ بعض اوقات افطار کو مؤخر کر دیتے تھے تاکہ تعجیلِ افطار کے وجوب کا گمان نہ ہونے لگے یہ بات بھی ملا علی قاری رحؒ نے ذکر کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

ـــة ما صح ان عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کانا برمضان یصلیان المغرب (الحدیث)۔ فھو لبیان جواز التأخیر لئلا یظن وجوب التعجیل (اوجز المسالک)

اسی طرح زید کے استدلال کا مقدمہ ثانیہ کہ " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب میں سورۃ طور پڑھی "، بھی اس کے دعوے کے لئے مفید و مثبت نہیں۔ تاوقتیکہ مقدمہ مذکورہ کے ساتھ امور ذیل کا ثبوت بہم نہ پہنچے۔

۱ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب میں " والطور " پوری پڑھی ؟

۲ : یہ رمضان المبارک میں ہوا ۔ ؟

۳ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دائمی اس پر تھا ۔

حالانکہ علی حیثیت سے امور بالا میں سے کوئی امر بھی ثابت نہیں ۔ نماز مغرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض طویل سورتیں پڑھنے کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ممکن ہے کہ آپ نے ان سورتوں کا کچھ حصہ پڑھا ہو۔

قالہ الکرمانی بحوالہ عینی کذا فی حاشیۃ البخاری (ج ۱ : ص ۱۰۵) والیہ مال الطحاوی ۔

تقریر بالا سے زید کے استدلال کی نفی تو ہوگئی ۔ اب مسئلہ استحباب تعجیل پر کچھ دلائل تحریر کئے جاتے ہیں ۔

۱ : عن سہل بن سعد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر (بخاری)۔

۲ : عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ عز وجل احب عبادی الیّ اعجلھم فطرا ۔ (ترمذی)۔

۳ : وہ تین روایتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افطار قبل الصلوۃ کے اثبات میں اوپر ذکر کی گئی ہیں ان روایات کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول بھی یہی نقل کیا گیا ہے ۔

عن عمرو بن میمون الاودی قال کان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم اسرع الناس افطارا وابطائهم سحورًا۔

نیز صاحبِ اوجز المسالک نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی، ابن عباس اور ابو بردۃ الاسلمی رضی اللہ تعالے عنہم نماز سے قبل افطار فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول بھی تعجیلِ افطار کا بخاری وغیرہ کی روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ تعجیلِ افطار کے استحباب پر اجماع ہے۔ اوجز المسالک میں ہے۔

واستحبابه مجمع علیه وقد حکی الاجماع علی ذالك غیر واحد من نقلة المذاهب قال الموفق وهو قول اکثر اهل العلم قال ابن عبد البر احادیث تعجیله وتاخیر السحور صحاح متواترة۔ (اوجز المسالك، ج ۵، ص ۱۵۱)۔

واضح رہے کہ تعجیل امرِ اضافی ہے غروبِ شمس کے بعد جتنی ہی تعجیل ہوگی اتنا ہی استحباب قوی ہوگا۔ اور اس میں جتنی تاخیر ہوتی جائے گی اتنا ہی استحباب میں ضعف اور کمی آتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ بعد اشتباکِ نجوم ہوجائے تو استحباب ختم ہوکر وقتِ کراہت شروع ہو جائے گا۔

یہی مراد ہے ان فقہی عبارات کی جو بحر وغیرہ سے زید کی طرف سے اس سلسلہ میں نقل کی گئی ہیں کہ وقتِ استحباب اشتباکِ نجوم تک ہے۔ عقلاً بھی تاخیرِ سحور اور تعجیلِ افطار مستحسن معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس میں بندے کی طرف سے ضعف اور کمزوری کا اظہار ہے۔ اور تاخیر افطار میں اپنی جلادت وقوت کا دعویٰ ہے۔ اللہ تعالے کو ضعف اور عاجزی کا اظہار محبوب ہے۔ اس لئے تعجیلِ افطار جہاں تک ہوسکے مستحب ہوگی۔

مذکورہ بالا تفصیل کے ضمن میں آپ کے تمام سوالات کا جواب آگیا ہے۔ آسانی کے لئے جوابات کا خلاصہ مختصر طور پر نمبر وار دوبارہ ذکر کیا جاتا ہے۔

۱: جب غلبۂ ظن ہوجائے کہ سورج غروب ہوگیا ہے تو افطار کا وقتِ مستحب فوراً بلا تاخیر شروع ہوجاتا ہے۔ " اقبالِ لیل " سے مراد ہے کہ افقِ مشرق پر رات کا اندھیرا قدرے

محسوس ہونے لگے۔ اور " ادبارِ نہار " سے مراد ہے کہ دن کی روشنی اور سفیدی کم ہونا شروع ہو جائے۔ اور یہ دونوں چیزیں غروبِ شمس کے فوراً بعد شروع ہو جاتی ہیں۔ احساسِ ظلمت اور اضمحلالِ بیاضِ نہار کے ساتھ غروبِ شمس لازم نہیں۔ لیکن غروبِ شمس کے ساتھ اقبالِ لیل اور ادبارِ نہار لازم معلوم ہوتے ہیں۔

۲ : افطار کے لئے وقتِ مستحب کی انتہا اشتباکِ نجوم سے قبل تک ہے۔ لیکن یہ سارا وقت استحباب میں برابر نہیں۔ غروبِ شمس کے بعد جتنی جلدی افطار کیا جائے گا اتنا ہی پسندیدہ ہو گا۔

قال علیہ السلام قال اللہ عز وجل احب عبادی الیّ اعجلھم فطرا وفی الترمذی ج ۱ ص۸۸ و تعجیل الافطار افضل فیستحب ان یفطر قبل الصلوۃ اھ۔ (عالمگیری)

۳ : اس کا مفصل جواب گزر چکا ہے اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحضراتِ شیخین رض کے افطار بعد الصلوۃ کی ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ روزہ افطار تو نماز سے پہلے ہی فرمالیا کرتے تھے لیکن افطاری کا کھانا نماز کے بعد تناول فرماتے تھے جس کو راوی نے " لیفطران " سے تعبیر کیا ہے۔

۴ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مغرب میں " والطور " پڑھنا رمضان میں تھا یا غیرِ رمضان میں ؟ روایات سے ہم ایسا کوئی قرینہ معلوم نہیں کر سکے جس سے یہ معلوم کر سکیں کہ یہ واقعہ رمضان المبارک کا ہے یا آپ کم از کم اس دن روزہ سے تھے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا	مفتی خیر المدارس ملتان ۱ر۱۲ر۸ ۱۳۹ھ

جس کے رمضان کے روزے رہتے ہوں نفل روزے رکھ سکتا ہے یا نہیں

زید کے رمضان شریف کے روزے رہتے ہیں تو کیا وہ محرم کی دسویں، گیارہویں کا روزہ رکھ سکتا

ہے ؟ یا پہلے رمضان کے قضاء کرنے ضروری ہیں ؟

المستفتی : سید نصرت علی ، نئی روشنی سکول وحدت کالونی : ملتان

الجواب

زید محرم کے روزے رکھ سکتا ہے البتہ قضاء رمضان میں بلا عذر اتنی تاخیر مناسب نہیں۔

ولا یکرہ صوم التطوع لمن علیہ قضاء رمضان کذا فی معراج الدرایۃ۔ اھ (عالمگیری ج۱ ص ۲۰۱) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۳؍۲؍۱۴۰۲ھ

غروب سے پہلے چاند دیکھ کر افطار کیا تو قضاء و کفارہ دونوں لازم ہیں

ایک مولوی صاحب نے عید کا چاند غروب آفتاب سے قبل دیکھ لیا اور روزہ افطار کر لیا اسکو دیکھ کر دوسرے لوگوں نے بھی افطار کر لیا۔ بعد میں یہ معلوم ہوا کہ یہ تو درست نہیں ہوا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ مجھ سے مغالطہ میں ہوا۔ میں نے کئی لوگوں کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔ تو اب مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ قضاء و کفارہ دونوں لازم ہیں یا فقط قضاء ؟ ساٹھ روزوں کی بجائے کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جا سکتا ہے ؟

غلام یٰسین خطیب ریلوے مسجد بھکر میانوالی

الجواب

امام صاحب اور ان کے متبعین مفطرین پر قضاء و کفارہ دونوں لازم ہیں۔ کیونکہ رمضان کا روزہ دن کو عمداً افطار کیا گیا ہے اور جہالت کوئی عذر نہیں۔

ورؤیتہ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقا ای سواء رؤی قبل الزوال او بعدہ ۔ اھ (شامی ج ۲ ص ۱۳۰)۔

اگر واقعۃً روزوں کی طاقت نہ ہو تو کھانا کھلایا جا سکتا ہے۔

فان لم یجد صام شہرین متتابعین فان لم یستطع أطعم ستین مسکینا ۔ اھ (شامی ج ۲ ص ۱۵۰)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳/۱۱/۱۳۹۷ھ

روزہ دار کے منہ میں زبردستی لید ٹھونس دی

روزہ دار کے منہ میں گدھے کی لید ٹھونس دی اور بری طرح جلوس نکالا آیا اس پر قضاء آئے گی یا کفارہ آئے گا؟

۲: اسی روزہ دار کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ اس نے چار سالہ بچی کے ساتھ برا فعل کیا ہے اور مجرم کہتا ہے کہ میں نے یہ گندا کام نہیں کیا۔ صرف ذاتی دشمنی اور مخالفت کی بناء پر میرے ساتھ یہ سلوک کیا گیا ہے۔ آیا ایک شریف آدمی کا ایسے جلوس نکالنا شرعاً کیسا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب اگر لید ترتھی تو ظاہر ہے کہ ٹھونسنے کی صورت میں کچھ پانی وغیرہ بھی حلق سے نیچے اترا ہوگا۔ لہذا قضاء ضروری ہے۔ اور خشک ہونے کی صورت میں اگر یقین ہو کہ حلق سے نیچے کچھ نہیں گیا تو قضاء ضروری نہیں ہے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ قضاء کر لی جائے اور کفارہ بہر صورت نہیں۔

۲: اگر بغیر کسی جرم اور شرعی ثبوت کے یہ سلوک کیا گیا ہے، تو انتہائی قابلِ مذمت اور نامناسب ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲۳/۱۲/۱۳۹۸ھ

کفارے کے روزے لگاتار رکھنا ضروری ہے

ایک آدمی نے رمضان شریف کا ایک روزہ جان بوجھ کر توڑا۔ اس کا کفارہ اگر ساٹھ روزے رکھے تو کیا یہ ساٹھ روزے لگاتار رکھے یا وقفہ کے ساتھ؟

الجواب کفارے کے روزے لگاتار رکھنا ضروری ہے۔ اگرچہ کسی عذر سے بھی ایک دن روزہ نہ رکھا تب بھی نئے سرے سے شروع کر کے دوبارہ پورے

کرے ۔ فان أفطر ولو بعذر غیر الحیض استانف ۔ (طحطاوی ص ۳۶۶)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

شیخ فانی سردیوں میں روزہ رکھ سکے تو روزہ کی قضاء کرے فدیہ نہ دے

والد صاحب بوجہ ضعف اور عمر رسیدگی رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھ سکتے ۔ ادھر رمضان المبارک کی آمد آمد ہے ۔ اگر قبل از رمضان المبارک سارے ماہِ صیام کے روزوں کا فدیہ والد صاحب کی طرف سے ادا کر دیا جائے تو کیا ادا ہو جائے گا یا نہیں ؟ اگر ادا ہو جائے گا تو کس حساب سے پورے ماہ رمضان کے روزوں کا فدیہ ادا کیا جائے ۔ جبکہ وہ بعض اوقات جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور روزہ رکھ لیتے ہیں ۔ لیکن اب کمزوری بہت زیادہ ہے اس مرتبہ شاید وہ کوئی روزہ بھی نہ رکھ سکیں ۔ اس بارے میں مفصل جواب سے نوازیں ؟

المستفتی : سیف اللہ خالد قادری ؛ ۲۵۳/بی شاہجمال ٹاؤن لاہور ۷۷-۵-۸

الجواب اگر آئندہ چل کر سردیوں کے چھوٹے دنوں میں بھی روزہ رکھ سکنے کی توقع نہ ہو تو ہر روزے کے بدلے میں ایک صدقۂ فطر کے برابر فدیہ دے دیں سارے مہینے کا فدیہ شروع رمضان میں اکٹھا بھی دے سکتے ہیں مگر رمضان شروع ہونے سے پہلے دینا مناسب نہیں۔

وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشہر وبلا تعدد فقیر کالفطرۃ لو موسرا والا فیستغفر اللہ اھ (در مختار) -

وفی الشامیۃ (قولہ العاجز عن الصوم) أی عجزا مستمرا کما یأتی أما لو لم یقدر علیہ لشدۃ الحر کان لہ أن یفطر ویقضیہ فی الشتاء (ج ۲ ص ۱۳۰)

فقط واللہ اعلم ۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۱۳ / ۸ / ۱۴۰۷ھ

قضاء رمضان کیلئے رات سے نیت کرنا ضروری ہے

ایک شخص کے ذمہ رمضان کے چند روزوں کی قضاء باقی ہے ان کے ادا کئے بغیر پہلے نفلی روزے رکھتا ہے۔ آیا اس کے وہ نفلی روزے ہوں گے یا رمضان شریف کی قضاء کے شمار ہوں گے۔

الجواب: صورتِ مسئولہ میں نفلی روزے ہوں گے۔ کیونکہ قضاء روزوں کے لئے تعیین شرط ہے۔ ہندیہ میں ہے۔ وشروط القضاء والکفارات ان یبیت ویعین۔ (ج ۱، ص ۱۹۶)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

جھوٹ بولنے کے بعد روزہ توڑ دیا تو کفارہ کا حکم

ایک شخص نے رمضان المبارک میں روزہ توڑا۔ اور روزہ توڑنے کی وجہ یہ بتائی کہ میں نے جھوٹ بولا تھا۔ تو میں نے گمان کیا کہ جھوٹ بولنے سے روزہ نہیں رہتا۔ کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بولے اس کا روزہ باقی نہیں رہتا۔ اب یہ فرمائیں کہ اس پہ کفارہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: شخص مذکور پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ ولو اغتاب انسانا فظن ان ذالک یفطرہ ثم اکل بعد ذالک متعمدا فعلیہ الکفارۃ وان استفتی فقیہا او تأول حدیثا کذا فی البدائع وبہ قال عامۃ العلماء کذا فی فتاوی قاضی خان۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۲۰۵)۔

اور حدیث میں یہ نہیں آتا کہ جھوٹ بولنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے بلکہ حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں۔

من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ۔ رواہ البخاری، مشکوۃ (ج ۱ ص ۱۷۶)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

بخار کی شدت کی وجہ سے رمضان کا روزہ توڑا تو صرف قضا آئیگی

زید نے رمضان شریف میں روزہ رکھا لیکن بخار کی شدت کی وجہ سے توڑ دیا کیا اس کا کفارہ ہوگا یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں اگر مرض اور بخار کی زیادتی کا قوی اندیشہ تھا یا کسی طبیب نے ایسا کہا تھا اس بنا پر روزہ افطار کیا گیا ہے تو کفارہ واجب نہیں صرف قضاء واجب ہوگی۔

اذا احدث المرض فی نہار رمضان ویظن بالصوم الزیادۃ علی المرض یباح لہ الافطار اھ رسائل الارکان کذا فی مجموعۃ الفتاوی ج ا :ص ۳۸۶) - فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۲ / ۸ / ۱۴۰۰ھ

دواء موضع حقنہ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا

ایک آدمی کو خارش کی سخت بیماری ہے اگر وہ دواء کو انگلی پر لگا کر مقعد میں داخل کرے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں ؟

الجواب اگر یہ دوا موضع حقنہ تک پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہوجائے گا اور اگر اس سے پیچھے رہی ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

أو أدخل اصبعہ الیابسۃ فیہ أی دبرہ أو فرجہا ولو مبتلۃ فسد اھ (درمختار) - وھذا لو ادخل الاصبع الی

موضع الحقنة۔اھ۔(شامی، ج ۲ ص ۹۹)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲۵، ۹، ۱۴۰۱ھ

استمناء بالید میں قضاء ہے کفارہ نہیں

ایک شخص نے لواطت بالید کر کے کئی روزے افطار کر دیئے۔ کسی کے بتلانے پر اس نے بطور کفارہ دو ماہ کے روزے بھی رکھے۔ رات کو غلبۂ شہوت کی وجہ سے پھر اخراج منی کیا گیا۔ کیا شخص مذکور کا کفارہ ادا ہو گیا یا نہیں؟

الجواب: شخص مذکور پر کفارہ واجب ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ جتنے روزے اس عمل سے توڑے ہیں اتنے روزوں کی صرف قضاء واجب ہے۔

وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون اھ (درمختار) وفی رد المحتار قولہ وکذا الاستمناء بالکف أی کونہ لا یفسد لکن ھذا اذا لم ینزل أما اذا أنزل فعلیہ القضاء اھ (شامی ج ۲ ص ۱۳۶)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفرلہ
مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
معین مفتی خیر المدارس ملتان
۶ - ۷ - ۹۶، ۱۳ھ

احتلام ہو جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

اگر رمضان میں حالتِ روزہ میں نیند کی حالت میں احتلام ہو جائے تو روزہ پر کیا اثر پڑے گا؟

الجواب: اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ فی التنویر اذا اکل الصائم او شرب او جامع ناسیا الخ او قبل او احتلم الخ لم یفطر اھ (شامی ج ۲ ص ۹۵) وھکذا فی الھندیۃ۔ ج ۲ ص ۲۰۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

استنجاء کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ماہِ رمضان میں جو روزہ دار ہے اس کے لئے لازمی ہے کہ پاخانہ کرنے کے بعد استنجاء کرتے وقت پاخانہ والی جگہ کو استنجاء کر لینے کے بعد انگلیوں سے بالکل خشک کر دے۔ اگر ہو سکے تو اس کے بعد کپڑا مار دے تاکہ کوئی قطرہ پانی کا وہاں نہ لگا رہے۔ اگر انگلیوں سے اچھی طرح صاف نہ کرے گا اور فوراً بعد اٹھ کھڑا ہو گا تو جو قطرات وہاں لگے ہوں گے وہ اوپر چڑھ جائیں گے اور روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح عورت اندامِ نہانی میں یہی عمل کرے۔ آپ اصل مسئلہ تحریر فرمائیں؟

الجواب والصائم اذا استقصی فی الاستنجاء حتی بلغ الماء مبلغ الحقنة یفسد صومه هکذا فی البحر الرائق۔ (عالمگیری ج ۱، ص ۱۰۵) قال فی الفتح والحد الذی یتعلق بالوصول الیه الفساد قدر المحقنة۔ اھ (شامی ج ۲، ص ۱۳۵)۔

جزئیہ بالا سے ظاہر ہے کہ صورتِ مسئولہ میں روزہ ٹوٹنے کے لئے ضروری ہے کہ پانی موضع حقنہ تک پہنچ جائے۔ اور استنجاء میں عادتاً ایسا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ درمختار میں مصرح ہے۔

ولھذا قلما یکون ولو کان فیورث داء عظیماً[1]

پس صورتِ مسئولہ میں روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۳/۹/۱۳۸۸ھ

بوس وکنار سے انزال ہو جائے تو صرف قضاء واجب ہوگی

(۱) اگر صائم کو رمضان میں بیوی سے بوس وکنار کرنے سے انزال ہو جائے جب کہ نیت صحبت

[1] درمختار علی الشامیہ، ج ۲، ص ۹۹۔ طبع بیروت۔ از احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

کی نہ ہو۔

۲ : اگر نیت صحبت کی ہو۔ اور صرف بوس وکنار سے انزال ہوجائے۔

۳ : اگر صائم کو رمضان میں مشت زنی سے انزال ہوجائے۔ تو مندرجہ بالا تینوں صورتوں میں صرف روزہ کی قضاء لازم آئے گی یا کفارہ بھی ؟ بینوا توجروا۔

الجواب مذکورہ تینوں صورتوں میں صرف قضاء لازم آئے گی۔ کفارہ واجب نہیں ہوگا

اوقبل و لو قبلة فاحشة الخ اولمس فانزل ولو بحائل لا یمنع الحرارة او استمنی بکفہ الخ قضی فی الصور کلها فقط۔ اھ (درمختار) وفی الشامیة تحت قوله فقط ای بدون کفارة اھ (ج۲ ص۱۰۵)۔

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲/۹/۱۴۰۲ھ

بغلگیری سے انزال ہوجائے تو قضا واجب ہے کفارہ نہیں

ایک آدمی اپنی منکوحہ بیوی سے بحالتِ شہوت بوس وکنار کرتا ہے۔ درحالتِ بغلگیری اس کو انزال ہوجاتا ہے تو کیا اس کا روزہ باقی ہے یا ختم ہوگیا ؟ اگر ختم ہوگیا تو کیا وہ دن کو کچھ کھا پی سکتا ہے ؟ نیز مشت زنی کرنے یا بے ریش لڑکے کو بغلگیر کرنے سے انزال ہوجائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے ؟

الجواب فی التنویر قبل او لمس فانزل قید للکل — قضی فقط وفی الشامیة قوله اولمس ای لمس آدمیا لما مرّ انه لو مس فرج بهیمة فانزل لا یفسد صومه اھ۔ (شامیہ ج۲ ص۱۴۳)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ دونوں صورتوں میں شخص مذکور کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء کرنا ضروری ہے۔ جس شخص کا روزہ ٹوٹ جائے اس کو کھانے پینے کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۹/۱۳۸۸ھ

غروب سے پہلے چاند دیکھ کر عالم کے کہنے سے روزہ توڑ دیا تو کفارہ کا حکم

تیس روزے پورے ہونے پر عید کا چاند دن ہی کو دیکھ لیا جائے تو روزہ افطار کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ اگر افطار نہیں کر سکتے تو ایک بے خبر شخص نے ایک عالم معتبر کے کہنے سے روزہ افطار کر دیا تو اس بے خبر انسان کا کیا حکم ہے ؟ اس پر قضاء واجب ہے یا کفارہ ؟ کیونکہ اس نے ایک معتبر عالم کے کہنے سے روزہ افطار کیا ہے ؟

الجواب في البدائع فان احتجم فظن ان ذالك يفطره فاكل بعد ذالك متعمدا ان استفتى فقيها فافتاه بانه قد أفطر فلا كفارة عليه لان العامي يلزمه تقليد العالم فكانت الشبهة مستندة الى صورة دليل اھ بدائع الصنائع (ج ۲، ص ۱۰۱)۔

تفصیلِ مذکور سے عامی کے لئے معتبر عالم کا قول حجت اور موجب شبہہ ہونا معلوم ہوا۔ پس صورتِ مسئولہ میں بقولِ سائل جب کہ معتبر عالم کے کہنے پر روزہ افطار کیا ہے تو اس صورت میں کفارہ واجب نہیں ہو گا بلکہ قضاء واجب ہو گی۔

نوٹ :۔ بعض صورتوں میں فتویٰ فقیہ کے باوجود روزہ توڑنے میں وجوب کفارہ لکھا ہے لہٰذا احتیاطاً اگر کفارہ ادا کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۱۳/۱۱/۱۳۸۲ھ

کتنی عمر کے بچے سے روزہ رکھوایا جائے

رمضان شریف میں جب سحری کھانے کے لئے اٹھتے ہیں تو گھر کے نابالغ بچے دس بارہ سال کے بھی اصرار کرتے ہیں کہ ہم بھی روزہ رکھیں گے اب ہم انہیں منع بھی نہیں کر سکتے مگر ظاہر ہے کہ گرمیوں میں انہیں روزہ رکھنے سے تکلیف بھی ہوتی ہے تو شرعاً اس بارے میں کیا حکم ہے اگر وہ روزہ رکھ کر دوپہر کو توڑ دیں تو ان پر کوئی کفارہ تو نہیں ؟

الجواب جب بچے میں روزہ رکھنے کی طاقت ہوجائے تو اسے روزہ رکھوانا چاہیے۔ تاکہ ابھی سے اسے عادت ہو اور روزہ معمول بن جائے۔ البتہ طاقت کے لئے کوئی خاص عمر متعین نہیں۔ کیونکہ یہ بنیادی صحت علاقہ اور موسم کے لحاظ سے کم وبیش ہوتی رہتی ہے۔ البتہ دس سال کی عمر میں سختی سے روزہ رکھوایا جائے۔ معہذا اگر وہ رکھنے کے بعد توڑ دیں گے تو ان پر قضاء واجب نہ ہوگی۔

ویؤمر الصبی بالصوم اذا اطاقه ویضرب علیه ابن عشر کالصلوٰة فی الاصح اھ (درمختار) (قوله اذا أطاقه) وقدر بسبع والمشاهد فی صبیان زماننا عدم اطاقتهم الصوم فی هذا السن۔ اھ قلت یختلف ذالك باختلاف الجسم واختلاف الوقت صیفا وشتاء والظاهر انه یؤمر بقدر الاطاقة اذا لم یطق جمیع الشهر اھ الصبی اذا افسد صومه لا یقضی لانه یلحقه فی ذلك مشقة اھ (شامی ج ۲ ص ۱۰۸)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۴/۹/۱۴۰۹ھ

حکومت کے اعلان کے باوجود کسی عالم کے یہ کہنے سے کہ چاند نہیں ہوا، روزہ توڑ دیا تو کفارہ کا حکم

رمضان کے چاند کا اعلان بذریعہ ریڈیو، ٹی۔وی گیارہ بجے رات ہوا۔ جس پر ہم سب لوگوں نے روزہ رکھا۔ لیکن صبح آٹھ بجے خانقاہ سراجیہ مولانا خان محمد صاحب مدظلہ سے رابطہ قائم کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے مکمل تحقیق کی ہے۔ چاند کہیں نظر نہیں آیا۔ اس لئے بعض لوگوں نے روزہ توڑ دیا۔ جس پر علاقہ کے علماء نے کہا کہ اس کی قضاء اور کفارہ آئے گا۔ کیونکہ رویت ہلال کمیٹی کا فیصلہ ہمارے لئے واجب العمل تھا۔ تو کیا صرف قضاء آئے گی یا کفارہ بھی؟

الجواب صورت مسئولہ میں صرف قضاء واجب ہے کفارہ شبہ کی وجہ سے ساقط ہوگیا ہے۔ مراقی میں ہے۔ واذا استفتی فقیھا فافطر فلا

کفارۃ علیہ وان خطأ الفقیہ - (ج۱، ص۳۹۵)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

گدھے کیساتھ وطی کرنے سے قضاء واجب ہوگی کفارہ نہیں

ایک شخص روزہ رکھ کر کے ایک جانور یعنی گدھے کے ساتھ وطی کرتا ہے۔ پھر بغیر غسل کے نماز بھی ادا کرتا ہے اور اسی حالت میں دوسرے دن پھر روزہ رکھ کے گدھے کے ساتھ وطی کرتا ہے تو اب اس صورت میں اس پہ روزہ توڑنے کی وجہ سے کفارہ واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب فی العالمگیریۃ (ج۱، ص۲۰۵) واذا جامع بہیمۃ الی ان قال کان علیہ القضاء دون الکفارۃ - اھ

اس سے معلوم ہوا کہ وطی صبح صادق کے بعد کی ہے تو اس شخص پر قضاء واجب ہے کفارہ نہیں حالت جنابت میں بھی روزہ ہو جاتا ہے۔

وفی العالمگیریۃ ومن اصبح جنبا او احتلم فی النہار لم یضرہ اھ

البتہ جتنی نمازیں حالت جنابت میں پڑھی ہیں ان کی قضاء ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ ۹/۱۱/۱۳۷۵ھ	معین مفتی خیر المدارس ملتان

صرف نظر و فکر سے انزال ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا

زید نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ ان کے گھر ایک غیر محرم عورت مہمان ٹھہری ہوئی تھی وہ اس کی طرف بار بار شہوت سے دیکھتا رہا اور اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ اور اسی دوران اس کو انتشار ہو کر انزال ہو گیا تو روزہ ٹوٹ گیا یا نہیں؟

سید ممتاز احمد تجبر، کھڈہ ملتان

الجواب صرف نظر و فکر سے انزال ہوا ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

و اذا نظر الی امرأة بشهوة فی وجهها او فرجها كرر النظر او لا لا يفطر اذا أنزل كذا فی فتح القدير وكذا لا يفطر بالفكر اذا امنى اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی خیر المدارس ملتان ۱۲ / ۱۰ / ۱۴۰۸ھ

روزوں کی طاقت ہوتے ہوئے اطعام سے کفارہ جائز نہیں

(۱) ایک آدمی نے جبراً حالتِ صوم میں رمضان المبارک میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا۔ تو کفارہ مرد پر ہوگا یا دونوں پر؟

(۲) روزوں کی طاقت ہوتے ہوئے کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا؟

الجواب (۱) خاوند پر کفارہ لازم ہے۔ بیوی نے اگر خوشی موافقت کی ہے تو اس پر بھی کفارہ لازم ہے

(۲) روزوں کی طاقت ہوتے ہوئے اطعام سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔

وان جامع المكلف أو أكل أو شرب غذاء او دواء عمداً الی قوله قضى وكفر ككفارة المظاهر اھ (تنوير الابصار) وفی الشامية فيعتق أولاً فان لم يجد صام شهرين متتابعين فان لم يستطع أطعم ستين مسكينا۔ اھ (ج ۲ ص ۱۵۱)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی خیر المدارس ملتان ۱۲ / ۱۱ / ۱۳۹۹ھ

عمداً منہ بھر کر قے کی تو قضاء واجب ہوگی

ایک شخص کے پیٹ میں درد ہوا۔ اور بڑھتا گیا یہاں تک کہ وہ قے پر مجبور ہوا چنانچہ

عمداً منہ بھر کے قے کی اور پھر دوا وغیرہ لی۔ اس پر کفارہ ہے یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں آئے گا۔

وان استقاء أی طلب القیٔ عامدا أی متذکرا لصومہ ان کان ملء الفم فسد بالاجماع مطلقا اھ

(درمختار علی الشامیۃ : ج ۲، ص۱۵۲) ۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

عورت نصفِ قامت پانی سے گزر جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا

ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر عورت جاری پانی سے گزر جائے اور وہ پانی گہرائی کے لحاظ سے اتنا ہو کہ عورت کی ناف تک ہو کر گزرے تو اس عورت کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اگلے راستے میں پانی رسائی کر جاتا ہے۔

الجواب جب تک پانی اندر پہنچ جانے کا یقین نہ ہو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

والصائم اذا استقصی فی الاستنجاء حتی بلغ الماء مبلغ الحقنۃ یفسد صومہ ھکذا فی البحر الرائق (ج ۱، ص۲۸۱)

فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ

نفلی روزہ توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوگا

زید نے شبِ برات کے دن با قاعدہ سحری کھائی اور نفلی روزہ کی نیت کی مگر فجر کی نماز سے تھوڑی دیر بعد طلوعِ آفتاب سے قبل اپنی عورت سے صحبت کر بیٹھا۔ حالانکہ اسے اچھی طرح یاد ہے کہ میرا روزہ ہے۔ کیا اسے کفارہ دینا پڑے گا ؟

الجواب رمضان کے مہینے میں روزہ توڑنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے۔ رمضان کے علاوہ کوئی بھی روزہ توڑا جائے تو اس میں کفارہ واجب نہیں ہوتا[1] پس صورتِ مسئولہ میں زید پر کفارہ واجب نہیں۔ صرف ایک روزہ قضاء کرنا پڑے گا۔ اور توبہ و استغفار بھی کرتے رہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۱۳ / ۹ / ۱۳۷۸ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان

رؤیتِ ہلال کمیٹی کے اعلان کے باوجود روزہ نہ رکھنے والے اس روزہ کی قضاء کریں

رات بارہ بجے کے بعد رؤیتِ ہلال کمیٹی نے اعلان رؤیتِ ہلال کر دیا۔ کیا شریعت کی روشنی میں جن حضرات نے روزہ رکھا ہے ان کا روزہ ہو گیا؟

الجواب ظاہر یہی ہے کہ رؤیتِ ہلال کمیٹی نے شرعی ثبوت پر ہی اعلان کیا ہے لہٰذا جنہوں نے اس دن روزہ نہیں رکھا وہ ایک روزہ قضاء کریں۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۴/۹/۱۴۰۷ھ

اگربتی کا دھواں مفسدِ صوم ہے

اگر کوئی شخص اگربتی جان بوجھ کر سونگھے تو اس کا روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

---

[1] لأن الكفارة انما وجبت لهتك حرمة شهر رمضان فلا تجب بافساد قضائه ولا بافساد صوم غيره اھ (شامی ج ۲ ص ۱۳۱)۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مرتب خیر الفتاوی

الجواب روزہ یاد ہوتے ہوئے دھواں قصداً حلق سے نیچے لے جانے کی صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا۔

لو أدخل حلقه الدخان أي بأي صورة كان الادخال حتى لو تبخر ببخور فآواه الى نفسه واشتمه ذاكرا لصومه أفطر لامكان التحرز عنه وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس اھ (شامی ج۲، ص۱۰۶) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان
۲۳/۹/۱۳۹۷ھ

حائضہ سحری سے پہلے پاک ہو گئی تو روزہ رکھ لے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین : اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت رمضان المبارک میں سحری کے وقت حیض سے پاک ہو گئی۔ غسل نہیں کیا کیا یہ عورت بغیر غسل کے روزہ رکھ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسمہٖ تعالیٰ۔ اگر منتہائے سحری سے کچھ دیر قبل پاک ہو گئی ہے تو اس پر روزہ رکھنا فرض ہو گیا ہے۔

فلو انقطع قبل الصبح في رمضان بقدر ما يسع الغسل فقط لزمها صوم ذلك اليوم ...... وأما في حق بقية الاحكام فلا يشترط الغسل ففي مثل الصلاة أو الصوم يجب عليها وان لم تغتسل (شامی ص۲۱۷ ج۱) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحٰق عفا اللہ عنہ،

ٹیلی فون کی خبر واجب العمل نہیں

دیہات میں چند آدمیوں نے چاند دیکھا یہ دیہات شہر سے بارہ میل دور ہے، وہ فون پر مفتی صاحب کو اطلاع دیتے ہیں، تو کیا اس شہادت پر عمل کرنا ضروری ہے۔

الجواب شہادت شرعیہ فون پر معتبر نہیں ہے کسی مفتی کو اگر صرف ٹیلی فون کے ذریعے خبر ملی ہے، تو اس پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔ قال الزیلعی ولو سمع من وراء الحجاب لا یسعہ ان یشھد لاحتمال ان یکون غیرہ اذ النغمۃ تشبہ النغمۃ۔ (تبیین ص ۲۱۲ ج ۴)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۷ / ۱۰ / ۱۳۸۶ھ

صبح صادق کے بعد کھانے پینے کے جواز کے بارے میں تفہیم القرآن کی غلطی کی نشاندہی

اس بارے میں بھی لوگ ابتداءً غلط فہمی میں تھے، کسی کا خیال تھا کہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد سے کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے، اور کوئی یہ سمجھتا تھا کہ رات کو جب تک جاگ رہا ہو کھا پی سکتا ہے، جہاں سو گیا پھر دوبارہ اٹھ کر وہ کچھ کھا پی نہیں سکتا۔ یہ احکام لوگوں نے خود اپنے ذہن میں سمجھ رکھے تھے، اور اسکی وجہ سے بسا اوقات بڑی تکلیفیں اٹھاتے تھے اس آیت میں ان ہی غلطیوں کو رفع کیا گیا ہے (تفہیم القرآن حاشیہ نمبر ۱۹۲) کیا واقعۃً صحابہ کو غلط فہمیاں تھیں اور اُن کے ازالہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی یا حقیقت کچھ اور ہے؟

۲۔ آج کل لوگ سحری اور افطاری دونوں کے معاملے میں شدتِ احتیاط کی بناء پر کچھ بے جا تشدد برتنے لگے ہیں، مگر شریعت نے ان دونوں اوقات کی حد بندی نہیں کی ہے، جس سے چند سیکنڈ یا چند منٹ اِدھر اُدھر ہو جانے سے آدمی کا روزہ خراب ہو جاتا ہو، سحر میں سیاہیٔ شب سے سپیدۂ سحر کا نمودار ہونا اچھی خاصی گنجائش اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور ایک شخص کے لئے یہ بالکل صحیح ہے کہ اگر عین طلوعِ فجر کے وقت اسکی آنکھ کھلی

ہو۔ تو وہ جلدی سے اُٹھ کر کچھ کھا پی لے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص سحری کھا رہا ہو اور اذان کی آواز آجائے تو فوراً چھوڑ نہ دے، بلکہ اپنی حاجت بھر کھا پی لے۔ (تفہیم القرآن حاشیہ ص۱۹۴ ج۱) فلہٰذا طلوعِ فجر کے بعد عمداً اکل و شرب کے بارے میں اور حدیث کا اصل مقصد بیان فرما کر ماجور و مشکور ہوں۔

الجواب: ۱۔ مذکورہ بالا قصہ من گھڑت ہے مودودی صاحب کی غلط فہمی یا کج فہمی ہے۔ نعوذ باللہ حضرات صحابہ کرام کسی غلط فہمی میں مُبتلا نہیں ہوئے تھے بلکہ ابتداءً حکم شرعی یہی تھا۔ کہ افطار کے بعد کھانے پینے اور جماع کی اسوقت تک اجازت تھی، جب تک انسان سوئے نہ، سونے کے بعد یہ چیزیں حرام ہو جاتی تھیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں بروایت براء بن عازب مصرح ہے۔ (معارف القرآن ص۴۵۳ ج۱)

۲۔ جب صبح صادق کے وقت طلوع ہو جانے کا یقین ہو جائے۔ اس کے بعد کھانے پینے میں مشغول رہنا حرام اور روزے کے لئے مفسد ہے۔ اگرچہ ایک ہی منٹ کے لئے ہو (معارف القرآن ص۴۵۱ ج۱ مؤلفہ مفتی محمد شفیع صاحب)

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندہلوی لکھتے ہیں۔ لفظ خیط کے لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ فجر کا ادنیٰ حصہ مثل دھاگے کے بھی ظاہر ہو جائے تو کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ (معارف ص۲۹۱ ج۱)

مودودی صاحب نے حدیثِ پاک کو ناتمام اسلئے نقل کر دیا تاکہ اپنی رائے کے لیے کوئی تائید و سہارا مُہیّا ہو سکے۔ پُوری حدیث اسطرح ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت بلال کی اذان تمہیں سحری کھانے سے مانع نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ وہ رات کو اذان دیدیتے ہیں۔ اسلئے تم بلال کی اذان سن کر بھی اس وقت تک کھاتے پیتے رہو۔ جب تک ابنِ ام مکتوم کی اذان نہ سُنو۔ کیونکہ وہ ٹھیک طلوع صبح صادق پر اذان دیتے ہیں۔ (بخاری و مسلم) حضرت مفتی صاحب اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ناتمام نقل کرنے سے بعض معاصرین کو یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ اذانِ فجر کے بعد بھی کچھ کھا یا پیا جائے، تو مضائقہ نہیں۔ (ص۴۵۵ ج۱)

الحاصل طلوع صبح صادق کے تیقن کے بعد کھانے پینے کی قطعاً گنجائش نہیں ورنہ روزہ نہ ہوگا ۔ فقط، واللہ اعلم ،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۶ / ۹ / ۱۴۰۷ ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رؤیت ہلال کمیٹی کا اعلان پورے ملک کے لئے قابلِ عمل ہے

کیا رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان پر پاکستان والے عید کر سکتے ہیں؟ یا شہر کے لوگوں کو اپنے اپنے شہر کی شہادت حاصل کرنا ضروری ہے ؟ اور ہلال کمیٹی کا اعتبار نہ کیا جائے ، شرعاً کیا حکم ہے ؟

الجواب مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا فیصلہ پاکستان کے ہر شہر کے لئے قابلِ عمل ہے مزید توثیق کے لئے اپنے طور پر بھی شہادتیں لینے کا انتظام کر لیا جاوے تو بہتر ہے ۔ فقط ، واللہ اعلم ۔

۶ / ۹ / ۱۳۹۹ ھ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

روزہ کی پختہ نیّت نہ کرنے سے روزہ نہیں ہوگا

ایک آدمی سفر میں تھا رمضان کا مہینہ آ گیا چاند کا ہونا مشتبہ ہو گیا ۔ بعض لوگوں نے روزہ رکھا ہوا تھا اس نے بھی اس نیّت سے سحری کھالی کہ اگر کل رمضان کا روزہ ہوا تو میرا بھی روزہ ہے اور اگر رمضان کا روزہ نہ ہوا تو میرا روزہ نہیں سحری کے بعد سفر شروع کیا دس بجے اپنے علاقہ میں پہنچ گیا ، وہاں روزہ نہیں تھا ، اس نے بھی افطار کر لیا تو کیا اس پر قضاء وکفارہ ہوگا ؟

الجواب اگر اس دن واقعۃً رمضان کی پہلی تھی تو اُس دن کے روزہ کی قضا اس کے ذمّہ لازم ہے اور اگر وہ دن رمضان کا نہ تھا تو کچھ قضاء وکفارہ

واجب نہیں کیونکہ اسطرح کی نیت سے آدمی روزہ دار نہیں ہوتا،

وان نوی ان یفطر غدا ان دعی الی دعوۃ وان لم یدع یصوم لا یصیر صائما بھذہ النیۃ فان اصبح فی رمضان لا ینوی صوما ولا فطرا وھو یعلم انہ عن رمضان ذکر شمس الائمۃ الحلوانی عن الفقیہ ابی جعفر عن اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ فی صیرورتہ صائما روایتین والاظہر انہ لا یصیر صائما کذا فی المحیط۔ (ہندیہ ص ۱۹۵ ج ۱) ۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نسوار کا استعمال مفسدِ صوم ہے۔

ایک شخص کو بیڑہ استعمال کرنے کی عادت ہے اور سبز بیڑہ استعمال کرتا ہے۔

ا۔ وقتِ استعمال اتنی احتیاط کرتا ہے کہ لعاب اندر نہیں جاتا (ب) اگر کچھ جائے تو صرف کڑوا پن اور بہت معمولی (ج) دانتوں میں رکھا جاتا ہے زبان کے نیچے نہیں (د) معمولی مقدار میں تھوک خارج ہوتی ہے منہ میں زیادہ خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ چونکہ اب رمضان ہے سارا دن نہ دیے تو طبیعت خراب رہتی ہے برداشت سے معاملہ باہر ہو جاتا ہے۔ بوجہ ضرورت استعمال کر لیتا ہے۔ تو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہ اگر فاسد ہو جاتا ہے تو کیوں جبکہ یہ چیزیں نہ غذا ہیں نہ دوا، تمباکو غذائیت اور دوائیت سے بالکل خالی ہے؟

الجواب روزہ رکھ کر بیڑہ استعمال کرنا ہرگز درست نہیں احتمال غالب ہے کہ کچھ نہ کچھ ذائقہ اس کا حلق کے اندر ضرور چلا جاتا ہے۔ جو یقیناً مفسدِ صوم ہے لہٰذا اس سے قطعاً احتراز کرنا چاہیئے۔ فقط، واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس

۱۰/ ۹/ ۷۹ء

وریدی انجکشن مفسدِ صوم نہیں؟

کیا وریدی انجکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

الجواب مفسدِ صوم وہ چیز ہے جو جوف معدہ یا دماغ تک پہنچ جائے اور وریدی انجکشن کے ذریعے جو دوا پہنچائی جاتی ہے۔ وہ رگوں کے اندر رہتی ہے جوف معدہ یا دماغ تک نہیں پہنچتی اور اسکو ناک یا منہ میں ڈالی جانے والی دوا پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ان میں ڈالی جانے والی دوا براہِ راست جوف تک پہنچ جاتی ہے

أو ادهن او اكتحل أو احتجم وان وجد طعمه فى حلقه وفى الشامية أى طعم الكحل أو الدهن كما فى السراج وكذا لو بزق فوجد لونه فى الاصح بحر قال فى النهر لان الموجود فى حلقه اثر داخل من المسام الذى هو خلل البدن والمفطر انما هو الداخل من المنافذ للاتفاق على ان من اغتسل فى ماء فوجد برده فى باطنه انه لا يفطر اھ (ردالمحتار ص ۹۸ ج ۲ مطبوعہ بیروت) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار
مفتی خیر المدارس ۔ ملتان

محمد انور نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۱۴/۹/۹۸ھ

مشقت نہ ہو تو سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے

اگر کوئی آدمی رمضان المبارک میں سفر کی حالت میں ہو تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ وہ سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھے اور جب سفر سے واپس آجائے تو گھر میں روزہ رکھے لیکن اگر کوئی آدمی سفر کی حالت میں روزہ رکھ لے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ ٹی وی میں بتایا ہے کہ روزہ نہ رکھے۔ اگر رکھ لے تو وہ گنہگار ہوگا۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی چھوٹ کے خلاف کیا ہے۔

برائے مہربانی جواب دلائل کے ساتھ نوازیں۔ سائل مولانا عبدالرحمٰن چوک وہاڑی ملتان

الجواب سفر کی حالت میں روزہ رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے اور اس پر اجماعِ امت ہے احکام القرآن میں ہے۔ واتفقت الصحابۃ ومن بعدھم من التابعین وفقھاء الامصار علی جواز صوم المسافر (ص ۲۱۳ ج ۱)

سفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ رکھنا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے چنانچہ امام ابوبکر الجصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وقد ثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالخبر المستفیض الموجب للعلم بانہ صام فی السفر (ص ۲۱ ج ۱)

اللہ پاک کے فرمان وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون اور متعدد احادیث سے حالتِ سفر میں روزہ کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔ وقد روی عثمان بن ابی العاص الثقفی وانس بن مالک ان الصوم فی السفر افضل من الافطار (احکام القرآن ص ۲۱۶ ج ۱)

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں ٹی ڈی کا فتویٰ غلط اور ٹی بی زدہ ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — الجواب صحیح،

۱۴/ ۹ / ۱۱ /۱۴۱ھ — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

ساٹھ سالہ مریضہ فدیہ دے سکتی ہے

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مریضہ جسے ٹی بی کا مرض لاحق ہے اور عمر بھی تقریباً ساٹھ سال ہے اور نہایت کمزور ہے۔ صحت کے آثار نظر نہیں آتے۔ ڈاکٹروں نے بھی سختی سے منع کیا ہے، کہ روزہ نہ رکھیں اور اگر روزہ رکھیں گی تو پھیپھڑوں پر برا اثر ہوگا۔ ان حالات میں مریضہ بہت پریشان ہے کہ میں کیا کروں؟ اگر فدیہ وغیرہ دینا ہو تو کیسے ادا کیا جائے۔ اور اگر اللہ تبارک وتعالیٰ لمبے سال بھر صحت کا موقع دیں۔ تو اس صورت میں کیا کرنا ہوگا؟

محمد جمیل داد خیردین ساکن موضع زنگیل پور۔ ملتان

الجواب اگر آئندہ زمانہ میں بھی تندرستی کے امکانات معلوم نہیں آتے تو فدیہ دینے کی شرعاً اجازت ہے۔ لقولہ تعالیٰ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین الآیۃ۔ فقط واللہ اعلم۔
ایک روزے کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اسکی قیمت ہے۔

الجواب صحیح — بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار رئیس دار الافتاء۔ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس۔ ملتان

روزے کی حالت میں کان میں دوا ڈالنے کا حکم

ایک شخص نے رمضان المبارک میں روزہ رکھا اور اسکے کان میں تقریباً رات سے درد تھا نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر شدّتِ درد کی وجہ سے بھول کر دوا ڈالتا ہے بعد میں دیگر شخص کے یاد کرانے سے فوری نیچے گرا دیتا ہے اور روئی وغیرہ سے صاف کرلیتا ہے تو آیا اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے یا کہ باقی ہے بصورت اوّل صرف قضاء ہوگی یا کفّارہ بھی واجب ہوگا؟ (فضل الرحمٰن فیصل آبادی)

الجواب صورتِ مسئولہ میں برتقدیرِ صحّت واقعہ شخص مذکور کا روزہ فاسد نہیں ہوا۔ ادا ہوگیا ہے اس لئے اس پر اس روزہ کی قضاء ہے نہ کفّارہ۔ فقط،

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

الجواب صحیح، عبد اللہ غفرلہ | ۱۰/۶/۱۳۷۷ھ

روزہ کی حالت میں دانتوں پر دواء ملنے کا حکم

رمضان شریف میں روزہ کی حالت میں دانتوں کے ڈاکٹر سے دانتوں کی سکیلنگ اور فلنگ کے ساتھ ساتھ دانتوں پر مختلف قسموں کی دوائی لگانے سے کیا روزہ برقرار رہتا ہے۔ یا اس کی قضاء لازم ہے اور کیا اس کا کفّارہ بھی آئے گا۔

مزید براں ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ نے نمک والے پانی سے ۴، ۵ دفعہ غرارے بھی کرنے ہیں کیونکہ رمضان شریف کا مہینہ ہے۔ کیا اِس بات پر بھی روزہ کی حالت میں عمل کیا جا سکتا ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں۔

سائل محمد ظفر محمود ملتان پاکستان

الجواب رمضان شریف میں دن کو دانتوں پر دوائی لگانے سے پرہیز کرنا مناسب ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ
جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۴ / ۱۰ / ۱۴۱۰ھ

روزہ نہیں ٹوٹتا اگر دوائی حلق کے اندر نہ گئی ہو، والجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے سال روزے رکھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے سال روزے رکھے ہیں؟

الجواب رمضان کی فرضیت ۲ھ میں ہوئی اور دس ہجری تک ہر رمضان کے روزے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے ہیں اور گیارہ ہجری ربیع الاول میں آپ کی وفات شریفہ ہوئی تو اس طرح سے نو برس ہر رمضان کے روزے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۲ / ۹ / ۱۴۰۰ھ

حاملہ طبّی مُعائنہ کرائے تو روزہ کا حُکم

روزہ دار حاملہ عورت کا دائی مُعائنہ کرتی ہے جیسا کہ ان کا طریقہ کار ہے یعنی فرج کے اندر ہاتھ داخل کرنا وغیرہ اس صُورت میں روزہ باقی رہے گا یا نہیں؟ قضاء

لازم ہے یا کفارہ ؟

الجواب روزہ میں اس سے احتیاط کی جائے اور اگر انگلی کو پانی یا تیل لگا ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ شامی میں ہے۔ اَوْ ادخل اصبعہ الیابسۃ فیہ ای دبرہ او فرجہا ولو مبتلۃ فسد اھ (درمختار علی الشامیۃ ص ۹۹ ج ۲)

فقط واللہ اعلم ، بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ ،
خیر المدارس ۔ ملتان ۹/۹/۱۴۱۴ھ

افطار کی دعاء پہلے پڑھی جائے یا بعد میں ؟

روزہ افطار کرنے کی دُعا پہلے پڑھی جائے یا افطار کرنے کے بعد، اس کا کیا حُکم ہے ؟

الجواب افطار کرتے وقت قبل از افطار دعاء افطار پڑھ کر روزہ کھولا جائے
فقط واللہ اعلم ، بندہ محمد اسحاق عفر اللہ لہٗ ۲۹ / ۸ / ۱۴۱۵ھ

اپنے اختیار سے کھانے کو معدے میں واپس کیا تو روزے کا حکم

ایک شخص کا اللہ تعالیٰ نے عجیب نظام ہضم بنایا ہے کہ جب وہ کھانا کھاتا ہے تو تھوڑا تھوڑا کھانا معدہ سے منہ کو آتا ہے اور بہائم کی طرح جگالی کرتا رہتا ہے جس سے اس کا کھانا ہضم ہوتا ہے اگر ایسا نہ کرے تو کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ دُوسرا یہ کہ اس کا ایسا کرنا اس کے اختیار میں بھی نہیں ہے بلکہ از خود معدہ سے منہ کو کھانا آتا ہے اور بہائم کی طرح جُگالی کرتے کرتے ہضم ہو جاتا ہے تو ایسے شخص کے روزے کے بارے میں کیا حکم ہے کہ وہ شخص روزہ کیسے رکھے ؟ کیا ایسا ہو جانے سے روزہ تو نہیں ٹوٹے گا یعنی معدہ سے کھانا آنے کے بعد دوبارہ معدہ میں جانے سے روزہ باقی رہ جائے گا۔ اگر روزہ ٹوٹ جائے تو ایسا شخص کیا کرے کیا یہ شخص روزہ کے

بارے میں معذور سمجھا جائے گا کیا صورت ہوگی ؟

الجواب ایسے شخص کو چاہیئے کہ جب کھانا معدے سے منہ میں واپس آئے تو اسے باہر پھینک دے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر اپنے اختیار سے کھانا معدے میں لوٹا دیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ فقط، واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفی عنہ،
۲۸/۸/۱۴۱۴ھ

مریض خود روزہ نہ رکھ سکے تو کسی سے رکھوانے کا حکم

محترمی مولانا خیر محمد صاحب مہتمم مدرسہ عربی خیر المدارس۔ ملتان
السلام علیکم۔ مزاجِ گرامی۔ بندہ نے اگست ۱۹۵۲ء میں اپریشن کر دایا تھا اور اب تک دوائی کھا رہا ہوں۔ کیونکہ مذکورہ مرض کے خاتمے کے متعلق دل کو پورا اطمینان نہیں ہوا ڈاکٹروں کا فرمان ہے کہ بھوک پیاس کمزوری اس مرض کو دوبارہ لانے کا باعث بنتی ہے ویسے بھی بندہ کا ذاتی تجربہ ہے کہ جب بھوک اور پیاس لگتی ہے تو کھانسی شروع ہو جاتی ہے۔ پچھلے رمضان المبارک کے روزے کسی سے رکھوائے تھے، تراویح بھی نہیں پڑھی۔ اس دفعہ روزے تو کسی سے رکھواتا ہوں لیکن تراویح پڑھنے کے لائق ہو گیا ہوں واللہ اعلم کہ کتنے سال تک روزے نہ رکھ سکوں، اتنے سالوں کے روزے کی قضائی کے متعلق دل کو بڑی پریشانی ہو رہی ہے ؟

الجواب کسی بیمار کا دوسرے سے روزے رکھوانا جائز نہیں بلکہ اگر صحت کی جلد توقع ہو تو بعد از صحت خود قضاء کرے۔ اگر بیماری ممتد ہو اور صحت کی جلد توقع نہ ہو تو ہر روزے کے بدلہ میں ایک فطرانہ یعنی پونے دو سیر گیہوں یا اس کی قیمت کسی فقیر کو دیتا رہے لیکن اس صورت میں بھی جب تندرست ہو جائے گا۔ تو قضاء لازم ہوگی۔ فقط واللہ اعلم ، بندہ عبداللہ غفر لہ خادم دارالافتاء خیر المدارس
۲۰ / رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ

افطار کی وجہ سے جماعت میں کتنی تاخیر کی گنجائش ہے

رمضان شریف میں لوگ گھر میں روزہ افطار کرتے ہیں پھر نماز مغرب کی جماعت میں شریک ہوتے ہیں آیا ان کے لئے کچھ انتظار کرنی چاہیئے یا نہ اگر انتظار کریں تو زیادہ سے زیادہ کتنی؟ اگر آفتاب غروب ہوتے ہی اذان کہہ دی جائے تو پھر زیادہ سے زیادہ کتنی دیر انتظار کی جائے آفتاب غروب ہونے پر اذان کہی جائے یا ٹھہر کر اذان کہی جائے اور فوراً جماعت کھڑی ہو؟

الجواب جو لوگ گھر میں روزہ افطار کرکے مسجد میں آتے ہیں ان کے لئے پانچ چھ منٹ اذان کے بعد انتظار کرنا چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ اصغر علی	بندہ محمد عبداللہ غفر لہ
معین مفتی خیر المدارس	۴ر رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

بہت سے روزے ذمہ ہوں تو ان کی قضا کا طریقہ

ایک شخص نے گزشتہ پانچ رمضان میں کچھ روزے رکھے ہیں یاد نہیں کہ ہر رمضان میں کتنے روزے رکھے ہیں اب وہ چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنا چاہتا ہے تو کسطرح کرے اور نیت کس طرح کرے؟

۲۔ اس شخص نے گزشتہ پانچ رمضانوں میں کچھ روزے رکھ کر توڑ دیئے ہیں مگر یاد نہیں کہ ہر رمضان میں کتنے روزے توڑے اب اس کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہے تو اب کفارہ ادا کرنے کی کیا صورت ہے۔ ایک کفارہ ہوگا یا کئی کفارے؟

الجواب ۱۔ کافی سوچ بچار کے بعد فیصلہ کریں کہ کتنے روزے رکھے ہوں گے۔ اور کتنے رہ گئے ہوں گے۔؟ جتنے روزوں کے بارے میں یقین غالب ہو کہ اتنے روزے رہ گئے ہیں، وہ قضاء کریں اور مقدار مقرر کرلیں۔ زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں مثلاً سو یا پچاس، پھر قضا شروع کریں اور نیت کرتے جائیں کہ

میرے ذمہ جتنے روزے ہیں ان میں سے پہلا قضا کرتا ہوں۔

۲۔ روزہ توڑنے کی مختلف صورتیں ہیں بعض میں قضا، بعض میں کفارہ، لہذا توڑنے کا سبب بیان کریں تو جواب دیا جائے گا۔ فقط، بندہ محمد صدیق

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفی عنہ،

۶ / ۴ / ۱۶ ھ

کفارے کے روزوں میں نیابت دُرست نہیں

ایک بیچارہ ضعیف آدمی رمضان کے روزے رکھتے رکھتے بیوی سے صحبت کر بیٹھا۔ رمضان کے بعد جب کفارے کے روزے شروع کئے تو دوبارہ بیوی سے صحبت کرلی۔ پھر دوسرے رمضان میں بھی روزے کی حالت میں ہمبستری کرلی اب اسے کفارے کے کتنے روزے رکھنے پڑیں گے۔ کیا کوئی اور بھی اسکی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے اگر کفارے کے روزے رکھتے ہوئے بیمار ہو جائیں یا حیض یا حج کے ایام آجائیں تو کیا کریں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں ایک ہی کفارہ کافی ہے کہ دو ماہ لگاتار روزے رکھے، مراقی میں ہے۔ وکفت کفارۃ واحدۃ عن جماع وأكل عمداً متعدد فی ایام کثیرۃ ولم یتخلله ای الجماع او الا کل عمداً تکفیر لان الکفارۃ للزجر ولواحدۃ یحصل ولو کانت (لا یام من رمضانین علی الصحیح للتداخل (ص۳۶۷) حیض کے علاوہ کسی بھی عذر سے اگر ناغہ کر دیا، تو نئے سرے سے روزے رکھے۔ طحطاوی میں ہے۔

فان افطر ولو بعذر غیر الحیض استأنف ویلزمها الوصل بعد طهرها من الحیض حتی لو لم تصل تستانف ذکرہ السید ص۳۶۶

عبادت بدنیہ میں نیابت درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔ محمد انور عفا اللہ عنہ

رجب کی پہلی جمعرات کے روزے کا حکم

کیا رجب کی پہلی جمعرات کو روزہ رکھنا سنّت ہے۔ اور اس روزہ کو نمازِ عشاء تک افطار نہیں کرنا چاہیئے؟

الجواب رجب کی پہلی جمعرات کے روزہ کو حضرات فقہاء نے مسنون یا مستحب نہیں فرمایا ہے پس یہ روزہ محض نفل ہوگا۔

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ — ۲۴ / ۲ / ۸۷ ھ

حضراتِ فقہاء نے جن روزوں کو مسنون یا مستحب فرمایا ہے رجب کی پہلی جمعرات کا روزہ ان میں سے نہیں ہے۔

(وهو) اقسام ثمانية (فرض) وهو نوعان معين (كصوم رمضان اداء) غير معين كصومه (قضاء و) صوم (الكفارات) (وواجب) وهو نوعان معين (كالنذر المعين و) غير معين كالنذر (المطلق) (ونفل كغيرهما) يعم السنة كصوم عاشوراء مع التاسع والمندوب كأيام البيض من كل شهر ويوم الجمعة ولو منفردا وعرفة ولو لحاج لم يضعفه والمكروه تحريما كالعيدين وتنزيها كعاشوراء وحده وسبت وحده ونيروز ومهرجان۔

(در مختار علی رد المحتار ص ۸۹ ج ۲ مطبوعہ کوئٹہ) فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۲۴/۲/۸۷ ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

جان جانے کا اندیشہ ہو تو روزہ کھولنے کا حکم

میں نے معدے میں درد اور قے کے مرض کے باوجود سحری کھا کر روزہ رکھ لیا۔ سحری کے وقت مجھے قے ہوئی نہ معدے میں درد لیکن سحری کے بعد مجھے قے ہوگئی اور معدے میں درد بھی۔ میں نے اسے معمولی سمجھ کر روزہ کی نیت کر لی لیکن بعد میں مرض

شدت اختیار کر گیا اور میں نے نقصان کے خوف سے دوا کھالی ۔ مہربانی فرما کر مجھے یہ بتایئے کہ اب صرف قضا روزہ رکھوں یا کفارہ ادا کرنا پڑے گا ۔

الجواب اگر درد شدید تھا نقصان کا شدید خطرہ تھا تو اس صورت میں صرف قضا واجب ہے ۔ کفارہ واجب نہیں ۔ لمن خاف زیادۃ المرض او خاف بطءالبرء بالصوم جاز له الفطر لانه قد یفضی الی الھلاک ۔ (مراقی ص۳۷۳) ۔ فقط واللہ اعلم ۔　　بندہ محمد عبداللہ عفر اللہ لہٗ ۴/۹/۱۳۱۴ھ

اذان پر افطار کیا جائے یا اعلان پر ؟

ہمارے علاقے کی مسجد میں اس سال جو حافظ مولوی صاحب مقرر ہوئے ہیں ۔ وہ روزہ افطار کرتے وقت بجائے اذان کے سپیکر پر اعلان کر دیتے ہیں کہ روزے دارو روزہ افطار کر لو اس سے محلہ کے لوگوں میں جھگڑا ہو گیا ہے ایسا کیوں ہوتا ہے ۔ اذان ہونی چاہیئے اعلان کے چند منٹ بعد اذان کہہ کر جماعت فوراً کرا دیتے ہیں ۔ جس سے کافی لوگ جماعت سے رہ جاتے ہیں ورنہ پہلی رکعت تو ضرور چلی جاتی ہے کیونکہ لوگوں کی عادت اذان پر روزہ کھولنے کی ہے اگر یہ کہا جائے کہ پہلے زمانہ میں نقارہ بجا کر سحری اور افطاری کا اعلان کیا جاتا تھا تو جواب یہ بھی ہو سکتا ہے سپیکر نہ ہونے کی وجہ سے اذان کی آواز لوگوں تک نہیں جاتی تھی اسلئے نقارہ وغیرہ سے اعلان ہوتا تھا اب اذان کے علاوہ دوسرا طریقہ خلاف شرع معلوم ہوتا ہے اب آپ فرماویں کہ یہ طریقہ شرعاً درست ہے یا نہیں ؟

الجواب خیر المدارس اور بہت سی دیگر مساجد میں افطار کا اعلان پہلے ہو جاتا ہے اور چند منٹ کے وقفے سے اذان ہوتی ہے اس کے متصل بعد جماعت کھڑی ہو جاتی ہے افطار کا وقت ہو جانے کے بعد اذان کی انتظار میں روزہ کھولنے میں تاخیر کرنا درست نہیں وقت ہو جانے کے بعد افطار میں جلدی مطلوب

ہے عن سہل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر متفق علیہ ۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ احب عبادی الیّ اعجلھم فطراً ۔ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۱۷۵ ج ۱)

الجواب صحیح ، فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۵/۹/۱۴۰۹ھ

افطار کے وقت سے پانچ منٹ پہلے روزہ کھول لیا تو قضا لازم ہے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر ہم نے روزہ رکھا اور افطاری کے وقت سے ۵ یا ۶ منٹ پہلے سائرن ہوا اور اذان ہوئی اور ہم نے روزہ کھول لیا تو اس کا کفارہ کیا ہوگا ۔ ؟

الجواب جن لوگوں نے افطاری کے صحیح وقت سے ۵ ، ۶ منٹ پہلے بجنے والے سائرن کی وجہ سے روزہ افطار کر لیا ہے ۔ وہ اس روزہ کی قضاء کریں روزہ نہیں ہوا ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۸ / ۹ / ۱۴۱۵ھ

چھلکے سمیت سالم انڈہ نگلنے سے قضا واجب ہوگی

جو چیز غذا نہیں یا غذا تو ہے مگر غذا کے طور پر استعمال نہیں کی گئی (عمداً) اس سے روزہ ٹوٹتا ہے کہ نہیں ۔ اگر کسی نے مرغی کا انڈہ چھلکے سمیت کھا لیا ، مگر غذا یا دوا کے طور پر نہیں کھایا ۔ تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے ور قضاء لازم ہے یا کفارہ ؟

الجواب اگر انڈہ سالم نگل لے تو روزہ ٹوٹ جائے گا ۔ لیکن کفارہ نہیں آئے گا ۔

کما فی الشامیة فلا تجب فی ابتلاع الجوزة او اللوزة الصحیحة الیابسة لوجود الاکل صورة لا معنی لانه لا یعتاد أکله فصار کالحصاة والنواة ولا فی اکل عجین او دقیق لانه لا یقصد به التغذی والتداوی۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
۲۲ / ۱۲ / ۱۴۰۹ھ

بے اختیار مکھی یا مچھر حلق میں چلا جائے تو روزہ کا حکم

چلتے چلتے مکھی منہ میں داخل ہوگئی۔ وہ نکالنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن نکل نہیں سکتی۔ اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب اچانک مکھی یا مچھر پیٹ میں چلا جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے۔ ومالیس بمقصود بالاکل ولا یمکن الاحتراز عنہ کالذباب اذا وصل الی جوف الصائم لم یفطر کذا فی ایضاح الکرمانی۔ (ص ۲۰۳ ج ۱)

فقط واللہ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ

بغیر شہادت شرعیہ کے چاند کا اعلان کرانے والا قابلِ تعزیر ہے

زید ایک شہر میں مجسٹریٹ لگا ہوا ہے اور عالم بھی نہیں دوسرے شہر میں جہاں اس کا وطن بھی نہیں ہے بغیر علماء اور مفتیانِ وقت کے فیصلے کے رؤیت ہلال کا اعلان کرا سکتا ہے یا نہ اگر جبراً کرائے تو شرعاً اسکی کیا سزا ہے؟

الجواب بغیر شہادت شرعیہ رؤیت ہلال کا اعلان کرانے والا سخت گناہگار ہوگا جتنے روزے اس کے اعلان کی وجہ سے ضائع ہوں گے سب کا گناہ اس پر

ہوگا اور اس جرم کی سزا شرع میں مقرر نہیں ہے بلکہ تعزیری طور پر حاکم اعلیٰ مناسب سزا دے سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، بندہ محمد صدیق غفرلہٗ
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۳/ شوال سنہ ھ
الجواب صحیح، خیر محمد ۲۴/ شوال المبارک

سورج کے پہاڑ کی اوٹ میں ہو جانے سے غروب متحقق نہ ہو گا

کہیں زمین کی سطح ہموار ہوتی ہے۔ سورج زمین سے نکلتا اور غروب ہوتا نظر آتا ہے اور کہیں زمین کی سطح ہموار نہیں ہوتی، سورج زمین سے اچھی طرح نکلتا اور غروب ہوتا نظر نہ آتا ہو اُونچے پہاڑ ہوتے ہیں جیسے کوہ سلیمان، کیا جب سورج پہاڑ سے پیچھے ہو جائے، سورج کو غروب سمجھ کر روزہ افطار کر سکتے ہیں یا نہیں، ایسی صورت میں شرعی طریقے سے سورج کے غروب ہونے کا کیسے علم ہوگا، تاکہ اطمینان سے روزہ افطار کریں۔ اگر کوئی آدمی پہاڑ کے پیچھے سورج کو غروب سمجھ کر روزہ افطار کر لے تو اس کے روزہ کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں سورج کے پہاڑ کی اوٹ میں چلے جانے سے غروب متحقق نہیں ہوگا، تاوقتیکہ مشرق کی جانب اندھیرا نہ ہو، پس اس سے پہلے روزہ افطار کرنا جائز نہ ہوگا۔ غروب شمس کی تعریف علامہ طحطاوی نے یہ نقل کی ہے

هو اول زمان بعد غيبوبة تمام جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة فى جهة المشرق وفى البخارى عنه صلى الله عليه وسلم اذا اقبل الليل من ههنا فقد أفطر الصائم أى اذا وجدت الظلمة حساً فى جهة المشرق فقد دخل وقت الفطر الخ (ص ۳۴۶ ج ۱)

فقط واللہ اعلم
الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۰/ ۱۰/ ۱۳۹۲ھ
۱۶/ ۱۰/ ۱۳۹۲ھ

تنہا جمعہ کا روزہ رکھنے کا حکم

کیا جمعہ کے دن روزہ رکھنا افضل ہے خدام الدین میں مندرجہ ذیل احادیث درج ہیں جن کی وجہ سے جمعہ کا روزہ رکھنا منع معلوم ہوتا ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا یصومن احدکم یوما لجمعة الا یوماً قبله او بعده۔ (بخاری ومسلم)۔

وعن محمد بن عباد قال سألت جابراً رضی الله عنه نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن صوم الجمعة قال نعم۔

مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم ومغفور (نور اللہ مرقدہ) نے رسالہ تعلیم الاسلام میں جمعہ کے روزہ کو افضل قرار دیا ہے۔

نو ذوالحجہ کو جمعہ آجائے تو مندرجہ بالا احادیث کی رُو سے روزہ رکھنا منع ہوگا؟

الجواب (۱) صرف ایک روزہ جمعہ کے دن کا رکھنا جائز ہے اور مذکورہ بالا احادیث میں نہی عن افراد الصوم یوم الجمعة تنزیہی ہے۔

کما فی فتح الملهم (ص۱۵۵ ج۳) وذهب الجمهور الی ان النهی فیه للتنزیه وعن مالك وابو حنیفه لا یکره۔ البتہ احتیاط اسمیں ہے کہ دو روزے رکھے جائیں۔ کما فی التجنیس عن ابی یوسف فکان الاحتیاط ان یضم الیه یوماً آخر۔ (فتح الملهم ص۱۵۵ ج۳)

(۲) یوم الجمعہ اگر اتفاقاً یوم عرفہ بھی ہو تو ان احادیث کی رُو سے غیر حاجی کے لئے ممنوع یا مکروہ کہنا صحیح نہیں بلکہ اس دن بلا کراہت تنزیہہ روزہ رکھنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ

خیر محمد عفرلہٗ ۲۷/ ۶/ ۸۶ جھ

سحری کھاتے وقت نیّت نہیں تھی تو روزہ کا حکم

رمضان میں سحری تیار ہونے پر زید کو اُٹھایا گیا اُس نے اُٹھ کر سحری کھائی اور پھر سو گیا اس وقت اس کے ذہن میں روزہ رکھنے نہ رکھنے کے بارے میں کچھ نہ تھا تو کیا وہ دن کو روزہ رکھ سکتا ہے ؟

الجواب اگر روزہ نہ رکھنے کا ارادہ نہیں تھا تو یہ سحری کھانا ہی نیّت ہے، اور روزہ دُرست ہو جائے گا۔

والتسحر فی رمضان نیۃٌ ذکرہ نجم الدین النسفی وکذا اذا تسحر لصوم آخر وان تسحر علی أنہ لا یصبح صائماً لا یکون نیۃً اھ (عالمگیری ص ۱۹۵ ج ۱)

فقط واللہ اعلم ،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،

اگر آدمی ایسے علاقے میں ہو جہاں لوگ روزہ رکھے ہوئے ہیں اور اس کے علاقہ میں روزہ نہیں تو یہ کیا کرے؟

ایک آدمی کو سفر میں رمضان کا مہینہ آ گیا ، دن بھی شک کا ہے ، بعض علاقے والے لوگ روزہ رکھتے ہیں اور بعض علاقے والے نہیں رکھتے یہ مسافر ایک ایسے علاقے میں ہے کہ وہاں کے لوگ روزہ رکھتے ہیں اس مسافر نے بھی سحری کی نیّت سے سحری کھا لی اور نیّت یہ کر لی اگر کل رمضان کا روزہ ہوا تو میرا بھی روزہ ہے ورنہ نہیں ۔ اب سحری کے بعد اس نے سفر شروع کیا اور دس بجے اپنے علاقے میں آ گیا جہاں لوگوں کا روزہ نہیں تھا تو اس مسافر نے بھی افطار کر لیا ۔ کیا اس مسافر پر قضا یا کفارہ لازم ہے یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں اگر وہ دن واقعتاً روزہ کا تھا تو وہ روزہ اُس کے ذمہ باقی ہے اور مذکورہ نیّت سے آدمی صائم نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ رمضان کا روزہ تھا تو افطار کی وجہ سے قضاء اور کفّارہ لازم نہ ہوگا۔

وان ضجع فی أصل النیۃ بأن ینوی ان یصوم غداً ان کان من رمضان ولا یصوم ان کان من شعبان ففی ھٰذہ الوجہ لا یصیر صائماً اھ (عالمگیری ص ۲۰۰ ج ۱) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

محمد انور
غرہ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

روزوں کا فدیہ رمضان سے پہلے دینا

ایک شخص جو بوجہ ضعف اور عمر رسیدگی کے روزہ نہیں رکھ سکتا کیا وہ

۱۔ رمضان آنے سے قبل فدیہ دے سکتا ہے؟

۲۔ یا وہ رمضان المبارک میں فدیہ دے یا

۳۔ رمضان المبارک گزرنے کے بعد فدیہ دے؟

اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب اگر واقعۃً وہ اس حالت کو پہنچ گیا ہو کہ روزہ کے بجائے فدیہ دینا اس کے لئے جائز ہو تو رمضان آنے سے پہلے تو فدیہ نہیں دے سکتا کیونکہ ابھی اس کا وجوب ہی نہیں ہوا۔ اور قبل الوجوب ادا صحیح نہیں ہاں رمضان آنے کے بعد چاہے شروع میں دے دے چاہے آخر میں۔ (قولہ ولو فی أوّل شھر) أی یخیر بین دفعھا فی أوّلہ أو آخرہ کما فی البحر۔ (شامیہ ص ۱۳۰ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

سابقہ تجربہ کی بناء پر یا دیندار طبیب کی رائے کی وجہ سے مرض بڑھنے کا اندیشہ ہو تو افطار جائز ہے

کسی کو بلغمی دمہ کی بیماری ہو اور اسکی حالت یہاں تک پہنچے کہ بغیر دوائی کے گزارہ نہ ہو۔ ضرورت کے وقت وہ چل پھر نہیں سکتا۔ نماز کے لئے وضوء کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کیا ایسی حالت میں وہ رمضان شریف کا روزہ رکھا کرے یا نہیں کیونکہ روزے کی حالت میں وہ دوائی نہیں کھا سکتا جس سے آرام مل سکے؟

الجواب بیماری کی وجہ سے شرعاً روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے جبکہ بیماری کے بڑھنے یا لمبا ہونے کا اندیشہ ہو خیال محض کا اعتبار نہیں بلکہ ماہر مسلمان، دیندار طبیب یا تجربہ کار کی شہادت ضروری ہے۔ مراقی میں ہے۔

والخوف المعتبر لا باحة الفطر طريق معرفته امران احدهما ما كان مستنداً فيه لغلبة الظن فانهما بمنزلة اليقين بتجربة سابقة والثاني قوله او اخبار طبيب مسلم حاذق عدل بداءع۔ ص۳۷۴۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — ۲/ ۹/ ۱۴۰۹ ھ

کسی بھی نیت کے بغیر سارا دن کھانے پینے سے روزہ نہیں ہوگا

۱۔ کسی شخص نے روزہ یا عدم روزہ کی نیت کے بغیر تمام دن کھانے پینے وغیرہ سے رُکے ہوئے گزار دیا۔ کیا اس کا روزہ ہو گیا؟

۲۔ رمضان کے روزے کی نیت زیادہ سے زیادہ کب تک ہو سکتی ہے؟

۳۔ کوئی شخص کافی زیادہ کھانے کے بعد کھانے یا پانی کو منہ تک واپس لا سکتا ہے۔ یا کبھی بلا اختیار بھی آ سکتا ہے۔ تو کیا اسطرح کھانے یا پانی کے منہ تک آنے اور واپس کر دینے یا باہر پھینک دینے سے روزہ میں کوئی نقص تو نہیں۔ (بلا متلی)

۴۔ دیدہ دانستہ بحالت روزہ منہ کے علاوہ کان ناک کے ذریعہ پانی پہنچانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں۔ اگر ٹوٹتا ہے تو کفارہ لازم ہے یا نہیں؟

الجواب اگر کسی نے بغیر روزہ یا عدم روزہ کی نیّت کے سارا دن بھوکے پیاسے گزار دیا تو اس کا روزہ نہیں۔

کما فی عالمگیریہ فان أصبح فی رمضان لا ینوی صوماً ولا فطراً وھو یعلم أنہ عن رمضان ذکر شمس الائمۃ الحلوانی عن الفقیہ أبی جعفر عن أصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ فی صیرورتہ صائماً روایتین والاظہر انہ لا یصیر صائماً کذا فی المحیط۔

(ج ۱ ص ۱۹۵ کتاب الصوم)

۲۔ رمضان کے روزے کی نیّت سورج غروب ہونے کے بعد سے لے کر اگلے دن ضحوۂ کبریٰ سے پہلے پہلے کر سکتا ہے۔ اسکی تفصیل عالمگیری میں موجود ہے۔

۳۔ بہشتی زیور تیسرا حصہ ص۱۳ مسئلہ نمبر ۱۵ میں ہے "آپ ہی آپ قے ہو گئی تو روزہ نہیں گیا۔ چاہے تھوڑی سی قے ہوئی ہو۔ یا زیادہ البتہ اگر اپنے اختیار سے قے کی ہو اور منہ بھر کے قے ہو تو روزہ جاتا رہا۔ اور اگر اس سے تھوڑی ہو تو خود کرنے سے بھی نہیں گیا۔ مسئلہ نمبر ۱۶، تھوڑی سی قے آئی پھر آپ ہی آپ حلق میں لوٹ گئی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ اگر قصداً لوٹا لیتی تو روزہ جاتا رہتا۔

۴۔ کان میں پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور ناک میں اگر اتنا پانی چڑھا دیا کہ پانی حلق میں پہنچ گیا۔ تو پھر روزہ ٹوٹ جائے گا۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، خیر محمد عفی عنہ، ۱۳۷۳/۹/۲۴ھ

بندہ اصغر علی، معین مفتی جامعہ خیر المدارس

بیماری کی وجہ سے فرض روزے نہ رکھ سکے تو موت کے وقت وصیت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے پندرہ۱۵ سال کے پندرہ۱۵ مہینے روزے نہیں رکھے۔ بیماری کی وجہ سے۔ اور ارادہ تھا کہ صحت کے بعد رکھوں گی۔ لیکن بیماری اور زیادہ لاحق ہوئی جس کی بناء پر وہ آئندہ کبھی بھی روزے نہیں رکھ سکے گی۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ وہ اس کا کفارہ کتنا ادا کرے۔ رقم کی بناء پر اور یہ رقم کس کو دیں۔ رقم کی مقدار اور مصرف مطلوب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب بیماری کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا درست ہے اور صحت آجانے کے بعد اسکی قضاء لازم ہے اور اگر اس بیماری میں مریض فوت ہوجائے تو بیماری کی وجہ سے جو روزے قضاء کر چکی ہے۔ ان روزوں کی نہ اس پر قضاء ہے اور نہ ہی اس پر ان روزوں کا فدیہ ادا کرنا لازم ہے۔ درمختار میں ہے۔

فان ماتوا فیہ ای فی ذلک العذر فلا تجب علیہم الوصیۃ بالفدیۃ لعدم ادراکہم عدۃ من أیام أخر وفی موضع اخر منہ وقضوا لزوما ماقدروا بلا فدیۃ۔ درمختار علی الشامیہ ج۲ ص۱۲۷ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحٰق غفرلہ ۱۸/۵/۱۴۱۵ھ

اگر بیماری کے بعد روزے رکھنے کی قوت حاصل نہیں ہوئی صحت کی بجائے بیماری بڑھتی چلی گئی تو ایسی صورت میں نہ قضاء واجب ہے نہ فدیہ۔ — والجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

جماع بالخرقہ بھی موجب کفارہ ہے

ایک آدمی عاقل بالغ مسلمان ہے۔ اس کا پیشہ زمینداری ہے۔ ایک دن وہ کام

کرکے تھکا ماندہ گھر آیا اور چارپائی پر لیٹ گیا اور اپنی بیوی کو کہا ذرا میرے پاؤں دباؤ بیوی نے پاؤں دبانے شروع کئے اور تھوڑی دیر بعد مرد کو شہوت کا اثر ہوا۔ مرد اور عورت دونوں نے تمام کپڑے پہنے ہوئے تھے، مرد سیدھا چت لیٹا تھا، اور شہوت کے اثر سے اس کا عضو تناسل کھڑا تھا۔ اور بیوی نے قصد کیا کہ عضو تناسل کے اوپر بیٹھ جاؤں۔ اور مرد کے دل میں یہ بات تھی کہ مع کپڑوں کے دخول ہی نہیں ہوگا۔ دوسری یہ وجہ دل میں تھی کہ جس طرح حیض کی حالت میں مرد اکٹھے سو سکتا ہے، اسی طرح شاید روزہ کی حالت میں بھی سو سکتا ہے۔ اس مغالطہ میں آکر عورت کو منع نہیں کیا۔ اور عورت جب اوپر بیٹھ گئی تو بالکل دخول ہوگیا۔ لیکن دونوں میں سے کپڑا کسی نے نہیں اتارا بلکہ جسم کا کوئی حصہ بھی ظاہر نہیں ہوا۔ اب جو کچھ شریعت فرمائے گی عمل ہوگا، باقی مرد کو انزال بھی ہوگیا تھا۔

الجواب صورت مسئولہ میں اگر انزال ہوگیا ہو یا زوجین نے لذّت محسوس کی ہو تو جماع متحقق ہوگیا۔ اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں کفارہ اور قضاء دونوں لازم ہیں۔ کیونکہ جماع بالخرقہ موجب تحلیل ہے قیاساً علیہ لقول الخ یکون موجباً للکفارۃ۔ بحر الرائق میں ہے ص ج ۳ وأشار بالوطئ الی ان شرط الایلاج بشرط کونہ عن قوۃ نفسہ وان کان ملفوفاً بخرقۃ اذا کان یجد لذۃ حرارۃ المحل فی فصل ما تحل بہ المطلقۃ۔ علاوہ ازیں احتیاط بھی کفارہ میں ہے۔

الجواب صحیح ، فقط واللہ اعلم ،

خیر محمد عفی عنہ ۱۳/ ۲/ ۱۳۷۴ھ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ،

مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

خیالات پر انزال ہو جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

ا۔ جو رمضان المبارک مہینہ گزر گیا ہے اس میں مجھ سے پانچ روزے ٹوٹ گئے جس میں چار روزے اسطرح کہ میرے ذہن میں بہت گندے گندے خیالات آجاتے تو ہیں

کوشش کرتا کہ ایسا نہ ہو لیکن قابو نہ کر پاتا اور خود بخود ہی انزال ہو جاتا اس کے بعد میں سب سے چوری چھپے کھانا پینا شروع کر دیتا اور جب افطار کا وقت ہوتا تو میں بھی اس میں شامل ہو جاتا۔

۲۔ پانچواں روزہ بھی اسی طرح ٹوٹا، ہاتھ رُدم چلا گیا اور میں نے خود جان بوجھ کر مجبور ہو کر اپنے ہی ہاتھوں سے انزال کر کے روزہ توڑ دیا۔ اور پھر کھانا پینا شروع کر دیا اس کا کیا علاج ہے؟

الجواب خیالات پر انزال ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ عالمگیری میں ہے۔ واذا نظر الی امرأۃ بشہوۃ فی وجہہا أو فرجہا کرّر النظر ولا لا یفطر اذا انزل الی ان قال وکذا لا یفطر بالفکر اذا أمنی صـ۲۰۴ ج۱

اور اگر مسئلہ کا علم نہ تھا کہ ایسے انزال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور پھر قصداً بعد میں کچھ کھا پی لے تو اس پر کفارہ نہیں ہے صرف قضاء لازم ہے کذا فی فتح القدیر واذا احتلم فظن أن ذلك فطرۃ فاکل بعد ذلك متعمدا لا کفارۃ علیہ ھکذا فی المحیط وان علم حکم الاحتلام کفر کذا فی الظہیریۃ۔ (ہندیہ صـ۲۰۶ ج۱)

۲۔ الصائم اذا عالج ذکرہ حتی أمنی فعلیہ القضاء وھو المختار (ہندیہ صـ۲۰۵ ج۱)

اس صورت میں قضاء واجب ہے کفارہ نہیں ہے۔ الحاصل۔ ان پانچ روزوں کی قضاء لازم ہے۔ کفّارہ نہیں۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

کفّارہ صوم کی رقم ایک ہی مسکین کو ایک دفعہ دینا جائز نہیں ہے

بکر نے رمضان المبارک کا روزہ بغیر شرعی مجبوری کے جان کر توڑ دیا۔ اب بکر ساٹھ روزے تو رکھ نہیں سکتا ساٹھ روزوں کا جو فدیہ بنتا ہے اسکی رقم زید کو دے دی

اور اکٹھی رقم دے دی اور زید خود بھی غریب ہے آیا زید اس رقم میں سے ہر روز ایک فدیہ کی رقم خود لیتا رہے ساٹھ روز تک جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب اگر بکر نے زید کو کفارہ کی رقم فقیر ہونے کی وجہ سے دیدی ہے کہ وہ اپنی ضروریات میں جہاں چاہے خرچ کرے تو اس صورت میں بکر کا کفارہ ادا نہ ہوگا۔ کیونکہ ایک فقیر کو پورے کفارہ کی رقم دینے کی اجازت نہیں ہندیہ میں ہے۔ ولو دفع جملة الی فقیر واحد جاز بخلاف کفارة الیمین وکفارة الظهار وکفارة الافطار (ص۹۵ ج۱)

اور اگر زید صرف وکیل تھا تو اس صورت میں محتاج ہے خود نہیں رکھ سکتا۔ ساٹھ دن ۶۰ ساٹھ مسکینوں پر پورے میں ہے، والوکیل اذا اعطی ولدہ الکبیر اتہ وھم محاویج جاز ولا یمسک شیئا کذا فی الخلاصة (ص۹۷ ج۱)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۹ / ۷ / ۱۴۰۷ھ

رویت ہلال کمیٹی کے اعلان پر روزے رکھے جائیں

سیدی جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی! اُمید ہے حضرت کے مزاج بخیر ہوں گے حضرت والا ایک نئی صورت حال پیش آئی ہے، حضرت کے محققانہ جواب کی ضرورت ہے

۱۔ میں ملازمت کے سلسلہ میں ۱۰ ماہ سے زائد پشاور میں رہ رہا ہوں۔ یہاں پر ۲۹ شعبان کی شب لاؤڈ سپیکر پر اعلان ہوا کہ آٹھ آدمیوں نے چاند دیکھ لیا ہے۔ اس ضمن میں پشاور کے علماء نے متفقہ فیصلہ دے دیا کہ کل ماہِ مبارک کا پہلا روزہ ہوگا بحیثیت وہاں کے شہری

ہونے کے اُن علماء کرام کی اتباع میں روزہ رکھ لیا جبکہ حساب سے اس دن ۲۹ شعبان ہی تھی۔ اگلی رات مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا کراچی میں اجلاس ہوا۔ وہاں کے مشترکہ اعلان کے مطابق چونکہ کہیں سے گواہی موصول نہیں ہوئی لہذا بروز منگل کو ۳۰ شعبان ہو گی اور پہلا روزہ بروز بدھ ہو گا۔ جبکہ یہاں پشاور کے مقامی علماء کے فیصلہ کی رُو سے بدھ کو ہمارا تیسرا روزہ ہو گیا۔ اِس صُورت حال کے بعد دریافت طلب اُمور درج ذیل ہیں

(الف) کیا مذکورہ صورت میں مقامی علماء کرام کا فیصلہ نافذ العمل ہو سکتا ہے جبکہ ملک میں مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا وجود بھی ہو اور انھوں نے فی الحال کوئی فیصلہ بھی نہ دیا ہو تو کیا روزہ ۲۹ شعبان کو رکھنا چاہیئے تھا یا نہیں ؟

(ب) ۳۰ شعبان کی شب مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کی بات کو ترجیح دیتے اور ۳۰ شعبان کو روزہ چھوڑ دیتے جبکہ ۲۹ شعبان کا رکھ چکے تھے۔

(ج) مرکزی فیصلے کی رو سے اب تو ہمارے دو روزے زائد ہو گئے۔ یہ نفلی ہوئے یا فرض۔ نیت فرض کی کرتے تو ڈرتے تھے کہ مرکزی فیصلے کے مطابق ابھی شعبان ہے نفلی روزوں میں نیت فرض کی کیسے کریں۔ اگر نفل کی کرتے تو خیال آتا کہ جب پشاور کے علماء نے فیصلہ دے دیا ہے تو اب شرعی طور پر یہ فیصلہ نافذ العمل ہو کر فرض روزے شروع ہو گئے۔

(د) حضرت میں چونکہ عید پہ ڈیرہ اسماعیل خان جاؤں گا تو اپنے شہر میں کم از کم ۲۹ روزے تو ضرور ہی ہوں گے اور دو روزے میں نے اِدھر زائد رکھ لئے ہوں گے تو کل ۳۱ یا پھر ۳۰ روزے ہوئے تو میرے ۳۲ روزے ہو جائیں گے تو کیا ۳۰ روزے فرض باقی نفل یا سب فرض ہو جائیں گے۔ کیا ایسا ہو بھی سکتا ہے آیا ۳۰ روزوں کے بعد رکھنا ضروری نہیں ہو گا ؟ جبکہ ڈیرہ اسماعیل خان میں فی الحال روزے رکھے جا رہے ہوں گے ؟

(ح) پشاور کے جن احباب نے مقامی علماء کی بات تسلیم نہیں کی اور مرکزی کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق ہی روزے شروع کئے۔ کیا ان پر کوئی ملامت ہو گی۔ کیا جو دو روزے

زائد رکھ لئے گئے ان کی قضا انہیں رکھنا ہوگی یا نہیں؟

(ح) بعض احباب نے پشاور کے علماء کی بات تسلیم نہیں کی اور ۲۹ شعبان کو روزہ نہیں رکھا اور اگلے دن ۳۰ شعبان کو رکھ لیا جبکہ مرکزی کمیٹی والے فیصلہ بھی دے چکے تھے کہ چاند نظر نہیں آیا۔ ایسے لوگوں کا شرعی حکم کیا ہے۔ کیونکہ مرکز کے فیصلے کے مطابق اب بھی روزہ نہ رکھتے جبکہ پشاور کے حساب سے ایک روزہ چھوڑ بیٹھے تھے۔

فقط والسلام، محمد راشد،

الجواب آپ رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان کے مطابق روزے پورے کریں۔

فقط واللہ اعلم،

بندہ عبد الستار عفی عنہ،

رئیس دار الافتاء بجامعہ خیر المدارس، ملتان

دل کے مریض کے لئے روزے کا حکم

گزارش ہے کہ میں مسمّی محمد صابر عرصہ ایک سال (عمر ۴۵ سال) سے دل کا مریض ہوں۔ تین وقت دوائی کھانی پڑتی ہے۔ اگر ایک وقت دوائی نہ کھاؤں تو طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ اور کسی چیز کی کوئی عادت یا نشہ وغیرہ نہ ہے بوجہ بیماری روزہ رکھنے سے بیماری بڑھتی ہے۔ اب آپ بتائیں کہ میرے لئے شرعاً کیا حکم ہے۔ نیز ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق دوائی زندگی بھر کھانی پڑے گی۔

(محمد صابر بستی نیو کہ، والا نزد جنرل بس سٹینڈ ملتان)

الجواب بر تقدیر صحتِ واقعہ صورتِ مسئولہ میں اگر ماہر دیندار ڈاکٹر یہ رائے دے کہ واقعی اس مریض کو روزہ رکھنے سے تکلیف زیادہ ہو جائے گی یا تکلیف زیادہ عرصہ تک بڑھ جائے گی تو افطار کی گنجائش ہے اور صحت یاب ہونے کے بعد اس پر قضا لازم ہے۔ المریض اذا خاف علی نفسہ التلف أوذھاب

عضو یفطر بالاجماع وان خاف زیادة العلة و امتدادہ فکذلک عندنا وعلیه القضاء اذا أفطر کذا فی المحیط، ثم معرفة ذلک باجتهاد المریض أو باخبار طبیب مسلم غیر ظاهر الفسق کذا فی الفتح القدیر (ہندیہ ج ۱ صفحہ ۲۰۷) اور اگر صحت یابی کی بالکل امید نہ ہو تو صدقہ فطر کے بقدر ہر روزہ کے بدلہ میں فدیہ کسی مستحق کو دے دیں۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد اسحاق غفر لہ

۱۷/ ۸ / ۱۴۱۶ھ

گلے کی نالیوں کے لئے گیس پمپ کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائیگا

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص دمہ کا مریض ہے رمضان المبارک میں روزے رکھنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ایک پمپ جس کا نام انہیلر ہے جس میں گیس جیسی چیز ہوتی ہے۔ اسے منہ میں رکھ کر دباتے ہیں جس سے سانس کی نالیاں کھل جاتی ہیں اور تقریباً چھ گھنٹے تک آرام ہو جاتا ہے۔ اس کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہ نیز اگر ٹوٹ جاتا ہے تو ان روزوں کا فدیہ دیا جا سکتا ہے یا قضا رکھنے پڑیں گے جبکہ ایسا مریض دائمی ہے پوری وضاحت سے تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب انہیلر پمپ کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

فی الدر المختار أو دخل حلقه غبار أو ذباب او دخان ولو ذاکراً استحساناً لعدم امکان التحرز عنه وفی رد المحتار وهذا یفید أنه اذا وجد بداً من تعاطی ما یدخل غباره فی حلقه أفسد لو فعل شرنبلالیه۔ وفی الدر ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أی دخان کان ولو عوداً أو عنبراً لو ذاکراً لامکان التحرز عنه فلیتنبه له کما

بسطہ الشرنبلالی وفی رد المحتار ومفادہ أی مفاد قولہ دخل أی بنفسہ بلاصنع منہ قولہ أنہ لو ادخل حلقہ الدخان أی بأی صورۃ کان الادخال حتیٰ لو تبخر ببخور فاواہ الی نفسہ واشتمہ ذاکراً لصومہ أفطر لامکان التحرز عنہ وھذا مما یغفل عنہ کثیر من الناس ولا یتوھم أنہ کشم الورد ومائہ والمسك لوضوح الفرق بین ھواء تطیب بریح المسك وشبھہ وبین جوھر دخان وصل الی جوفہ بفعلہ الخ (ص ۱۰۶ ج ۲)

اگر دوسرے ایام میں روزہ رکھ سکے تو قضا کرے اگر نہ رکھ سکے تو فدیہ دے فان عجز عن الصوم لا یرجی برءہ أو کبر أطعم أی ملك۔ (الدر المختار علی رد المحتار ص ۶۳۲ ج ۲) فقط واللہ اعلم

محمد انور

شیخ فانی کے لئے روزے کا فدیہ کتنا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں:

۱۔ میرے والد صاحب حاجی بشیر احمد قریشی جن کی عمر اسوقت ۸۵ سال ہے وہ پیشاب کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا اپریشن بھی کروایا گیا تھا۔ مگر اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ انہیں ڈاکٹروں نے روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ مگر وہ روزہ رکھنے پر مُصر ہیں۔ اس صورت میں انکے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

۲۔ روزہ کا فدیہ کتنا ہوگا؟

۳۔ اس کے علاوہ انہیں پیشاب کا عارضہ بھی ہے۔ وضو کر کے اُٹھتے وقت قطرہ خارج ہوجاتا ہے۔ نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں جاتے وقت بھی قطرہ خارج ہوتا ہے اس سے کپڑے بھی ناپاک ہوجاتے ہیں۔ اس حالت میں نماز اور تلاوت کے لئے وضو کے بارے میں کیا حکم ہے۔؟

۴۔ نیز یہ کہ کیا وہ مسجد میں نماز پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟

ان سوالات کا تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔

(المستفتی: سعید احمد قریشی المدینہ ٹاؤن۔ اولڈ شجاع آباد روڈ ملتان)

الجواب ۱۔ ایسے مریض کو رمضان شریف میں روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے پھر جب تندرست ہو جائے اور قابل روزہ رکھنے کے ہو جائے اس وقت قضاء کرے۔ فدیہ دینا اسکو کافی نہیں ہے۔ البتہ ایسے مریض کو جس کا مرض دائمی ہو جائے اور صحت سے ناامید ہو گیا ہو، فدیہ دینا جائز ہے۔ درمختار علی ہامش ردالمحتار میں ہے۔ مریض خاف الزیادۃ لمرضہ وصحیح خاف المرض الخ الفطر وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدیۃ وبلا ولاء۔ شامی ص ۱۸۶ ج ۲

المریض اذا تحقق الیاس من الصحۃ فعلیہ الفدیۃ لکل یوم من المرض۔ ردالمحتار ص ۱۳۰ ج ۲

۲۔ فی روزہ دو سیر گندم یا اس کی قیمت مختار ہے، درمختار میں ہے:

ولا یجزئ غیر المراهق (بدائع) کالفطرۃ قدرا ومصرفا ... وفی ردالمحتار قولہ کالفطرۃ قدرا ای نصف صاع من بر او صاع من تمر او شعیر ... فیهما الخ الشامیۃ ص ۲۳۲ ج ۲

۳۔ معذور شرعی ابتداءً اسوقت ہوتا ہے کہ تمام وقت نماز میں کوئی وقت ایسا اسکو نہ مل سکے کہ وضو کر کے نماز بدوں اس عذر کے ادا کر سکے۔

بان لا یجد فی جمیع وقتہا زمنا یتوضأ ویصلی فیہ خالیا من الحدث وهذا شرط العذر فی حق الابتداء وفی حق البقاء کفی وجودہ فی جزء من الوقت ولو مرۃ۔

پس اگر ایک دفعہ بھی تعریف مذکور اس پر صادق آگئی تو وہ معذور ہو گیا پھر اس وقت تک معذور رہے گا جب تک وہ عذر منقطع نہ ہو جائے۔ ایسے معذور کو وقت میں ایک دفعہ وضو کر لینا کافی ہے۔ تمام وقت میں اس عذر کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے۔ پھر خروج وقت سے وہ وضوء باطل ہو جاتا ہے۔ وقت کے

اندر اندر اُس وضوء سے تلاوت اور نوافل وغیرہ ادا کرنا درست ہے۔ یہ اُس وقت ہے جبکہ بیٹھے بیٹھے وضو کرکے ٹھہر کر باوضو اشارہ سے بھی نماز ادا نہ کر سکتے ہوں۔ اگر ایسی صورت میں قطرہ نہیں نکلتا تو وہ ایسے ہی نماز پڑھیں

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۵/ ۹/ ۱۴۱۰ھ

نوٹ: بہتر ہے کہ قطرہ خارج ہونے کے مسئلہ کو زبانی سمجھ لیا جائے۔

تیس ۳۰ سال کے روزوں کی قضا کیسے کریں؟

زید نے تیس سال تک فرض روزے کبھی رکھے اور کبھی نہ رکھے، اور کبھی رکھ بھی لئے تو گاہے گاہے خوراک سے جوانی کے اندھے پن سے توڑ دیئے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں تیس سالہ روزوں کا کفارہ اور قضاء دونوں لازم ہوئے یا نہ۔ روزوں کی مجموعی تعداد کیا ہوگی؟ ۲۔ زید مسلسل روزے قضاء نہیں رکھ سکتا، اس صورت میں وہ کیا طریقہ اختیار کرے؟ ۳۔ تیس سالہ روزوں کا کفارہ کیا ہوگا اور اس کی ادائیگی کس طرح ہوگی۔ یعنی یہ رقم ایک حق دار کو کتنی دی جا سکتی ہے کیونکہ زید کہتا ہے کہ روز روز کے حساب سے دشواری بھی ہے اور رقم خرچ ہونے کا خطرہ بھی ہے؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں صرف ایک ہی کفارہ واجب ہے، ساٹھ مساکین کو دو مرتبہ صبح شام کھانا کھلایا جائے (شام کو وہی فقراء ہونے چاہئیں جن کو صبح کھانا کھلایا تھا ورنہ ادائیگی درست نہیں ہوگی) یا دو سیر گندم یا اسکی قیمت ہر ہر فقیر کو دے دیں۔ مذکورہ کفارہ کی رقم ایک شخص کو دینے کی اجازت نہیں۔ مراقی میں ہے۔ وکفت کفارۃ واحدۃ عن جماع واکل عمداً متعدد فی ایام لم یتخلله تکفیر ولو کانت الایام من رمضانین علی الصحیح ص۳۶۷

سابقہ روزوں کی حسب استطاعت قضا شروع کریں اور یہ عزم ہو کہ انشاء اللہ سب

روزوں کی قضاء کروں گا اور سابقہ کوتاہی اور غلطی سے توبہ کریں اگر پھر بھی روزے باقی رہ گئے تو انکی وصیّت کردی جائے ایک روزے کا فدیہ دو سیر گندم یا اسکی قیمت ہے۔ فدیہ کی رقم ایک فقیر کو بھی دی جاسکتی ہے۔ لیکن اتنی رقم ایک فقیر کو دے دینا کہ وہ سب اپنی ضروریات پوری کرکے غنی شمار ہونے لگے یہ اچھا نہیں۔ درمختار میں ہے۔

وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی أوّل الشهر وبلا تعدد فقیر الخ (شامیہ ص۱۱۹ ج۲)

الجواب صحیح، فقط، واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

متعدد روزے توڑے تو کفّارہ میں تداخل کا حکم

ایک شخص نے رمضان شریف میں روزے کی حالت میں عورت سے جماع کیا ابھی اسکا کفارہ ادا نہ کیا تھا کہ دوسرے رمضان میں پھر جماع کیا۔ کیا اس پر علیحدہ علیحدہ کفارہ ہوگا یا ایک کافی ہوگا؟

الجواب شخص مذکور کو دو کفارے دینا پڑیں گے، ان دونوں جنایتوں سے ایک کفّارہ کافی نہیں ہے (کما فی الشامیۃ ص۱۵۱ ج۲)

أی وان کان الفطر المتکرر فی یومین بجماع لاتداخل الکفارة وان لم یکفر للاوّل لعظم الجنایة الخ (ردالمحتار ص۱۲۰ ج۲)

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔ فقط واللہ اعلم بندہ محمد اسحاق غفرلہ

۱۹ / ۵ / ۷۸ جو

الجواب صحیح

بندہ عبداللہ غفرلہ ۱۹ / ۵ / ۷۸ جو

متعدد روزے توڑنے سے کفاروں میں تداخل ہوگا یا نہیں

گزارش ہے کہ متعدد رمضانوں کے متعدد روزے توڑنے کی صورت میں کفارہ کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ کفاروں میں تداخل ہوگا اور ایک ہی کفارہ کافی ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفاروں میں تداخل نہیں ہوگا اور ایک کفارہ کافی نہیں ہے اس الجھن کا شافی جواب عنایت فرمائیں یہ اشکال آپ ہی کے دارالافتاء سے لئے گئے دو فتووں کی بناء پر پیدا ہوا۔

(محمد طاہر بلوچستانی (معاون ترتیب خیر الفتاوی)

الجواب اگر جماع سے متعدد رمضانوں میں روزے توڑے ہیں تو ایک ہی کفارہ کافی ہوگا یا متعدد کفارے واجب ہوں گے اس کے بارے میں تصحیح کا اختلاف ہے۔ اگر ایسے روزوں کی مقدار کم ہے تو احتیاطاً کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر روزے کا کفارہ الگ الگ دینا مناسب ہے اور اگر اس طرح سے توڑے ہوئے روزوں کی تعداد زیادہ ہے تو دوسری تصحیح پر عمل کرنے کی گنجائش ہے یعنی سب کی طرف سے ایک ہی کفارہ دے دیا جائے۔ ظاہر یہ ہے کہ احوط پہلا قول ہے اور اسہل دوسرا قول ہے اس دوسرے قول کے مطابق بھی فتویٰ دیا گیا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رؤیتِ ہلال کے متعلق علماء کا متفقہ فیصلہ

رؤیت ہلال کے سلسلہ میں ہر سال عجیب حال ہوتا ہے۔ علماء کرام اس اجتماعی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کوئی متفقہ لائحہ عمل طے کرنے کے لئے جامعہ قاسم العلوم میں جمع ہوئے۔ اس جلسہ کی صدارت جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد نور اللہ مرقدہ نے فرمائی اس میں جو مسائل متفقہ طور پر طے ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔

سالہا سال سے دیکھا جا رہا ہے کہ عید و رمضان میں عامۃ المسلمین میں شدید اختلاف ہوتا ہے۔ ایک ہی شہر میں بعض روزے سے ہوتے ہیں اور بعض عید مناتے ہیں۔ پھر اس پر بس نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک اپنے مخالف فریق پر طعن و تشنیع کرنے میں پوری ہمت صرف کرتا ہے۔ سب سے زیادہ اختلاف کا موجب ریڈیو پر نشر شدہ خبریں ہوتی ہیں۔ ریڈیو کے ذریعہ جب کسی شہر میں خبر پہنچتی ہے تو بعض حضرات بغیر تحقیق کے اس پر عمل کرنے لگتے ہیں اور بعض اس کی شرعی حیثیت نامعلوم سمجھ کر مجتنب رہتے ہیں۔ اس شدید انتشار کے پیش نظر مدرسہ عربیہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان شہر کے مدیر محترم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نے اس خالص علمی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے قدم اٹھایا۔ اور اطراف پاک و ہند میں اس بارہ میں سوالات بھیجے۔ جوابات آنے پر چونکہ بعض میں اختلاف پایا جاتا تھا۔ اس کو رفع کرنے کے لئے ۱۶ ستمبر ۵۴ء کو مدرسہ قاسم العلوم ہی میں مفتیان پاکستان کا ایک اجتماع کرایا۔ دو دن مکمل بحث کے بعد جو فیصلہ ہوا۔ اس کو ہندوستان کے مشہور مدارس میں نیز پاکستان کے اُن علماء کی خدمت میں جو اجتماع میں بوجہ اعذار کے تشریف نہ لا سکے تھے، بذریعہ ڈاک روانہ کر دیا۔ سب کی تصدیقات حاصل کرنے کے بعد اب اس کو مسلمانوں کی

خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

نیز حکومت سے بھی گذارش ہے۔ کہ وہ متدین علماء دین کی جماعت کے فیصلہ کے بعد ہی اس کو نافذ کرنے کے لئے بذریعہ ریڈیو اعلان کرے۔ اور محکمہ اطلاعات کو پابند کرے۔ کہ وہ رؤیت کے بارے میں بغیر رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کے کوئی خبر نشر نہ کرے۔ تاکہ عامۃ المسلمین کے فریضہ میں کوئی نقصان نہ آئے۔

(نوٹ:۔ حکومت سے اس بارہ میں گفتگو کی جا رہی ہے۔)

حامداً ومصلیاً

اجتماع علماء منعقدہ ملتان مورخہ ۱۰ ستمبر ۵۴ء میں مدرسہ قاسم العلوم ملتان کی دعوت پر مسائل پیش آمدہ رؤیت ہلال پر غور و خوض اور بحث و تمحیص کے بعد جو متفقہ مسائل طے ہوئے وہ بغیر اعادہ سوالات کے حسب ذیل ہیں۔ اس میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کہ متون معروفہ و مشہورہ کی مفتی بہ روایات کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ اور اختلاف و خود رائی کی جو وباء عام پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا انسداد ہو سکے۔ ان جوابات اور طے شدہ مسائل کی ایک ایک کاپی تمام اطراف و اکناف کے علماء کرام کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ اور اتفاق و تصدیق کے بعد جو بات حکومت سے متعلق ہے۔ اس کی منظوری کی استدعاء حکومت سے کی جائے گی۔ وباللہ التوفیق۔

۱:۔ ہلال رمضان بحالت علت خبر واحد سے خواہ وہ عادل ہو یا مستور الحال ہو ثابت ہو سکتا ہے۔ اس میں شہادت شرط نہیں۔ البتہ ہلال عیدین میں شہادت بشرائطہا ہونا ضروری ہے یعنی کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ایسی ہوں جو

دیندار ہوں۔ اور اشہد سے حاکم یا جماعت مجاز کے سامنے باقاعدہ شہادت ادا کریں بحالتِ صحو دونوں ہلال میں جم غفیر کے ایسے اخبار جو موجب ظن غالب ہوں ضروری ہونگے۔ اور ان کا اعتبار کیا جائے گا۔ لیکن اگر ہلال رمضان میں بستی سے باہر آئے ہوئے یا موضع مرتفع سے دیکھنے والے ایک عادل شخص کی یا بستی کے دو عادل کی شہادت سے بھی اطمینان حاصل ہو جائے۔ تو اس پر حکم دیا جا سکتا ہے۔

۲۔ ریڈیو ٹیلیفون، تار برقی خط اور اخبار میں یہ فرق ہے کہ تار برقی اور اخبار سوائے صورت استفاضہ کے ہرگز معتبر نہیں۔ البتہ خط بشرط معرفۃ الکاتب و عدالتہ اور ریڈیو و ٹیلیفون بشرط معرفۃ صاحب الصوت و عدالتہ درجہ اخبار میں معتبر ہوں گے۔ شہادت میں نہیں ہوں گے۔

۳۔ مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے۔ کہ اگر جماعت علماء مجاز کے سامنے تحت احکام شرع ہلال صوم یا فطر ثابت ہو جائے اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کیطرف سے ہو۔ تو اس کے حدود ولایت[ل] میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

ل حاشیہ:۔ (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کی رائے)
یعنی جس علاقہ کے ریڈیو سے وہاں کے علماء کے فیصلہ کے مطابق اعلان ہو۔ وہ اس علاقہ کے حدود میں واجب التعمیل ہوگا دوسرے علاقوں میں جب تک شرعی ثبوت کے ذریعہ وہاں کے علماء فیصلہ نہ دیں یہ اعلان اثر انداز نہ ہوگا۔ مثلاً کراچی ریڈیو کا اعلان صرف سندھ بلوچستان پر اور لاہور ریڈیو کا اعلان صوبہ پنجاب پر اور راولپنڈی ریڈیو کا اعلان راولپنڈی ڈویژن پر اور آزاد کشمیر ریڈیو کا اعلان صرف آزاد کشمیر پر اور پشاور ریڈیو کا اعلان صوبہ سرحد و آزاد قبائل پر اور ڈھاکہ ریڈیو کا اعلان پورے مشرقی پاکستان پر اثر انداز اور واجب التعمیل ہوگا۔ ایک علاقہ کا اعلان دوسرے علاقہ کے لئے مؤثر نہ ہوگا۔

۴۔ ہلالِ صوم یا ہلال فطر دونوں میں دیہات و رساتیق کے لوگوں کو جہاں علماء یا قضاۃ نہیں ہیں صرف افواہوں پر اعتماد کر کے روزہ اور عید جائز نہیں۔ بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ عادل اور ثقہ ذمہ داری کے ساتھ یہ بیان دے کر فلاں جگہ میں نے علماء کا فیصلہ سنا ہے۔ یا وہاں متفقہ طور پر عید ہوئی۔ اور میں خود پڑھ کر آیا ہوں۔ یا میں نے مشاہدہ کیا ہے یا میں نے منادی سنی

ہے۔ اور اس کے ایسے بیان پر اہل قریہ کو غلبۂ ظن بھی حاصل ہو اس پر عمل کرنا درست ہوگا۔

۵:۔ رؤیت ہلال میں جہاں جہاں استفاضہ کا لفظ آیا ہے اس میں بھی بے سر و پا افواہوں یا مبہم اور غیر معروف لوگوں کے خطوط کا اعتبار نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم وقت یا اس کے نائب مجاز (یعنی جماعت علماء یا عالم ثقہ) کے پاس متعدد خبر دینے والے خبر رؤیت ہلال کو بالشرائط المرقومہ فی الجواب السابق بیان کریں۔ اور اس سے مخبر الیہ کو اطمینان قلب اور غلبۂ ظن حاصل ہو جائے تو اس صورت میں یہ طریق موجب عمل قرار دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ استفاضہ میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ حاکم یا نائب یا عالم ثقہ فی القریہ کے پاس متعدد خطوط یا ٹیلیفون یا تار توسط یا بغیر توسط کے ایسے اور اتنے آجائیں کہ اس کی طمانینت قلب ہو سکے۔

۶:۔ اگر ہلال رمضان میں خبر واحد عادل یا خط وغیرہ پر اعتماد کرتے ہوئے روزہ کا حکم دیدیا گیا اور تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد بھی رؤیت ہلال نہ ہوئی تو بحالت صحو عید کرنی جائز نہیں۔ اور بحالت علت عید کرنی جائز ہے۔

۷:۔ اگر کسی جگہ حاکم وقت یا اس کے نائب (جماعت علماء یا عالم ثقہ فی القریہ) نے رؤیت ہلال کے باب میں فاسق کی شہادت کا غلبۂ ظن کے بعد اعتبار کرتے ہوئے حکم دیدیا تو نتیجۃً وہ سب کے لئے قابل تسلیم سمجھا جائیگا۔ لیکن اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

۸:۔ اختلاف مطالع صوم و فطر میں بشرطیکہ دوسری جگہ ثبوت رؤیت بطریق موجب ہو معتبر نہیں ہوگا۔ ۱۸ محرم الحرام ۷۴ھ

۱۔ محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۔ محمد شفیع عفرلہ مہتمم قاسم العلوم ملتان
۳۔ محمد عبد اللہ عفرلہ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان۔ مورخہ ۱۸ محرم ۷۴ھ
۴۔ خیر محمد عفا اللہ عنہ، خیر المدارس، ملتان۔
۵۔ محمد صادق عفا اللہ عنہ ناظم امور مذہبیہ بہاولپور
۶۔ محمد ناظم ندوی شیخ الجامعۃ العباسیہ بہاولپور

۷۔ محمد انجمن عفی عنہ، خطیب جامع مسجد مظفر گڑھ۔

۸۔ عبدالرحمن عفی عنہ، مفتی دار الافتاء محکمہ امور مذہبیہ، بہاولپور

۹۔ محمد چراغ عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ

۱۰۔ احمد عفی عنہ مدرس جامعہ رشیدیہ دار الھدیٰ ٹھیڑی ریاست خیر پور میرس سندھ۔

۱۱۔ ۲ و ۳ جواب ہذا میں مجھے ابھی تک شرح صدر نہیں تحقیق کروں گا۔ باقی نمبرات میں متفق ہوں۔ عبداللطیف محمد

۱۲۔ محمد ریاست کشمیری مدرس خیر المدارس ملتان شہر

۱۳۔ جمال الدین عفرلہ، مردانی۔

۱۴۔ لشرح صدر مولانا عطا محمد صاحب ۲ و ۳ میں طلبجان ہے باقی سے متفق ہوں۔ فقیر محمد شمس الدین ہزاروی

۱۵۔ الاجوبۃ صحیحۃ عندی واللہ تعالیٰ اعلم، ظفر احمد عثمانی تھانوی عفا اللہ عنہ ۲۳ رجب ۱۳۷۴ھ

۱۶۔ محمد امیر بقلم خود عفرلہ جھوک وینس۔

۱۷۔ علی محمد عفی عنہ، مدرس قاسم العلوم ملتان)

۱۸۔ احقر الانام احمد علی عفی عنہ، (لاہور)

۱۹۔ عبدالحق عفی عنہ (مہتمم و شیخ الحدیث مدرسہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سرحد)

۲۰۔ محمد یوسف عفی عنہ (مفتی مدرسہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سرحد)

۲۱۔ مجھے جوابات بالا سے اتفاق ہے۔ محمد شفاق الرحمن مفتی دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الٰہ یار سندھ

۲۲۔ سعید احمد عفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور

۲۳۔ مظفر حسین مظاہری معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

۲۴۔ محمد عجیب عفرلہ (مہتمم و شیخ الحدیث معراج العلوم بنوں۔

۲۵۔ محمد سراج الدین کاکاخیل مفتی مدرسہ اشاعت العلوم، لائل پور۔

۲۶۔ سعید احمد مفتی سراج العلوم سرگودھا

۲۷۔ صالح محمد مدرس سراج العلوم سرگودھا۔

۲۸۔ محمد عفا اللہ عنہ انوری مدرس تعلیم الاسلام لائل پور۔

۲۹۔ عبدالسمیع عفی عنہ مدرس مدرسہ سراج العلوم سرگودھا

۳۰۔ مسعود احمد نائب مفتی دار العلوم دیوبند

۳۱۔ سعید احمد سعید دار العلوم دیوبند۔

۳۲۔ عزیز الرحمن بجنوری دار العلوم دیوبند

محترم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی (کراچی) نے باقی جوابات سے اتفاق فرمایا ہے صرف اختلاف مطالع کے عدم اعتبار میں خلجان کا اظہار کیا ہے۔ اس لئے ریڈیو کے اعلان سے متعلق جواب ع۲ میں وہ الفاظ تحریر فرمائے جو صـ۱۰ کے حاشیہ پر درج ہیں۔ نیز شہادت فاسق کے بارے میں ذیل کی تحریر ارسال فرمائی۔ جو بلفظہ درج ہے۔

فیصلہ ع۵ میں یہ الفاظ کہ (لیکن اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے) محل تامل ہے۔ کیوں کہ جب شرعاً غلبۂ ظن کی صورت میں قاضی کو یہ اختیار دیا گیا ہے۔ کہ فاسق کی شہادت قبول کرے تو پھر یہ کہنا کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ فی نفسہ بھی محل نظر ہے۔ اور موجودہ زمانے کے اعتبار سے تو یہ حکم شاید ناقابل عمل ہو جائے کیونکہ اگر فاسق کی شہادت کو مطلقاً رد کرنا قرار دیا جائے تو ساری دنیا کا نظام مختل ہو جائے۔ کیونکہ معاملات کے لئے قابل قبول شہادت ہزاروں میں ایک جس کا میسر آنا مشکل ہو جائے گا۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ قاضی کیلئے غلبۂ ظن بطریق تحری ضروری ہے جو فاسق اس درجہ میں ہو اس کی شہادت رد کی جائیگی۔ ورنہ قبول کرنا چاہیئے۔ تاکہ حقوق ضائع نہ ہو جائیں معین الحکام باب الثانی والعشرین میں اس مسئلہ پر مفصل کلام کرکے اس کو ترجیح دی ہے۔

مسئلہ قال القرافی فی باب السیاسۃ نص بعض العلماء علی انا اذا لم نجد فی جھۃ الا غیر العدول اقمنا اصلحھم واقلھم فجوراً للشہادۃ علیہم ویلزم ذلک فی القضاۃ وغیرھم لئلا تضیع المصالح قال وما اظن احداً یخالف فی ھذا فان التکلیف شرط فی الامکان وھذا کلہ للضرورۃ لئلا تھدر الاموال وتضیع الحقوق۔ قال بعضھم واذا کان الناس فساقاً الا القلیل النادر قبلت شہادۃ بعضھم علی بعض ویحکم بشہادۃ الامثل فالامثل من الفساق ھذا ھو الصواب الذی علیہ العمل وان انکرہ کثیر من الفقہاء بالسنتھم کما ان العمل علی صحۃ ولایۃ الفاسق ونفوذ احکامہ وان انکروہ بالسنتھم

وکذلک العمل علی صحۃ کون الفاسق ولیاً فی النکاح ووصیاً فی المال وھذا یؤید ما نقلہ القرافی۔ واذا غلب علی الظن صدق الفاسق قبلت شھادتہ وحکم بھا واللّٰہ تعالیٰ لم یأمر برد خبر الفاسق فلا یجوز ردہ مطلقاً بل یتثبت فیہ حتی یتبین صدقہ من کذبہ فیعمل علی ما تبین وفسقہ علیہ۔

محترم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے بھی نقطۂ اختلاف مطالع میں فیصلۂ علماء سے اختلاف فرمایا ہے۔ آپ کی تحریر بھی بلفظہ درج ذیل ہے۔

گرامی قدر محترم مفتی صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ فتاویٰ متفقہ کو دیکھا۔ مجھے حسب ذیل امور میں اختلاف ہے۔

۲ میں ریڈیو میں صاحب الصوت کی معرفت وعدالت کی قید درست نہیں خصوصاً جبکہ وہ کسی اسلامی حکومت کا ریڈیو ہو۔ اور وہاں وکالۃً علماء یا جماعت علماء کی خبر وفیصلہ کو نشر کرتا ہو۔ ۳ میں حدود ولایت میں عمل کرنے کا کلیہ صحیح نہیں بعض اوقات بلاد میں بُعد اتنا ہوتا ہے۔ کہ حقیقۃً مطلع مختلف ہوسکتا ہے جیسے پشاور و ڈھاکہ۔ اس لئے اس میں یہ قید بڑھانا چاہیے۔ بشرطیکہ دونوں ملکوں میں اتنا فاصلہ ہو جہاں اختلاف مطلع حقیقۃً ہوسکتا ہو۔

بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا معتبر ہونا مسئلہ اجماعی ہے۔ کما صرح بہ ابن عبد البر وغیرہ بدایۃ المجتہد لابن رُشد۔ فتح الباری لابن حجر ملاحظہ ہوں۔ حنفیہ کے ہاں بھی بلاد بعیدہ میں معتبر ہونا متعین ہے۔ راجعوا البدائع والاختیار شرح المختار وتبیین الحقائق للزیلعی۔ اور جب اجماع ثابت ہوجاتا ہے۔ دوسرا مرجوح قول خود بخود ختم ہوجاتا ہے ائمہ کا قول لا عبرۃ لاختلاف المطالع مخصوص ان بلاد کے ساتھ ہے جہاں وسط شہر یا آخر شہر تک اتنی مسافت طے نہیں ہوسکتی تھی۔ متاخرین حنفیہ نے جو توسع کردی ہے۔ نہ ائمہ کی مراد ہے نہ حقیقۃً صحیح ہے۔ تفصیل کی اس وقت ہمت نہیں۔

والسلام

محمد یوسف بنوری عفی عنہ

مولانا عطا محمد صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان)، اور مولانا شمس الدین صاحب ہزاروی نے ۱۹۶۳ء میں اختلاف فرمایا ہے۔ وہ بھی ریڈیو کے اعلان کو پورے ملک میں نافذ ہونے کے مخالف ہیں۔

(بقیہ دستخط علمائے کرام تصدیق کنندگان فیصلہ مذکور

۳۳۔ سید مسعود علی قادری، مفتی و مدرس مدرسہ انوار العلوم، شہر ملتان۔

۳۴۔ ہذہ الصور صحیحۃ۔ احمد یار خان خطیب جامعہ چوک پاکستان گجرات۔

۳۵۔ اصاب من اجاب۔ ابوالحسنات قادری۔

۳۶۔ خادم حسین بقلم خود، صدر انجمن غلامانِ محمدؐ۔ مزنگ لاہور۔

۳۷:۔ غلام محمد ترنم صدر جمعیۃ العلماء پاکستان صوبہ پنجاب، لاہور۔

۳۸:۔ صح الجواب۔ محمد عبد المصطفیٰ الازہری عفرلہٗ۔

۳۹:۔ اصاب من اجاب۔ فقیر عبد القادر عفرلہ خطیب جامع مسجد خانیوال۔ دہتمم مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن جامع العلوم خانیوال بقلم خود

۴۰۔ من اجاب فقد اصاب کتبہ نور احمد انور خطیب جامع مسجد مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان کچہری روڈ۔

۴۱:۔ الجواب صحیح۔ فقیر محمد قاسم بقلم خود

۴۲:۔ الجواب صحیح۔ کتبہٗ: خدا بخش نیفی فریدی خطیب جامع مسجد حکمڑ الزالی جام پور ضلع ڈیرہ غازیخان

رسالۃ زبدۃ المقال فی رؤیۃ الہلال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للّٰہ الذی نور قلوبنا بعلم الیقین ۔ وشرح صدورنا لقبول الحق المبین ۔ و امرنا بالاعتصام بالحبل المتین ۔ وجعل الہلال غرۃً للمستہلین ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الصائمین والمفطرین ۔ الذی بُعث مَردًّا لخصام المتنازعین ۔ وجُعل بدراً منیراً للعلمین وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین ہم مصابیح المہتدین ۔ صلوٰۃً وسلاماً دائمین ما نبتت نجوم الارضین ۔ وکانت النجوم فی السماء سابحین ۔

امّا بعد فیقول العبد الضعیف المدعو بمحمود عفاعنہ ربہ الودود و وقاہ من شدائد الیوم الموعود ۔ واعاذہ من شر الظلوم الحسود ۔ لما اشتد اختلاف اہل الزمان فی ہلالی رمضان وشوال وکثر فیہما النزاع والجدال ۔ وان العلماء منہم من یفرّطون فیحکمون بلا حجۃ شرعیۃ لایراعون الشروط التی اشترطہا الفقہاء فی شہادۃ الشاہدین ولا ینظرون فی الاخبار الی اوصاف المخبرین ۔ ومنہم من یتوغلون فی ہذا الامر توغل المتعمقین حتی لا تطمئن نفوسہم دون الثلثین حتی ان عامۃ المسلمین کانوا فی اکثر البلاد والقریٰ متشتتین اضطربت الامۃ المسلمۃ الی حل ہذہ العقدۃ وکشف ہذہ الغمۃ فانتہض لہذا مدیر المدرسۃ العربیۃ قاسم العلوم الواقعۃ فی بلدۃ ملتان ۔ ورتب الاسئلۃ التی تتعلق بالرؤیۃ وارسلہا الی المفتیین فی نواحی پاکستان والہند لیرتبوا الاجوبۃ عنہا ثم بعد وصول الاجوبۃ جمع مدیر المدرسۃ المذکورۃ اکثرہم ہہنا ۔ لیرتفع الخلاف من البین ۔ فبحثوا عن تحقیق المسئلۃ یومین ۔ واتفقوا علیٰ امر فصل ۔

وللّٰہ الحمد وہو الذی جعلتہ ہدیتکم قبل ہذہ الرسالۃ ۔ وقد کنت کتبت فی جواب تلک المسئلۃ اوراقاً عدیدۃ ۔ فاردت ان اہدیہا للناظرین ۔ لعل اللّٰہ ینفع بہا المنصفین ویجعلہا وسیلتی یوم الدین ۔ وہو الموفق والمعین ؕ

ا ۔ یکفی فی الصوم فی حالۃ الغیم وغیرہ من العلۃ خبر واحد عدل او مستور علی الاصح ولا یشترط فیہ شروط الشہادۃ من لفظۃ الشہادۃ ومجلس قضاء وعدد وحریۃ وغیرہا ۔۔۔۔ !
لما فی الدر المختار وقبل بلا دعوی وبلا لفظ اشہد وبلا حکم ومجلس قضاء لانہ خبر لا شہادۃ للصوم مع علۃ کغیم وغبار خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی (کتاب الصوم)۔

واما فی الفطر والحالۃ ہذہ فیشترط لہ ما یشترط لثبوت المال من العدد والعدالۃ ولفظۃ الشہادۃ وغیرہا من الشروط لما فی رد المحتار ج ۲ صفحہ ۹۹ للعلامۃ الشامی وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد۔ واذا کان یوم صحو فیشترط لہا اخبار جمع عظیم یطمئن الیہ القلب ویسکن بہ البال ۔ ولا یشترط ان یکون احادہا موصوفین بالعدالۃ والاسلام والحریۃ وسائر شروط اہلیۃ الشہادۃ ہکذا فی عامۃ الکتب ۔ لکن قال العلامۃ الشامی وفی عدم اشتراط الاسلام نظر لانہ لیس المراد ہہنا بالجمع العظیم ما یبلغ مبلغ التواتر الموجب للعلم القطعی حتی لا یشترط فیہ ذلک بل ما یوجب غلبۃ الظن رد المحتار ج ۲ صفحہ ۱۰۱ (کتاب الصوم) ۔

قلت فعلکم بالاحتیاط مرۃ وبالتوسع اُخری وذلک بحسب اختلاف الواقع۔

واما العدد الخاص فی الجمع العظیم فلم ارہ وینبغی ان یکون موکولاً الی الحاکم ۔ قال العلامۃ ابن عابدین الشامی فی رد المحتار ج ۲ صفحہ ۱۰۱ ۔ والصحیح من ہذا کلہ انہ مفوض الی رائی الامام ان وقع فی قلبہ صحۃ ما شہدوا بہ وکثرت الشہود الخ ولکن عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فی حالۃ الصوم والفطر الکفایۃ بخبر عدلین کما قال العلامۃ ابن نجیم صاحب البحر وروی الحسن عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انہ یقبل فیہ شہادۃ رجلین او رجل وامرأتین سواء کان بالسماء علۃ او لم یکن کما روی عنہ فی ہلال رمضان کذا فی البدائع آہ لکن ینبغی ان لا یعدل فی العمل عن ظاہر الروایۃ وہو اشتراط الجمع العظیم فی الفطر واما فی الصوم فہذہ الروایۃ ہی المعینۃ للفتوی کیف لا وقد قال صاحب الدر وعن الامام انہ یکتفی بشاہدین واختارہ فی البحر قال الشامی (واختارہ فی البحر) حیث قال وینبغی العمل علی ہذہ الروایۃ فی زماننا لان الناس تکاسلت عن ترائی الاہلۃ (الی ان قال العلامۃ) اقول انت خبیر بان کثیراً من الاحکام تغیرت لتغیر الازمان ولو اشترط فی زماننا الجمع

العظیم لزم ان لا یصوم الناس الا بعد لیلتین او ثلث لما ہو مشاهد من تکاسل الناس بل کثیرا ما رأینا یشتمون من یشهد بالشهر ویؤذونه وحینئذ فلیس فی شهادة الاثنین تفرد من بین الجمع الغفیر حتی یظهر غلطهما الخ. فانتفت علة ظاہر الروایة فتعین الافتاء بالروایة الاخری آه رد المحتار ج ۲ صفحه ۱۰۱. فانظروا الی التعلیل المذکور للعمل بهذه الروایة یتبین لکم ان العلة وهو التکاسل عن الترائی لم توجد فی المفطر بل یتوغلون فی ترائی هذا الہلال حتی ان الفساق الذین لا یؤدون فریضة الصوم والعیاذ بالله یتہیأون من نصف النهار الی الغروب لرؤیة هلال الفطر ویتشوقون الیه کل التشوق فلما انتفت علة الافتاء بروایة الحسن عن ابی حنیفة فالعمل بظاہر الروایة ہو الواجب کما لا یخفی ویبتغی ان یعلم انه یجوز العمل فی ہلال الصوم بخبر واحد عدل جاء عن خارج العامرة او رای علی مکان عال مرتفع وهو روایة عن الامام بل نقل العلامة الشامی فی رد المحتار عند قول الدر (وصحح فی الاقضیة الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختاره ظہیر الدین) انها ایضا ظاہر الروایة وانها قول ائمتنا الثلثة ثم وفق بین الروایتین الظاہرتین بان روایة اشتراط الجمع العظیم التی علیها اصحاب المتون محمولة علی ما اذا کان الشاهد من المصر فی مکان غیر مرتفع ـ وروایة الاکتفاء بخبر الواحد علی ما اذا جاء من خارج البلد او رای علی مکان مرتفع من شاء مزید التفصیل فلیرجع الی رد المحتار ۲۔ واما الحکام المسلمون فی دیارنا دیار پاکستان فکونهم فی حکم القضاة وکونهم من ولاة امور المسلمین ام لا موقوف علی النظر فی الامور الثلث فبعد ذلک ینکشف الغطاء عن وجه المسئلة وتتضح الامر

(الاول) هل المتغلب القاهر الذی ما ارتضاه ارباب الحل والعقد تصح سلطنته ویجوز التقلد منه۔

(الثانی) هل الفاسق من اهل القضاء

(الثالث) هل الجهل بالاحکام الشرعیة یفوت علی المرأ اهلیة القضاء ـ

اما الامر الاول فالاحادیث الکثیرة وعبارات الفقهاء رحمهم الله تدل علی ان الاصل وان کان فی الامارة ان تکون بمشاورة ارباب الحل والعقد لکن مع هذا لو استولی احد وتولی امور المسلمین بلا مبایعة احد من ذوی علم ورأی یجب علی المسلمین ان یطیعوه ما لم یروا فیه کفرا بواحا عندهم علیه برهان ویتقلد منه الاعمال والولایات. قال العلامة الشامی فی

ردالمحتار ج ۱ باب الامامة (وتصح سلطنة متغلب للضرورة) ای من تولی بالقهر والغلبة بلا مبایعة اهل الحل والعقد۔ وقال صاحب الهدایة ویجوز التقلد من السلطان الجائر کما یجوز من العادل۔ وقال صاحب الدر المختار ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافراً علی هامش الشامی صفحہ ۳۲۲ ج ۴۔ والشاهد علی هذا ان سادة الامة من الصحابة والتابعین تقلدوا العمالات من ملوک بنی امیة وحالهم لا یخفی علی من طالع کتب التاریخ۔ فان بعد الخلافة الراشدة قلما فاز المسلمون بامام عادل ومع هذا لم یجوز احد منهم الخروج علی اولئک الملوک واطاعوهم ما استطاعوا فی معروف۔

لکن ینبغی ان یعلم ان حکمهم واجب الامتثال علی العامة ما لم یکن مخالفاً للشرع وتقلد القضاء منهم جائز اذا امکنوا القضاة من القضاء بحق واما اذا لم یخلوهم وانفسهم فی انفاذ الحق المبین فحاشا من الطاعة۔ فانه لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ قال صاحب الاشباه امر السلطان ینفذ اذا وافق الشرع وقال صاحب الهدایة الا اذا کان لا یمکنه من القضاء بحق۔ قال فی الفتح فی شرح هذه العبارة استثناء من قوله یجوز التقلد من السلطان الجائر لان المقصود لا یحصل من التقلد وهو ظاهر (کتاب القضاء) والآن فی مملکتنا ان تولی الحکام المسلمون بعضاً من المسائل و حصل لهم التمکن من ان یحکموا فیها بقوانین الشریعة الغراء فحکمهم هذا یصح وینفذ۔ فان القضاء یتخصص۔ قال صاحب الدر المختار ان تولیة القضاء تتخصص بالزمان والمکان والشخص (الی ان قال) ولو نهاه عن سماع بعض المسائل لم ینفذ حکمه فیها۔ (شامی قبیل کتاب الطهارة ج ۱ صفحہ ۵۹)

واما الامر الثانی فعبارات الفقهاء واضحات دالة علی ان العدالة فی القضاء شرط الاولویة لا شرط الجواز (قال العلامة الشامی بعد ان نقل قول من قال ان الفاسق لیس باهل للقضاء)

اقول لو اعتبر هذا لانسد باب القضاء خصوصاً فی زماننا فلذا کان ما جری علیه المصنف هو الاصح کما فی الخلاصة وهو اصح الاقاویل کما فی العمادیة نهر وفی الفتح والوجه تنفیذ قضاء کل من ولاه سلطان ذو شوکة وان کان جاهلاً فاسقاً وهو ظاهر المذهب عندنا۔ وحینئذ فیحکم بفتوی غیره شامی ج ۴ کتاب القضاء صفحہ ۳۲۲۔

واما الامر الثالث فعبارة الفتح المارة آنفا تدل صريحاً على ان الجاهل يصح قضاؤه وينفذ حكمه وهو ظاهر المذهب في الدر المختار. وينبغي ان يكون موثوقاً به في عفافه وعقله وصلاحه وفهمه وعلمه بالسنة والآثار ووجوه الفقه والاجتهاد وشرط الاولوية لتعذره على انه يجوز خلو الزمن عنه عند الاكثر فصح تولية العامي ويحكم بفتوى غيره. فبعد اتضاح الامور الثلاثة تبين ان الحكام الباكستانيين وان كانوا جاهلين بالاحكام الشرعية وكانوا غير عدول فحكمهم نافذ اذا حكموا بفتوى العالم الثقة في ثبوت رؤية الهلال وراعوا فيه شروط الشهادة في موضعها وصفات الشاهد والمخبر. واذا حكموا بغير مشورة العلماء الثقات فلم ينفذ حكمهم لانه لا يمكن لهم ان يراعوا في الشهادة والاخبار جميع الشرائط لجهلهم ولو سلم علمهم بشروط الشهادة فبقلة مبالاتهم بحقوق الشرع وفقد عدالتهم لا يسلكون مسلك الاحتياط ولا يؤدون ما فرض الله عليهم من التثبت في امر الدين. كما هو مشاهد من حالتهم. والعالم الثقة من يعلم الاحكام الشرعية وبلغ في ذلك مبلغاً يعتمد علماء العصر بفتواه وكان متيقظاً غير غافل عن عرف اهل زمانه وتفقه على استاذ ماهر.

ع۔ اما الخبر التلغرافي فغير معتبر لانه لا يمكن معرفة المخبر فيه ولا ان يعلم ان الذي اظهر نفسه مرسلاً هو هو فاذا لم يعلم شخص المرسل فكيف بعدالته وفسقه، والخبر المقبول يجب ان لا يكون من الفاسق وكذلك الخبر المكتوب في الجرائد فان مدير الجرائد كثيراً ما يحتاج الى تصحيح الاغلاط الشائعة ومعرفته ايضاً ليست بسهلة الحصول ههنا حتى يجزم بعدالته ولكن لو كثرت الاخبار التلغرافية او اتت الجرائد المختلفة واطمئن اليها القلب وحصل الظن بصدقها فحينئذ يجوز الحكم بها وتكون في حكم الاستفاضة والعدالة ليست بمشروطة فيها حتى يحتاج الى معرفة المخبر۔

واما العمل بالخط وخبر الراديو[1] والتلفون ففي موضع تكون الشهادة شرطاً فيه فغير صحيح لان الشهادة يجب ان يكون بحضور القاضي بلا حائل كاشفاً عن وجهه كما هو مصرح في موضعه۔ واما المواقع التي يكفي فيها مجرد الاخبار بدون الشهادة فالعمل بالمذكور جائز صحيح في المعاملات والديانات كلها بشرط

---

[1] المراد منه نفس الخبر لا نشر حكم الحاكم كما سيأتي۔

معرفۃ خط الکاتب وعدالتہ فی الخط. وصوت المخبر وعدالتہ فی خبر الراڈیو والتلفون. والدلیل علیہ ما فی الدر المختار ولا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان ویلحق بہ البراءات ودفتر بیاع وصراف وسمسار وجوزہ محمد لراو وقاض وشاہد ان تیقن بہ وبہ یفتی. قال الشامی (ان تیقن بہ) ای بانہ خط من یروی عنہ فی الاول وبانہ خط نفسہ فی الاخیرین (قیل وبہ یفتی) قال فی خزانۃ الاکمل اجاز ابویوسف ومحمد العمل بالخط فی الشاہد والقاضی والراوی اذا رای خطہ ولم یتذکر الحادثۃ قال فی العیون والفتوی علی قولہما اذا تیقن انہ خطہ سواء کان فی القضاء او الروایۃ او الشہادۃ علی الصک وان لم یکن الصک فی ید الشاہد لان الغلط نادر واثر التغییر یمکن الاطلاع علیہ وقلما یشتبہ الخط من کل وجہ فاذا تیقن جاز الاعتماد علیہ توسعۃ علی الناس صفحہ ۳۹۳ ج۴. وقال الشامی تحت قول الدر (ودفتر بیاع وصراف وسمسار) فقد قال فی الفتح من الشہادات ان خط السمسار والصراف حجۃ للعرف الجاری بہ قال البیری ہذا الذی فی غالب الکتب حتی المجتبی فقال فی الاقرار واما خط البیاع والصراف والسمسار فہو حجۃ وان لم یکن مصدرا معنونا یعرف ظاہرا بین الناس وکذلک ما یکتب الناس فیما بینہم یجب ان یکون حجۃ للعرف الخ صفحہ ۳۹۲ ج۴ ۔

واعلم ان نقل الحدیث وروایتہ من الدین وہو بالکتابۃ والرسالۃ جائز باجماع المحدثین ویقال لہذا التحمل المکاتبۃ فی عرفہم. قال فی مقدمۃ فتح الملہم صفحہ ۷۶ ومن اقسام التحمل المکاتبۃ بان یکتب مثلا حدثنی فلان فاذا بلغک کتابی ہذا فحدث بہ عنی بہذا الاسناد (قال ابن الہمام) وہما ای الکتابۃ والرسالۃ کالخطاب شرعا لتبلیغہ علیہ الصلوۃ والسلام بہما وعرفا ویکفی معرفۃ خط الکاتب وظن صدق الرسول فی حل روایۃ المکتوب الیہ والمرسل الیہ عن الکاتب والمرسل کما علیہ عامۃ اہل الحدیث فاذا جاز الاعتماد علی الخط فی روایۃ الحدیث مع ان تاکد الصدق فیہ مطلوب شرعا فوق ما یکون فی خبر رؤیۃ ہلال الصوم بدلیل ان ثبوت الصوم یکفی فیہ خبر مستور الحال علی القول المصحح کما مر سابقا وفی نقل الحدیث المذہب الصحیح ان خبر المستور لیس بمقبول اصلا. قال صاحب الکشف شارحا لما قال الامام فخر الاسلام خبر الفاسق فی الدین ای نقلہ للحدیث غیر مقبول اصلا سواء وقع فی قلب السامع صدقہ ام لا. نقلا من مقدمۃ فتح الملہم صفحہ ۱۴. ثم قال فی صفحہ ۱۵.

قال فی التحریر و شرحہ ومثلہ (ای الفاسق) المستور وھو من لم تعرف عدالتہ ولا فسقہ فی القول الصحیح فلا یکون خبرہ حجۃ حتی تظھر عدالتہ انتہی فکیف لا یجوز العمل بالخط فی ثبوت الصوم بالشرط المزبور وعلی ھذا القیاس خبر الرادیو والتلفون ۔

۳:- والبلدۃ التی لا والی فیہا ولا حاکم او کان ولا یحکم بحکم الشرع ولا یبالی بہ کما ھو مشاہد فی زماننا ۔ فالعالم الثقۃ الذی یعتمدہ المسلمون ھناک بمنزلۃ القاضی قال الشامی وفی الفتح اذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منہ کما ھو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیہم الکفار کقرطبۃ الآن یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منہم انتہی شامی صفحہ ج ۲ ۔ فما لم یکن نظم المملکۃ بحسب قانون الشرع فی مسئلۃ رؤیۃ الھلال یؤخذ بقول عالم ثقۃ معتمد مرجع للعامۃ فی عامۃ المسائل ۔ قال مولانا عبد الحی اللکھنوی فی عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ والعالم الثقۃ فی بلدۃ لا حاکم فیہا قائم مقامہ صفحہ ۳۰۹ ج ۱ ۔

۴:- اذا ثبت الصوم او الفطر عند حاکم تحت قواعد الشرع بفتوی العلماء او عند واحد او جماعۃ من العلماء الثقات ولاہم رئیس المملکۃ امر رؤیۃ الھلال وحکموا بالصوم او الفطر ونشروا حکمہم ھذا فی ریڈیو یلزم علی من سمعہا من المسلمین العمل بہ فی حدود ولایتہم

واما فیما وراء حدود ولایتہم فلا بد من الثبوت عند حاکم تلک الولایۃ بشہادۃ شاہدین علی الرؤیۃ او علی الشہادۃ او علی حکم الحاکم او جاء الخبر مستفیضاً لان حکم الحاکم نافذ فی ولایتہ دون ما وراءھا ۔ ولہذا وجب العمل علی اہل الرساتیق الملحقۃ بالمصر اذا بلغ الیہم خبر ثبوت الشہر فی المصر بطریق موثوق کان بلغہم نداء مناد من قبل الحکمۃ او جاء الیہم رجل عدل حتی لو سمعوا صوت المدافع او ضرب الطبول وغیر ذلک من الامارات الموجبۃ لغلبۃ الظن لزمہم العمل فی الصوم والفطر بخبر الرادیو لان حکم الحاکم لا یکون اقل من عند الامارات بحال وھو فی الحقیقۃ نداء مناد من جانب الحاکم وھو معتبر ولما لم یکن فی الزمان السابق ایجاد مثل الرادیو لیکون وسیلۃ الی وصول حکم الحاکم فی ولایتہ اقتصروا فی بیان ھذہ المسئلۃ علی الذرائع التی قد کانت عندہم حتی قال العلامۃ الشامی فی منحۃ الخالق علی البحر الرائق ما نصہ لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاہرۃ الدالۃ

علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا. والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائباً عن اهل المصر کاهل القری ونحوها کما یجب العمل بها علی اهل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شهادة الشهود. وقد ذکر هذا الفرع الشافعیة فصرح ابن حجر فی التحفة انه یثبت بالامارة الظاهرة الدالة التی لا تتخلف عادة کرؤیة القنادیل المعلقة بالمنائر قال ومخالفة جمع فی ذلک غیر صحیحة. صفحہ ۲۷۰ علی حاشیة البحر الرائق کتاب الصوم.

وقال رحمه الله فی رد المحتار علی الدر المختار قلت والظاهر انه یلزم اهل القری الصوم بسماع المدافع او رؤیة القنادیل من المصر لانه علامة ظاهرة تفید غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل کما صرحوا به واحتمال کون ذلک لغیر رمضان بعید اذ لا یفعل مثل ذلک عادة فی لیلة الشک الا لثبوت رمضان. (کتاب الصوم من رد المحتار)

ولا یختلج فی قلبک ان عبارة رد المحتار صریحة فی الصوم فیختص هذا الحکم لان العلة التی علل هذا الحکم بها هی غلبة الظن وغلبة الظن هی التی علیها مدار الحکم کما قال صاحب الدر وقبل بلا علة جمع عظیم یقع العلم الشرعی وهو غلبة الظن بخبرهم وایضاً قال العلامة الشامی فی باب القضاء والکفارة انه لو افطر اهل الرستاق بصوت الطبل یوم الثلثین ظانین انه یوم العید وهو لغیره لم یکفروا. وانت تعلم ان سقوط الکفارة یکون بعذر غلبة الظن بالعید فی هذا المقام لا بالشک فقط. قال صاحب الدر او تسحر او افطر یظن الیوم ای الوقت الذی اکل فیه لیلاً والحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب لف ونشر ویکفی الشک فی الاول دون الثانی عملاً بالاصل فیهما. وقال الشامی نقلاً عن الفتح ان المختار لزوم الکفارة عند الشک لان الثابت حال غلبة الظن بالغروب شبهة الاباحة لا حقیقتها ففی حال الشک دون ذلک وهو شبهة الشبهة وهی لا تسقط العقوبات صفحہ ۱۲۳ الخ. وقال فی بحث سقوط الکفارات صفحہ ۱۱۵ ج ۲ تتمة فی تعبیر المصنف کغیره بالظن اشارة الی جواز التسحر والافطار بالتحری.

فخلاصة هذه العبارات ان سقوط الکفارة من اهل الرستاق الذین افطروا بصوت الطبل ظانین انه یوم العید وهو لغیره انما یکون بغلبة ظنهم بالعید لا بالشک فقط. فعلم من هذا ان صوت الطبل وکذلک الامارات الاخر تفید غلبة الظن وغلبة الظن هی الحجة فی الفطر ایضاً. کما علمت تخصیص هذه الامارات بالصوم مع

افادتها غلبة الظن تخصیص بلا دلیل وایقاع الناس فی الحرج فانہ لا یتیسر لکل واحد وجود الشہادۃ عندہ علی الرؤیۃ او علی الشہادۃ او علی حکم الحاکم ولا یمکن للحاکم ان یبعث فی اطراف ولایتہ لتنفیذ حکمہ العام شاہدین یشہدان علی حکمہ فان لم یعتبر ہذہ الامارات او نداء المنادی من المحکمۃ ومنہ خبر الرادیو لادّی ذلک الی حرج عظیم وتخطیۃ عبارات الفقہاء وایضاً قال مولانا عبد الحی المرحوم اللکھنوی فی جواب مثل ہذا السوال فی اللغۃ الاردیۃ ما ترجمتہ ان الافطار (بہذہ الامارات) یصح لان صوت المدافع بحسب العادۃ الشائعۃ یوجب غلبۃ الظن بالعید وغلبۃ الظن یکفی للعمل و لہذا یلزم الصوم بہذہ العلامات کما فی رد المحتار۔ قلت والظاہر انہ یلزم اہل القری الخ من مجموعۃ الفتاوی۔ ولا نظن ان الناشر والمخبر بالرادیو مستور الحال بل الغالب انہ یکون فاسقاً کما ہو المشاہد فی ارباب الحکومت فکیف یکون خبرہ معتبراً لان ناشر حکم القاضی لا یشترط فیہ العدالۃ فیجوز ان یکون المعلن والمنادی والناشر لحکم القاضی والوالی فاسقاً و یجب علی الناس اطاعتہ اعلانہ ونداءہ قال العلامۃ الشامی صفحہ ۱۱۵/۲۷ وقد یقال ان المدافع فی زماننا یفید غلبۃ الظن وان کان ضاربہ فاسقاً لان العادۃ ان الموقت یذہب الی دار الحکم آخر النہار فیعین لہ وقت ضربہ ویعینہ ایضاً للوزیر وغیرہ واذا ضربہ یکون ذالک بمراقبۃ الوزیر واعوانہ للوقت المعین فیغلب علی الظن بہذہ القرائن عدم الخطاء وعدم قصد الافساد والا لزم تاثیم الناس وایجاب قضاء الشہر بتمامہ علیہم فان غالبہم یفطر بمجرد سماع المدافع من غیر تحرٍّ ولا غلبۃ ظن۔ وہذہ العبارۃ وان کانت مسوقۃ للافطار الیومی لکن تدل علی ان الفاسق اذا کان ناشراً او منادیاً لحکم الحاکم وعاملاً بامرہ فیفید خبرہ غلبۃ الظن۔ وغلبۃ الظن ہی الموجبۃ للعمل فی الافطار الیومی والعید کلیہما کما علمت ومن ادعی الفرق فعلیہ البیان۔

۵۔ واعلم ان اختلاف المطالع واقع محسوس لا ینکرہ من لہ ادنی تعلق بعلم الہیئۃ کما قال العلامۃ الشامی فی رسالۃ تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ہلال رمضان ما نصہ۔ اعلم ان المطالع تختلف باختلاف الاقطار والبلدان فقد یری الہلال فی بلد دون آخر کما ان مطالع الشمس تختلف فان الشمس قد تطلع ببلد ویکون اللیل باقیاً فی بلد آخر وذلک مبرہن علیہ فی کتب الہیئۃ وہو واقع مشاہد اھ۔ لکن مع ذلک نفی اعتبارہ فی الصوم والفطر اختلافٌ

قال المحقق الشیخ کمال الدین بن الہمامؒ فی فتح القدیر واذا ثبت فی مصر لزم سائر الناس فیلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب فی ظاہر المذہب وقیل یختلف باختلاف المطالع لان السبب الشہر وانعقادہ فی حق قوم لرؤیۃ لایستلزم انعقادہ فی حق آخرین مع اختلاف المطالع الخ وقال ابن عابدین فی ھذہ الرسالۃ لکن المعتمد الراجح عندنا انہ لا اعتبار بہ وھو ظاہر الروایۃ وعلیہ المتون کالکنز وغیرہ وہو الصحیح عند الحنابلۃ کما فی الانصاف وکذا ہو مذہب المالکیۃ انتہی۔ فعلم ان ظاہر مذہب الاحناف ومذہب المالکیۃ والحنابلۃ ہو عدم الاعتبار واما مذہب الشافعیۃ فالمعتمد عندہم ہو الاعتبار علی ما صححہ النووی فی المنہاج۔

وقال العلامۃ ابن عابدین فی رسالتہ ھذہ نقلاً عن فتح القدیر والاخذ بظاہر المذہب احوط قال فی التتارخانیۃ وعلیہ فتوی الفقیہ ابی اللیث وبہ کان یفتی الامام الحلوانی وکان یقول لو رآہ اہل المغرب یجب الصوم علی اہل المشرق انتہی وفی الخلاصۃ وہو ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی صفحہ ۲۵۲ مجموعہ رسائل ابن عابدین. قال الحافظ ابن حجر فی الفتح (فلا تصوموا حتی تروہ الحدیث). لیس المراد تعلیق الصوم بالرؤیۃ فی حق کل احد بل المراد بذلک رؤیۃ بعضہم (الی ان قال). وقد تمسک بتعلیق الصوم بالرؤیۃ من ذہب الی الزام اہل البلد برؤیۃ اہل بلاد غیرہا۔ ومن لم یذہب الی ذلک قال لان قولہ علیہ السلام حتی تروہ خطاب لاناس مخصوصین فلا یلزم غیرہم ولکنہ مصروف عن ظاہرہ فلا یتوقف الحال عن رؤیۃ کل واحد فلا یتقید بالبلد (انتہی) فتح الباری صفحہ ۹۸/ج ۴۔ وقال العلامۃ الشوکانی فی نیل الاوطار ج ۴ صفحہ والذی ینبغی اعتمادہ ہو ما ذہب الیہ المالکیۃ وجماعۃ من الزیدیۃ واختارہ المہدی منہم وحکاہ القرطبی عن شیوخہ انہ اذا رأہ اہل بلد لزم اہل البلاد کلہا ولا یلتفت الی ما قالہ ابن عبد اللہ من ان ہذا القول خلاف الاجماع۔ قال لانہم قد اجمعوا علی انہ لا تراعی الرؤیۃ فیما بعد من البلدان کخراسان والاندلس وذلک لان الاجماع لا یتم والمخالف مثل ھؤلاء الجماعۃ (انتہی)

وقال الشامی فی رد المحتار وظاہر الروایۃ الثانی (عدم الاعتبار) وہو المعتمد عندنا. و عند المالکیۃ والحنابلۃ لتعلق الخطاب عاما بمطلق الرؤیۃ فی حدیث صوموا لرؤیتہ بخلاف اوقات

الصلوة انتهى -

۶:- اذا ثبت الفطر او الصوم فى بلدة عند حاكمها او عالم ثقة قائم مقامه وحكم والزم اهل البلدة حكمه فانتقل هذا الخبر الى بلدة أخرى فلا يخلوا اما ان تكون فى حدود ولايته او لا. فعلى الاول يلزم اهلها العمل بهذا الخبر اذا كان موجباً لغلبة الظن لان الشهادة هنا ليست بشرط كما علمت فى جواب السوال الرابع بالتفصيل وعلى الثانى فلا يجوز العمل بهذا الخبر ولا الحكم العام لقاضى هذه البلدة حتى يشهد عنده شاهدان على الشهادة بالطريق المعروف فى تحصيل الشهادة او على حكم حاكم البلدة. الاولى قال فى فتح القدير ثم انما يلزم متأخرى الرؤية اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب حتى لو شهد جماعة ان اهل بلد كذا رأوا هلال رمضان قبلكم بيوم فصاموا وهذا اليوم ثلثون بحسابهم ولم يرو هؤلاء الهلال لايباح فطر غد ولا تترك التراويح هذه الليلة لان هذه الجماعة لم يشهدوا بالرؤية ولا على شهادة غيرهم وانما حكوا رؤية غيرهم ولو شهدوا ان قاضى بلدة كذا شهد عنده اثنان برؤية الهلال فى ليلة كذا وقضى بشهادتهما جاز لهذا القاضى ان يحكم بشهادتهما لان قضاء القاضى حجة وقد شهدوا به انتهى. فتبين ان نفس الحكاية لاتكفى ههنا مالم يكن خبراً مستفيضاً كما سيأتى.

۷:- مما يوجب العمل استفاضة الخبر من بلد الى بلد ففى صورة الاستفاضة يكفى الحكاية ولا يشترط على المخبرين فيها ان يشهدوا على الشهادة او على حكم الحاكم.

قال العلامة الشامى فى رسالته تنبيه الغافل والوسنان بعد نقل العبارة المذكورة فى الجواب السادس من الفتح ما نصه. قلت لكن قال فى الذخيرة البرهانية ما نصه قال شمس الائمة الحلوانى رحمه الله الصحيح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فيما بين اهل البلدة الاخرى يلزمهم حكم هذه البلدة (انتهى) ونقل مثله الشيخ حسن الشرنبلالى فى حاشية الدرر عن المغنى وعزاه فى الدر المختار الى المجتبى وغيره مع ان هذه الاستفاضة ليس فيها حكم ولا شهادة. لكن لما كانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لان المراد بها بلدة فيها حاكم شرعى كما هو العادة فى

البلاد الاسلامیة فلا بد ان یکون صومہم مبنیاً علی حکم حاکمہم الشرعی فکانت تلک الاستفاضة بمعنی نقل الحکم المذکور وہی اقوی من الشہادة بان اہل تلک البلدة رأوا الہلال یوم کذا وصاموا یوم کذا. فانہا مجرد شہادة لا تفید الیقین فلذا لم تقبل، الا اذا شہدت علی الحکم او علی شہادة غیرہم لتکون شہادة معتبرة شرعاً والا فہی مجرد اخبار. واما الاستفاضة فانہا تفید الیقین کما قلنا. ولذا قالوا اذا استفاض وتحقق الخ فلا ینافی ما تقدم عن فتح القدیر ولو سلم وجود المنافاة فالعمل علی ما صرحوا بتصحیحہ الامام الحلوانی من اجل مشائخ المذہب وقد صرح بانہ الصحیح من مذہب اصحابنا وکتبت فیما علقتہ علی البحر ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردین من تلک البلدة الی البلدة الاخری لا مجرد الاستفاضة لانہا قد تکون مبنیة علی اخبار رجل واحد فیشیع الخبر عنہ ولا شک ان ہذا لا یکفی بدلیل قولہم اذا استفاض وتحقق الخبر فان التحقق لا یکون الا بما ذکرنا. واللہ تعالی اعلم (انتہی)

فانظر فی ہذہ العبارة بنظر عمیق یظہر لک ان العلامة الشامی استدرک اولاً علی ما فی الفتح من عدم الکفایة بشہادة جماعة علی طریق الحکایة واورد قول شمس الائمة الحلوانی وغیرہ من الفقہاء دلیلاً علی ان الاستفاضة لیس فیہا نقل الحکم ولا الشہادة ثم وفق بین ما فی الفتح وقول شمس الائمة بان الاستفاضة وان کانت فی الحقیقة بطریق الحکایة لا تکون فیہا شہادة علی الشہادة ولا علی الحکم لکن لما کان صوم تلک البلدة مبنیاً علی حکم الحاکم اذ ہی العادة فی البلاد الاسلامیة فہذہ الحکایة بمعنی نقل حکم الحاکم فلا منافاة فوضح کل الوضوح ان نقل الحکم حقیقةً لیس بشرط فی الاستفاضة عند احد ثم قال رحمہ اللہ ولو سلم وجود المنافاة بین القولین. ولم یوجد فی الاستفاضة نقل الحکم حقیقةً ولا حکماً. اوکان مراد صاحب الفتح نقل الحکم حقیقةً فالعمل بما قال شمس الائمة الحلوانی فانہ ہو الصحیح من مذہب اصحابنا. ثم قال رحمہ اللہ انہ ان جاء واحد من البلدة الاولی و شاع خبرہ فی ہذہ البلدة فلیس ہذا من الاستفاضة فی شیء بل یشترط ان تأتی جماعة من بلدة الرؤیة فتکون استفاضة موجبة للعمل ـ

ثم انسلم ان الاستفاضة لیست بخبر متواتر بل ہی من اخبار الآحاد کما قال فی نخبة الفکر

والثانی وہو اول اقسام الآحاد ماله طرق محصورة باکثر من اثنین وہو المشہور عند المحدثین سمی بذلک لوضوحه وہو المستفیض علی رأی جماعة من ائمة الفقہاء انتہی۔ وقال صدر الشریعة فی التوضیح (ویفید) الثانی (ای المشہور) علم طمانینة وہو علم تطمئن به النفس وتظنه یقیناً لکن لو تامل حق التامل علم انه لیس بیقین۔

وقال العلامة التفتازانی فی التلویح فی شرح ہذہ العبارة فالطمانینة رجحان جانب الظن بحیث یکاد یدخل فی حد الیقین انتہی فعلم من ہذا ان ما قال الشامی فی توفیق کلامی ابن الہمام وشمس الائمة ما نصه واما الاستفاضة فانہا تفید الیقین۔ فالمراد منه الطمانینة المستفاد بالخبر المستفیض المشہور لا الیقین بمعنی الاعتقاد الجازم الراسخ المستفاد من المتواتر لان بین المستفیض والمتواتر فرقاً بیناً فان المستفیض من الاحاد کما علمت۔ ولہذا قال الشامی فی ضمن ذلک التوفیق۔ ان الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر ولم یقل ہی عین المتواتر۔ ویؤید ہذا ان صاحب الدر المختار صرح فی تفسیر الجمع العظیم بانه ہو الذی یقع العلم الشرعی ای غلبة الظن بخبرہم۔ وقال الشامی فی شرح ہذا المقام بالصراحة انه لیس المراد ہنا بالجمع۔ ما یکون خبرہم یفید الیقین کالمتواتر۔ فاذا علمت ان الخبر المستفیض من الاحاد ولیس من التواتر۔ فاعلم ان المستفیض یشترط فیه ان یکون رواته ثلثة فصاعداً کما مر من نخبة الفکر بالصراحة ویفہم من کلام المفتی عزیز الرحمن الدیوبندی الذی صوبه وصححه استاذ الاستاذ شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہما ما نصه وہو الصواب (ای عدم الاعتبار بالخبر التلغرافی) فی الصورة المسئولة الا ان یحصل غلبة الظن بالاخبار الکثیرة فحینئذ یجوز العمل به ولا یجب۔ وعدم اکتفاء الواحد والاثنین اظہر وہکذا احال الکتاب آه الماخوذ من البیان الکافی فی الخبر التلغرافی فما قال بعض الفقہاء کما قال الشامی نقلاً عن الرحمتی معنی الاستفاضة ان تاتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منہم یخبر عن اہل تلک البلدة الخ صفحه ۱۰۲ شامی ج ۲۔ محمول علی زیادة التاکد لا انه شرط جواز العمل۔ ولو سلم ان لفظة جماعات متعددون ہی المنظور الیہا ہنا فنقول ان لفظ الجماعة فی اللغة والشرع یطلق علی اثنین فصاعداً۔ فاذا صارت بصیغة الجمع واقله ثلث فلفظة جماعات تصدق علی ستة من المخبرین کما لا یخفی۔ فالاستفاضة تتحقق بالستة ویؤید ذلک

مافی البیان الکافی فی الخبر التلغرافی من جواب المفتی الاعظم بالدیار الهندیۃ مولانا محمد کفایت اللہ وصوبہ ایضاً حضرۃ شیخ الھند قدس سرھما بالنص. واما اذا تعددت وزادت علی الحجۃ وتیقن المرسل الیہ انہا بخط المرسل نفسہ الی ان قال ینبغی ان یعتمد علیہا لکن الذی تطمئن الیہ النفس ھو ان لایقدر لہا عدد معین بل کلما حصل للحاکم او عالم ثقۃ الطمانینۃ جاز لہ الحکم بہا.

ومما ینبغی ان یعلم ان الاستفاضۃ لایشترط فیہا ان یتباین اماکن المخبرین بل یکفی فیہا ان تأتی جماعۃ من بلدۃ واحدۃ رأی فیہا الہلال فانہ لایشترط ہذا فی الخبر المتواتر فکیف فی الاستفاضۃ وہی دونہ.

قال صدر الشریعۃ فی التوضیح فی بیان المتواتر ان یکون رواتہ فی کل عہد قوماً لایحصی عددھم ولایمکن تواطؤھم علی الکذب لکثرتہم وعدالتہم وتباین اماکنہم انتہی۔ فقال فی شرحہ العلامۃ فی التلویح واما ذکر العدالۃ وتباین الاماکن فتاکید لعدم تواطؤھم علی الکذب ولیس بشرط فی التواتر۔ وایضاً تفہم ہذا من عبارۃ شمس الائمۃ الحلوانی التی نقلہا الشامی کما مر ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین البلدۃ الاخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ. وکذا عبارۃ الرحمتی ان تأتی من تلک البلدۃ الخ فان ھذہ وتلک من اسماء الاشارۃ والموضوع لہ فیہما خاص کما ہو مبین فی موضعہ.

۵:۔ ان حکم الحاکم او نائبہ من العلماء الثقات بالصوم بقول واحد او بخط. وصام الناس ثلثین یوماً فان کان فی السماء علۃ جاز الفطر بالاتفاق وان کانت السماء مصحیۃ فعند الشیخین لایجوز الافطار. وعند محمد یجوز۔ قال الشامی ج ۲ صفحہ ۱۰۲ (عن الذخیرۃ ان غم ھلال الفطر حل اتفاقاً) استدراک علی ما ذکرہ المصنف من ان خلاف محمد فیما اذا غم ہلال الفطر بان المصرح فی الذخیرۃ وکذا فی المعراج عن المجتبیٰ ان حل الفطر ہنا محل وفاق وانما الخلاف فیما اذا لم یغم ولم یر الہلال فعندھما لایحل الفطر وعند محمد یحل کما قالہ شمس الائمۃ الحلوانی وحررہ الشرنبلالی فی الامداد. قال فی غایۃ البیان وجہ قول محمد وہو الاصح ان الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداً بل بناءً وتبعاً وکم من شیئ یثبت ضمناً ولایثبت قصداً صفحہ ۱۰۳۔ فالاحتیاط فی الصحو بالعمل علی قول الشیخین. واما فی الغیم ونحوہ فیجاز الفطر فان ثبوت الفطر وان لم یکن بدون شہادۃ

شاہدین لا زید غل تحت الحکم لکن ہنا لما کان الثبوت ضمناً فیکفی فیہ قول الواحد. کما قال العلامۃ الشامی تحت قول الدر دیثبت دخول الشہر ضمناً ونظیرہ ما سنذکرہ فیما لو تم عدد رمضان ولم یر ہلال الفطر للعلۃ یحل الفطر وان ثبت رمضان بشہادۃ واحد لثبوت الفطر تبعاً و ان کان لا یثبت قصداً الا بالعدد والعدالۃ ہذا ما ظہر لی انتہی۔

۹۔ خبر الفاسق غیر مقبول فی الصوم والفطر حتے یجب علی القاضی ان لا یقبلہ وان حکم بہ اثم۔ لکن مع ذلک لو قبلہ وحکم بہ نفذ حکمہ۔ ولزم سائر المسلمین العمل بہ۔ قال فی الفتاوی الہندیۃ ولو شہد فاسق وقبلہا الامام وامر الناس بالصوم فافطر ہو وواحد من اہل بلدہ قال عامۃ المشائخ تلزمہ الکفارۃ کذا فی الخلاصۃ۔ ج ۱ باب رؤیۃ الہلال۔ من کتاب الصوم۔ وفی الدر المختار وہل لہ ان یشہد مع علمہ بفسقہ۔ قال البزازی نعم لان القاضی ربما قبلہ (انتہی)

وقال مولانا عبد الحی المرحوم اللکھنوی فی رسائل الارکان ونحن نقول ان شرط العدالۃ فی امثال ہذا فی زماننا یخل باکثر الاحکام لا سیما فی الصیام فالاحری ان یفتی بما عن الامام ابی یوسف ان الشاہد اذا کان ذا مروۃ بحیث یغلب علی الظن صدقہ یقبل قولہ لئلا یختل امر الصائم (انتہی) وقال المفتی عزیز الرحمن الدیوبندی رحمۃ اللہ فی فتاواہ فی جواب ہذا السوال ما ترجمتہ۔ ان تحققت قرائن صدق الشاہد عند القاضی فیسع لہ قبول شہادتہ جاز لہ ان یحکم بہ الحکم العام انتہی۔ فتبین من ہذہ العبارات ان القاضی وجب علیہ الاحتیاط البالغ لکن بعد قبول قول الفاسق لا یجوز للمسلمین ان یخالفوا امرہ۔ ولیفرقوا علی الناس شملہم۔ فان من حکم بہذا الحکم ہو ضامن لما حکم۔ ومسئول عما التزم۔

واللہ اعلم۔

ہذا ما تیسر لی فی الجواب بتوفیق ملہم الصواب والیہ المرجع والمآب۔ اللہم تقبل منی انک انت السمیع العلیم۔

بابُ الاعتکاف

اعتکافِ مسنون کو توڑ دے تو قضاء کا حکم

ایک آدمی رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتا ہے۔ چار پانچ دن کے بعد اس مسجد سے اٹھ کر دو فرلانگ دور ایک اور مسجد میں وعظ و نصیحت کرنے کے لئے گیا۔ وہاں چار پانچ گھنٹے ٹھہرا رہا، راستہ میں باتیں بھی کیں، پھر اعتکاف والی مسجد میں آگیا تو کیا اس کا اعتکاف ہوا یا نہیں؟ اگر ٹوٹ گیا تو قضا لازم ہے یا نہیں؟

۲ : اگر اعتکاف بیٹھنے سے پہلے نیت کر لی جائے تو درست ہے یا نہیں؟

حافظ عبدالحکیم اندرون لسّی محبوب گیٹ جھنگ صدر

الجواب صورتِ مسئولہ میں ایک دن رات کے اعتکاف کی قضا کرنی چاہئے۔ کما فی الشامی فی باب الاعتکاف الحق ان قال امر علی خلاف غیر ابی یوسف فیقضی الیوم الذی افسده لاستقلال کل یوم بنفسه۔ ج ۲ ص ۱۴۱

۲ : صرف نیت کرنا کافی نہیں بلکہ زبان سے تصریح کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کے بعد اس کام کے لئے نکلنے کی اجازت ہے۔ اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

لو شرط (فیه ایماء الی عدم الاکتفاء بالنیة ابو السعود شامی) وقت النذر ان یخرج لعیادة مریض وصلوة جنازة وحضور مجلس علم جاز ذالک فلیحفظ۔ (شامی ج ۲، ص ۱۴۲)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح : خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نفل اعتکاف بیٹھنے کی نیت کیسے کرے؟

گرامی قدر جناب مفتی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اعتکاف کے بارے میں چند مسائل دریافت کرنے تھے مہربانی فرما کر جلد جواب سے نوازیں

۱۔ جب جماعتوں کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو جماعت والے کہتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرلیں جبکہ یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کتنی دیر بیٹھنا ہے۔ اور کب کسی ضرورت کے تحت مسجد سے نکلنا ہوگا۔ تو کیا اس طرح یہ اعتکاف شمار ہوگا؟

۲۔ عورت گھر میں اعتکاف بیٹھے تو وہ کتنی جگہ کو اعتکاف کی جگہ شمار کرے مثلاً پورا کمرہ یا پورا برآمدہ یا صحن وغیرہ اس سلسلہ میں کبھی تشفی نہیں ہوئی؟

۳۔ عورت کو نفل اعتکاف کے لئے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے؟

الجواب اس طرح اعتکاف درست ہے یہ نیت کرلیں کہ میں جب تک نہیں نکلوں گا اسوقت تک معتکف ہوں۔

ولیس لاقلہ تقدیر علی الظاہر حتی لو دخل المسجد ونوی الاعتکاف الی أن یخرج منہ صح ھکذا فی التبیین اھ (عالمگیری ص۲۱۱ ج۱)

۲۔ گھر کے کسی مناسب کشادہ حصہ کو اپنی نماز کی جگہ بنالے پھر اسی میں اعتکاف بیٹھ جائے اس جگہ سے نہ نکلے۔ ولو لم یکن فی بیتہا مسجد تجعل موضعاً منہ مسجداً فتعتکف فیہ اھ (عالمگیری ص۲۱۱ ج۱)

۳۔ خاوند سے اجازت لے کر اعتکاف بیٹھے۔ فیصح من المرأۃ والعبد باذن المولی والزوج ان کان لہا زوج کذا فی البدائع اھ (عالمگیری ص۲۱۱ ج۱)

فقط واللہ اعلم،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان

اعتکافِ واجب میں روزہ شرط ہے

مہینہ بھر کے اعتکاف کی منت مانی تھی تو ادائیگی شروع کی اور پورا مہینہ اعتکاف بیٹھا رہا۔ لیکن درحالتِ اعتکافِ منذور ایک دو روزے بلاقصد ٹوٹ گئے۔ تو کیا اعتکاف ادا ہوگیا یا دوبارہ ادا کرنا پڑے گا۔ جب کہ بعد میں وہ روزے قضاء رکھ لئے؟

الجواب اعتکافِ واجب کے لئے روزہ شرط ہے۔ کما فی الدر المختار وشرط الصوم لصحة الاول اتفاقاً اھ شامی (ج ۲ ص ۱۷۷)۔

پس صورتِ مسئولہ میں جس دن کا روزہ ٹوٹ گیا ہے اس دن کا اعتکاف بھی صحیح نہیں ہوا بلکہ اس روز کا اعتکاف فاسد ہوگیا۔ فسادِ اعتکاف کی صورت میں اگر غیر معین مہینے کی نذرِ اعتکاف مانی ہوئی تھی تو مہینہ بھر کا اعتکاف ازسرِنو کرنا ہوگا۔ صرف اتنے دن کے روزے قضاء کرلینا کافی نہیں۔ البتہ اگر نذر کسی معین مہینے کی مانی تھی مثلاً رجب وغیرہ کی تو صرف اتنے دن کا اعتکاف مع روزہ کے قضاء کرنا لازم ہوگا جتنے دن میں دورانِ اعتکاف روزہ نہیں رکھ سکا۔

قال فی الھندیۃ واذا فسد الاعتکاف الواجب وجب قضاءہ فان کان اعتکاف شہر بعینہ اذا افطر یوماً یقضی ذلک الیوم وان کان اعتکاف شہر بغیر عینہ یلزمہ الاستقبال۔ اھ (ج ۱ ص ۱۹۱)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲۳ / ۴ / ۱۳۸۷ھ

جنازہ کیلئے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہوجائے گا

۱: اعتکاف کی حالت میں داڑھی یا سر کو مہندی یا خضاب مسجد میں بیٹھ کر لگا سکتا ہے یا نہیں؟

۲: مہندی اتارنے اور غسل کے لئے مسجد سے باہر جاسکتا ہے یا نہیں؟

۳: کسی خاص عزیز مثلاً بیٹا یا باپ یا بھائی کے فوت ہوجانے کی صورت میں معتکف نمازِ جنازہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ۱: مسجد سے سر باہر نکال کر مہندی یا خضاب لگائے۔

۲: جائز نہیں اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔

۳: جنازہ پڑھنے کے لئے بھی معتکف مسجد سے باہر نہ جائے اور اگر گیا تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔

کما فی العالمگیریۃ ولو خرج لجنازۃ یفسد اعتکافہ وکذا لصلوتہا

ولو تعینت علیہ اھ (ج ۱، ص ۱۹۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ بندہ محمد اسحاق غفرلہ۔ ۱ رمضان ۱۳۸۴ھ

آخری عشرہ کا اعتکاف فاسد کر دیا تو ایک دن قضاء کرے

ایک شخص آخری عشرہ رمضان میں اعتکاف بیٹھا۔ بیماری کے عذر سے فاسد کر دیا، قضاء لازم ہوگی یا نہیں؟

الجواب والحاصل ان الوجہ یقتضی لزوم کل یوم شرع فیہ عندھما بناء علی لزوم صومہ بخلاف الباقی لان کل یوم بمنزلۃ شفع من النافلۃ الرباعیۃ وان کان المسنون ھو اعتکاف العشر بتمامہ اھ

(شامی ج ۲، ص ۱۸۰)

عبارت ہذا سے معلوم ہوا کہ طرفین کے نزدیک ایک دن رات کا اعتکاف قضاء کرے گا۔ اور اس دن روزہ بھی رکھے گا۔ آئندہ رمضان میں بھی قضاء درست ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ: ۴؍۱۲؍۱۳۹۴ھ

معتکف ہوئے زیر ناف صاف کرنے کیلئے مسجد سے نکل سکتا ہے یا نہیں

ایک آدمی اعتکاف واجب تین ماہ کے لئے بیٹھا ہے اگر وہ اتنے طویل عرصہ میں زیر ناف کے بال، بغل کے بال اور ناخن وغیرہ نہ کاٹے تو یہ جرم تو نہیں؟ اگر ہے تو اب وہ شخص کیا کرے؟

غلام مصطفیٰ: مرکزی مسجد اہل حدیث: جھنگ

الجواب روی مسلم عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقت لنا فی تقلیم الاظفار وقص الشارب ونتف الابط ان لا نترک اکثر من اربعین لیلۃ۔ نقلہ فی الشامیۃ وفی الدر المختار وکرہ ترکہ (ای تحریماً) وراء الاربعین اھ

(شامیۃ ج ۵، ص ۲۶۹)

حدیث ہذا اور فقہی جزئیہ سے معلوم ہوا کہ چالیس دن کے اندر اندر ناخن لینا اور بال وغیرہ بنانا ضروری ہے۔ پس بضرورت

شرعیہ لازمہ سے ہوا۔ اور ایسی ضرورت جو مسجد میں ادا نہ کی جاسکے اس کے لئے خروج جائز ہے۔ پس معتکف اگر موئے زیرِ ناف صاف کرنے کے لئے مسجد سے باہر آئے تو اجازت ہوگی۔ باقی ناخن اور دیگر بال وغیرہ مسجد کے اندر ہی صاف کئے جاسکتے ہیں۔ بال و ناخن کپڑے میں لپیٹ لے اور باہر پھینک دے۔ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ ان بالوں کی صفائی کے لئے مستقل طور پر نہ نکلے بلکہ جب پیشاب یا پاخانہ کے لئے نکلے تو اس کے ضمن میں موئے زیرِ ناف بھی صاف کرلے بلکہ اسی پر عمل کرے اور قصداً اس کے لئے نہ نکلے۔ کیونکہ صریح جزئیہ نہیں مل سکا۔ ضرورتِ طبعیہ کے لئے نکلنے کے بعد عیادت مریض کا جواز "بحر" ج ۲. میں بدائع سے منقول ہے اسی سے یہ حکم ماخوذ ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱ ۔ ۲ ۔ ۸ ۔ ۱۳۸۳ھ

چالیس دن اعتکاف کی نذر مانی تو لگاتار اعتکاف کرے

یہ واجب اعتکاف صرف ایصالِ ثواب کے لئے یعنی غیر مشروط ہے کسی نیت کی وجہ سے نہیں۔ الفاظ یہ تھے کہ اگلے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بغرضِ ثواب چالیس دن اعتکاف کروں گا اور پھر چالیس چالیس یوم کا بغرضِ ثواب فلاں فلاں کو۔ اب میں چاہتا ہوں کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہر ماہ کے درمیانی عشرہ میں گھر پر ہی اعتکاف کروں۔ کیا میں ایسا کرسکتا ہوں؟

الجواب مسجد میں چالیس روز لگاتار اعتکاف فرمائیں تفریق درست نہیں۔ مراقی میں ہے

"ولزمته الايام بنذر الليالى متتابعة وان لم يشترط التتابع فى ظاهر الرواية لان مبنى الاعتكاف على التتابع وتاثيره ان ما كان متفرقا فى نفسه لا يجب الوصل فيه الا بالتنصيص و ماكان متصل الاجزاء لايجوز تفريقه الا بالتنصيص (۳۸۵) و منه مالزم بنذر الاعتكاف وهو متتابع وان لم ينص عليه ص ۳۷۵ مراقى۔

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

معتکف کا محفلِ قرآن مجید میں جانا

ایک شخص نے پورے رمضان المبارک کے مہینے کے اعتکاف کی نیت کرلی، چند روز گزرنے کے بعد چند احباب نے اس شخص کو محفلِ قرآن مجید

میں شرکت کی دعوت دی ہے۔ اور وہ لوگ اس کی شرکت کو بہت ضروری سمجھتے ہیں بلکہ بعض احباب تو کہتے ہیں کہ اگر آپ نہ آئے تو اس سال محفل قرآن نہیں کرائیں گے۔ تو اب اگر وہ شخص اعتکاف کو توڑ دے تو قضاء تو یقیناً ہوگی لیکن قضاء بھی رمضان میں ضروری ہے یا غیر رمضان میں بھی ہو سکتی ہے؟

الجواب اگر یہ اعتکاف نفلی ہے یعنی نذر وغیرہ نہیں مانی تو اس کے قطع سے قضاء لازم نہیں ہوگی جس قدر ہوگیا وہ ہوگیا کیونکہ بر بنا بر روایت اصل ادنیٰ مدت اعتکاف ایک ساعت ہے اور اس کے لئے صوم بھی شرط نہیں۔ بخلاف اعتکاف واجب کے کہ اس کے قطع کر دینے سے قضاء لازم آتی ہے اور صوم بھی اس کیلئے شرط ہے۔

فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزمہ قضاءہ لانہ لا یشترط لہ الصوم علی الظاہر من المذہب وما فی بعض المعتبرات انہ یلزم بالشروع مفرع علی الضعیف فانہ المصنف وغیرہ۔ (تنویر مع الدر علی ہامش رد المحتار، ج ۲، ص ۱۳۱)۔

نذر مع تسمیہ تنجیز و تعلیق کی زبان سے صراحت نہ کی ہو۔ بصورت دیگر یہ واجب ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ

معتکف غسل تبرید کیلئے نہیں نکل سکتا

زید جو کہ معتکف ہے اپنے جسم کو ٹھنڈک پہنچانے کے لئے مسجد کے احاطہ میں غسل کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب مذکورہ غسل کے لئے معتکف کا نکلنا درست نہیں اور مسجد سے مراد چھت والا حصہ اور آگے کا وہ صحن ہے جہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔ معتکف کو غسل کے لئے ان حصوں سے نکلنا درست نہیں۔

"وحرم علیہ ای علی المعتکف الخروج الا لحاجۃ الانسان طبیعیۃ کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنہ الاغتسال فی المسجد اھ (شامی ج ۲، ص ۱۸۰)۔

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۷۔۹۔۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

معتکف نے بوقتِ نیت جنازہ وغیرہ کے لئے نکلنے کی تصریح کرلی تو نکلنا جائز ہے

زید رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا ہے کیا وہ دورانِ اعتکاف وعظ و تبلیغ کے لئے دوسری مسجد جا سکتا ہے جبکہ وہ بوقتِ اعتکاف نیت کرلے کہ میں ان کاموں کے لئے جاؤں گا ؟

حافظ عبدالحکیم لیلیٰ مجنوں گیسٹ جھنگ صدر

الجواب صرف نیت کرنا کافی نہیں بلکہ زبان سے تصریح کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد اس کام کے لئے نکلنے کی گنجائش ہے اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

" لو شرط (فیہ ایماء الی عدم الاکتفاء بالنیۃ ابو السعود شامی) وقت لنذر ان یخرج لعیادۃ مریض وصلوۃ جنازۃ وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ۔ (شامی ج ۲ ص ۱۸۴) ۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ

بحالتِ اعتکاف برائے غسل نکلنا

اعتکاف کی حالت میں معتکف کا غسل جنابت کے علاوہ غسل کے لئے مسجد سے باہر نکل کر غسل خانۂ مسجد یا حمام میں جانا جائز ہے کہ نہیں ؟

۲ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ سے زیادہ کتنے دن اعتکاف کیا ؟ اور کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل فرمانا بحالتِ اعتکاف ثابت ہے ؟ جواز و عدمِ جواز کی صورت میں احادیث و مستند کتب کا حوالہ لکھیں۔

۳ : زید کہتا ہے کہ معتکف کا مسجد سے باہر نکل کر غسل کرنا حمام میں جائز ہے، عمرو کہتا ہے کہ جائز نہیں۔ آیا کون سچا ہے ؟

از کریم الدین خان : مکان نمبر ا، گلی نمبر ۱۳ ، مجاہد آباد مغلپورہ لاہور

الجواب ۱ : غسل فرض کے علاوہ کسی اور غسل کے لئے معتکف کا مسجد سے نکلنا درست نہیں۔

" وحرم علیہ الخروج الا لحاجۃ الانسان طبیعیۃ کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنہ الاغتسال فی المسجد۔ (در مختار علی الشامیۃ ، ج ۲ ص ۱۸۰)۔

۲ : آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف پابندی سے کرتے تھے اور بیس دن کا اعتکاف بھی ثابت ہے۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یعتکف کل عام عشرا فاعتکف عشرین فی العام الذی قبض الحدیث (مشکوۃ ، ج ۱ ص ۱۸۳) ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۶/۱۲/ ۱۳۹۸ھ

معتکفہ کا درس دینے کیلئے اپنے کمرہ سے دوسرے کمرہ میں جانا

ایک عورت درس قرآن دینے کے لئے اعتکاف والے کمرے سے دوسرے کمرہ میں جاسکتی ہے یانہیں ؟

الجواب اگر اعتکاف بیٹھنے سے پہلے زبانی نیت کی تصریح کرلی جائے تو جانا جائز ہے ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادۃ المریض و صلوۃ الجنازۃ وحضور مجلس العلم یجوز لہ ذالک کذا فی التاتارخانیہ ۔ (عالمگیری کتاب الصوم) فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح : محمد شریف جالندھری مہتمم جامعہ ہذا | محمد انور عفا اللہ عنہ

معتکف پیشی پر حاضر ہوسکتا ہے یانہیں

میرا ارادہ اعتکاف مسنونہ کا ہے اور مجھ پر ایک معمولی ناجائز مقدمہ بنا ہوا ہے جس میں میری ضمانت ہوئی ہے ۔ مخالف نے میری ضمانت منسوخ کرانے کی درخواست دے رکھی ہے ۔ جس کی تاریخ عید سے دو روز قبل ہے جہاں حاضری بھی ضروری ہے ۔ صرف ایک گھنٹہ انشاء اللہ صرف ہوگا ۔ بہرحال کیا اعتکاف بیٹھنے کے بعد کچہری میں صرف تاریخ پیشی کے لئے حاضر ہوسکتا ہے کہ نہیں جب کہ اور کسی قسم کی حرکت نہ کرے اور شروع ہی سے اس حاضری کی نیت کرے ؟

الجواب ص۱۴۳ درمختار میں ہے ۔ اما النفل فلہ الخروج لانہ منہ لہ لامبطل کما مر ۔ شامی میں ہے ۔ قولہ اما النفل أی الشامل للسنۃ المؤکدۃ ۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ اعتکاف مسنون میں نکلنا اعتکاف کو باطل نہیں کرتا ہے ۔ اگر شروع میں ہی اس کی نیت تاریخ پر حاضری کی ہو تو اتنے ٹائم تک باہر جانا درست ہوگا ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی ۔

معتکف اخبار نہ پڑھے

کیا معتکف اخبار پڑھ سکتا ہے یانہیں ؟

الجواب اخبار میں تصاویر ہوتی ہیں لہذا اسے مسجد میں لانا جائز نہیں ہرگز مسجد میں نہ لایا جائے ۔ ویسے بھی اکثر اخبار میں فضولیات ہوتی ہیں اس لئے احتراز لازم ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ : ۳۰ / ۹ / ۱۳۹۴ھ

معتکف وضو اور غسل کیسے کرے

۱ : معتکف وضو کے لئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے یا نہیں؟
۲ : کیا معتکف کے مسجد میں باتیں کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جائیگا۔
۳ : کیا معتکف بوجہ گرمی غسل کیلئے مسجد سے نکل سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب ۱۔ وضو کے لئے مسجد سے باہر نہ جائے بلکہ مسجد کے کسی کونے میں اس طرح بیٹھ کر وضو کرے کہ وضو کا پانی مسجد سے باہر گرے۔ اور یہی حکم غسل بوجہ گرمی کا ہے۔

« وحرم عليه الخروج الا لحاجة الانسان طبيعية كبول وغائط وغسل لو احتلم ولا يمكنه الاغتسال في المسجد۔

(در مختار علی الشامیة - ج ۲ - ص - ۱۸۰) -

۲ : بے فائدہ باتوں سے اعتکاف میں کراہت آجاتی ہے۔ ویكره تحريما صمت وتكلم الا بخير اھ - (شامیة ، ص۱۸۵) - فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان - ۱۵ شوال ۱۴۰۲ھ

معتکف بلا ضرورت طبعیہ مسجد سے نہ نکلے

احقر نے « مسائل اعتکاف » کے نام سے ایک رسالہ مرتب کیا ہے اس میں آنجناب کی راہنمائی کا احقر بے انتہا محتاج ہے ۔ ایک استفتاء دار العلوم دیوبند بھی بھیجا تھا جس کی نقل منسلک ہے واضح رہے کہ آنجناب کی خدمت میں جو استفتاء مرسل ہے اس میں سوال نمبر۳ بدل دیا ہے دیوبند والے استفتاء میں سوال نمبر۳ کچھ اور ہے ۔ یہ نیا سوال بعد میں ذہن میں آیا۔ قوی امید ہے کہ ان مسائل میں اس نالائق کی رہبری فرما کر ممنون فرما دیں گے ۔

۱ : رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنے والے معتکف کو بحالت اعتکاف خاص غسل جمعہ کے لئے مسجد سے نکلنا جائز ہے یا نہیں ؟

۲ : اگر خاص غسل جمعہ کی نیت سے نکلنا جائز نہ ہو تو اگر معتکف کسی طبعی ضرورت جیسے پیشاب و پاخانہ کی غرض سے نکلے اور فراغت کے بعد غسل جمعہ بھی کرتا چلا آئے تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

۳ : بصورت جواز اس غسل جمعہ میں جلدی جلدی صرف فرائض پہ اکتفاء کرنا ضروری ہے یا اطمینان

سے جملہ آداب وسنن کی رعایت کے ساتھ بھی غسل کرنے کی اجازت ہے ۔ (دار العلوم والے استفسار میں یہ سوال یوں ہے ۔ کہ اگر معتکف کو وضو کرنے کی ضرورت ہے ۔ اور وہ ہر مرتبہ یا جب چاہے بجائے وضوء کے غسل کر کے آجایا کرے ، تو آیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟)

۴ : اب رمضان المبارک موسم گرما میں آنے لگے ہیں جس کی بنار پر معتکفین کو تبرید کے غسل کی روزانہ کم از کم ایک بار ضرور حاجت ہوتی ہے ۔ ورنہ بدن میں پسینہ کی بدبو ، گرمی دانوں کی کثرت ہو جاتی ہے ۔ اور بعض معتکفین روزانہ کئی بار نہانے کے عادی ہوتے ہیں ان کو اور بھی تکلیف ہوتی ہے تو کیا ایسے حالات میں ٹھنڈک کی غرض سے نہانے کے لئے رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف کرنے والا مسجد سے نکل سکتا ہے اس کے لئے نکلنا جائز ہے یا نہیں ، اس سے اعتکاف فاسد تو نہیں ہوگا ؟

عبد الرؤف سکھروی معین مفتی دار العلوم کراچی نمبر ۱۴

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ :-

الجواب حامداً ومصلیاً ۔

۱ : غسل جمعہ نہ ضروریات طبعیہ میں سے ہے نہ مامورات شرعیہ میں سے ہے ۔ اس لئے معتکف اس کیلئے مسجد سے نہ نکلے ۔

۲ : صراحۃً تو یہ مسئلہ کتب فقہ میں نہیں دیکھا لیکن ضرورت طبعیہ کے لئے نکلنے کی صورت میں عیادت مریض وصلوٰۃ جنازہ وغیرہ امور کی اجازت ہے غسل جمعہ کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے ۔

۳ : جب گنجائش ہی تبعاً دی گئی ہے تو اس میں دیر نہیں کرنی چاہئے ۔ یہ غسل مسنون سنت کے مطابق کرے زوائد کو ترک کر دے ۔

۴ : غسل تبرید کے لئے بھی مستقل نہ نکلے ، ضرورت طبعیہ کے لئے نکلنا ہو تو بالتبع غسل تبرید بھی جلدی سے کرلے ہاں اگر گرمی کی وجہ سے دانے نکل آئیں اور بے چینی کی وجہ سے صبر دشوار ہو گیا تو پھر اس کے لئے نکلنا درست ہو جائے گا ۔ محض ٹھنڈک تو پنکھے وغیرہ سے مسجد میں بھی حاصل کی جاسکتی ہے ۔ اور پنکھے پر پانی ڈال کر ہوا کرنے سے مزید راحت ملتی ہے ۔ غرض جب تک مسجد میں رہتے ہوئے کام چل سکے باہر نہ نکلے ۔ اعتکاف میں بڑا مقصود مالوفات کا ترک بھی ہے ۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

۲۷ : ۲ : ۱۴۰۱ھ

الجواب ۱: جائز نہیں۔

۲ : ۳ : ۱- صراحۃً تو ملا نہیں البتہ اگر ضرورتِ طبعیہ کے لئے نکلے تو بعجلت غسل کر لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ جیسے کہ ایسے نکلنے والے کے لئے عیادتِ مریض یا نمازِ جنازہ کی اجازت ہے۔ البتہ مالکیہ کے نزدیک غسل جمعہ کے لئے نکلنا جائز ہے۔ کما فی الاوجز

۴ : غسلِ تبرید کے لئے اس تدبیر بالا سے بھی ٹھہرنے کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی۔ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے تولیہ بھگو کر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بدبو بھی پیدا نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳ / ۹ / ۱۴۰۱ھ

نوٹ : عیادتِ مریض کی مذکورہ بالا اجازت اس شرط سے مقید ہے کہ اس کے لئے ٹھہرے نہیں۔ بلکہ چلتے چلتے حال دریافت کر لے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے موقوفاً ومرفوعاً مروی ہے۔ کانت اذا اعتکفت لا تسئل عن المریض الا وھی تمشی ولا تقف (موطا امام مالک)۔ وقالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمر بالمریض وھو معتکف فیمر کما ھو ولا یعرج یسأل عنہ۔ (ابو داؤد)۔ باب المعتکف یعود المریض ص ۳۳۵

اس سے معلوم ہوا کہ حاجتِ طبعیہ کے لئے نکلنے کے بعد بھی اپنے راستے سے ہٹ کر بقصدِ عیادت نہ جائے۔ بس راستے میں مل جائے تو عیادت کر لے۔ نمازِ جنازہ کے لئے بھی مالکیہ کے ہاں یہی شرط لکھی ہے کہ راستے میں بلا انتظار جنازہ کی نماز میں شامل ہو جائے تو گنجائش ہے۔ (اوجز) حنفیہ کے ہاں بھی یہ تفصیل ملحوظ رکھنی چاہیئے۔

پیسے دے کر اعتکاف بٹھانا :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ محلہ کی مسجد میں کوئی آدمی اعتکاف میں نہ بیٹھا ایک باہر کا غیر متعلقہ آدمی تھا مسجد کے متعلقہ آدمیوں نے یہ کہہ کر اس کو اعتکاف میں بٹھا دیا کہ ہم تیری خدمت کریں گے۔ چنانچہ وہ بیٹھ گیا اور مدتِ اعتکاف کے مکمل ہونے پر اس کو ایک صد روپے بطورِ خدمت دیدیئے اب سوال یہ ہے کہ اس غیر متعلقہ آدمی کا اعتکاف محلہ والوں کی طرف سے کفایت کر جائے گا۔ نیز اس کو جو رقم بطورِ خدمت دی گئی وہ مسجد کے فنڈ سے دی گئی ہے کیا یہ درست ہے۔ نیز یہ واضح فرمائیں کہ اجرت دے کر اعتکاف

میں بٹھانا جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب اُجرت لے کر اعتکاف بیٹھنے سے نہ معتکف کو کوئی ثواب ملے گا اور نہ ہی بٹھانے والوں کو جنہوں نے مسجد کے مملوکہ فنڈ سے سَو روپیہ دیا ہے۔ ان پر لازم ہے۔ کہ وہ سو روپیہ مسجد کے فنڈ میں اپنی گرہ سے جمع کرائیں۔

قال العلامة النسفی النیابة تجری فی العبادات المالیة عند العجز والقدرة ولم تجر فی البدنیة بحال وفی المرکب منہا تجری عند العجز فقط۔ قال ابن نجیم رحمه اللّٰه۔ بیان لانقسام العبادة (الی قوله) وبدنیة محضة کالصلاة والصوم والاعتکاف والاذکار والجہاد ومرکبة من البدن والمال کالحج والاصل فیه ان المقصود من التکالیف الابتلاء والمشقة وھی فی البدنیة باتعاب النفس والجوارح بالافعال المخصوصة وبفعل نائبه لا تتحقق المشقة علی نفسه فلم تجز النیابة مطلقاً لا عند العجز ولا عند القدرة اھ (بحر الرائق ص۶۵ ج۲) فقط، واللّٰه تعالیٰ اعلم،

محمد انور غفرلہٗ | الجواب صحیح
۱۵ / ۱۰ / ۱۴۰۶ھ | بندہ عبدالستار عفا اللّٰه عنہٗ۔

اعتکاف مسنون میں روزہ ضروری ہے

سوال رمضان المبارک میں معتکف بیمار ہونے کی وجہ سے روزہ چھوڑ سکتا ہے؟ اعتکاف فاسد ہوگا یا نہیں؟

۲۔ معتکف جب حاجت کے لئے گھر جاتا ہے تو چلتے ہوئے گھر اور راستے میں کسی سے بات کر سکتا ہے، یا جواب دے سکتا ہے؟

الجواب شامی ص۱۴۱ ج۲ میں ہے کہ اعتکاف مسنون (یعنی رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف میں روزہ شرط ہے۔ لہٰذا اگر روزہ چھوڑے گا تو اعتکاف

باقی نہ رہے گا۔ "قلت و مقتضٰی ذلک ان الصوم شرط ایضاً فی الاعتکاف المسنون لانہ مقدر بالعشر الاخیر حتی لو اعتکفہ بلا صوم لمرض او سفر ینبغی ان لا یصح عنہ بل یکون نفلاً فلا تحصل بہ اقامۃ سنۃ الکفایۃ" اھ

۲۔ راہ چلتے ہوئے بات چیت کی جا سکتی ہے، ایسے ہی گھر جاکر، مگر رُکے نہیں رواں رہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، — احقر محمد انور ۱۷/۱۱/۱۳۹۷ھ

معتکف کے لئے اذان دینے کا حکم

زید اور خالد دونوں عالم دین ہیں اور دونوں معتکف ہیں دوران اعتکاف (ان دونوں کا کئی مسئلوں میں اختلاف ہے) زید کہتا ہے کہ معتکف کو اذان کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ باہر سے آدمیوں کو بلانا ہے اور معتکف خارج از مسجد آدمی سے بات نہیں کر سکتا ورنہ اعتکاف فاسد ہو جائے گا جبکہ اذان کی جگہ مسجد کے اندر بھی ہے خالد ہر بات اس کے خلاف کہتا ہے خالد معتکف جب وضوء کرتا ہے تو مسجد کے صحن میں بیٹھ کر وضوء کرتا ہے ٹونٹیوں پر وضوء نہیں کرتا کہتا ہے اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور جمعہ کا غسل بھی مسجد میں کرتا ہے۔ لہٰذا ان میں نزاع ختم کرنے کے لئے ان کے جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب اعتکاف میں اختلافی بحثوں سے اجتناب چاہیئے۔ معتکف کے لئے اذان دینا بالکل جائز ہے خصوصاً جبکہ اذان کی جگہ مسجد کے اندر ہو (شامیہ) (عالمگیری) قاضی خاں) معتکف غیر معتکف سے جائز دینی باتیں کر سکتا ہے۔ اسکی ممانعت نہیں ہے۔

۲۔ خالد کی بات درست ہے اگر مسجد کے اندر وضو کرنا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں فرض وضوء کے لئے معتکف کو نکلنے کی اجازت ہے۔

فقط واللہ اعلم،

عبدالستار عفا اللہ عنہ،

اعتکافِ نفل میں نہانے کے لیے نکلنے کا حکم

زید پورے رمضان کا اعتکاف باین صورت کرتا ہے دس یا پندرہ دن کے بعد باہر آکر غسل وصفائی کرکے دوبارہ اعتکاف شروع کر دیتا ہے کیا یہ صورت صحیح ہے اور اس صورت میں پورے ماہ کے اعتکاف کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب اگر ابتدائی بیس روز کا اعتکاف نفلی ہے تو غسل وغیرہ کے لئے نکلنا جائز ہے البتہ اگر اعتکاف واجب ہے تو پھر درمیان میں وقفہ جائز نہیں۔ من نذر باعتکاف رمضان صح نذره فان صام رمضان ولم یعتکف کان علیه ان یقضی اعتکاف شهر آخر متتابعاً ویصوم فیه (ہدایہ ص ۲۱۱ ج ۱) صورت مسئولہ میں اعتکاف درست ہے اور پورے ماہ مبارک کے اعتکاف کے ثواب کی امید رکھی جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ
۲۳ / ۱۰ / ۱۴۱۲ھ

معتکف دوسری مسجد میں تراویح پڑھانے جا سکتا ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اعتکاف میں بیٹھنے کا ارادہ رکھتا ہے اور جس مسجد میں بیٹھنا چاہتا ہے اسکی رہائش بھی وہیں ہے لیکن وہ تراویح دوسری مسجد میں پڑھاتا ہے اور ظاہر ہے ختم شریف بھی ہوگا اور اس میں زید کی حاضری لازمی ہے۔

اب آپ ہمیں قرآن وسنت وحدیث وفقہ کی روشنی میں بتائیں کہ وہ کونسے افعال ہیں جن سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور وہ کونسے افعال ہیں جن کے کرنے سے اعتکاف پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اور تفصیل سے بتائیں کہ زید کو کیا کرنا چاہیئے جس سے

قرآن شریف کا ختم بھی ہو جائے اور زید کے اعتکاف پر بھی کچھ اثر نہ ہو۔ جبکہ ختم شریف میں بھی حاضری لازمی ہے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب اس کا طریقہ یہ ہے کہ اعتکاف بیٹھتے وقت یوں نیت کریں: میں اللہ تعالیٰ کے لئے آخری عشرہ کے اعتکاف کی نذر مانتا ہوں البتہ تراویح میں قرآن سنانے کے لئے جایا کروں گا" پھر تراویح کے وقت کے بالکل قریب جایا کریں اور فارغ ہوتے ہی اعتکاف والی مسجد میں آجایا کریں۔ راستہ میں آتے جاتے کسی جگہ کھڑے نہ ہوں۔

ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادۃ المریض وصلاۃ الجنازۃ وحضور مجلس العلم یجوز لہ ذلک کذا فی التتارخانیۃ اھ (عالمگیری ص ۱۹۹ ج ۱) فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۱۷ / ۹ / ۱۴۱۲ھ

معتکف ووٹ ڈالنے جا سکتا ہے

معتکف ووٹ ڈالنے کے لئے مسجد سے نکل سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب اعتکاف مسنون میں معتکف کے لئے ایسے کاموں کے لئے نکلنے کی اجازت باوجود منع کے نہیں ملی البتہ اگر اعتکاف منذور میں ابتداءً بوقت نذر کسی امر کے لئے نکلنے کی تصریح کر لی جائے تو اس کا جواز موجود ہے،

ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادۃ المریض وصلاۃ الجنازۃ وحضور مجلس العلم یجوز لہ ذلک کذا فی التاتارخانیۃ

(عالمگیری ۱/۱۹۹)

چونکہ مآلاً اعتکاف مسنون بھی منذور ہی کی طرح ہے کہ اس میں التزام فعلاً ہوتا ہے۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ جن لوگوں نے ووٹ ڈالنے کے لئے نکلنا ہو وہ اعتکاف بیٹھتے وقت

یہ تصریح کرلیں "میں اللہ تعالیٰ کے لئے آخری عشرہ کے اعتکاف کی نذر مانتا ہوں البتہ انتخاب والے دن ووٹ ڈالنے کے لئے پولنگ اسٹیشن پر جاؤں گا۔ پھر ایسے وقت نکلیں کہ جاتے ہی ووٹ ڈال سکیں اور پھر فارغ ہوتے ہی مسجد آجائیں اور اعتکاف پورا کریں۔ عورتیں اعتکاف بیٹھی ہوں تو ان کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
رئیس دارالافتاء خیر المدارس۔ ملتان

۱۳ / ۹ / ۱۴۱۷ھ

معتکف کھانا لینے جائے تو راستہ میں کوئی چیز خریدنے کا حکم

ایک شخص حالتِ اعتکاف میں مسجد سے گھر کو رفع حاجت کے لئے جاتے ہوئے راستہ میں سے برف کا ٹکڑا خرید کرلے گیا، یا سحری کے وقت رفع حاجت کے لئے گیا۔ ضمناً کھانا کسی روزہ دار کو دے دیا اور اپنا کھانا لا کر مسجد میں کھایا۔ ان دونوں صورتوں میں اعتکاف تو فاسد نہیں ہوا اگر فاسد ہوگیا تو قضاء لازم ہے۔؟

الجواب اگر ان دونوں صورتوں میں معتدبہ توقف کرنے کی نوبت نہیں آئی (جس سے کہ کوئی دوسرا شخص دیکھنے والا غیر معتکف کا کام نہ سمجھے) بلکہ چلتے چلتے یہ کام کیئے گئے تو پھر اعتکاف فاسد نہیں ہوا۔ ورنہ فاسد ہوا اور قضاء لازم ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ

۱۰ / ۱۰ / ۱۳۷۴ھ

عورت اعتکاف کیلئے جگہ متعین کرکے پھر اسے بدل نہیں سکتی

(س) امام صاحب کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کرے اس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو۔ صاحبین کے نزدیک شرعی مسجد ہو اگرچہ جماعت نہ ہوتی ہو تو سوال یہ ہے کہ بعض مساجد ایسی ہیں کہ جن میں جماعت نہیں ہوتی۔ لوگ نماز پڑھتے ہیں

تو اس صورت میں فتویٰ کس مسجد پر ہے صرف مسجد یا جس مسجد میں جماعت ہوتی ہو۔
۲۔ کیا ہر گھر میں عورت کو اعتکاف بیٹھنا چاہیئے یا محلہ میں ایک عورت اعتکاف بیٹھ جائے؟
۳۔ عورت گھر میں جگہ کا تعین کیسے کرے اگر اندر کرے تو رات کے وقت حبس اور گرمی ہوتی ہے اور باہر کرے تو دن کو دھوپ ہوتی ہے؟
۴۔ کیا عورتوں کے لئے بھی مردوں کی طرح اعتکاف کی تاکید آئی ہے نہ بیٹھیں تو گنہگار ہوں گی؟

الجواب ۱۔ بہتر یہی ہے کہ ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جائے جس میں جماعت پنجگانہ ہو۔ اگر ایسی مسجد نہیں ہے تو پھر جس میں بیٹھا جائے اسی میں کوشش کی جاوے کہ نماز باجماعت پنجگانہ ادا ہو۔
۲۔ اعتکاف کے لئے جگہ متعین کرنے کے بعد تغیر و تبدیل جائز نہیں ہے۔ اندر ہو یا باہر ہو بہتر یہ ہے کہ برآمدہ وغیرہ کا تعین کیا جائے یا پنکھے وغیرہ کا انتظام کر لیا جاوے۔ اگر زیادہ تکلیف ہو تو ترک کی بھی گنجائش ہے۔ سرے سے اعتکاف ہی نہ بیٹھ
۳۔ عورتوں کے لئے بھی مسنون ہے اور اگر اسی بستی میں کوئی اور معتکف ہو تو گناہ نہیں

الجواب صحیح، فقط واللہ اعلم، فقیر محمد انور،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۱۸ / ۹ / ۱۳۹۷ ھ

اعتکاف میں حیض آجائے تو اعتکاف ختم ہو جاتا ہے

اگر ایک عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف بیٹھتی ہے اور چلتے چلتے حیض آگیا بتائیں اعتکاف فاسد ہوا یا نہیں؟

الجواب اگر عورت اعتکاف کے دوران حائضہ ہو جائے تو حیض آتے ہی اعتکاف ختم ہو جائے گا بعد میں ایک دن اعتکاف کی قضاء مع روزہ کے ضروری ہے ہندیہ میں ہے۔ اذا فسد الاعتکاف الواجب وجب قضاؤہ فان کان اعتکاف شہر بعینہ اذا افطر یوماً یقضی ذلک الیوم وان کان اعتکاف

شهر لغير عينه يلزمه الاستقبال سواء افسده بصنعه من غير عذر كالخروج والجماع والاكل في النهار أو لعذر كما اذا مرض فاحتاج الى الخروج أو لغير صنعه كالحيض والجنون والاغماء الطويل (ص۲۱۳ ج۱)

آخری عشرہ میں اعتکاف کا ٹوٹ جانا بھی اسی حکم میں ہے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲۷/۸/۱۴۱۰ھ

معتکف کے لئے مسجد کی چھت پر رات گزارنے کا حکم

اگر کوئی شخص مسجد میں اعتکاف بیٹھے اور مسجد کے صحن میں ایک سیڑھی رکھی ہوئی ہو اور اس سیڑھی پر چڑھ کر پہلے مسجد کے وضوء خانے کی چھت سے گزر کر مسجد کی چھت پر جا کر رات گزار سکتا ہے یا نہیں یا سیڑھی سیدھی مسجد کی چھت پر جائے یعنی وضوء خانے سے نہ گزرنا پڑے تو اس صورت میں مسجد کے اوپر جا کر رات گزار سکتا ہے؟

الجواب دوسری صورت درست ہے اگر مسجد کا بالائی حصہ ابتداء ہی سے نماز کے لئے نہ بنایا گیا ہو تو محض سونے کے لئے اوپر چڑھنا مکروہ ہے فقط واللہ اعلم

محمد انور

خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف بیٹھنا

عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف رمضان المبارک میں بیٹھ سکتی ہے کہ نہیں؟

الجواب عورت خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ بیٹھے۔ شامیہ میں سراج سے نقل کیا ہے۔

ولا ینبغی لھا الاعتکاف بلا اذنه (ص۱۲۹ ج۲ شامی) فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

معتکف کا مسجد میں بیٹھ کر مطب چلانا

ایک حکیم صاحب ہر سال رمضان المبارک میں معتکف ہوتے ہیں اور مسجد کی کھڑکی میں بیٹھ کر ادویات مریضوں کو دیتے ہیں۔ وہیں پر ہی دام وصول کرتے ہیں۔ کیا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حکیم صاحب مرض کی تشخیص اور ادویات تجویز کر سکتے ہیں۔ البتہ مسجد میں بیٹھ کر دوائیاں فروخت نہ کریں۔ لانه منقطع الی اللہ فلا ینبغی له أن یشتغل بامور الدنیا (شامی ص۱۸۶ ج۲) فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح، عبداللہ عفر لہ،

اعتکاف ٹوٹ جائے تو اسکی قضا غیر رمضان میں بھی کر سکتا ہے

۱۔ ایک آدمی ایک ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہے جہاں نماز با جماعت ہوتی ہے اور جمعہ بھی ہوتا ہے تو آیا یہ شخص ادائیگی جمعہ کے لئے کسی دوسری مسجد میں جا سکتا ہے یا نہیں یا کسی شخص کی ملاقات کے لئے دوسری مسجد میں جا سکتا ہے۔؟

۲۔ اگر اعتکاف ٹوٹ جائے تو کتنے دنوں کی قضا کرے اور کب کرے۔ رمضان میں قضا کرے یا غیر رمضان میں؟

الجواب ولا یخرج من المسجد الا لحاجة الانسان والجمعة (ہدایہ ص۲۱ ج۱) ۔ جزئیہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اعتکاف والی مسجد میں جب جمعہ ہوتا ہے تو دوسری مسجد میں جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور اگر

کسی کو ملنے گیا تب بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ ولو خرج من المسجد ساعۃ بغیر عذر فسد اعتکافہ ھدایہ صفحہ ۲۱ ج ۱)

۲۔ رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ کا سنت مؤکدہ اعتکاف اگر ٹوٹ جائے تو صرف اسی دن کی قضا آئے گی جس دن ٹوٹا ہے۔

اما علی قول غیرہ (ای علی قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ) فیقضی الیوم الذی افسدہ لاستقلال کل یوم بنفسہ۔ (شامی صفحہ ۱۴۳ ج ۲)

قضا چاہے رمضان میں کرے یا غیر رمضان میں دونوں میں جائز ہے۔ غیر رمضان میں نفل روزہ رکھ کر اعتکاف کی قضاء کرنا ہو گی۔ فقط۔ واللہ اعلم،

محمد انور عفرلہ، الجواب صحیح،
بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ،

معتکف کا سحری وافطاری کے لئے گھر جانا

ایک امام مسجد جس کا گھر مسجد سے دو صد قدم دور ہے حُقّہ نوشی کا عادی ہے اور معتکف ہونا چاہتا ہے صبح و شام بچوں کو قرآن پڑھاتا ہے۔ تقریر کرنے کے بعد جمعہ وغیرہ پڑھاتا ہے اس کا خیال ہے کہ سحری وافطاری کے وقت گھر آیا کرے اور سگریٹ نوشی مسجد سے باہر کرے اسیطرح جمعہ نکاح وغیرہ پڑھائے

الجواب معتکف کے لئے اگر مسجد میں کھانے پینے کا انتظام ہو سکتا ہے تو اسے کھانے کیلئے گھر جانا جائز نہیں۔

کما فی الدر المختار وخص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیہ (الی ان قال) فلو خرج لاجلھا فسد لعدم الضرورۃ (شامی صفحہ ۱۸۴ ج ۲)

اگر دونوں فریق موجود ہوں مجلس مسجد میں کی گئی تو معتکف نکاح پڑھا سکتا ہے نماز جمعہ تقریر خطبہ جمعہ اقامت بھی جائز ہے جبکہ اسی مسجد میں ہو نماز جنازہ کے لئے

معتکف نکلنا مکروہ تحریمی ہے ۔ لوخرج لجنازۃ یفسد اعتکافہ (وکذا لصلوتہا کذا فی الہندیۃ صفحہ ۲۱۲ ج ۱) سحری اور افطاری کے وقت اگر پیشاب وغیرہ کے لئے نکلے تو اسوقت سگریٹ پی سکتا ہے ۔ پھر منہ صاف کر کے مسجد میں آجائے مسجد میں سگریٹ پینا جائز نہیں ہے ۔ فقط واللہ اعلم ۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

معتکفین کے لئے مسجد کے صحن کے کنارے پر ٹونٹی لگوانا

رشید آباد کالونی جامع مسجد رشیدیہ میں آخری عشرہ رمضان شریف کا اعتکاف کرنے والوں کے لئے مسجد کے صحن کے کنارہ پر ایک ٹونٹی لگائی گئی ہے اس سے صرف معتکف کو سہولت پہنچانا مقصد تھا ۔ جیسے وضو ۔ کلی کرنا ۔ ہاتھ دھونا پانی پینا ۔ برتن دھونا وغیرہ وغیرہ ۔ اور اس ٹونٹی سے جو پانی آتا ہے وہ نہ تو مسجد کے صحن میں گرتا ہے اور نہ ہی ٹھہرتا ہے ۔ بلکہ نالی کے ذریعہ سے پانی حدودِ مسجد سے باہر چلا جاتا ہے ۔ یہ جگہ کچھ اسطرح ہے کہ مسجد کے صحن کے کنارہ پر پلاسٹک بچھا کر اور اینٹوں سے حوضی کی شکل بنا کر پانی باہر نکالا گیا ہے ۔ ایسا کرنے سے مسجد کے احترام میں یا معتکف کے اعتکاف میں کچھ کمی یا نقص پڑتا ہو تو قرآن و حدیث کی روشنی میں بتایا جائے ۔

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں علماء کرام ۔ وضاحت فرمائی جائے ۔

الجواب اگر مسجد کے صحن میں مستعمل پانی نہیں گرتا اور نہ ہی مسجد کی آلودگی ہوتی ہے ۔ تو شرعاً اسکی گنجائش ہے ۔ اعتکاف میں خلل کی بجائے اعتکاف کی تکمیل ہے کیونکہ صرف ہاتھ دھونے یا کلی وغیرہ کرنے کے لئے معتکف مسجد سے نہیں نکل سکتا ۔ فقط ، واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۱ / ۹ / ۱۴۱۵ ھ

معتکف کو کن اُمور میں مشغول رہنا چاہیئے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اِس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل بہت سارے نوجوان رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھ جاتے ہیں، اور دوران اعتکاف باتیں اور ہنسی مذاق اور مسجد کے آداب کے خلاف حرکات کرتے رہتے ہیں لہذا آپ مہربانی فرما کر قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ کیا ایسی باتیں کرنا شرعاً کیسا ہے۔ نیز اعتکاف کے آداب سے مطلع فرمائیں؟

(المستفتی: محمد طاہر یزمانی)

الجواب اعتکاف کی روح اور حقیقت یہ ہے کہ معتکف اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے اپنے آپ کو مکمل طور پر عبادت کے لئے فارغ کرلیتا ہے اور ان تمام دنیوی مشاغل کو چھوڑ دیتا ہے جو اللہ تعالےٰ سے دُور کرنیوالے ہیں عالمگیری میں ہے:

فان فیه تسلیم المعتکف کلیته الی عبادة الله فی طلب الزلفی وتبعید النفس من شغل الدنیا التی هی مانعة عما یستوجب العبد من القربی اھ (ص۲۱۲ ج۱)

اِس لئے معتکف کے لئے اعتکاف کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے فقہاء کرام نے جو عبادات الخم ہیں وہ یہ ہیں قرآن حکیم کی تلاوت حدیث اور دیگر دینی علوم میں مشغولیت آنحضرت علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا مطالعہ دوسرے انبیاء کرام سلف صالحین کے حالات کو پڑھنا، دینی امور کی کتابت وغیرہ دورانِ اعتکاف دنیاوی باتیں ہنسی مذاق اعتکاف کے مقصد کے بالکل خلاف ہے اور اس میں بعض گناہ کی باتیں بھی ہوجاتی ہیں جو کہ مسجد میں اور پھر حالتِ اعتکاف میں بہت زیادہ نقصان دہ ہیں۔ ویلازم التلاوة والحدیث والعلم وتدریسه وسیر النبی صلی الله علیه وسلم والانبیاء علیهم السلام واخبار الصالحین وکتابة امور الدین اھ

(عالمگیری ص۲۱۲ ج۱) فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

کتاب الحج

قال اللہ تعالیٰ

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ
مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا (آل عمران)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
العمرۃ الی العمرۃ کفّارۃ لما بینھما والحج المبرور لیس لہٗ
جزاءٌ الا الجنّۃ متفق علیہ (مشکوۃ ص ۲۲۱ ج ۱)

مرتبہ: مفتی محمد انور

صرف آبِ زم زم پینے کیلئے مکہ مکرمہ گیا تو اس پر عمرہ لازم ہے

زید نے مدینہ منورہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور اسی دن مکۃ المکرمہ پہنچ کر عمرہ کیا احرام کھول دیا سپہر کو کسی کام سے نجران چلا گیا چند روز کے بعد واپس مکہ مکرمہ آیا لیکن نہ تو احرام باندھ کر آیا نہ ہی عمرہ کرنے کی نیت تھی محض زم زم پینا مقصود تھا ۔ نفلی طواف کی نیت تھی ۔سلے ہوئے لباس میں نفلی طواف کر لیا ۔اس کے بعد مدینہ منورہ روانہ ہو گیا ۔نجران میقات سے باہر ہے واپس آکر عمرہ کرنا لازم تھا یا نہیں ؟

۲۔ درج بالا نیت کے ساتھ میقات میں بلا احرام چلے جانے سے اور سلے ہوئے کپڑے سے طواف کرنے سے جنایت کا دم لازم ہے یا نہیں ؟

الجواب ۱۔۲: عمرہ کرنا لازم تھا مذکورہ نیت سے کوئی فرق نہیں پڑتا ۔شخص مذکور پر ایک دم اور عمرہ لازم ہے ۔

ویجب علی من دخل مکۃ بلا احرام لکل مرۃ حجۃ او عمرۃ الخ فان الواجب علیہ بدخول مکۃ بلا احرام أمران الدم والنسک الخ ۔ (شامیہ مع الدر ص ۲۲۸ ج ۲) ، فقط واللہ اعلم ،

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ،

پہلے والدین کو حج کرانا ضروری نہیں

میں نے حج کی درخواست دی ہوئی ہے والدین ضعیف العمر ہیں عوام الناس اعتراض کرتے ہیں کہ اپنے سے پہلے والدین کو حج کرانا ضروری ہے جبکہ والدین نے اجازت بھی دے دی ہے کیا ایسی صورت میں میرا حج قبول ہوگا ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں جبکہ والدین نے آپ کو بخوشی حج کرنے کی اجازت دے دی ہے تو آپ شرعی طور پر حج کر سکتے ہیں ۔آپ کا اپنا حج کرنے سے پہلے والدین کو حج کرانا ضروری نہیں ہے ۔ فقط واللہ اعلم ، بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

حج کے لئے لوگوں سے چندہ کرنے کا حکم

ایک شخص حج کا شوق رکھتا ہے اور اس کے پاس زادِ راہ نہیں اور حج غیر فرض سمجھتے ہوئے اپنے متعلقین سے اظہار کر دے کہ میں حج کا بڑا شوق رکھتا ہوں کہ تم لوگ بطیب خاطر زکوٰۃ وغیرہ سے امداد کر دو تو میں حج پر جاتا ہوں ورنہ نہیں۔ اب اگر لوگ اپنی مرضی سے امداد کر دیں تو اس کا حج درست ہے یا نہیں؟

الجواب بلا ضرورت شدیدہ سوال کرنا جائز نہیں اور جس شخص پر حج فرض نہ ہو اس کو حج کرنا ضرورت شدیدہ نہیں۔ اس لئے حج کرنے کے لئے لوگوں سے چندہ مانگنا جائز نہیں بلکہ ایسی حالت میں اگر لوگ از خود چندہ دینا چاہیں اس کا قبول کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ کما یفهم من الدر ولو وهب الاب لابنه مالاً يحج به لم يجب قبوله ۔ ص۱۹۶ ج۲

رہی یہ بات کہ اگر لوگ از خود خوشی سے شخص مذکور کو اتنی مقدار روپیہ دے دیں کہ اس روپے سے حج فرض ہو جاتا ہے تو اس روپیہ سے اس کا حج فرض ادا ہو جائے گا۔ البتہ زکوٰۃ کا روپیہ اسوقت لینا جائز ہوگا شخص موصوف کو جب تک کہ وہ صاحبِ نصاب نہ ہو۔ اگر اس کے پاس اتنا روپیہ جمع ہو جائے جس سے وہ صاحبِ نصاب بن جائے۔ تو پھر جائز نہیں

فقط واللہ اعلم،	الجواب صحیح،
بندہ محمد اسحٰق عفرلہ	خیر محمد ، ۴، ذیقعد ۱۳۷۵ھ

حج بدل کے لئے دی گئی رقم واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

زید ٹی بی کا مریض تھا جس کی وجہ سے سفر کرنے سے قاصر تھا اس نے عمرو کو حج بدل کے لئے رقم دی ابھی درخواست دینے کے دن باقی تھے کہ زید فوت ہوگیا۔ زید کے لڑکے محمد نواز نے عمرو سے مطالبہ کیا کہ وہ رقم واپس کر دو، عمرو نے کہا کہ زید یہ رقم مجھے حج کے لئے دے گیا تھا۔ اگر شریعت اجازت دیتی ہو تو واپس کر دوں گا۔ کیا شرعاً زید کا لڑکا یہ رقم واپس لے سکتا ہے۔؟

الجواب نعم لو کان المیت هو الذی دفع للمأمور ثم مات کان للوارث استرداد ما فی ید المأمور ۔ (شامی ص۲۴۳ ج۲ مطبوعہ بیروت)

جزئیہ بالا سے ظاہر ہے کہ صورت مسئولہ میں محمد نواز اپنے حصہ کی رقم واپس لینے کا مجاز ہے۔ زید نے اگرالگ

حج کرنے کی وصیت بھی کی ہو تو دوبارہ سوال بھیج کر جواب حاصل کریں ۔۔۔۔ فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۵ / ۹ / ۸۲ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ
۱۵ / ۹ / ۸۲ھ

سعودی حکومت کی حج فیس ادا نہ کی تو حج کا حکم

میں نے حج کیا جس میں میرے پاس چار صد روپیہ اپنا تھا اور پانچ صد روپیہ قرض لیا اور حج کو روانہ ہوگیا۔ کراچی جا کر معلوم ہوا کہ حج بیت اللہ کے لئے گیارہ صد روپیہ کی ضرورت ہے بعض حاجیوں نے مشورہ دیا کہ تم حج کے لئے چلے جاؤ اور جو ابن سعود کے ملک کی فیس ہوتی ہے وہ نہ دینا ویسے ہی داخل ہو کر حج کر لینا۔ چنانچہ میں نے ایسے ہی بلا فیس حج کر لیا جس کی رقم تقریباً چار صد روپیہ کے قریب ہوتی ہے آیا یہ حقوق العباد میں سے ہے یا نہیں اور اسکی ادائیگی میرے ذمہ لازمی ہے یا نہیں تاکہ عنداللہ کوئی گرفت نہ ہو اور ادائیگی کی صورت کیا ہے؟

الجواب شرعاً ایسے ٹیکس اور فیس لازم نہیں ہیں لیکن موجودہ حکومت سعودی بعض مصالح کی بناء پر یا حاجیوں کے جان و مال کی حفاظت کی خاطر ٹیکس وصول کرتی ہے۔ اس لئے احتیاطاً ایک درخواست حکومت سعودی کو ارسال کر کے معاف کرا لیا جائے یا ادائیگی کر دی جائے اس وقت سعودی حکومت کی فیس کل ۱۵ ریال (عربی روپیہ) ہے۔

فقط واللہ اعلم، محمد عبداللہ غفر لہٗ خادم الافتاء
۲۴ / محرم ۷۴ھ

الجواب صحیح،
خیر محمد عفا اللہ عنہ،

(۱) مامور مجبوراً فضائی راستہ اختیار کرے تو زائد خرچ لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۱) ایک شخص نے حج کے لئے اپنا نائب مقرر کیا اور بحری جہاز پر سفر کرنے کے لئے نو صد روپیہ دیا ایک مہینہ تک نائب مامور نے کراچی میں رہ کر بحری جہاز کا انتظار کیا لیکن اسے جہاز میسر نہ آیا۔ آخر کار بلا اجازت آمر بحرین کے راستے سے ہوائی جہاز پر جدہ پہنچا

— اور افعال حج ادا کئے اور واپس آکر کہنے لگا کہ میرے اس سفر میں پندرہ سو روپے خرچ ہو گئے۔ چھ سو مجھے دیا جائے، تو کیا نائب مذکور نیابت سے خارج تو نہیں ہوتا۔ اگر ہو جاتا ہے تو نو سو روپے کی ضمان اس پر لازم ہو گی۔ یا نہ یا نائب رہتا ہے اور آمر کو بقیہ دینا پڑے گا۔؟

(۲) احرام و تلبیہ کے وقت آمر کا نام نہ لے تو حج بدل ادا ہو جائے گا یا نہیں ؟

(۲) نائب مامور نے احرام کے وقت آمر کی نیابت کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی تلبیہ کے وقت اور کہتا ہے کہ میرے دل میں آمر کی نیابت کا خیال تھا تو اس صورت میں نیابت باقی رہ جاتی ہے یا نہ۔ ؟

الجواب

(۱) والمامور بالحج اذا أخذ طریقا اٰخر أبعد واکثر نفقۃ فان کان الحاج یسلکہ فلہ ذلک۔ عالمگیری ص۲۶۲ ج۱ (بحر الرائق میں ہے ص۶۹ ج۳ ولو سلک طریقاً ابعد من المعتاد ان کان مما سلکہ الناس ففی مال الاٰمر والا ففی مالہ) (قاضی خان ص۱۴۳ ج۱) المامور بالحج اذا ترک الطریق الاقرب واختار الابعد بان ترک البغدادی طریق الکوفۃ وذہب فی طریق البصرۃ ان کان الحاج یسلک ذلک الطریق لا یضمن لان الطریق الابعد علی یکون أیسرذھا بامن الاقرب۔)

ان عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ اگر مامور بالحج ایسا راستہ اختیار کرے جو دور ہو لیکن لوگ اس راستہ پر چلتے ہوں تو اس کے لئے جانا اور ایسے راستہ کو اختیار کرنا جائز ہے۔

(۲) فی العالمگیریۃ ص۲۵۷ ج۱ منہا (ای من الشرائط) نیۃ المحجوج عنہ عند الاحرام والافضل ان یقول بلسانہ لبیک عن فلان (وفی الخانیۃ ص۱۴۴ ج۱) الحاج عن الغیر ان شاء قال لبیک عن فلان وان شاء اکتفی بالنیۃ۔

ان روایات سے واضح ہوا کہ اگرچہ اولی مامور کے لئے یہی ہے کہ تلبیہ میں آمر کے لئے لبیک عن فلان کہے۔ اگر صرف نیت ہی کرے تو بھی کافی ہے —— دوسری صورت میں جبکہ مامور لمبا راستہ اختیار کرے۔ بشرطیکہ وہ معتاد ہو۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ خرچہ آمر کے ذمہ ہو گا۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ مامور نے مجبوراً سفر ہوائی اختیار کیا ہو بحری جہاز کی ٹکٹ نہ مل سکنے کی وجہ سے ——

فقط واللہ اعلم بالصواب
بندہ محمد عبد اللہ عفر لہٗ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان
۱۱ ۳/۱ ھ

الجواب صحیح
خیر محمد مہتمم خیر المدارس ملتان
۱۱ ۳/۱ ھ

شاذرواں سے ذرا ہٹ کر طواف کیا جائے

بیت اللہ شریف کے تین طرف کی دیوار کے نیچے (سوائے حطیم کی طرف کے) ایک ذراع کے برابر پشتہ بنا ہوا ہے۔ جس کو شاذرواں بھی کہتے ہیں۔ ہم حنفیوں کے نزدیک یہ بیت اللہ شریف کا حصہ ہے یعنی داخل ہے۔ اگر یہ جگہ داخل ہے تو رکن یمانی کو چلتے ہوئے ہاتھ لگانے سے اتنا حصہ بیت اللہ کے اندر طواف کرتے وقت ہوگا لہٰذا طواف ہی نہیں ہوگا۔ اگر عضو شاذرواں کے اوپر سے گھوم گیا تو اس قدر طواف میں نقص آگیا۔ لہٰذا رکن یمانی پر ٹھہر کر ہاتھ لگانا چاہیئے۔ اوپر سے طواف کرتے وقت نہیں گزرنا چاہیئے یا ہم حنفیوں کے لئے کوئی مضائقہ نہیں طواف کرتے وقت رکن یمانی پر چلتے ہوئے بھی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔

الجواب مستحب ہے کہ شاذرواں سے ذرا فاصلہ سے طواف کیا جائے اور جب رکن یمانی کا استلام کرنا ہو تو کھڑا ہو کر ہی ہاتھ لگائے اور پھر ہاتھوں کو اسی طرح سیدھے واپس کرے، چلتے ہوئے استلام نہ کرے۔ (قرۃ العینین ص۱۱۱)

اگر چلتے ہوئے بھی استلام کرلیا تو بھی کراہت نہیں اور نہ ہی کچھ صدقہ وغیرہ واجب ہوتا ہے

لم یذکر الشاذروان وھو الافریز المسنم الخارج عن عرض جدار البیت قدر ثلثی ذراع قیل انہ من البیت بقی منہ حین عمرتہ قریش کالحطیم وھو لیس منہ عندنا لکن ینبغی ان یکون طوافہ وراءہ خروجا من الخلاف کما فی الفتح واللباب وغیرھما (شامی ص ۱۸۲/۲)

فقط، واللہ اعلم، الجواب صحیح،

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

ربع رأس سے کم بال کاٹنے کی صورت میں احرام ختم ہو جائے گا یا نہیں؟

ارکان عمرہ ادا کرنے کے بعد اور دس ذی الحجہ کو رمی اور قربانی کرنے کے بعد احرام کھولنے

سے پہلے حلق کرانے کا مسئلہ ہے۔ لاکھوں آدمی صرف چند بال سر کے کٹوا لیتے ہیں اور احرام کھول دیتے ہیں۔ بہت سمجھایا مگر سمجھ میں انکی نہیں آتی۔ ہر جگہ ایسے نائی بھی نہیں ملتے جو تمام بال ایک انگلی یعنی انملہ کے برابر کاٹ دے۔ اور یہ لوگ بھی نہیں چاہتے صرف چند بال کٹوا لیتے ہیں، کیا یہ کسی امام کے نزدیک صحیح ہے کہ احرام کھل جائے گا تاکہ عمرہ اور حج ادا ہو جائے اور بیوی کا حلال ہو جائے۔

الجواب واقل ما یجزئ من الحلق والتقصیر عند الشافعی ثلاث شعرات وعند ابی حنیفة ربع الراس۔

(نووی شرح مسلم ص۴۲۱ ج ۱)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک تین۳ بال کاٹنے سے احرام اُتر جائے گا لیکن حنفیہ کو اس پر عمل کرنے کی اجازت نہیں۔ بلکہ انکے نزدیک، چوتھائی سر کے بقدر انملہ بال کاٹنا واجب ہے۔ فقط واللہ اعلم، محمد انور عفا اللہ عنہ،

مرحوم بھائی کے پاسپورٹ پر اپنی تصویر لگا کر اسکے نام پر حج کرنا

ایک شخص چچا کے ساتھ حج کو جا رہا تھا۔ دو۲ سال سے خرچہ دے رکھا تھا اس کا نام قرعہ اندازی میں نہ آتا تھا اس سال اس کا نام قرعہ اندازی میں آگیا ہے اور وہ خود حج کو روانہ ہونے سے قبل فوت ہو گیا ہے جو اُسکے ساتھی تیار ہیں کہتے ہیں اسکی جگہ اس کا بھائی حج کرلے اور وہ مرحوم کا نام استعمال کرتے ہوئے حج ادا کریگا۔ ہم مرحوم کا فوٹو اُتروا کر اس کے بھائی کا فوٹو لگوا دیں گے اسطرح حج ادا کرنا جائز ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں متوفی کے بھائی کے لئے متوفی کا نام غلط استعمال کرتے ہوئے حج کرنا قانوناً ممنوع ہے اور عرفاً قبیح ہے لہذا شرعاً اسکی گنجائش معلوم نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ اس میں کذب بیانی و غلط بیانی سے کام لینا پڑتا ہے لہذا آئندہ سال صحیح طریقہ پر حج کے لئے درخواست دیں۔ فقط واللہ اعلم،

محمد عبد اللہ عفی عنہ،

حج فرض ہونے کے باوجود بغیر وصیت کئے مرگیا تو کوئی بھی وارث از خود اسکی طرف سے حج کرسکتا ہے؟

ایک شخص جس پر حج فرض تھا، بغیر حج کئے انتقال کرگیا۔ اولاد میں صرف ایک لڑکا تھا جو تمام جائیداد کا وارث ہے۔ لاکھوں روپے کی جائیداد اور لاکھوں روپے نقد موجود ہوتے ہوئے اپنے والد کے لئے حج بدل کرانے کے لئے تیار نہیں۔

۱۔ کیا اس کا بھائی یا اور کوئی رشتہ دار اپنے خرچ پر اس کے لئے حج بدل کرسکتا ہے؟

۲۔ مرحوم کا بھتیجا، بھانجا جدہ میں ملازم ہیں کیا وہ اس کیلئے حج بدل کرسکتے ہیں؟

۳۔ اس کا کوئی رشتہ دار رمضان المبارک میں عمرہ اور بعد میں حج کے ارادہ سے حجاز اپنے خرچ پر جائے تو اس مرحوم کے لئے حج بدل کرسکتا ہے؟ والسلام

احقر غلام محمد، انصار کالونی۔ ملتان

الجواب جدہ میں مقیم یا پاکستان سے جانے والا کوئی بھی رشتہ دار مرحوم کے لئے حج کرسکتا ہے۔ من علیه الحج اذا مات قبل أدائه فان مات عن غیر وصیة یأثم بلاخلاف وان أحب الوارث ان یحج عنه حج وارجو أن یجزئه ذلك ان شاء الله تعالیٰ كذا ذكر ابو حنیفة رحمه الله اھ (هندیه ج ۱ ص۲۵۸)۔ فقط، والله اعلم،

محمد انور،

جس پر حج فرض ہو اُس کا حج بدل پر جانا مکروہ ہے

ایک شخص پر حج فرض ہے اسے کوئی عُذر بھی نہیں مگر وہ اپنا حج کرنے کی بجائے ایک دُوسرے عزیز کی طرف سے حج بدل پر جارہا ہے کیا یہ جانا درست ہے؟

نیاز محمد نور پور۔ نورنگا۔ ڈیرہ نواب صاحب

الجواب ایسے آدمی کا جس پر حج فرض ہے اور کوئی مانع بھی نہیں اپنا فرض حج چھوڑ کر

دوسرے کے لئے حج بدل کرنا مکروہ تحریمی ہے اور بھیجنے والے کے لئے بھی ایسے شخص کو بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے۔

والافضل احجاج الحر العالم بالمناسك الذی حج عن نفسه و ذكر فی البدائع كراهة احجاج الصرورة لانه تارك فرض الحج ثم قال فی الفتح بعد ما أطال فی الاستدلال والذی يقتضيه النظر ان حج الصرورة عن غيره ان كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم لانه تضيق عليه فی اول سنی الامكان فيأثم بتركه وكذا لو تنفل لنفسه ومع ذلك يصح لان النهی ليس لعين الحج المفعول بل لغيره وهو الفوات اذ الموت فی سنة غير نادر الخ قال فی البحر والحق انها تنزيهية على الآمر لقولهم والافضل الخ تحريمية على الصرورة المأمور الذی اجتمعت فيه شروط الحج ولم يحج عن نفسه لانه أثم بالتاخير اه قلت وهذا لا ينافی كلام الفتح لانه فی المأمور ويحمل كلام الشارح على الآمر فيوافق ما فی البحر من ان الكراهة فی حقه تنزيهية وان كانت فی حق المأمور تحريمية۔ (شامی ص ۲۶۲ ج ۲) فقط۔ واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد انور،
۹/ ۷/ ۱۴۰۶ھ

لنگڑے کے لئے حج کا حکم

ایک آدمی دیہات کا رہنے والا ہے۔ ایک پاؤں سے بھی لنگڑا ہے اور دمہ کا مریض ہے اس پر حج فرض تھا اس سال حج کے لئے درخواست دے دی مگر لوگوں سے بہت تنگ آچکا ہے کیونکہ لوگ اسے کہتے ہیں کہ تم پاؤں سے بھی معذور ہو اور دمہ کے مریض

ہو حج کرنے میں بہت زیادہ تکلیفیں درپیش ہو جائیں گی ہو سکتا ہے کہ تم سے حج کے فرائض اور واجبات رہ جائیں حج میں جانیوالا آدمی یہ کہتا ہے کہ اب تو کرائے کے مزدور ملتے ہیں جہاں کہیں بھی ہجوم ہوا مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کرائے کے مزدور مل جائیں گے ان کے ذریعہ حج کے فرائض اور واجبات ادا کرلوں گا اس کے متعلق شرع شریف میں کیا حکم ہے۔

الجواب شخص مذکور کو چاہیئے کہ کسی ایسے آدمی کے ساتھ سفر حج کرے جو کہ عالم دین بلکہ مفتی یا جو مسائل حج سے بخوبی واقف ہو اور تیمارداری بھی کر سکے بہرحال سفر حج ضرور کریں اور مسائل سیکھنا شروع کر دیں اللہ پاک غیب سے مدد فرمائیں گے۔

فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ،

ازدحام کی وجہ سے عورتوں کی طرف سے مرد رمی کریں تو دم واجب نہ ہوگا

جن عورتوں نے بوجہ ازدہام جمرات کو کنکریاں نہیں ماریں بلکہ ان کے مردوں نے ماریں یا وکیل نے ماریں ان کے لئے کیا حکم ہے دم واجب ہے یا نہیں؟ فتویٰ مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب صورت مسئولہ میں دم واجب نہیں کیونکہ بوجہ خوف زحام بجائے عورتوں کے ان کے مردوں نے رمی کی ہے۔ اگر بوجہ خوف زحام بالکل ترک رمی ہو جائے تب بھی دم نہیں۔ فتاویٰ دار العلوم ص۵۵۳ ج۶ میں شامی اور بحر سے نقل فرمایا ہے۔ لو ترک شیئاً من الواجبات بعذرٍ لا شئ علیہ علی ما فی البدائع (شامی ص۲۰۰ ج۲) درمختار میں وقوف مزدلفہ کے بارے میں فرمایا ہے لکن لو ترکہ بعذرٍ کزحمۃٍ لا شئ علیہ قال فی ردالمحتار عبارۃ اللباب الا اذا کان لعلۃٍ او ضعفٍ او یکون

امر آلہ تخاف الزحام فلا شیء علیہ الخ قلت وھو شامل لخوف الزحمۃ عند الرمی۔ (شامی ص ۱۷۸ ج ۲) فقط۔ واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

حلال وحرام مال مخلوط ہو تو حج فرض ہوگا یا نہیں؟

آج کل بنکوں میں لوگ رقم رکھواتے ہیں اور بنک والے کہتے ہیں کہ اگر آپکا اتنا روپیہ مثلاً سات ہزار روپیہ اتنی مدت تک ہمارے پاس پڑا رہا تو وہ ہم آپ کو اتنی مدت کے بعد دگنا ادا کریں گے یعنی سات ہزار کا چودہ ہزار تو کیا یہ صورت جائز ہے اگر جائز نہیں تو کیا اس رقم کے ساتھ حج ادا کرنا درست ہے یا نہیں۔ اسی طرح ان کا استعمال دوسرے کاموں میں جیسے تجارت وغیرہ میں درست ہے

الجواب بنک میں جو رقم رکھوائی جاتی ہے وہ ایک طرح کا قرض ہوتا ہے اور قرض پر اسطرح متعین کر کے بیسہ لینا واضح طور پر سُود ہے ایسی رقم کا اصل حکم تو یہ ہے کہ مالک کو واپس کی جائے اگر مالکان کا پتہ نہ چل سکے تو بلا نیت ثواب بغرض ازالۂ نجس کسی فقیر ومسکین کو دے دی جائے ایسا مال جب اپنے حلال مال سے مخلوط ہو جائے تو دیگر شرائط وجوب حج پائے جانے کی صورت میں حج فرض ہو جائے گا لیکن حج کا فائدہ اسی صورت میں ہوگا جبکہ وہ پاکیزہ اور طیب مال سے کیا جائے۔ درمختار میں ہے۔ وقد یتصف بالحرمۃ کالحج بمال حرام اور ردالمحتار میں ہے۔ فقد یقال ان الحج نفسہ الذی ھو زیارۃ مکان مخصوص الخ لیس حراما بل الحرام ھو انفاق المال الحرام ولا تلازم بینھما کما ان الصلاۃ فی الارض المغصوبۃ تقع فرضا وانما الحرام شغل المکان المغصوب لا من حیث کون الفعل صلاۃ لان الفرض لا یمکن اتصافہ بالحرمۃ وھنا کذلک فان الحج فی نفسہ مأمور بہ وانما یحرم من حیث الانفاق وکأنہ أطلق علیہ

الحرمة لان للمال دخلا فيه فان الحج عبادة مركبة من عمل البدن والمال كما قدمناه ولذا قال في البحر ويجتهد في تحصيل نفقة حلال فانه لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث مع انه يسقط الفرض عنه معها ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج۔ ص۱۵۲ ج۲ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، عبدالستار عفی عنہ، | محمد انور عفی عنہ ۱۶/۳/۱۴۰۹ھ

جسے ہر گھنٹہ کے بعد پیشاب کا تقاضا ہو وہ حج بدل کرا سکتا ہے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک شخص پر حج فرض ہے، اسوقت انکی عمر تقریباً ستر سال ہے۔ پیشاب کی انتہائی تکلیف ہے ہر گھنٹہ بعد تقاضا ہوتا ہے۔ کینسر کی بھی تکلیف ہے باآسانی چل پھر بھی نہیں سکتے، مرض شوگر بھی ہے جب شوگر کا دورہ ہو تو اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ اس حال میں وہ چاہتے ہیں کہ میں حج بدل کراؤں، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب اس صورت میں آپ کو اپنی طرف سے دوسرے شخص سے حج کرانا جائز اور صحیح ہے، کیونکہ عاجز ہونا آپ کا سفر حج سے ظاہر ہے۔ درمختار میں ہے

والمركب منهما كحج الفرض تقبل النيابة عند العجز فقط لكن بشرط دوام العجز الى الموت لانه فرض العمر۔ ص۲۵۸ ج۲ (درمختار علی الشامیہ)

الغرض آپ اپنی طرف سے حج کرا سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص سے حج کراویں جو اپنا حج فرض پہلے کر چکا ہو اور احکام حج سے واقف ہو، شامیہ میں ہے۔

والافضل احجاج الحر العالم بالمناسك الذی حج عن نفسه ص۲۶۱ ج۲ اور اگر اس نے خود اپنی زندگی میں دوسرے سے حج نہ کرایا، تو پھر اسکو وصیت کرنا لازم ہے اس سے وہ سبکدوش ہو جائیگا۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ | بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ جامعہ خیر المدارس ملتان

عذر کی وجہ سے وقوفِ مزدلفہ رہ جائے تو دم واجب نہیں ہوگا

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ معذور بیوی اور بوڑھے والدین ساتھ تھے جن کی وجہ سے عرفات سے جلدی چلنا ممکن نہ ہوا۔ آخری بسوں میں بیٹھے، بس مغرب کے تھوڑی دیر بعد عرفات سے چلی اور اس لائن میں چلی جس میں رش زیادہ تھا۔ بس چلتی تو رہی۔ مگر رفتار اتنی کم تھی کہ رات کو مزدلفہ میں داخل نہ ہو سکی بس چھوڑنے کی ہمت اس لئے نہ تھی کہ بوڑھے والدین اور معذور بیوی ساتھ تھی۔ ان کو تکلیف ہوگی۔ شاید اتنا پیدل نہ چل سکیں۔ اسی کشمکش و پیچ میں صبح کی نماز بھی حدود مزدلفہ سے باہر پڑھی۔ اسطرح ہمارا وقوف مزدلفہ چھوٹ گیا۔ اب اس کا کیا حکم ہے اور معذور اور بوڑھے اور ساتھ والوں کا ایک ہی حکم ہے یا الگ الگ جبکہ جوان آدمی کا ان معذور اور بوڑھوں کو چھوڑنا بھی ممکن نہ تھا کیونکہ اگر چھوڑ دیتے تو پھر ان سے ملاقات مشکل ہوتی اور تنگی ہوتی۔ بینوا توجروا

(المستفتی آفتاب احمد مدرسہ عربیہ رائے ونڈ)

الجواب حامداً ومصلیاً۔ اس عذر کی بناء پر وقوفِ مزدلفہ چھوٹنے سے دم وغیرہ نہیں آتا۔ شامی میں ہے۔

لکن لو ترکہ بعذر کزحمۃ لا شئی علیہ وکذا کل واجب اذا ترکہ بعذر لا شیٔ علیہ کما فی البحر (شامی ص۵۱۲ ج۲) اور بدائع الصنائع میں ہے واما حکم فواتہ عن وقتہ انہ ان کان لعذر فلا شئی علیہ (ص۱۳۶ ج۲) اور ہندیہ میں ہے۔ ولو ترک الجمار والوقوف بالمزدلفۃ لا یلزمہ شئی کذا فی محیط السرخسی (فتاوی عالمگیری ص۲۳۶ ج۱) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

جس کا کوئی محرم نہ ہو وہ کسی حج پر جانیوالے کیساتھ نکاح کر لے

کوئی عورت حج کرنا چاہتی ہے محرم ساتھ جانیوالا کوئی نہیں ہے یا وہ کسی مرد کا خرچہ برداشت نہیں کر سکتی، تو کیا وہ مستورات کی ایسی جماعت کے ساتھ حج پر جاسکتی ہے جن کے محرم مرد ساتھ ہوں۔ کیا کوئی صورت بغیر محرم مرد کے حج کرنے کی ہے اور اگر کوئی عورت بغیر محرم سفر حج کرے اس کا کیا حکم ہے؟ جو محرم مرد ساتھ جائے اس کے کون کون سے اخراجات عورت برداشت کرے اور اخراجات حج کے علاوہ اگر وہ ذاتی رقم ساتھ لے جاتا ہے تو اسکی کیا صورت اور حکم ہے۔؟

الجواب جب اس عورت کے پاس محرم نہیں اور نہ ہی اتنی رقم ہے جس سے کسی محرم کو ساتھ لے جائے تو اس پر حج فرض ہی نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی شخص کیساتھ نکاح کرے جو حج کو جا رہا ہو تو اس تدبیر سے حج پر جانا درست ہو جائے گا مگر ایسا کرنا واجب نہیں ہے۔ کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر بغیر محرم کے ایسی عورت چلی گئی تو گنہ گار ہو گی اور فریضہ حج ادا ہو جائے گا فقط۔ واللہ اعلم،

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس

بیماری سے شفاء پانے پر حج کی نذر مانی تو حج لازم ہے

زید بیمار ہو گیا تھا۔ اس کا کمر کے نیچے سے وجود شل ہو گیا اس میں کوئی حس و حرکت نہ تھی چھ سال تقریباً اسی بیماری میں مبتلا رہا اس بیماری کے دوران زید مذکور نے نذر مانی تھی یا اللہ مجھے شفاء کاملہ عطاء کر، میں پیدل حج کروں گا اس وقت سے وہ شفایاب ہے کیا شرعاً پیدل حج کر سکتا ہے یا نہیں؟

۲۔ اسکے گھر سے تو اجازت ملتی ہے مگر اس کے بچے معصوم ہیں۔ ان بچوں کا خرچ بھی زید دیتا ہے اور اپنا خرچ بھی ہے۔ لہذا بچوں کا نابالغ ہونا اسکی نذر میں مزاحمت تو نہیں کرتا؟

الجواب صورت مسئولہ میں استحساناً نذر مذکورہ کا پورا کرنا ضروری ہے۔ حرف تعلیق مقدر ہے اگر یہ ظاہر ہوتا تو حج واجب تھا۔ (کما فی الشامیۃ ص ۷ ج ۱۲)

ولو قال ان فعلت کذا فأنا احج ففعل یجب علیہ الحج

پس بہ صورت تقدیر علیؔ نذر لازم ہوگی البتہ اگر پیدل نہ جا سکتا ہو تو سواری پر چلا جائے اور ایک بکری منیٰ میں ذبح کر دے۔ فقط،

الجواب صحیح، عبداللہ عفرلہ، | بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۱۵ / ۱۰ / ۸۲ ھ

خاوند کے روکنے کے باوجود عورت حج پر جا سکتی ہے

میری بیٹی کو عرصہ سے خاوند نے لاتعلق کیا ہوا ہے بیٹی کے اپنے بیٹے جوان ہیں۔ وہ اپنی والدہ کو اپنے ماموں یعنی والدہ کے بھائی کے ساتھ حج پر بھیجنا چاہتے ہیں، خاوند نہ طلاق دیتا ہے نہ حج کی اجازت دیتا ہے۔ تو کیا وہ حج پر جا سکتی ہے۔

الجواب حج فرض ہونے کی صورت میں محرم میسر ہونے کی حالت میں جانا ضروری ہے خاوند کے روکنے کی کوئی حیثیت نہیں۔ ولیس لزوجہا منعہا عن حجۃ الاسلام (اھ درمختار) ای اذا کان معہا محرم والا فلہ منعہا کما یمنعہا عن غیر حجۃ الاسلام اھ (شامیہ ص ۲۰۰ ج ۲) فقط واللہ اعلم، محمد انور

زمین بیچ کر حج کرنے کا حکم

زید دس ایکڑ زمین کا مالک ہے اس کے علاوہ نقد یا سامان وغیرہ کچھ نہیں، زمین کی آمدنی سے گزارہ ہوتا ہے اب ارادہ حج کا کیا ہوا ہے مگر بیوی نے منع کیا ہے کہ مجھے حج کرانے کے لئے زمین فروخت نہ کریں اور زید حج کرانا ہے کیونکہ بیوی سے وعدہ کیا تھا تو کیا یہ آدمی زمین فروخت کر سکتا ہے؟

الجواب زید کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی زمین کا حصہ فروخت کرکے خود بھی حج کرے اور بیوی کو بھی کرائے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
۲، محرم الحرام ۱۳۹۲ھ

نادار قرض لے کر حج کر آئے تو غنی ہوجانے پر دوبارہ حج کا حکم

غریب قرض لے کر حج پر چلا جائے پھر مالدار ہوجائے تو کیا پہلا حج کافی ہے یا دوسرا کرے؟

الجواب اگر مذکور شخص نے حج نفل کی نیت نہیں کی تو صورت مسئولہ میں اس کا حج فرض ادا ہوگیا — أن الفقير الأفاقي اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي فانه ان قدر على المشي لزمه الحج ولا ينوي النفل على زعم انه فقير لانه ما كان واجبا عليه وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه حتى لو نواه نفلاً لزمه الحج ثانيا اھ (شامی ص۳۳۲ ج۲) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احرام کی چادریں میلی ہوجائیں تو دھونے کا حکم

۱۔ عید الاضحیٰ کا چاند نظر آنے کے بعد کون سے حج کی نیت سے احرام باندھے؟
۲۔ حنفیہ کے نزدیک کونسا حج افضل ہے تمتع یا قران
۳۔ قران یا افراد میں باندھی ہوئی احرام کی چادریں میلی ہوجائیں تو دھونے یا بدلنے کے لئے کیا حکم ہے؟
۴۔ قران یا افراد والا طواف قدوم کے بعد حج سے پہلے نفل طواف کرسکتا ہے۔
۵۔ احرام کی حالت میں چادر کو سرف کے ساتھ دھونے کا کیا حکم ہے جبکہ سرف خوشبودار ہے

۶۔ احرام کی حالت میں مشروب روح افزا۔ سیون اپ کوئی دوسری ٹھنڈی بوتل اچار، سالن، ٹماٹر وغیرہ استعمال کر سکتے ہیں؟

۷۔ قران یا افراد والا آٹھ ذوالحجہ کو احرام والی چادریں تبدیل کرے یا نہیں میلی ہوں یا صاف ستھری ہوں جو کہ زیر استعمال ہیں یا وہی باقی رکھے۔

الجواب ۱،۲۔ قران افضل ہے

۳۔ چادریں میلی ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں، دوران احرام دھونے کا تکلف نہ کریں۔

۴۔ مزید طواف کر سکتا ہے

۵۔ خوشبو دار برف سے نہ دھوئے ویسے دھولے۔

۶۔ خوشبودار مشروب استعمال نہ کرے، اچار، ٹماٹر، سالن وغیرہ کھانے کی اجازت ہے

۷۔ پہلے احرام باندھ چکا ہے تو احرام کی چادریں بدلنے کی حاجت نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نابینا پر حج فرض نہیں ہے

ایک شخص کی بینائی نہایت کمزور ہے حتیٰ کہ اکیلا سفر نہیں کر سکتا کیا اس شخص پر حج فرض ہے جبکہ حج کی باقی شرائط پائی جاتی ہیں اور کسی معاون کے ساتھ لے جانے کی طاقت نہیں رکھتا۔

الجواب شخص مذکور پر بینائی کمزور ہونے سے پہلے حج فرض ہو گیا تھا تو اب اس پر واجب و لازم ہے کسی دوسرے آدمی کو حج پر بھیجے۔ بصورت دیگر وصیت کرے اور اگر بینائی کمزور ہونے کے بعد اس کے پاس مال آیا ہے تو پھر اس پر حج فرض ہی نہیں ہوا اور نہ اس پر وصیت کرنی لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، بندہ محمد اسحٰق غفرلہٗ

بندہ عبداللہ عفرلہٗ ۸۰/۸/۱۳ھ ۸۰/۸/۱۲ھ

والدین خدمت کے محتاج ہوں تو حج پر جانے کا حکم

بوڑھے ماں باپ کی خدمت کرنیوالا کوئی نہ ہو اور وہ اجازت بھی نہ دیں تو کیا حج فرض چھوڑ دیں؟

الجواب اگر حج پر چلے جانے کے بعد والدین کو ناقابلِ برداشت تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں نہ جانے کی گنجائش ہے۔ حج کو جائے گا تو گناہ ہوگا ویکرہ الخروج الی الحج اذا کرہ احد ابویہ ان کان الوالد محتاجاً الی خدمۃ الولد (عالمگیری ج۱ ص۲۲۰) فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نابالغ بغیر احرام کے میقات سے گزر سکتا ہے

نابالغ بچہ جب حدودِ حرم میں داخل ہو تو اسپر احرام باندھنا ضروری ہے یا نہیں۔ نیز اگر وہ عمرہ یا حج کرے تو اس کا احرام کون باندھے وہ خود یا اسکے سرپرست کا احرام کافی ہے بچوں کی عمر ۲ سال، ۴ سال ہے۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں نابالغ بچہ بغیر احرام کے حدودِ حرم اور میقات سے تجاوز کرسکتا ہے اسکی وجہ سے کوئی جزا واجب نہیں۔ ہندیہ میں ہے۔

واما الکافر یدخل مکۃ ثم أسلم ثم یحرم فلا شیء علیہ وکذلک الغلام یجاوز ثم یحتلم ویحرم بمنزلۃ الکافر (ج۱ ص۲۵۳)

نابالغ ممیز نے اگر احرام باندھ کر باقاعدہ حج کر بھی لیا تب بھی بالغ ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنا ہوگا کیونکہ صحتِ حج کے لئے بلوغ شرط ہے۔ ہندیہ میں ہے

ومنھا البلوغ فلا یجب علی الصبی۔ (ج۱ ص۲۱۷) فقط، واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ
۱۴ / ۱۱ / ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

جدّہ میں رہنے والے کے لئے تمتع کا حکم

ایک پاکستانی آدمی جدّہ میں مع اہل وعیال نوکری کی وجہ سے مقیم ہے۔ چھٹی پر پاکستان آتا ہے ذی قعدہ کے ماہ میں جدہ چلا جاتا ہے اس کا ارادہ ونیت ہے کہ جدہ چند دن قیام کے بعد عمرہ کریگا۔ کراچی سے بغیر احرام جاتا ہے جدّہ میں کچھ دن قیام کے بعد جدّہ سے احرام باندھ کر عمرہ کرتا ہے حلال ہونے کے بعد پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ کر حج کے لئے جاتا ہے۔ ۱- یہ شخص آفاقی کے حکم میں آئے گا یا مکی کے ۲- کراچی سے روانگی کے وقت اسکی نیت کا اُوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔ ۳- حل میں رہتے ہوئے اشہر حج میں عمرہ کیا اور اسی سال حج کیا اسطرح تو یہ تمتع ہو گیا۔ جس کی اہلِ حل کو اجازت نہیں، اب اس کے لئے کیا حکم ہے ۴- آئندہ اگر حج کرنا چاہے تو کیا یہ لازم ہے کہ وہ اشہر حج میں عمرہ کرے یا نہ کرے؟

الجواب ۱- جس شخص نے میقات کے اندر تا حل کیا ہوا ہو وہ مکی کے حکم میں ہے والمکی ومن فی حکمہ یفرد فقط ای من أھل داخل المواقیت[۱] (درمختار علی الشامیۃ)

۲- جس شخص کا قصد دخول مکہ نہ ہو وہ میقات سے بغیر احرام کے بھی تجاوز کر سکتا ہے۔ أما لو قصد موضعا من الحل کخلیص وجدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام۔ (درمختار علی الشامیہ ص ۱۵۴ ج ۲)

۳- حل میں رہنے والے شخص نے اشہر حج میں عمرہ کیا اور پھر حج کیا تو یہ متمتع ہو گیا۔ جس کی اہل حل کے لئے اجازت نہیں ہے۔ یہ شخص گنہگار ہوا اور دم جبر لازم ہو گیا۔
والمکی ومن فی حکمہ یفرد۔ فقط ولو قرن او تمتع جاز وأساء وعلیہ دم جبر۔ (شامی ص ۱۹۷ ج ۲)

۴- آئندہ کے لئے اشہر حج میں عمرہ نہ کرے صرف حج کرے (حوالہ بالا) فقط واللہ اعلم۔
محمد انور

احرام کی حالت میں ٹیکہ لگوانے کا حکم

ایک شخص مرض ذیابیطس وشوگر میں سخت مبتلا ہونے

کی وجہ سے روزانہ ایک ٹیکہ لگواتا ہے اب وہ حج پر جا رہا ہے کیا احرام کی حالت میں ٹیکہ لگوانا اس کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب کوئی حرج نہیں ہے
فقط واللہ اعلم ،

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
۱۸ / ۹ / ۸۲ھ

الجواب صحیح ،
عبداللہ غفرلہ ، ۸۲/۹/۱۹

زائد از ضرورت زمین بیچ کر حج کرنا ضروری ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین بندہ کے پاس سالم مربع زمین کا ہے اور میرے اخراجات کے لئے کافی ہے اور نہ ہی مقروض ہوں اور نہ ہی کوئی نقدی جمع ہے ایسی صورت میں قرضہ لے کر یا زمین فروخت کر کے جو سالانہ گذارہ سے زیادہ ہو حج کرنا فرض ہے یا نہیں ؟

(مولانا فضل احمد رائے پوری ربانی جامعہ رشیدیہ چک نمبر ۱۱/۱۱ ایل جیچہ وطنی)

الجواب وان كان صاحب ضيعة ان كان له من الضياع مالو باع مقدار ما يكفي لزاده وراحلته ذاهبا وجائيا ونفقة عياله واولاده ويبقى له من الضيعة قدر ما يعيش بغلة الباقي يفترض عليه الحج والا فلا. (فتاویٰ قاضی خان ص ۲۸۲ ج ۱)

جزئیہ بالا سے ظاہر ہے کہ اگر زمیندار کے پاس اتنی جائیداد ہو کہ اس کے کچھ حصے کو بیچ کر اخراجات حج نیز واپسی تک گھریلو ضروریات کا انتظام ہو سکے اور باقی ماندہ جائیداد آئندہ گزارے کے لئے بھی کافی ہو تو ایسی صورت میں زمیندار مذکور پر حج واجب ہے ورنہ نہیں۔ عیال سے مراد وہ ہیں جن کا نفقہ لازم ہو۔ کما فی الدر المختار۔ فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ

حکومت کا سیاسی رشوت کے طور پر حج کرانا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ۔۔۔ موجودہ حکومت اور سابقہ حکومتوں کا طریق کار رہا ہے کہ اپنے پارٹی ورکروں کو سرکاری خرچ پر

حج پر بھیج دیتی ہیں نیز ان لوگوں میں قومی، صوبائی ممبران سینٹ بھی ہوتے ہیں جو سیاسی رشوت کے طور پر بھیجے جاتے ہیں صاحب استطاعت ہوتے ہیں کیا ان لوگوں کو حج کا ثواب ہو جاتا ہے (۲) کیا حکومتِ وقت کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ قومی خزانے میں اسطرح کا تصرف کرے دلائل سے واضح فرمائیں۔ (السائل منظور احمد شاہ آسی موضع حدو باندھی ضلع مانسہرہ)

الجواب صاحب استطاعت لوگوں کو اپنے خرچ پر حج ادا کرنا چاہیئے تاکہ مالی عبادت کا ثواب بھی حاصل ہو اگرچہ دوسرے کے خرچ پر ادا کرنے سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ ۲۔ حکومت کے لئے حج کرانے کی گنجائش ہے البتہ صرف اپنے ورکروں کو یا سیاسی رشوت کے طور پر حج نہیں کرانا چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم، بندہ محمد اسحاق غفرلہ

محرم کے لئے ہر وقت کندھا کھلا رکھنے کا حکم

جب آدمی عمرہ کا احرام باندھتا ہے اوپر والی چادر کندھے کے نیچے سے نکال لیتا ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اوپر والا کندھا ڈھانکنا چاہیئے کچھ لوگ کہتے ہیں ہر وقت ننگا رکھنا چاہیئے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب اس کو عربی میں اضطباع کہتے ہیں اور یہ صرف عمرہ کے طواف کی حالت میں مسنون ہے یا ہر اس طواف میں جس کے بعد سعی مسنون ہے باقی اوقات میں نہ مسنون ہے نہ ممنوع البتہ نماز کے وقت کندھا ڈھکا ہوا ہونا چاہیئے۔

(ویسن أن یدخله تحت یمینه ویلقیه علی کتفه الایسر اھ (درمختار)

ویسن أن یدخل هذا یسمی اضطباعا وهو مخالف لما نقل البحر والزیلعی علی الظهر والکتفین والصدر وما عزاه القهستانی للنهایة وعزاه فی شرح اللباب للبرجندی عن الخزانة ثم قال وهو سهو لان الاضطباع یستحب من اول احوال الاحرام وعلیه العوام ولیس کذلک فان محله المسنون قبیل الطواف الی انتهائه لاغیر اھ قال بعض المحققین وفی شرح المرشدی علی مناسکه الکنز انه الاصح

وأنه السنة ونقله فى المنسك الكبير للسندى عن الغاية و مناسك الطرابلسى والفتح وقال ان أكثر كتب المذهب ناطقة بان الاضطباع يسن فى الطواف لا قبله فى الاحرام وعليه تدل الاحاديث وبه قال الشافعى اھ/شامی ص۱۷۱ ج۲ فقط ۔ واللہ اعلم،

محرم کے لئے ہر وقت کندھا کھولے رکھنے کو ضروری سمجھنا صحیح نہیں ہے ۔ محمد انور

۲/۱۱/۱۴۰۶ھ

والجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ

حجِ بدل فرض کے لئے آمر کے میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے

تقریباً دو سال قبل میرا لڑکا ثناء اللہ سعودی عرب بغرض دُنیاوی کاروبار گیا۔ اس کے ویزا کی کچھ رقم میں نے ادا کی اور باقی رقم اس نے محنت مزدوری کر کے پوری کر دی ۔ پہلے اس نے حج بیت اللہ خود کیا پھر باپ نے اس کو خط لکھا کہ میں بوڑھا ہوں اور بیمار ہوں اور زیادہ چل پھر نہیں سکتا تو لڑکے نے حج اکبر کے موقعہ پر میری طرف سے حج بدل کیا۔ قرآن وحدیث کی رو سے فتویٰ صادر فرمائیں کہ بوڑھے بیمار کی اجازت سے حج بدل ہو سکتا ہے۔ شخص مذکور مالدار ہے ۔

الجواب برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں حج بدل حج فرض کے قائم مقام نہ ہوگا۔ حج بدل کی صحت کے لئے علامہ شامیؒ نے بیس شرطیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک شرط یہ ہے ۔ مامور آمر کے پیسوں سے حج ادا کرے ۔ اپنی رقم سے ادائیگی کی صورت میں آمر کا حج نہ ہوگا۔ شامیہ میں ہے۔

ومنها أن يكون حج المأمور بمال المحجوج عنه فان تطوع الحاج عنه بمال نفسه لم يجز عنه حتى يحج بماله ص۲۵۷ ج۲ ۔

ایک شرط یہ بھی ہے کہ احرام میقات سے باندھا جائے۔ اگر احرام مکہ مکرمہ سے باندھا گیا تب حج آمر کی طرف سے نہ ہوگا۔ شامیہ ص۲۳۹ ج۲ میں ہے :۔

الثانى عشر أن يحرم من الميقات فلو اعتمر وقد امره بالحج ثم حج من مكة لا يجوز

فقط واللہ اعلم ۔ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہٗ

بیوی ناراض ہو کر میکے بیٹھی ہو تو حج کرنے کا حکم

میری دو بیویاں ہیں جو باہمی لڑتی ہیں ایک غیر آباد ہے اب میرا حج کو جانے کا ارادہ ہے

وہ اجازت نہیں دیتی بعض لوگ کہتے ہیں پہلے گھر آباد کرو پھر حج کو جاؤ کیا حج کرنا ضروری ہے یا گھر آباد کرنا ضروری ہے۔

کافی مرتبہ گھر آباد کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ آپ ہماری رہنمائی فرمائیں۔

الجواب حج اگر فرض ہے تو اسکی ادائیگی کیجئے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے نہ بیوی سے اور نہ کسی اور سے فرض کی ادائیگی ضروری ہے اور گھریلو معاملات کی درستگی کے لئے دوست احباب اور رشتہ داروں سے مشورہ کرکے صحیح صورتحال تک پہنچنے کی سعی کرنی چاہیئے۔ فقط۔ واللہ اعلم، بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

حج بدل میں اکثر مال آمر کا ہونا ضروری ہے

بندہ نے حج بیت اللہ اور دو عمرے بھی کئے ہیں

اب حج بدل کروانا چاہتا ہے۔ ایک شخص کو بحری جہاز کے ذریعے تیار کرلیا تو اب میری بیوی نے کہا کہ جو رقم اس حاجی کو دینا چاہتے ہو مجھے دیدو میں اپنا بیٹا محرم بناکر ساتھ لے جاتی ہوں، اور ہوائی جہاز کے ذریعے بقایا کرایہ اپنی گرہ سے ادا کرکے تمہارے لئے حج بدل کرآتی ہوں، بیوی نے بھی پہلے حج کر رکھا ہے اور خاوند سے زیادہ مالدار بھی ہے تو کیا ایسا شخص اپنی ایسی بیوی سے حج بدل کرانے کا مجاز ہے اور اسکی بیوی اسکے لئے حج بدل کرے تو یہ حج درست ہوگا۔

۲۔ کیا کسی حدیث معتبر سے یہ ثابت ہے کہ دو عمروں کا ثواب ایک حج کے برابر ہے۔

الجواب ۱۔ حج بدل کے لئے ضروری ہے کہ اکثر یا کل اخراجات آمر کی طرف سے ہوں درمختار میں ہے۔ وبقی من الشرائط النفقۃ من مال الآمر کلھا او اکثرھا (ص ۲۳۹ ج ۲)۔

۲۔ ایسی حدیث نظر سے نہیں گزری البتہ رمضان المبارک کے عمرہ کے بارے میں یہ فضیلت وارد ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان رمضان اعتمری

فیه فان عمرة فی رمضان حجة - (الحدیث) بخاری ۲۳۹

الجواب صحیح ، فقط واللہ اعلم ،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ، | بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ،

درخواست منظور نہ ہونے سے حج ساقط نہیں ہوگا

ایک شخص حج کے لئے درخواست دیتا ہے لیکن اس کا قرعہ اندازی میں نام نہیں نکلتا تو کیا اس کو حج کا ثواب مل جائے گا۔ اور جتنی دفعہ ناکام رہا ہے اتنے حجوں کا ثواب مل جائے گا ؟

الجواب حج کی درخواست دینے سے حج فرض ساقط نہیں ہوتا۔ منظور نہ ہونے کی صورت میں مسلسل دیتے رہنا چاہیئے۔ حج کرنے کا موقعہ مل گیا تو حج کرنے سے حج ساقط ہو جائے گا اور اگر خدانخواستہ منظوری کی نوبت نہ آئے تو وارثوں کو وصیت کر جانا ضروری ہے کہ میری جانب سے حج ادا کرا دیا جائے۔ رہا صرف درخواست دینے سے حج کا ثواب ملنا تو یہ معاملہ حق جل شانہ کے فضل پر ہے پورا ثواب بھی ملا تو کوشش و نیت وغیرہ کا ثواب انشاء اللہ ضرور ملے گا۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ، | بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ،

خیر محمد عفا اللہ عنہ ،

جو دو تین میل چل سکتا ہے وہ خود حج کرے : حج عن البدل کے لئے کتنا عجز شرط ہے

کیا ایک آدمی جو باوجود بڑھاپے کے ایک، دو میل بلا تکلف چل سکتا ہے۔ نظر وغیرہ اور باقی اعضاء بھی درست ہیں کوئی بیماری بھی نہیں ایسا شخص حج بدل فرض کرا سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب وفی الشامیة قوله صحیح البدن ای سالم عن الآفات المانعة عن القیام بما لا بد منه فی السفر فلا یجب علی مقعد ومفلوج وشیخ

کبیر لا یثبت علی الراحلۃ بنفسہ اھ ص۱۴۲ ج۲۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور خود حج کر سکتا ہے لہذا اپنی جگہ کوئی اور آدمی بھیجنا درست نہیں۔

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ غفرلہ ۱۸/۷/۷۶ھ

فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد اسحاق غفرلہ،

معتدہ حج پہ نہیں جا سکتی

جو عورت عدت گزار رہی ہو کیا وہ حج کے لئے سفر کر سکتی ہے؟

الجواب: معتدہ کو دورانِ عدت کوئی سفر نہیں کرنا چاہیئے نہ حج کے لئے نہ کسی اور غرض کے لئے اگر روکنے کے باوجود چلی گئی تو فرض ادا ہو جائے گا البتہ اس معصیت پر استغفار لازم ہے۔

المعتدۃ لا تسافر لا للحج ولا لغیرہ اھ (عالمگیری ص۱۳۸ ج۲)

فقط، واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ،

فقیر میقات تک پہنچ جائے تو حج فرض ہو گیا

ایک شخص جو کہ فقیر ہے حج کے ارادے سے میقات سے احرام باندھ کر تلبیہ کہہ کر جدہ شریف پہنچ گیا، لیکن وہاں اشتباہ کی وجہ سے محبوس ہو گیا اور واپس اپنے ملک بھیج دیا گیا۔ حج کی اجازت نہ دی گئی۔ مذکورہ آدمی نے اپنی زمین رہن کر دی اور اس سے پیسے وغیرہ حاصل کر کے حج کے لئے تیار ہوا لیکن بعد میں بیمار ہو گیا اور زیادہ کمزوری کی وجہ سے اب سفر کرنے کے قابل نہیں اور نہ اتنا مالدار ہے کہ اس پر یہ حج فرض ہوتا۔ قابلِ دریافت امر یہ ہے کہ مذکور کی جانب سے دوسرے آدمی کو یہ رقم دے کر حج کے لئے بھیجا جائے یا یہ رقم دے کر زمین فک کرالی جائے، نیز مذکور عمر رسیدہ بھی ہے۔

الجواب: مسئلہ مذکورہ میں احرام باندھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ محصَر ہونے سے فرق ہو گا۔ آفاقی اگرچہ فقیر ہو لیکن میقات پر پہنچنے سے اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔

فی اللباب المتغیر الآفاقی اذا وصل الی میقات فہو کالمکی ـــــ فلما صار کالمکی وجب علیہ ۱ھ ارشاد الساری ص ۱۹۵ ج ۲

اگر تندرست ہو تو خود حج کرنا واجب ہوگا۔ اگر قادر نہ ہو تو مرتے وقت حج کرنے کی وصیت کرے، ورثاء پر حج اور عمرہ کرانا لازم ہوگا۔ جب کہ اس کے تہائی مال سے حج ہو سکے ورنہ ورثاء کو اختیار ہوگا۔ جیسا کہ وصیت نہ کرنے کی صورت میں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

ایک شخص اپنے باپ کی طرف سے فقیر حج بدل کے لئے جائے تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا

ایک غریب کو حج بدل کرانا چاہتا ہے اور وہاں حرمین شریفین پہنچنے کے بعد اس غریب پر اپنا حج فرض ہو جاتا ہے۔ آپ بتائیں کہ اگر وہ غریب اپنا حج ادا کرتا ہے تو خائن بنتا ہے۔ اگر حج بدل ادا کرتا ہے تو اپنی فرضیت فوت ہو جاتی ہے

۲۔ جو حج بدل کرتا ہے تو کیا متوفی کی طرف سے حج ادا ہوا یا نہیں؟

الجواب ۱۔ من حیث الدلیل راجح یہی ہے کہ فقیر حج بدل کے لئے جائے تو اس وجہ سے اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔ (جواہر الفقہ ص ۵۰۰ ج ۱)

۲۔ جس کی طرف سے حج بدل کر رہا ہے۔ اسکی طرف سے ادا ہو جائے گا۔

فقط۔ واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس۔ ملتان

ایک آدمی پہلے سینتیس ہزار ۳۷۰۰۰ روپیہ کا مقروض ہے مقروض بدوں اجازت غرماء حج پر نہ جائے

ـــــ اور جس آدمی کا اس نے قرضہ دینا ہے وہ بھی مقروض ہے۔ بے روزگار ہے اور پریشان رہتا ہے کئی بار قرض خواہوں نے اسے بہت تنگ کیا ہے جس شخص نے

قرض دینا ہے کئی بار وعدہ کر کے منحرف ہو گیا ہے اور اب وہ حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ جا رہا ہے جبکہ وہ حقوق العباد پورے نہیں کر رہا شریعتِ اسلام کی روشنی میں وضاحت فرما دیں کہ ایسے آدمی کیلئے حج پر جانے سے قبل اپنا معاملہ لوگوں سے صاف کرنا ضروری ہے یا نہیں۔؟

الجواب مقروض کو چاہیئے کہ قرض خواہوں سے اپنا معاملہ صاف کر کے حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہو۔ بلکہ جن دوکانداروں سے اشیاءِ ضرورت خریدتا رہتا ہے۔ ان سے بھی حق کی ادائیگی یا معافی کی صورت ہو جانی چاہیئے۔ لمبا سفر ہے نہ معلوم دوبارہ واپس آنا نصیب ہی نہ ہو۔ حقوق العباد کا مسئلہ خود حل کر لیں۔ انشاء اللہ، اللہ پاک اپنے حقوق کا مسئلہ خود حل فرما دیں گے اور مغفرت سے نوازیں گے۔ ہندیہ میں ہے۔

ویکرہ الخروج الی الغزو والحج لمن علیہ الدین وان لم یکن عندہ مال مالم یقض دینہ الا باذن الغرماء ج ۱ ص ۲۲۱۔ الحاصل بدوں ادائیگی و اجازت سفرِ حج مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

عمرہ پر گیا ہوا آدمی گرفتار کر کے واپس بھیج دیا گیا تو اس پر حج فرض ہوا یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو آدمی حج کی استطاعت نہ رکھتا ہو اس پر حج فرض نہیں ہے

۱۔ لیکن ایک آدمی بغرض عمرہ یا سیر و سیاحت یا کاروبار مکہ مکرمہ پہنچ جاتا ہے اور عمرہ بھی ادا کر لیتا ہے تو کیا اس پر اب حج فرض ہو جائے گا یا نہیں؟ جبکہ یہ آدمی رمضان المبارک میں گیا اور پندرہ بیس روز رہنے کے بعد خود یا سعودی حکومت کے قانون کی زد میں آکر یہ آدمی پکڑا گیا اور انہوں نے واپس کر دیا۔ یا خود آگیا۔ تو کیا اس پر حج کی فرضیت باقی رہے گی یا بوجہ مجبوری حج ساقط و معاف ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ آدمی بدستور سابق حج کی استطاعت نہیں رکھتا تو حج کی فرضیت باقی رہے گی یا بوجہ مجبوری حج ساقط و معاف ہو جائے گا۔ ——— تو اگر حج کی

فرضیت اس کے ذمہ ہے تو اس کو پورا کرنے کی کیا صورت ہوگی کہ یہ حج ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہو سکے۔

۲۔ زید کہتا ہے کہ شوال سے ذو الحجہ کا زمانہ ایام حج کہلاتا ہے۔ ان ایام میں اگر کوئی چلا گیا تو اُس پر حج فرض ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی محرم سے رمضان شریف تک کے عرصہ میں جاتا ہے تو اس پر حج فرض نہیں ہوتا۔

۱۔ تو اب عرض یہ ہے کہ کیا اس آدمی پر جو رمضان شریف میں مکہ مکرمہ گیا اور واپس آگیا حج فرض ہوا یا نہ؟

۲۔ اگر حج فرض ہو گیا تو اس کے ادا کرنے کی کیا شکل ہے۔ یا بوجہ مجبوری معاف ہے۔

۳۔ کیا زید کی یہ بات درست ہے کہ شوال سے ذوالحجہ تک کا زمانہ حج کی فرضیت کا ہے اور محرم سے رمضان شریف تک کے زمانہ میں جانے سے حج فرض نہیں ہوتا۔

مندرجہ بالا صورتوں میں جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں باحوالہ تحریر فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ تاکہ اسی فتویٰ کے مطابق عمل کیا جائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

المستفتی: عبدالحمید میو مدرسہ عربیہ رحیمیہ تعلیم القرآن ملتان

الجواب صورتِ مسئولہ میں شخص مذکور پر حج فرض نہیں ہوا۔ یہ درست ہے کہ شوال ذوالقعدۃ اور ذوالحج اشہر حج ہیں۔ فقیر ان دنوں مکہ مکرمہ پہنچ جائے تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے بشرطیکہ زاد وراحلہ کا بندوبست بھی ہو۔

(کذا فی قرۃ العینین فی زیارۃ الحرمین ص ۴۰)

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عغفرلہٗ

فقط: واللہ اعلم

محمد انور، ۱۸/۴/۱۴۱۱ھ

حدودِ حرم سے باہر حلق کیا تو دم واجب ہوگا:

ایک شخص نے عمرہ کا احرام باندھا اب حلال ہونا تھا اس شخص نے حدِ حرم سے باہر جا کر حلق کیا اور حلال ہوا تو کیا اس صورت میں دم آئے گا یا عمرہ قضاء کریگا اور اگر دم ہے تو دم وہاں جا کر دینا پڑے گا۔ یا یہیں

دے سکتے ہیں اگر عمرہ قضاء کرسکتا ہے تو مع الدلائل بحوالہ کتب تحریر کریں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں حاجی صاحب پر دم واجب ہے اور یہ دم ادا بھی حرم کی حدود میں کرنا پڑے گا، شامی میں ہے ومن اعتمر فخرج من الحرم وقصر فعلیہ دم عند هما (ص ۲۲۵/۲) ۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ

روضۂ اطہر پر سلام کے الفاظ

مسئلہ صرف اتنا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو یا دیگر حجاج کرام کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دینے کی توفیق بخشے اور آپ یا حجاج کرام جب روضۂ اقدس کے سامنے باادب عاجزی اور انکساری کے ساتھ کھڑے ہوں تو اسوقت آپ اپنے لئے یا دیگر اشخاص کے لئے کیا پڑھنا تجویز فرمائیں گے۔

الجواب جب مواجہہ میں سامنے حاضر ہو کر کھڑا ہو تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے لیٹے ہوئے تصور کرے اور یہ خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جان رہے ہیں کہ فلاں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا ہے۔ درمیانہ آواز سے نہ تو زیادہ بلند آواز ہو اور نہ ہی بالکل آہستہ بلکہ اچھا مؤدبانہ سلام کہے۔ السلام علیک ایها النبی ورحمۃ اللہ ۔ السلام علیک یا خیر خلق اللہ ۔ السلام علیک یا خیرۃ اللہ من خلق اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ ۔ السلام علیک یا سید ولد آدم ۔ السلام علیک ایها النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ یا رسول اللہ انی اشهد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشهد انک عبدہ ورسولہ اشهد انک بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ وکشفت الغمۃ فجزاک اللہ خیراً جزاک اللہ عنا افضل ما جزی نبیاً عن امتہ ۔ اللّٰهم اعط لسیدنا عبدک ورسولک محمد ن الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ مقاماً محمودن الذی وعدتہ

انك لا تخلف الميعاد وانزله المنزل المقرب عندك انك سبحانك ذوالفضل العظيم ۔(قرۃ العینین صفحہ ۴۰)

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

حالتِ حیض میں طوافِ زیارۃ کرلیا تو سالم اونٹ ذبح کرنا ضروری ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک عورت طوافِ زیارت سے قبل حائضہ ہوگئی ۔ ابھی پاک نہیں ہوئی تھی کہ اتنے میں روانگی کی تاریخ آگئی ۔ طواف کئے بغیر ہی واپس وطن آگئی ۔ اسکے حج کا کیا حکم ہے ؟ اسکی شرعاً کوئی تلافی ہوسکتی ہے یا کہ نہیں ؟ السائل ، مقصود احمد جالندھری متعلم خیر المدارس ۔ ملتان ۔

الجواب یہ صورت کثیر الوقوع ہے ۔ مسئلہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے بہت سی مستورات حج کی ادائیگی سے محروم رہ جاتی ہیں ۔ مصارف اور سفری صعوبتیں برداشت کرنے کے باوجود ان کا حج نہیں ہوتا ۔۔۔ طوافِ زیارت چونکہ فرض ہے ۔ جو حائضہ عورت طوافِ زیارت کئے بغیر واپس آگئی ہے اس کا حج نہیں ہوا ۔ بلکہ خاوند کے پاس نہ جانے کے بارے میں اس کا احرام بھی باقی ہے اور اس پر لازم ہے کہ اسی احرام کے ساتھ واپس مکہ مکرمہ جاکر طوافِ زیارت کرے ۔ درمختار میں ہے ۔

وبترك اكثره بقي محرما ابداً في حق النساء حتى يطوف الخ

(شامیہ صفحہ ۲۲۴ ج ۲ مطبوعہ رشیدیہ)

اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں کہ : فان رجع الى اهله فعليه حتما أن يعود بذلك الاحرام ولا يجزى عنه البدل اور حج کی سعی نہیں کرچکی تھی ، تو وہ سعی بھی کرے ۔ اور ایسی حائضہ عورت سے پاک ہونے کے بعد اس کے خاوند نے مجامعت بھی کی تو ایک بکری بطورِ کفارہ حدودِ حرم میں ذبح کرنا واجب ہے اور اگر یہ فعل متعدد بار ہوچکا ہے تو کفارے بھی متعدد واجب ہونگے ۔ الّا یہ کہ احرام توڑنے کی نیت سے مجامعت کی ہو ۔

وفی اللباب واعلم ان المحرم اذا نوی رفض الاحرام فجعل یصنع ما یصنعہ
الحلال من لبس الثیاب والتطیب والحلق والجماع وقتل الصید
فانہ لا یخرج بذلک من الاحرام وعلیہ ان یعود کما کان محرماً
ویجب دم واحد لجمیع ما ارتکب ولو اکل المحظورات وانما
یتعدد الجزاء بتعدد الجنایات اذا لم ینو الرفض (شامی ص ۲۸۱ ج ۲)

ایسی صورت میں مستورات اور ان کے وارثوں کے لئے سخت مشکلات ہیں اس لئے حکومت پر لازم ہے کہ ایسی معذور عورتوں کے لئے سفر مؤخر کرنے کی مناسب ہدایات متعلقہ محکمہ کو جاری کرے۔ اور اگر بالفرض پاک ہونے تک عورت کا ٹھہرنا کسی طور پر ممکن نہ ہو تو ایسی حالت ہی میں اگر یہ عورت طواف کرے گی تو اس کا طوافِ زیارت ادا ہو جائے گا۔ مگر دوگانہ طواف پاک ہونے تک پڑھے۔ اور اگر حج کے لئے سعی پہلے نہ کر چکی ہو تو اب طواف زیارت کے بعد سعی بھی کرے۔ حائضہ عورت نے چونکہ یہ طواف ناپاکی کی حالت میں کیا ہے اسلئے بطورِ کفارہ اس پر سالم گائے یا سالم اونٹ کا حدودِ حرم میں ذبح کرنا لازم ہے تاکہ نقصان کی تلافی ہو سکے، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ سے خوب استغفار کرے اور معافی بھی مانگے۔ شامیہ میں ہے۔

نقل بعض المحشین عن منسک ابن امیر حاج لوهمّ الرکب علی القفول
ولم تطهر فاستفتت هل تطوف ام لا قالوا یقال لها لا یحل لک
دخول المسجد وان دخلت وطفت اثمت وصح طوافک وعلیک
ذبح بدنة وهذه مسئلة کثیرة الوقوع یتحیر فیها النساء (ص ۱۸۴ ج ۲)

فقط: واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

سعی طوافِ قدوم کے بعد افضل ہے

ایک شخص آٹھ ذوالحجہ کو احرام باندھ کر طواف کر کے پہلے سعی کر لیتا ہے اور طوافِ زیارۃ بعد میں۔ دس یا گیارہ یا بارہ ذوالحجہ کو کرتا ہے کیا اس سے حج باطل تو نہیں ہوتا

اگر نہیں جیسا کہ احناف کا مسلک ہے تو اس پر حدیث صحیح مطلوب ہے جو بطلان کا حکم لگانے والوں پر حجت بن سکے۔ جزئیہ فقہیہ مطلوب نہیں؟

الجواب حج میں ایک مرتبہ سعی بین الصفا والمروۃ شافعیہ کے نزدیک فرض ہے اور احناف کے نزدیک واجب ہے اور اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ سعی طوافِ زیارت کے بعد ہی کی جائے جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے اس پر یہ لازم ہے کہ کسی صحیح حدیث سے دلیل پیش کرے بلکہ یہ بھی جائز ہے بلکہ بقول علامہ نووی افضل ہے کہ سعی طواف قدوم کے بعد ہی کیجاوے۔ ہاں طواف زیارت کے بعد تک تاخیر جائز نہیں ہے۔

والافضل ان یکون بعد طواف القدوم ویجوز تاخیرہ الی ما بعد طواف الافاضۃ (شرح مسلم ص۴۱۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے طواف کے بعد ہی سعی فرمائی تھی اور طوافِ زیارت کے بعد سعی نہیں فرمائی۔

ففی حدیث جابر رضی اللہ عنہ فرمل ثلثا ومشی اربعا ثم تقدم الی مقام ابراھیم فقرأ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى (الی ان قال) ثم خرج من الباب الی الصفا فلما دنا من الصفا قرأ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ابدأ بما بدأ اللہ بہ فبدأ بالصفا (صحیح مسلم ص۳۹۵ ج۱)

وفی روایۃ لم یطف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا اصحابہ بین الصفا والمروۃ الا طوافاً واحداً (مسلم ص۴۱۴ ج۱)

وفیہ دلیل علی ان السعی فی الحج والعمرۃ لا یکرر بل یقتصر منہ علی مرۃٍ واحدۃ (نووی)

حضرت جابر کی طویل حدیث میں طوافِ زیارت یوں مذکور ہے۔

ثم رکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فافاض الی البیت فصلی بمکۃ الظہر الحدیث فیہ محذوف تقدیرہ فافاض

فطاف بالبیت طواف الافاضۃ ثم صلی الظہر نووی ص۳۹۹ ج۱)

وفی روایۃ فصلی الظہر بمنیٰ۔ بہرحال طوافِ زیارت کے بعد سعی کرنا آنحضرت سے ثابت نہیں۔ فقط۔ واللہ اعلم، بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہٗ ۱۰ محرم ۹۳ھ

طائف جاکر واپس آنے والے کے لئے عمرہ کا حکم

طائف حد میقات سے باہر ہے اس وجہ سے فقہ حنفیہ کے مطابق طائف سے مکہ مکرمہ جانے والے پر عمرہ کا احرام باندھ کر جانا ضروری ہے لیکن بڑدل کی کثرت اور موٹروں کی بھرمار اور عمدہ سڑک کے بن جانے کی وجہ سے اب یہ سفر گھنٹہ سوا گھنٹہ کا ہو گیا ہے اور تاجروں سرکاری یا غیر سرکاری ملازموں ٹیکسی چلانے والے ڈرائیوروں کا روزانہ ایک دو مرتبہ آنا جانا ہوتا ہے اور دو مرتبہ احرام باندھ کر آنے میں حرجِ عظیم ہو گیا ہے اسی وجہ سے سبھی مکہ مکرمہ کو طائف سے بغیر احرام کے آنے لگ گئے کیا مفقود الزوج کی طرح یہ مسئلہ بھی اُمت کے لئے آسان ہو سکتا ہے؟

الجواب مذہب حنفی میں تو اس کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی الا یہ کہ بحالتِ مجبوری اس حیلہ کی اجازت دی جائے جو حضرات فقہاء نے ایسے لوگوں کے لئے لکھا ہے وہ یہ کہ آفاق سے آنے والے حل میں کسی مکان میں آنے کی نیت کر کے آئیں اور وہاں قدرے وقف کرلیں پھر مکہ مکرمہ بغیر احرام کے داخل ہو جائیں۔ اہل حل جو داخل میقات رہتے ہیں ان کے لئے اپنے کام کاج کے لئے بدون احرام کے حدود حرم میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔ لیکن بعض محققین نے اس حیلہ پر بھی کلام کیا ہے جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بسوں والے میقات پر اڈہ بنالیں۔ اور پھر بس کے لئے ملازم دو ڈرائیور رکھے گئے ہوں ایک ڈرائیور باہر سے میقات تک لاری لائے عین حدود میقات سے ذرا پہلے لاری بالکل آہستہ کر کے اُتر جائے لاری میقات کے اندر داخل ہو کر خود بخود رُک جائے گی اور پھر دوسرا ڈرائیور بس لے جائے اور اسی طرح لاریوں کا تبادلہ کرلیا کریں۔ تاجروں کے لئے تو اتنا حرج بھی معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ہفتہ دو ہفتہ میں ایک مرتبہ جانے کی ضرورت پڑتی ہر روز سرے دن دو مرتبہ آنا جانا ہے جیسا کہ عام معمول ہے شاذ و نادر ہی ایک دن دو مرتبہ ایک تاجر کو آنا جانا پڑے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۳/۹/۱۳۹۰ھ

تمتع میں اضحیہ معروفہ کی نیت سے قربانی کی تو دم شکر ادا نہیں ہوگا

ایک مسئلہ میں حضرت کی رائے مطلوب ہے کہ مسلم کمرشل بینک نے حکومت کی طرف سے حجاج کرام کی رہنمائی کے لئے ایک کتابچہ جاری کیا ہے اور اس میں حج کے واجبات لکھے ہوئے ہیں تیسرے نمبر پہ یہ واجب ذکر کیا ہے "تیسرا واجب۔ قربانی"۔ اور اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ انکی اس سے مراد دم تمتع، دم قران ہے لیکن جو الفاظ لکھے ہیں یہ دم شکر کی بجائے اضحیہ پر دلالت کر رہے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھنے والا عامی شخص بظاہر جانور اضحیہ سمجھ کر اضحیہ کے ارادے سے ذبح کریگا۔ اب کتاب کی تصحیح کی کوشش کے علاوہ یہ مسئلہ قابل غور ہے کہ جو لوگ اس کتاب کو پڑھ کر قربانی سمجھ کر جانور ذبح کریں گے ان کا دم شکر (دم تمتع، دم قران) ادا ہوگا یا نہیں؟ شامی کی درج ذیل عبارت کا ظاہر مقتضی یہ ہے کہ ان کا دم ادا نہیں ہوگا۔

"واما الأضحية فهي متعينة في ذلك الزمن كالمتعة فلا تقع الأضحية مع تعينها عن غيرها والمراد بتعينها تعين زمنها لا وجوبها حتى يرد عليه انها لا تجب على المسافر يعني أن الاضحية لا تسمى أضحية إلا اذا وقعت في ايام النحر وكذا دم المتعة فلما كان زمنها متعيناً وقد نواها أضحية فلا تقع عن دم المتعة بخلاف الطواف فان التطوع به غير مؤقت فاذا كان عليه طواف مؤقت ونوى به غيره ينصرف الى الواجب المؤقت لانه يمكنه التطوع بعده وكذا لو نوى طوافاً آخر واجبا ينصرف الى الذي حضر وقته ووجب فيه ويلغوا الآخر مراعاة للترتيب كما لو نوى القارن بطوافه الاول القدوم يقع عن العمرة۔

واجاب الرحمتي بان الدم ليس من افعال الحج والعمرة ولذا لم يجب على المفرد باحدهما بل وجب شكراً على المتمتع

بهما لم يكن داخلاً تحت نية الحج والعمرة فلا بدله من النية والتعيين فلو نوى غيره لا يجزي كما لو اطلق النية بخلاف الا طوفة فانها من اعمالهما داخلة تحت احرامهما فتجزئ بمطلق النية شامی ص ۱۹۶ ج ۲)

لیکن سرسری غور کے بعد بندہ کے ناقص فہم میں یہ بات آرہی ہے اجو بغرض تصویب و استفادہ پیش ہے) کہ چونکہ مذکورہ کتاب میں اس کو واجبات حج میں شمار کیا ہے اس لئے حاجی ذبح شاۃ کو واجب حج سمجھ کر ہی جانور ذبح کریگا۔ اسکی نیت تو واجب حج ادا کرنے کی ہوگی لیکن غلطی سے یہ سمجھ رہا ہے کہ اسکا نام " قربانی " ہے۔ اس غلطی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور دم ادا ہو جائے گا۔ اور یہ صورت شامی کی مذکورہ صورت سے مختلف ہے۔ شامی کی صورت کا حاصل یہ ہے کہ اس نے " حقیقۃً " اس اضحیہ کی نیت کی ہو جس میں اور دم تمتع و قران میں تغایر ہے گویا اس نے دم شکر کے غیر کی نیت کی ہے اور ظاہر ہے کہ غیر کی نیت کرنے سے دم شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ جبکہ زیر بحث صورت میں دم واجب کی نیت ہے اگر اس کو قربانی کہہ رہا ہے تو یہ سمجھ کر کہہ رہا ہے کہ اس دم واجب کا نام ہی قربانی ہے لہذا یہاں دم شکر کے مغایر کی نیت نہیں پائی گئی۔ بعض واقعات سے بھی معلوم ہوا کہ عرف عوام دم تمتع کو قربانی اور تمتع کو قربانی والا حج کہتے ہیں لیکن اس کو اضحیہ سے الگ چیز سمجھتے ہیں۔

حضرت والا سے گزارش ہے کہ اس مسئلے میں اپنی رائے گرامی کسی خادم کو بتا کر ان کو مامور فرما دیں کہ بندہ کو مطلع کر دے۔ والسلام،

احقر محمد مجاہد عفا اللہ عنہ ۱۲ / ۱۱ / ۱۴۱۶ ھ

الجواب یہ درست ہے کہ اگر حاجی اس ذبح شاۃ کو واجبات حج میں سے سمجھ کر ذبح کرے اور اضحیہ معروفہ کی نیت نہ ہو تو اسے دم شکر تصور کیا جائے گا کیونکہ دم شکر کی نیت پائی گئی ہے اس لئے کہ واجبات حج میں سے صرف یہی دم ہے اور واجبات حج ہی سمجھ کر ذبح کر رہا ہے اسے " قربانی " کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ ان ایام میں ذبح ہونیوالے جانوروں کو عموماً اسی قربانی کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اضحیہ معروفہ کی نیت سے ذبح کرے تو اس سے دم شکر ساقط نہ ہوگا، جیسا کہ فقہاء کرام نے اسکی تصریح کی ہے۔ عام حاجی شاید اسی نیت سے قربانی کرتے ہوں، کیونکہ ایام نحر میں معروف قربانی یہی ہے۔ نیز "کتابچہ حج" میں اس کے بارے میں یہ الفاظ لکھے ہیں "یہ قربانی اس عظیم قربانی کی یاد میں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹے کی قربانی دی تھی"۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اضحیہ ہی اسکی یادگار ہے۔ اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں، نہ واجب حج کی نیت ہو نہ اضحیہ کی تو پھر بھی دم شکر ادا نہ ہوگا جیسا کہ رحمتی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ "فلو نوی غیرہ لا یجزئ کما لو اطلق النیۃ"۔

الغرض یہ تنقیح نفس مسئلہ کے لحاظ سے درست ہے کہ واجب حج کی نیت ہو اضحیہ کی نہ ہو تو اسے قربانی کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ لیکن خارج میں کیا ہوتا ہے یا اکثر جہلاء اس میں کیا سمجھتے ہیں اس کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی۔ گویا کل چار صورتیں ہوئیں ۱۔ دم شکر کی نیت سے ذبح کیا ۲۔ واجبات حج کی نیت سے ذبح کیا ۳۔ دم قران یا دم تمتع کی نیت سے ذبح کیا۔ ان سب صورتوں میں دم شکر ادا ہوگیا ۴۔ اضحیہ معروفہ سنت ابراہیمی سمجھ کر ذبح کیا یا کوئی خاص نیت نہیں کی تو ان دونوں صورتوں میں دم شکر ادا نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

قارن اور متمتع قربانی کی نیت سے جانور ذبح کریگا تو دم شکر ادا نہیں ہوگا

محترم المقام حضرت مفتی صاحب زید معالیکم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف!

ھدی، دم تمتع اور "قربانی" کی غلطی العوام بلکہ غلط العلماء بن چکی ہے اسپر راقم نے ایک خط وزیر حج اور متعلقہ محکمہ کے ذمہ داروں کو لکھا ہے اور ایک ایک خط ان کتب کی تصدیق کرنے والے مفتیان کرام کو بھی لکھا ہے "کتاب الحج" اور "سفر سعادت" جو کتب وزارت مذہبی امور

کی طرف سے تقسیم ہو رہی ہیں۔ ان میں تیسرا واجب قربانی کے ذیل میں لکھا گیا ہے کہ یہ قربانی اس عظیم قربانی کی یاد میں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی دی تھی۔ اب ایک حاجی ایک تو لفظ "قربانی" ۔ دوسرا "ایام قربانی" تیسرا "مقام قربانی" اور چوتھا جب یہ تشریح پڑھے گا تو پھر وہ اسے دم تمتع یا دم شکر کیسے سمجھے گا میرا تجربہ ہے کہ اس دور میں شاید کوئی ایک آدھ حاجی ہو جو یہ فرق سمجھتا ہو۔ میں ہر سال اس غلطی پر تنبیہ کے لئے ایک اشتہار بھی شائع کرا کر تقسیم کراتا ہوں، وزارت حج میں جا کر ایک تقریر بھی مستقل ریکارڈ کرائی ہے۔ ایک مرتبہ کتاب سے عبارت کی تصحیح بھی کرائی لیکن پھر یہی غلطی دُہرائی جا رہی ہے اور افسوس علماء کرام پر ہے جو یہ لکھ کر دے رہے ہیں کہ "حرفاً حرفاً" پڑھ کر تصدیق کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں خطوط اور اشتہار کی کاپی بھی ارسال خدمت ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس نے یہ "قربانی" دم شکر کی نیت سے نہیں کی، بلکہ سنت ابراہیمی والی قربانی کی نیت سے جانور ذبح کیا ہے۔ اس پر دم تمتع تو عمر بھر کے لیے واجب ہے۔ اب مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نے لکھا ہے کہ اسے دم تمتع کیساتھ دو دم جنایت کے بھی دینے پڑیں گے۔ ایک دم تاخیر کا دوسرا دم ذبح سے قبل احرام کھول دینے کا راقم بھی اسی طرح بتاتا رہتا ہے۔ لیکن جی میں یہ آتا ہے کہ اگر انکی اس غیر اختیاری غلطی کی بناء پر صرف ایک دم تاخیر کا ہو اور ترتیب جو کہ دوسرے ائمہ کے نزدیک نہیں ہے کہ دم تمتع سے قبل حجامت بنالی کیا وہ معاف ہو سکتا ہے یا نہیں؟ فقط والسلام،

مولانا منظور احمد چنیوٹی۔

اشتہار منجانب مولانا منظور احمد چنیوٹی

پاک و ہند کے اکثر حجاج کرام حج تمتع کرتے ہیں۔ یعنی پہلے عمرہ کا احرام باندھتے ہیں اور مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ کرکے احرام کھول دیتے ہیں۔ پھر منیٰ جانے کے وقت حج کا احرام باندھتے ہیں۔ یہ حج تمتع کہلاتا ہے۔ ان کے لئے دس ذوالحجہ کو بڑے جمرہ (شیطان) کو کنکر

مارنے کے بعد ایک جانور ذبح کرنا واجب ہے کہ اللہ نے انہیں عمرہ اور حج دونوں کو جمع کرنے کا موقع دیا، اسے دمِ تمتع اور دمِ شکر کہتے ہیں۔ یہ دمِ شکر اس قربانی سے بہت مختلف ہے جو عید الاضحیٰ کے دن مسلمان کرتے ہیں۔ حج تمتع اور قران کرنے والوں کے لئے دم شکر کا جانور دس ذوالحج کو کنکریاں مارنے کے بعد بارویں کے سورج غروب ہونے سے قبل ذبح کرنا واجب ہے جب تک یہ جانور شکرانے کی نیت سے ذبح نہ کیا جائے اس وقت تک حاجی کو حجامت بنانا، کپڑے پہننا اور بیوی کے قریب جانا حرام ہے۔ یہ جانور مفرد پر نہیں جو شروع سے ہی صرف حج کا احرام باندھتا ہے اور حج سے قبل عمرہ نہیں کرتا۔ لیکن متمتع اور قارن (جو حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرکے اکٹھا احرام باندھے) ان پر یہ جانور شکرانے کے لئے واجب ہے کہ انہوں نے ایک ہی سفر میں دو عبادتیں عمرہ اور حج خواہ ایک احرام سے اکٹھے یا دو علیحدہ علیحدہ احراموں سے ادا کیے ہیں اس کے شکر میں یہ جانور دینا واجب ہے۔

حج کی عام کتب میں چونکہ لفظ قربانی لکھا ہوتا ہے اور وہ ایام سنت ابراہیمی والی قربانی کے بھی ہوتے ہیں اور پھر منیٰ کا مقام بھی سیدنا اسماعیل کی قربانی کا ہے بایں وجہ اکثر حجاج اس شکرانے کے جانور کو سُنّت ابراہیمی والی قربانی ——————— کی نیت سے ذبح کر دیتے ہیں دمِ تمتع یا شکرانے کی نیت کا نہ ہی انہیں علم ہوتا ہے اور نہ ہی اس شکرانہ کی نیت سے وہ ذبح کرتے ہیں۔

لہٰذا تمام حجاج پر واضح ہونا چاہیئے کہ جن کا حج افراد نہیں بلکہ حج تمتع یا حج قران ہے انہیں شکرانے کی نیت سے یہ جانور بارویں کی شام سے قبل ذبح کرنا ہے جب تک اس نیت سے یہ جانور ذبح نہ ہوگا اس وقت تک حاجی حلال نہ ہوگا احرام سے نہ نکلے گا۔

باقی رہا سنتِ ابراہیمی والی قربانی وہ ان صاحبِ استطاعت حجاج کرام پر علیحدہ واجب ہے جن کا مکہ مکرمہ میں ۸، ذوالحجہ تک پندرہ روز کا قیام ہے۔

الحاصل: جس قارن یا متمتع حاجی نے شکرانہ کی نیت سے جانور بارویں کی شام تک ذبح نہ کیا اور حلال ہوگیا اسے اب تین جانور ذبح کرنے ضروری ہوں گے ایک شکرانہ کا جانور ایک تاخیر کرنے کا دم اور ایک دم جنایت اگر شکرانہ کی نیت سے جانور ذبح کرنے سے قبل

حلال ہوگیا تھا۔

تمام حجاج کرام سے درخواست ہے کہ مسئلہ کو خوب ذہن نشین کریں اور جہاں تک ہو سکے اپنے رفقاء حجاج کو اس غلطی سے متنبہ کریں۔

الجواب حاصل یہ ہے کہ جو حاجی (متمتع، قارن) ایام نحر میں قربانی کی نیت سے جانور ذبح کرتا ہے تو اس قربانی سے اس کا دمِ تمتع یا دمِ قران ساقط نہیں ہوگا اور یہ اضحیہ دمِ شکر کے قائمقام نہیں ہے۔

واذا تمتعت المرأۃ فضحت بشاۃ لم یجزھا عن المتعۃ لانھا أتت بغیر الواجب ———— وکذلک الجواب فی الرجل " وانما خصت المرأۃ لان السائلۃ کانت امرأۃ فوضعت المسئلۃ علی ما وقع۔ واما لان الغالب من حالھن الجھل۔ ونیۃ التضحیۃ فی ھدی المتعۃ لا تکون الا عن جھل۔ ثم لما لم یجزھا عن دم المتعۃ کان علیھا دمان سوی ما ذبحت دم المتعۃ الذی کان واجبا علیھا ودم آخر لانھا قد حلت قبل الذبح (عنایۃ علی ھامش فتح القدیر ص۴۲۶ ج۲)

لیکن پھر اگر ایام نحر ہی میں دمِ شکر ذبح کرتا ہے تو اگر اس سے قبل حلق کرا چکا ہے تو اس پر مزید ایک دم آئے گا اور اگر حلق نہیں کرایا تھا تو فقط ایک دمِ شکر ذبح کرنا ہوگا اور اگر ایام نحر کے بعد دمِ شکر ذبح کرے تو اس پر مزید دو دم آئیں گے۔ ایک تاخیر کا، دوسرا جنایت کا کہ ذبح سے قبل حلق کرایا تھا۔

ودمان لو حلق القارن قبل الذبح۔ ای یجب دمان عند أبی حنیفۃ رحمہ اللہ بتقدیم القارن او المتمتع الحلق علی الذبح وعندھما یلزمہ دم واحد وقد نص ضابط المذھب محمد بن الحسن فی الجامع الصغیر علی ان أحد الدمین دم القران والآخر لتأخیر النسک عن وقتہ وان عندھما یلزم دم القران

فقط الخ (البحر الرائق ص۲۶ ج۳) . فان حلق القارن قبل ان يذبح فعليه دمان عند أبى حنيفة رح دم بالحلق فى غير أوانه لان أوانه بعد الذبح ودم لتأخير الذبح عن الحلق. وعندهما يجب دم واحد وهو الاول الى قوله فنسبه صاحب غاية البيان الى التخبيط لكونه جعل احد الدمين هنا دم الشكر والاخر دم الجناية وهو صواب . وفيما يأتى اثبت عند ابى حنيفة دمين آخرين سوى دم الشكر ونسبه فى فتح القدير ايضاً الى السهو . وليس كما قال بل كلامه صواب فى الموضعين (بحر الرائق ص۳۸۹ ج۲)

البتہ صاحبین رح کے نزدیک فقط ایک دم شکر ہی ہوگا خواہ ایام نحر میں کرے یا ایام نحر کے بعد ۔ فيجب دمان على قارن ان حلق قبل ذبحه . دم للحلق قبل أوانه ودم لتأخير الذبح عن الحلق وعندهما دم واحد وهو الاول فقط (شرح وقایہ ص۲۴۷ ج۱)

ومنها ان من اخر اراقة دم المتعة او القران حتى مضت ايام النحر لزمه دم لتاخيره عن وقت التقديم لا التأخير عند ابى حنيفة وعندهما لا دم عليه (تاسیس النظر ص۵)

سوال میں ذکر کردہ دو دم کسی بھی امام کا قول نہیں یا تو ایک دم ہوگا یا تین ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

اس کے بعد حضرت مولانا منظور احمد صاحب مدظلہ کا دوبارہ خط موصول ہوا وہ خط مع جواب درج ذیل ہے ۔

محترم حضرت قبلہ مفتی عبدالستار صاحب . زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف !

جناب کا مرسلہ جواب موصول ہوا لیکن ابھی پوری تشفی نہیں ہوئی جیسا کہ راقم نے تحریر کیا تھا کہ حجاج کرام کی غالب اکثریت "ھدی" یعنی دم شکر کو نہیں جانتی وہ سنتِ ابراہیمی والی قربانی

کی نیت سے ہی جانور ذبح کرتے ہیں اب دم شکر تو اس پر بہر حال عمر بھر واجب رہے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ دم شکر کے علاوہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق اس پر دو دم جنایت کے واجب ہیں جیسا کہ بظاہر امام صاحب کے قول سے معلوم ہوتا ہے یا ایک دم جنایت ہوگا جیسا کہ صاحب غایۃ البیان اور صاحب فتح القدیر نے دو دم جنایت میں سہو اور تخبیط کا قول کیا ہے یا پھر فتویٰ صاحبین کے قول پر ہوگا کہ ایسے حاجی پر صرف دم شکر ہی واجب ہے اور کوئی دم جنایت واجب نہیں ہے۔

تاسیس النظر کی عبارت کے علاوہ جو عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔ ان میں یہ صراحت بھی نہیں ہے کہ یہ صورتِ مسئلہ ایام نحر گزرنے سے بعد کی ہے یا ایام نحر گزرنے سے قبل کی ہے پھر تاسیس النظر کی عبارت جس میں یہ تصریح ہے کہ ایام نحر اگر گزر گئے ہیں تو صرف ایک دم دم جنایت تاخیر کا امام صاحب کے نزدیک ہوگا۔ دو دم نہیں ہیں اور صاحبین کے نزدیک ہر دو صورتوں میں (ایام نحر گزرنے سے قبل یا بعد) اس پر کوئی دم جنایت نہیں بلکہ صرف دم شکر ہی واجب ہے۔

اب تین اقوال میں مفتی بہ قول کونسا ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ اس مسئلہ میں شدید قسم کا عموم بلوی ہے اور یہ غلط فہمی کتابوں والوں نے ڈالی ہے اس لئے اس میں ان "مظلوم" حجاج کی جس قدر رعایت ممکن ہو کرنی چاہیئے کیونکہ اس غلطی سے وہ کسی حد تک معذور ہیں۔ انہیں ایک تو لفظ "قربانی" سے غلطی لگتی ہے۔ دوسری "مقام قربانی" سے جو کہ منیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی جگہ ہے اور تیسری سب سے بڑی غلطی کہ جو کتابیں حج سے متعلقہ انہیں دی جاتی ہیں جن پر بڑے بڑے مفتی حضرات کی تصدیقات بھی درج ہیں۔ ان میں صراحت کر دی گئی ہے کہ "تیسرا واجب قربانی" "یہ اس عظیم قربانی کی یاد میں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی دی تھی۔ اب بیچارہ حاجی ان تین اغلاط کی وجہ سے اس دم شکر کو سنتِ ابراہیمی والی قربانی سمجھتا ہے یہ علماء کا فرض ہے کہ وہ وضاحت سے یہ فرق ان کو سمجھائیں اور کتابوں میں اس غلطی کی درستگی کرائیں۔ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: مخدوم ومکرم حضرت مولانا منظور احمد صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، استفسار کا جواب ارسالِ خدمت ہے کوئی شبہ ہو تو تحریر

فرمادیں۔ دعاؤں کی درخواست ہے۔

مسئلے کی وضاحت تو کامل طور پر کردی گئی تھی نہ معلوم تشفی کیوں نہ ہو سکی۔ بہرحال زیرِ بحث صورت میں تین دم واجب ہوں گے ایک دم شکر دوسرا دمِ جنایت (یعنی حلق قبل الذبح کا) تیسرا دمِ تاخیر کہ دم شکر کو ایام النحر سے مؤخر کردیا۔ یہ حضرت امام ابوحنیفہ صاحبؒ کا قول ہے اور اصولی طور پر یہی راجح ہے۔ "لکونه قول الامام ولکونه فی المتون" علامہ ابن عابدینؒ عقود رسم المفتی ص۲۲ میں وجوہِ ترجیح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "او کان فی المتون او قول الامام او ظاهر المروی اوجل العظام" اور اس کے مقابلے میں صاحبینؒ کا قول ایسا نہیں لیکن صاحبِ اجتہاد اس قول کو ترجیح دے تو اس کی ذمہ داری اس پر ہے۔ باقی رہا صاحب غایۃ البیان اور ابن ہمامؒ کا کلام سو اسکی تفصیل یہ ہے کہ ہدایہ کی عبارت درجِ ذیل ہے۔

فان حلق القارن قبل ان یذبح فعلیه دمان عند ابی حنیفة دم بالحلق فی غیر اوانه لان اوانه بعد الذبح و دم بتاخیر الذبح عن الحلق ص۱۵۷/۱

سے دم شکر کے علاوہ جنایت کے دو دموں کا واجب ہونا معلوم ہوتا تھا اگرچہ حاجی نے دم شکر ایام نحر ہی میں ذبح کردیا ہو جبکہ ذبح سے قبل حلق کراچکا تھا یعنی صرف حلق قبل ذبح میں ہی دو جنایتیں پائی گئیں ایک تقدیم "حلق علی الذبح" اور دوسری تاخیر "ذبح عن الحلق" صاحب غایۃ البیان نے ہدایہ کے اس مسئلے میں تخبیط پر تنبیہ کیا ہے کہ اس جنایت میں صرف ایک دم واجب ہوگا۔ دو دم واجب نہ ہوں گے۔ (جبکہ دم شکر ایام نحر میں ذبح کردیا ہو۔ اور صاحب بحرؒ نے بھی یہی کہا ہے اور صاحب ہدایہ کی عبارت کا جواب یہ دیا ہے کہ ہدایہ کا یہ جزئیہ ایک دوسری مرجوح روایت پر مبنی ہے اس لئے تخبیط نہیں۔ گو راجح دوسری روایت ہے کہ حلق قبل الذبح کی صورت میں صرف ایک جنایت ہوگی نہ کہ دو۔

واضح رہے کہ ہمارے سابقہ فتویٰ میں دم شکر کے علاوہ جو دو دم واجب کئے گئے یہ ہدایہ کے اس جزئیہ پر مبنی نہیں۔ مخفی نہ رہے کہ ہدایہ کے جزئیہ کے مطابق زیرِ بحث صورت میں چار دم واجب ہونے چاہیئے ۱۔ دم شکر ۲۔ جنایت حلق قبل الذبح ۳۔ جنایت تاخیر الذبح عن الحلق ۴۔ تاخیر دم شکر عن ایام النحر۔

بہر حال سابقہ فتویٰ میں تخبیط والے جزئیہ کو نہیں لیا گیا بلکہ اس کے مقابلے میں جو صحیح روایت تھی اسے لیا گیا تھا باقی رہا دمِ شکر کو ایام نحر سے مؤخر کرنے پر امام صاحبؒ کے ہاں مستقل ایک دم کا واجب ہونا صرف تاسیس النظر ہی میں نہیں بلکہ دوسری کتابوں میں بھی صراحتاً ایسے ہی منقول ہے اور واضح رہے کہ یہ دم تاخیر اس دم کے علاوہ ہے جو نفسِ تاخیر ذبح عن الحلق سے واجب ہوا تھا۔ یہ دونوں الگ الگ جنایتیں ہیں۔ عبارات درج ذیل ہیں:

ويتعين يوم النحر أى وقته وهو الايام الثلاثة لذبح المتعة والقران فقط فلم يجز قبله بل بعده وعليه دم. قوله بل بعده أى بل يجزئه بعده أى بعد يوم النحر أى أيامه الا أنه تارك للواجب عند الامام فيلزمه دم للتأخير. أما عندهما فعدم التاخير سنة حتى لو ذبح بعد التحلل با لحلق لا شئ عليه (شامی باب الهدى ص۲۷۱ ج۲)

ولا يجوز ذبح هدى المتعة والقران الا فى يوم النحر كذا فى الهداية حتى لو ذبح قبله لا يجوز اجماعا وبعده كان تاركا للواجب عند الامام فيلزمه دم هكذا فى البحر الرائق (عالمگیری ص۲۶۱ ج۱)

نیز صورتِ مسئولہ میں تین دم کے واجب ہونے کے بارے میں درجِ ذیل عبارت بھی ملی ہے۔

وفى الكبير اذا حلق القارن قبل الذبح وأخر اراقة الدم عن ايام النحر ايضا ينبغى ان يجب عليه ثلاثة دماء. دم لحلقه قبل الذبح ودم لتأخير الذبح عن ايام. ودم للقران او التمتع۔

(غنیۃ الناسک ص۵ ۔ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ص۲۳۱ ج۵) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۲۰ محرم ۱۴۰۷ھ

اُجرت لے کر کسی کی طرف سے حج کرنا:

زید پر حج فرض ہے۔ وہ معذور ہونے کی بناء پر جا نہیں سکتا۔

اس نے بکر کو کہا کہ آپ میری طرف سے حج بدل کر آئیں۔ بکر نے کہا کہ اتنے عرصہ میں اپنے کاروبار کو چھوڑوں گا، اور اہل وعیال سے دور رہوں گا۔ اس کا معاوضہ بھی آپ کو کچھ دینا ہوگا تو کیا اسطرح بکر کو حج پر بھیجنا درست ہے؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں بکر کے لئے معاوضہ لینا درست نہیں ہے کیونکہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے حج پر اُجرت لینے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ لہذا کسی ایسے صالح آدمی کو بھیجا جائے جو کہ محض اللہ کی رضا کے لئے یہ فریضہ سرانجام دے۔ یا بکر کو مسئلہ سمجھا دیا جائے البتہ زید پر آنے جانے وغیرہ کا خرچ دینا لازم ہے۔

وذكر الاسبيجابي انه لا يجوز الاستئجار على الحج ولا على شئ من الطاعات (الى قوله) وله من الاجر مقدار نفقة الطريق في الذهاب والمجيئ اھ (بحر الرائق ص ۲۳/۳)۔ فقط واللہ اعلم،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،

مدینہ منورہ سے واپسی پر عمرہ کے لئے جدہ سے احرام باندھا تو دم واجب نہیں ہوگا

کیا فرماتے علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی عمرہ کے لئے گیا ہوا ہے، عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ چلا گیا۔ جب دن ختم ہو گئے تو واپسی کے لئے جدہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ جہاز میں کچھ تاخیر ہے۔ جی میں آیا کہ کچھ وقت ہے اس سے فائدہ اُٹھا لوں۔ وہیں جدہ سے احرام باندھ کر عمرہ کرنے آ گیا عمرہ ادا کرنے کے بعد پھر جدہ آیا اور اس دوران اس کو کسی نے کہا کہ تیرے اوپر ایک دم لازم آ گیا ہے کہ تُو نے جدہ سے احرام کیوں باندھا ہے۔ آیا اس پر دم ہے یا نہیں؟

الجواب برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں اگر جدہ سے عمرہ کے لئے احرام باندھا تو اس صورت میں دم واجب نہیں ہے، درمختار علی الشامیۃ میں ہے۔

ميقاته الحل الذى بين المواقيت والحرم والميقات لمن بمكة للحج الحرم وللعمرة الحل ص ۱۶۲/۲۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

کنکریاں جمرہ سے دُور جا گریں تو دم کا حکم :

ایک شخص نے رمی کی مگر بعد میں پتہ چلا کہ کنکریاں جمرہ سے ایک گز کے فاصلے پر گرتی رہیں جمرہ کو نہیں لگیں، اس کے بعد ذبح کرنے کے بعد حلق بھی کرالیا۔ کیا اس پر کوئی دم وغیرہ واجب ہوگا ؟

الجواب اگر کنکریاں ایک گز کے فاصلے پر جمرہ کے قریب جا کر پڑیں تو رمی صحیح ہوگی دم وغیرہ واجب نہ ہوگا۔ (کما فی الدر المختار ص ۱۶۸ ج ۲)

ان وقعت بنفسها بقرب الجمرة جاز والا لا و ثلثة اذرع بعيد وما دونه قريب جوهرة ۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، خیر محمد عفا اللہ عنہ، — بندہ عبداللہ عفر لہ، ۲/ ۳ / ۱۳۷۵ھ

عورت کے پاس محرم کا کرایہ نہ ہو تو حج واجب نہیں ہوگا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک عورت جس کی عمر ۷۵ سال ہے وہ حج کرنا چاہتی ہے مگر محرم کا کرایہ نہیں ہے کیا اس کے حج کرنے کی کوئی صورت ہوسکتی ہے اگر ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب جس عورت کے ساتھ محرم نہ ہو یا محرم ہو لیکن اس کے کرایہ کی گنجائش نہ ہو تو اس عورت پر حج فرض نہیں ہے۔

اما شرائط وجوبه فمنها الاسلام ومنها العقل الى قوله ومنها المحرم للمرأة شابة كانت او عجوزا اذا كانت بينها و بين مكة مسيرة ثلاثة ايام ثم ذكر بعد اما شرائط صحة أدائه فثلاثة الاحرام والمكان والزمان۔ (الهندية ص ۲۱۸ ج ۱ كتاب الحج)

فقط واللہ اعلم، بندہ محمد صدیق عفر لہ،

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفر لہ،

محصر نے ہدی بھیجے بغیر احرام کھول دیا تو حلال نہ ہوگا:

زید نے عمرے کا احرام باندھا اور حالت احصار میں بغیر ہدی بھیجے بجانب حرم احرام کھول دیا اب زید کے لئے کیا حکم ہے؟ چونکہ احرام تو کھول چکا ہے کیا ہدی واجب ہے؟ اور ہدی کو حرم میں بھیجنا ضروری ہے؟ یا اپنے ملک میں ہی ذبح کر دے؟ بعد از ذبح یہ صدقہ ہوگا یا خیرات یعنی اس سے زید گوشت کھا سکتا ہے؟

الجواب صورت مذکورہ میں زید پر لازم ہے کہ وہ ہدی حرم بھیج دے یا اس کی قیمت کسی کو دے تاکہ وہ اس سے ہدی خرید کر وہاں ذبح کر دے اور تاریخ متعین کرے اس کے بعد تحلیل کرے ویسے احرام کھولنے سے حلال نہ ہوگا اسی حالت احصار میں جو جنایت خلاف احرام کرے گا تو دم وغیرہ لازم ہوگا اور اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ ہندیہ میں ہے۔

فهو ان يبعث بالهدي او بثمنه ليشتري به هديا ويذبح عنه وما لم يذبح لا يحل وهو قول عامة العلماء سواء شرط عند الاحرام الاحلال بغير ذبح عند الاحصار أو لم يشترط ويجب أن يواعد يوما معلوما يذبح عنه فيحل بعد الذبح ولا يحل قبله حتى لو فعل شيئاً من محظورات الاحرام قبل ذبح الهدي يجب عليه ما يجب على المحرم اذا لم يكن محصرا (عالمگیری ص ۲۵۵ ج ۱)

ولا يجوز الاكل من بقية الهدايا كدماء الكفارات والنذور وهدي الاحصار (عالمگیری ص ۲۶۲ ج ۱) ۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

متمتع عمرہ کے بعد حج سے پہلے جماع کرلے تو کچھ واجب نہ ہوگا

ایک مرد بیوی حج کرنے گئے اور دونوں نے عمرے کا احرام باندھا جب احکام عمرہ

ادا کر لئے اور سر کے بال کٹوا لینے کے بعد احرام کھولا اور حج کے احرام میں دن ابھی باقی رہتے تھے تو وہ مکہ مکرمہ میں پندرہ دن مقیم رہے اسی دوران مرد نے اپنی بیوی سے ہمبستری کی اسکے بعد پھر دوسرا احرام عمرے کا تنعیم سے باندھا وہ عمرہ بھی ختم ہو گیا بعد میں دونوں نے حج کا احرام باندھا اب بتائیں کہ ۱- ان دونوں میاں بیوی کا عمرہ اور حج ادا ہو گیا یا نہ تمتع ہوا یا نہ ۲- ان پر دم وغیرہ ہے یا نہ ؟

الجواب ۱- صورتِ مذکورہ میں دونوں کا حج تمتع ہو گیا جماع کرنے سے اس پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔

واقام بمكة حلالاً ثم يحرم للحج (فى الشائى) افاد انه يفعل ما يفعله الحلال فيطوف بالبيت ما بدأ له ويعتمر قبل الحج. (بہج ۲ ص ۱۹۵)

۲- ان پر دو دمِ شکر واجب ہیں۔ وفى الدر المختار وواجبه نيف وعشرون..... الى قوله وذبح الشاة للقارن والمتمتع اه

(شامیہ ص ۱۴۹ ج ۱ مطبوعہ بیروت)

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،
رئیس دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

میّت کی طرف سے حج کرنے سے اسکا اپنا فرض ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟

المرام اینکہ حامل رقعہ ہذا کے پاس ایک کتاب ہے۔ "علم الفقہ" مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے کہ بیٹا اگر اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے تو اس کے والدین کا بھی حج ادا ہو جاتا ہے اور اس کا اپنا فریضہ بھی ادا ہو جاتا ہے۔ عبارت پر نشان لگے ہوئے ہیں۔

۲- ایک شخص کی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ وہ اسکی طرف سے حج کرواتا ہے، حالانکہ متوفیہ پر اسکی زندگی میں حج فرض نہیں ہوا تھا اور نہ اس نے وصیّت کی تھی۔ کیا اسکی بیوی کو ثواب

ملے گا ۔ یہ حج کون سا ہوگا نفلی یا فرض ۔ اور حج کروانے والے نے حج کرنے والے کو عام اجازت دے دی ہے، چاہے قران کرے یا تمتع یا افراد ۔ لہٰذا اب حج کرنے والے پر کوئی پابندی تو نہیں کہ فلاں قسم کا حج کرے اور فلاں قسم کا نہ کرے ۔ جب کہ یہ حج صرف ثواب پہنچانے کے لئے کرایا جاتا ہے ۔

۳ ۔ جس سے حج کروایا جارہا ہے کیا اس پر بیت اللہ جانے کے بعد حج فرض ہو جائے گا ؟

الجواب ۱ ۔ اگر والدین پر حج فرض تھا اور بدوں وصیت کئے فوت ہو گئے، اب کوئی وارث انکی طرف سے حج فرض ادا کرتا ہے تو ان شاء اللہ میت کا حج فرض ساقط ہو جائے گا اور ظاہر یہی ہے کہ وارث سے حج فرض ساقط نہیں ہوگا ۔ ہاں میت پر حج فرض نہیں تھا تو وارث کا حج ہو جاتے گا ۔ (کما فصلہ فی الشامیۃ ص ۳۲۷ ج ۲)

۲ ۔ اس حج کا ثواب بیوی کو ملے گا ۔

کما یظہر من ھذہ العبارۃ ومبناہ علی ان نیتہ لہما تلغو لعدم الامر فھو متبرع فتنفع الاعمال عنہ البتۃ وانما یجعل لہما الثواب وترتبہ بعد الاداء فتلغو نیتہ قبلہ فیصح جعلہ بعد ذلک لاحدھما اولہما ولا اشکال فی ذلک اذا کان متنفلاً عنہما (شامی ص ۳۲۶ ج ۲)

۳ ۔ ایسے شخص پر حج فرض ہوگا یا نہیں، اس میں علماء کا اختلاف ہوا ہے ۔ بعض فرضیت کے قائل ہیں اور بعض اس کی نفی کرتے ہیں (شامیہ ص ۳۲۲ ج ۲) اس لئے ایسے شخص کو چاہیئے کہ عملی لحاظ سے احتیاطاً حج کو اپنے ذمہ سمجھے ۔

بحث کے آخر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر خلاف قیاس سقوط عن الوارث کا بھی اعتراف کر لیا جائے تو فضل خداوندی سے کچھ بعید نہیں ۔ لیکن معاملہ ادائے فرض کا ہے، اس لئے احتیاط لازم ہے ۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ | محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

احرام باندھ کر سیدھے مدینے جانا اور محظوراتِ احرام کے ارتکاب کا حکم

میری والدہ صاحبہ کو ایک عورت کے ہمراہ کراچی سے ہوائی جہاز پر روانہ کر دیا گیا عمرہ کے لئے اور احرام بھی باندھ دیا گیا۔ مگر جدہ میں بجائے میرے والد صاحب کے ایک اور غیر محرم رشتے دار وصول کرنے آئے ہوئے تھے۔ جو دونوں عورتوں کو عمرہ کرانے کے لئے سیدھا مدینہ منورہ لے گئے۔ وہاں جاکر والدہ صاحبہ نے اپنے آپ کو احرام سے فارغ کر دیا۔ اپنے اوپر احرام تصوّر ہی نہیں کیا۔ منافی احرام افعال کرتی رہیں۔ پھر کچھ دنوں بعد نئے احرام کے ساتھ والد صاحب کے ہمراہ عمرہ کرنے گئیں۔ نئے عمرہ کی نیّت تھی، قضاء کی نہیں کی۔ اس صورت میں عمرہ کی قضاء، دم وغیرہ جو حکم ہو تحریر کریں؟

الجواب اگر بیوی نے خاوند کی اجازت کے بغیر احرام باندھا تھا اور خاوند کے حکم سے محظوراتِ احرام کا ارتکاب کیا ہے تو وہ عورت ہدی بھیجے بغیر ہی احرام سے فارغ ہو جائے گی اور اس کے لئے احرام سے نکلنے کے لئے افعال عمرہ شرط نہیں خاوند کے لئے اس تحلیل کی شرعاً اجازت ہے۔ حج فرض اور احرام بالاذن کی صورت میں حلال کرنے کی اجازت نہیں۔ درمختار میں ہے:

اشتری محرمة ولو بالاذن له أن يحللها الی ان قال وکذا الزوج لو نکح حرة محرمة بنفل بخلاف الفرض ان لها محرم والا فهی محصرة فلا تتحلل الا بالهدی ولو اذن لامرأته بنفل ليس له الرجوع لملکها منافعها الخ۔ اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں۔

وأفاد أيضا أنه لا يتوقف تحليلها علی أفعال الحج بل تخرج من الاحرام بمجرد ما هو من المحظورات (ص ۳۴۷ ج ۲ باب الهدی)

عورت پر حلال ہونے کی وجہ سے عمرہ کی قضاء اور ایک ہدی بھیجنا واجب ہے۔

فقط واللہ اعلم۔
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

موجودہ دور میں بھی عورت بلا محرم سفرِ حج نہ کرے

مکرمی محترمی جناب حضرت مولانا صاحب!

السلام علیکم۔ اُمید ہے کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہوں گے۔ جب بھی حج کا زمانہ قریب آتا ہے عورتوں کے لئے حج کا مسئلہ ضرور زیر بحث آتا ہے کہ کیا اس زمانہ میں عورت بغیر محرم کے سفرِ حج کر سکتی ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں بہت سی ایسی آسانیاں ہوگئی ہیں جن کا پہلے زمانہ میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مثلاً پہلے زمانہ میں سفر پیدل یا اونٹ اور گھوڑے پر ہوتے تھے جن پر بیٹھنے اور اُترنے کے لئے عورت کو سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور عورت کو سہارا صرف محرم مرد ہی دے سکتا ہے۔ جس کی اس زمانے میں ضرورت نہیں ہے۔ یہ اور اس قسم کے دوسرے مسائل ہیں جس میں آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے مجھے اُمید ہے کہ آنجناب اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت نکال کر میری معروضات پر غور فرما کر قرآن حدیث اور فقہائے اُمت کے فتاویٰ کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں گے۔

فقہائے امت نے حج کے لئے دو قسم کی شرائط متعین فرمائی ہیں — پہلی قسم کی شرائط کا تعلق حج کے واجب ہونے سے ہے۔ دوسری قسم کی شرائط کا تعلق ادائے ارکان حج سے ہے۔

ہر مسلمان مرد عورت جس پر بھی یہ شرائط پوری ہو جائیں گی اس پر حج فرض ہو جائیگا۔ ان شرائط پر تمام فقہائے اُمت متفق ہیں۔ یہ سات شرطیں ہیں۔

۱۔ مسلمان ہونا ۲۔ بالغ ہونا ۳۔ عاقل ہونا ۴۔ آزاد ہونا ۵۔ استطاعت اور قدرت ہونا ۶۔ وقت کا ہونا ۷۔ دار الحرب میں رہنے والے مسلمان کو حج کی فرضیت کا علم ہونا ان شرائط میں عورت کے لئے علیحدہ کوئی شرط نہیں ہے جو بھی ان شرائط پر پورا اُترے گا مرد ہو یا عورت اس پر حج فرض ہو جائے گا۔ اب یہ کہ عورت سفر فرض حج محرم کے ساتھ کرے یا بغیر محرم کے اکثر محدثین کرام نے فرض حج کے سفر میں عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے کی اجازت دی ہے ان محدثین کرام میں امام مالکؒ، امام ترمذیؒ، امام بخاریؒ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ شامل ہیں۔ ان

محدثین کرام نے فرمایا ہے کہ فرض حج ادا کرنے کے لئے عورت بلغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ عورت تنہا سفر نہ کرے بلکہ اس قافلہ کے ساتھ سفر کرے جس میں ثقہ مرد اور عورتیں شامل ہوں۔ اسلئے کہ جان بوجھ کر فرض حج ترک کرنے میں گناہِ عظیم ہے

دوسری قسم کی شرائط کا تعلق حج کے واجبات ادا کرنے سے ہے اور یہ پانچ شرطیں ہیں

۱۔ تندرست ہونا ۲۔ راستہ کا پُرامن ہونا ۳۔ قید نہ ہونا یا حکومتِ وقت کی طرف سے پابندی نہ ہونا ۴۔ عورت کا عدت میں نہ ہونا ۵۔ ادائے واجبات حج کے وقت عورت کے ساتھ محرم کا ہونا۔ ان پانچ شرائط میں فقہاء کا سب سے زیادہ اختلاف عورت کے لئے محرم کے بارے میں ہے، کچھ فقہاء کہتے ہیں کہ عورت کے ساتھ محرم کا ہونا وجوب حج کی شرط ہے۔ لیکن قاضی خان نے تصریح کی ہے کہ یہ وجوب ادا کی شرط ہے۔ محقق ابن ہمام رحمہ نے فتح القدیر میں اسی کو ترجیح دی ہے کہ یہ وجوب ادائے حج کی شرط ہے اور اکثر مشائخ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ بزار رحمہ نے اپنی مسند میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کی ہے کہ معبد جہنیؓ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ کوئی عورت اس وقت تک حج نہ کرے جبتک اس کے ساتھ اس کا خاوند یا محرم نہ ہو تو معبد جہنیؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عورت تو حج کے لئے گئی ہے اور میں یہاں جہاد میں آپکے ساتھ ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جہاد چھوڑ دو اور اپنی عورت کو جا کر حج کراؤ۔

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ادائے واجبات حج میں محرم کا ہونا ضروری ہے نہ کہ سفر حج میں ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معبد جُہَنی سے یہ فرماتے کہ تم نے بلغیر محرم کے اس کو حج کے سفر میں بھیج کر غلطی کی اب اس کو جا کر حج کراؤ بلکہ یہ فرمایا کہ تم جہاد چھوڑ دو اور جا کر واجبات حج اپنے ساتھ ادا کراؤ۔

اس حدیث کی روشنی میں اور شرائط واجبات ادائے حج کی روشنی سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عورت کا محرم اگر پہلے سے وہاں موجود ہے یا کسی اور جگہ سے وہاں آکر اس عورت کے ساتھ حج کرے گا تو یہ عورت بلغیر محرم کے فرض حج کے لئے سفر کر سکتی ہے مگر اس شرط کے

ساتھ کہ قافلہ میں ثقہ مرد اور عورتیں شامل ہوں۔ تنہا مرد کے ساتھ یا ایسے قافلے کیساتھ جس میں عورتیں شامل نہ ہوں سفر نہیں کر سکتی اگرچہ ایک حدیث یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ پیغام بھیجا کہ تم کسی کے ساتھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دو اور حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے غیر محرم کے ساتھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دیا۔

اس حدیث میں دو باتیں قابلِ غور ہیں پہلی بات یہ کہ وہ زمانہ ایسا شر و فساد کا نہ تھا دوسرے یہ کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں جن کا احترام واکرام تمام اُمت کرتی تھی۔

ان معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۔ عورت فرض حج کے لئے بغیر محرم کے اس قافلہ میں سفر کر سکتی ہے کہ جس قافلہ میں ثقہ عورتیں اور مرد شامل ہوں تنہا سفر نہیں کر سکتی یا اس قافلہ میں شرکت نہیں کر سکتی جس میں ثقہ عورتیں شامل نہ ہوں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ عورت بغیر محرم کے واجباتِ حج ادا نہیں کر سکتی چاہے محرم وہاں پہلے سے موجود ہو یا کہیں اور جگہ سے وہاں پہنچ جائے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر حج فرض ہے تو سفرِ حج بغیر محرم کے ہو سکتا ہے مگر واجبات حج بغیر محرم کے ادا نہیں ہو سکتے۔ مجھے اُمید ہے کہ آنجناب قرآن وسُنت اور فقہائے اُمت کے فتاویٰ کی روشنی میں میری رہنمائی فرمائیں گے۔ فقط، والسلام، مکرم علی

الجواب مذہبِ حنفی کے مطابق عورت خاوند یا محرم کے بغیر سفرِ حج نہیں کر سکتی، بلکہ مسافت شرعی سے کم سفر بھی اس فتنہ و فساد کے دور میں حضرات شیخین کے فرمان کے مطابق درست نہیں۔

ولذا قال ابو حنیفة وابو یوسف کراھة خروجھا مسیرة یوم واحد واستحسن العلماء الافتاء به لفساد الزمان (اعلاء ص۸ ج۱۰)

اس قول کی تائید بخاری ومسلم کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔

لا تحل لامرأة تؤمن باللّٰه والیوم الاخر تسافر مسیرة

یوم ولیلۃ الا مع ذی محرم (اعلاء ص۸ ج۱۰)

ایسے ہی دو یوم کے سفر میں ممانعت وارد ہے کما رواہ الشیخان عن ابی سعید الخدری لیکن اصل مذہبِ حنفی تین دن کے سفر کے بارے میں ہے کیونکہ اکثر روایات میں تین دنوں کا ذکر ہے۔ جب عام سفر شرعی محرم و خاوند کے بغیر درست نہیں تو اس سے سفرِ حج کو مستثنیٰ قرار دینے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں، خصوصاً جبکہ سفر حج کے بارے میں بالتخصیص یہ حکم مؤکد طور پر وارد ہوا ہے۔ حدیث ابن عباس بطریق ابن جریج عن عمرو بن دینار قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحجن امرأۃ الا ومعها ذو محرم (اخرجہ الدار قطنی وصححہ ابو عوانہ)

اور اس حکم کے خلاف کوئی روایت موجود نہیں۔ ازواج مطہرات نے جو سفرِ حج کیا اس کا جواب امام صاحب رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ ازواج مطہرات چونکہ امہات المومنین ہیں اس لئے تمام لوگ ان کے لئے بمنزلہ محارم کے تھے کیونکہ محرم وہ ہی ہوتا ہے جس سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو۔

امام احمد رحمہ اللہ کا مشہور قول حنفیہ کے مطابق ہے۔ وتمسک احمد لعموم الحدیث فقال اذا لم تجد زوجا او محرما لا یجب علیها الحج هذا هو المشهور عنه، وعنه روایة اخری کقول مالک رحمہ اللہ وهو تخصیص الحدیث بغیر سفر الفریضة (اعلاء ص۹ ج۱۰)

نفلی حج میں سب حضرات محرم کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ جب یہ تخصیص کسی روایت سے ثابت نہیں تو معتبر نہیں ہونی چاہیئے۔ باقی جناب نے نفسِ وجوب اور وجوب ادا کی بحث چھیڑی ہے وہ یہاں چنداں مفید نہیں کیونکہ وجوب ادا کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ سفر تو بغیر محرم کے کرے اور ارکانِ حج کی ادائیگی کے وقت محرم یا زوج ساتھ ہو جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت پر زاد و راحلہ پر قدرت کے بعد نفس فرضیت ایک قول کے مطابق ہو جائے گی، لیکن گھر سے حج کی ادائیگی کے لئے روانگی کا وجوب محرم یا زوج مہیا ہونے کے بعد ہوگا۔ جبکہ دوسرے حضرات کا فرمان یہ ہے کہ زاد و راحلہ پر قدرت کے باوجود محرم کے بغیر حج فرض

ہی نہیں جس حدیث ابن عباس رضی سے آپ نے استدلال کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کے الفاظ درج ذیل نقل کئے ہیں۔

لا تسافر المرأة الا مع ذی محرم فقال رجل انی ارید ان اخرج فی جیش کذا وکذا وامرأتی ترید الحج فقال اخرج معها (اعلاء ج۱۰ فتح ص۶۶ ج۴)

حدیث پاک کے ان الفاظ سے اس امر کی وضاحت ہوگئی کہ یہ صاحب ابھی جہاد میں شریک نہ تھے اور انکی بیوی کا بھی سفر شروع نہ ہوا تھا صرف پروگرام تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخرج معھا بظاہر واقعہ ایک ہی ہے۔ راوی یا مترجم نے مجاز سے کام لیا یا تسامح واقع ہوا ہے۔ تفسیر میں اس حدیث پاک کے الفاظ اس کے قریب قریب ہیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سفر ہجرت کنانہ بن ربیع کے ساتھ کیا مقام بطن یا جج سے حضرت زید بن حارثہ رض اور ایک انصاری رض کے ساتھ کیا ان دونوں حضرات کو حضور علیہ السلام نے مقام بطن سے وصولی کے لئے بھیجا تھا مسئلہ ہجرت سے اس پر استدلال محل نظر ہے۔ اولاً اس لئے کہ بغیر محرم کے سفر کا ممنوع ہونا سابقاً ثابت نہیں۔

ثانیاً یہ سب کاروائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی آپ کا حکم خود شریعت ہے

ثالثاً حضرات نے حج اور ہجرت میں فرق بیان کیا ہے۔ حاشیہ ابی داؤد میں ہے۔

والفرق بینهما ان اقامتها فی دار الکفر حرام اذا لم تستطع اظهار الدین وتخشی علی دینها ونفسها ولیس کذلك التأخر عن الحج فانهم اختلفوا فی الحج هل هو علی الفور ام علی التراخی (ص۲۴۲ ج۱)

حضرات فقہاء، ومحدثین کی ایک جماعت نے محرم کو استطاعت سبیل میں شمار کیا ہے

ذهب الحسن - والنخعی - وابوحنیفة واصحابه - واحمد واسحٰق و ابو ثور الی ان المحرم او الزوج من السبیل فان لم تجدهما فلا حج علیها (اعلاء ص ج۱۰)

علامہ ابن منذرؒ فرماتے ہیں امام مالک اور امام شافعی وغیرہ حضرات نے جو شرائط

ثقہ عورتوں وغیرہ کی لگائی ہیں۔ اس سلسلہ میں ان حضرات کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

قال ابن المنذر وظاهر الحديث اولى ولا نعلم مع هولاء حجة توجب ما قالوا (اعلاء ص۱۰ ج۱۰)

امام ابو بکر رازیؒ فرماتے ہیں:

اسقط الشافعى اشتراط المحرم وهو منصوص عليه وشرط المرأة ولا ذكر لها (اعلاء ص۱۱ ج۱۰)

علامہ ظفر احمد عثمانی رحؒ فرماتے ہیں۔

لوجاز لها ذلك لقال عليه السلام امض انت فيما اكتتبت فيه فلا حاجة لها اليك (اعلاء ص۱۱ ج۱۰)

محرم کی شرطیں جو اُتارنے اور سوار کرنے میں سہارے کا تذکرہ کیا جاتا ہے یہ اس حکم کی حکمت تو ہو سکتی ہے۔ اسے علت قرار نہیں دیا جا سکتا لہذا اس پر حکم کا مدار نہیں اصل علت تو فرمانِ نبوی ہے۔ نفسِ سفر میں اگرچہ بہت سہولتیں میسر ہیں تاہم اس دور میں خطرات میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ جہاز کا اغوار۔ بم دھماکوں کا سلسلہ نیز بیماری کا عذر بھی پیش آسکتا ہے

فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،
۱۲ / ۳ / ۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار غفرلہٗ

چند آدمیوں کا پیسے جمع کر کے کسی ایک کو قرعہ اندازی کے ذریعہ حج پر بھیجنا

بحوالہ جناب کے فتویٰ جس کی نقل لف ہے) عرض ہے کہ مسئلہ اصلاً غلط طور پر پیش کیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ بازار تاجران پرانی سبزی منڈی روڈ ملتان ملکہ ہر سال کچھ رقم اکٹھی کر کے بذریعہ قرعہ ایک شخص کو حج پر بھیجتے ہیں۔ اسی طرح اس سال ۲۰۰/= روپے فی کس کے حساب سے رقم اکٹھی کی۔ ہر معطی (عطیہ دینے والا) شخص کو قرعہ اندازی میں شامل کر کے ایک معطی کو حج پر بھیجنے کا یہ سلسلہ شرعاً کیسا ہے؟ محمد قاسم توقیر،

الجواب قرعہ اندازی کے ذریعہ حج پر بھیجنے کا طریقہ جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ کوئی شخص بھی ہدیہ، ھبہ یا تعاون کے طور پر رقم نہیں دیتا ہے بلکہ اس نیت سے دیتا ہے کہ شاید قرعہ اندازی میں اس کا نام نکل آئے۔ تو چونکہ اس صورت میں ہر شخص کا نفع ونقصان علی الخطر ہے۔ اس لئے یہ عمل قمار (جوا) میں داخل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ الآیۃ۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

حج بیچا نہیں جا سکتا:

سوال ایک عرب ہمارے پاس آیا اس نے کہا کہ میں نے چار حج کئے ہوئے ہیں اور میں ایک حج بیچنا چاہتا ہوں اگر کوئی شخص لینا چاہے تو میں اسکو ایک حج سو روپے کے بدلے دیدوں گا تو ہم سے ایک نے چاہا کہ میں یہ حج والدہ متوفیہ کی طرف سے خرید لوں لیکن بعض لوگوں نے کہا یہ جائز نہیں ہے آخر کار اس پر فیصلہ ہوا کہ ہم اس کو ایک سو روپیہ خدا کے واسطے دیدیں اور یہ ہمیں ایک حج خدا کے واسطے دیدے چنانچہ ایسا کیا گیا کیا ہمارا عمل درست ہے یا نہیں اگر اسطرح زندہ یا مردہ کی طرف سے حج خریدا جائے تو انکی طرف سے حج ادا ہو جاتا ہے؟

الجواب حج کی خرید وفروخت اسطرح ناجائز ہے نہ ہی اس سے ثواب پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی فرض ادا ہو سکتا ہے فرض کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ کسی شخص کو روپیہ دے کر بہ نیت حج بدل روانہ کیا جائے اور اس کے لئے کافی شرائط ہیں جس کی تفصیل آپ علماء کرام سے دریافت فرما سکتے ہیں جو معاملہ آپ نے کیا ہے کہ اللہ کے واسطے آپ نے سو روپیہ دیدیا اور اس نے اللہ کے واسطے حج دے دیا اس سے بھی حج ادا نہیں ہو سکتا۔ دوبارہ کسی شخص کو یہاں سے روانہ کریں تب آپ کی والدہ کا فریضہ حج ادا ہوگا۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ

طوافِ زیارۃ سے پہلے میقات سے نکل گیا تو کیا کرے

دس ذوالحجہ کو میں احرام کھولنے کے بعد شام کو طوافِ زیارت سے پہلے غالباً غلطی سے میقات سے باہر چلا گیا پھر جلد ہی چند منٹ کے بعد واپس آ گیا کیونکہ ۹ ذوالحجہ سے ۱۳ ذوالحجہ کے درمیان عمرہ جائز نہیں ہے تو اس صورت میں میرے لئے کیا حکم ہے گیارہ ذوالحجہ کو طوافِ زیارت اور طوافِ وداع بھی کر لیا تھا میں آفاقی ہوں یعنی میقات سے باہر رہتا ہوں جس میقات سے خطرہ ہے کہ باہر چلا گیا تھا یقین نہیں کہ واقعی باہر چلا گیا تھا۔ اب کیا حکم ہے؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں سائل پر عمرہ واجب ہے اسی میقات میں جا کر عمرہ کا احرام باندھے اور یہ نیت کرے کہ میں اسی عمرے کا احرام باندھتا ہوں جو صورتِ مسئولہ میں واجب ہو گیا تھا اس طرح عمرہ کر لینے کے بعد سائل بری الذمہ ہو جائے گا۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

عورت کو حج بدل پہ بھیجنا خلافِ اولیٰ ہے

زید پر حج فرض تھا مگر اس نے غفلت کی وجہ سے حج ادا نہیں کیا اب وہ ایسا بیمار ہو گیا ہے کہ گھر سے مسجد تک آنا بھی اس کے لئے مشکل ہے اس کے رشتہ داروں میں اسکی پھوپھی ہے جو بہت نیک ہے اور قرآن پاک پڑھاتی ہے زید اس کو حج بدل پر بھیجنا چاہتا ہے کیا اسے بھیجنا درست ہے۔

محمد یونس واثقی خان پوری

الجواب افضل و بہتر تو یہ ہے کہ کسی ایسے مرد کو حج بدل کے لئے بھیجیں جو نیک ہو خوفِ خدا رکھتا ہو، حج کے مسائل کو خوب جانتا ہو اور اپنا حج ادا کر چکا ہو، مذکورہ عورت کو بھیجنے سے بھی فرض ادا ہو جائے گا۔

فجاز حج الصرورۃ بمهملة من لم يحج (والمرأة) ولو أمة

والعبد وغیرہ) کالمراهق وغیرهم أولی لعدم الخلاف. درمختار
أی خلاف الشافعی فانه لایجوز حجهم کما فی الزیلعی ح ولا
یخفی ان التعلیل یفید ان الکراهة تنزیهیة لان مراعاة الخلاف
مستحبة فافهم وعلل فی الفتح الکراهة فی المرأة بما فی المبسوط
من أن حجها أنقص اذ لا رمل علیها ولا سعی فی بطن الوادی
ولا رفع صوت بالتلبیة ولا حلق وفی العبد بما فی البدائع
من أنه لیس أهلا لاداء الفرض عن نفسه وأطلق فی صحة
احجاج العبد فشمل ما اذا کان باذن مولاه أو لغیر اذنه
کما صرح به فی المعراج فافهم وقال فی الفتح أیضا والافضل
أن یکون قد حج عن نفسه حجة الاسلام خروجا عن الخلاف
ثم قال والافضل احجاج الحر العالم بالمناسک الذی حج عن
نفسه الخ ص۲۶۱، ۲۶۲ شامی ج۲ ۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور

۳/۴/۱۴۱۷ھ

حج کے فرائض و واجبات:

حج میں کتنی چیزیں فرض ہیں اور کتنے واجبات ہیں۔ اس بارے میں وضاحت فرما دیں۔

المستفتی، محمد اشرف وہاڑی،

الجواب: اما رکنه فشیئان۔ الوقوف بعرفة وطواف الزیارة لکن الوقوف أقوی من الطواف کذا فی النهایة۔ و
أما واجباته فخمسة السعی بین الصفا والمروة والوقوف
بمزدلفة، ورمی الجمار۔ والحلق أو التقصیر وطواف الصدر
کذا فی شرح الطحاوی (ص۲۱۹ ج۱ ہندیہ)

حج کا رکن و فرض دو چیزیں ہیں۔ وقوف عرفہ اور طواف زیارۃ اور وقوفِ عرفہ اصل رکن ہے۔ واجباتِ حج پانچ ہیں ۱۔ سعی بین الصفا والمروۃ ۲۔ وقوفِ مزدلفہ ۳۔ رمیِ جمار ۴۔ حلق یا تقصیر ۵۔ طوافِ صدر۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور ۲/۸/۱۴۰۹ھ

آبِ زم زم سے پلید کپڑا دھونا جائز نہیں :

مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران کسی مجبوری کے تحت زم زم کے پانی سے کپڑا پاک کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مُراد ناپاک کپڑا ہے اور زم زم کے پانی میں کفن کا کپڑا ترکر کے لانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب آبِ زم زم متبرک پانی ہے کپڑے یا بدن سے نجاستِ حقیقیہ زائل کرنے کے لئے اسے استعمال کرنا جائز نہیں۔ ہاں برکت کے لئے اس میں کپڑا بھگو کر لانا درست ہے۔

قولہ یکرہ الاستنجاء بماء زمزم) وکذا ازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ من ثوبہ او بدنہ حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذلک ویستحب حملہ الی البلاد فقد روی الترمذی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا أنہا کانت تحملہ وتخبر أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحملہ وفی غیر الترمذی أنہ کان یحملہ وکان یصبہ علی المرضی ویسقیہم وأنہ حنک بہ الحسن والحسین رضی اللہ عنہما من اللباب وشرحہ۔ (شامی ص۳۵۲ ج۲) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ

کسی بیماری کی وجہ سے بال گریں تو کچھ واجب نہ ہوگا

ایک آدمی کے سر اور داڑھی کے بال نہاتے ہوئے وضو سے اور بے وضو بھی بلا ارادہ ٹوٹتے رہتے ہیں۔

اس شخص کی عمر ساٹھ سال کے قریب ہے۔ فرض حج کرنے کا ارادہ کرتا ہے احرام اور بغیر احرام میں کافی بال ٹوٹ جائیں گے۔ ہر بال کے بدلے میں قربانی دینے کی ہمت نہیں ہے بال بغیر اکھاڑے جھڑتے ہیں۔ اب اس کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب جو بال ہاتھ لگانے سے گرتے ہیں۔ ان کے گرنے پر کفارہ واجب ہے ہر بال پر مٹھی بھر گندم ہے۔

قال فی الشامیة۔ أومسه بیده وسقط فهو کالحلق اھ ص۲۲۱ ج۲

قال فی الخانیة فبکل شعرة کف من طعام ص۱۳۵ ج۱۔

اگر بغیر ہاتھ لگائے مرض کی وجہ سے بال گرتے ہیں تو اس میں صدقہ نہیں۔ وفی الشامیة بخلاف ما اذا تناثر شعره بالمرض أو النار بحر عن المحیط ص۲۲۱ ج۲۔

فقط واللہ اعلم،

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

دس ذی الحج کو منیٰ اور مکہ میں نماز عید نہ پڑھنے کی وجہ

منیٰ میں اور ایسے ہی مکہ مکرمہ میں دس ذی الحجہ کو نمازِ عید الاضحیٰ کیوں ادا نہیں کی جاتی۔ جبکہ عید کی نماز ادا کرنا ضروری اور واجب ہے۔

الجواب ۱۰ ذی الحج کو منیٰ میں حجاج کرام حج کے اہم امور رمی، ذبح حلق وغیرہ میں مصروف ہوتے ہیں اسلئے ان سے عید الاضحیٰ کی نماز ساقط کر دی گئی ایسے ہی جنہوں نے مکہ مکرمہ میں عید الاضحیٰ کا اہتمام کرنا ہوتا ہے وہ اس دن منیٰ میں امور حج میں مصروف ہوتے ہیں اسلئے وہاں بھی ادا نہیں کی جاتی۔ شامیہ میں ہے۔

وأما صلوة العید ففی شرح مناسک الکنز للمرشدی عن المحیط والذخیرة وغیرهما أنه لا یصلیها بها بخلاف الجمعة وفی شرح المنیة للحلبی أنه لا یصلیها بها اتفاقاً للاشتغال

نیه بامور الحج اھ أی لان وقت العید وقت معظم أفعال الحج بخلاف وقت الجمعة ولان الجمعة لا تقع فی ذلک الیوم الا نادراً بخلاف العید قال فی شرح اللباب وأراد بالا تفاق الاجماع اذ لا خلاف فی المسئلة بین علماء الامة اھ

وفی شرح الاشباہ للبیری من کتاب الصید أن منی موضع تجوز فیه صلوٰة العید الا أنها سقطت عن الحاج ولم نر فی ذلک نقلا مع کثرة المراجعة ولا صلوٰة العید بمکة یوم الاضحی لا نا ومن أدرکناہ من المشایخ لم نصلها بمکة واللّٰه تعالی اعلم ما السبب فی ذلک اھ (ص ۲/۲ج مطلب فی حکم صلوٰة العید والجمعة فی منی) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور،

طواف کے اقسام اوران کا حکم

عورت کو حج میں خانہ کعبہ کے طواف کے موقعہ پر حیض یا نفاس آجائے تو طواف نہیں کرے گی، اور طواف نہ کرنے کے عوض میں قربانی دینی پڑے گی یا نہیں ؟

الجواب طواف کی تین قسمیں ہیں ۔ ۱۔ **قدوم** : یہ سنت ہے واجب نہیں اگر عورت حیض و نفاس کی وجہ سے نہ کرسکے تو کچھ لازم نہیں۔

۲۔ **زیارت** : یہ فرض ہے حیض ونفاس کی وجہ سے مُعاف نہیں ہوسکتا طہارت تک انتظار کرنا ہوگا ۔ بعد طہارت ادا کرنا ضروری ہے ۔

۳۔ **طواف وداع** : یہ واجب ہے لیکن عورتوں کے حق میں اگر حیض و نفاس آجائے تو غیر واجب ہے ترک کی وجہ سے کوئی دم لازم نہ ہوگا (معلم الحجاج ص ۲۲۹) فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ عفر لہ،
مفتی جامعہ خیر المدارس

حج نفل پر جانے والے ملازم کو نصف تنخواہ دینے کا حکم

مدارس عربیہ میں ایک اصول ہے کہ جو آدمی فریضۂ حج کے لئے پہلی بار تشریف لے جائے تو اہلِ مدرسہ اسکو نصف تنخواہ ایامِ حج کی ادا کرتے ہیں لیکن جس نے ملازمتِ مدرسہ سے قبل حج کیا ہوا ہے اور پھر دوران ملازمت مدرسہ حج کو جائے اسکی تنخواہ کا کیا حکم ہے جبکہ وہ دورانِ ملازمت مدرسہ پہلی بار حج پر گیا ہے اگرچہ اس کا یہ حج دوسرا ہے لیکن دورانِ ملازمت مدرسہ میں تو پہلی بار ہے ہمارے مدرسہ کے محاسب اعلیٰ الحاج مولانا فضل احمد صاحب اوکاڑہ والے اس سال حج پر تشریف لے گئے ہیں تو ہمیں یہ مسئلہ درپیش آیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انتظامیہ مدرسہ ان کو نصف مشاہرہ ایامِ حج کی رخصتوں کا دے یا وہ مستثنیٰ ہوں گے؟

حبیب اللہ فاضل رشیدی ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہی وال

الجواب منشاءِ رعایت ضرورت ہے اور وہ حج فرض میں ہے۔

فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہٗ

۲۳ / ۲ / ۱۴۰۶ ھ

الجواب صحیح،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ

حکومت کی طرف حج پر جانیوالوں کا فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

ایک شخص کسی مل یا فیکٹری میں ملازم ہے۔ مل والے اپنی مل کی طرف سے رغبت بڑھانے کے لئے سال کے بعد کچھ لوگوں کو حج پر بھیجتے ہیں اگر کسی خوش قسمت کا نام نکل آیا قرعہ اندازی کے ذریعہ سے تو آیا اس ملازم کا فرض حج شمار کیا جائے گا یا نفل کیا حج فرض کے لئے دوبارہ جانا پڑے گا۔ اور اسی طرح اگر حکومت قومی اسمبلی وصوبائی اسمبلی کے ممبروں پر مشتمل ایک وفد بھیجے تو ان ارکان کا بھی حج فرض ادا ہو جائے گا، یا نہیں؟

الجواب مالکان اپنی طرف سے پیسے دیں اور حج کرنے والا فرض کی نیت کر لے تو فرض ادا ہو جائے گا۔ استطاعت کے بعد دوبارہ فرض نہ ہوگا۔ ایسے ہی حکومت کی طرف سے ممبران اسمبلی کا فرض بھی ادا ہو جائے گا۔ لیکن یہ تحقیق ضروری ہے کہ بلا ضرورت قومی خزانہ سے ان حضرات کو سفرِ حج کرانا درست ہے یا نہیں؟ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۸/۲/۱۴۰۷ھ

طاقت کے ہوتے ہوئے بجائے دم شکر کے روزے رکھنے کا حکم

ایک شخص حج تمتع یا قران کرتا ہے اور ھدی خریدنے کی بجائے وہ اس رقم کو کسی اور مصرف میں لگاتا ہے مثلاً مجھے کسی مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہدی وغیرہ کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ دس روزے رکھ لینا کافی ہے اور وہ رقم ہمیں دیدیں کہ ہم ایک ضروری اور اہم کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں کہ پوری فقہ سے مسلک حنفیہ کو باقی تمام مجتہدین کے مسالک سے علیحدہ کریں گے اور چونکہ اس کے لئے کتب فقہ کی ضرورت ہے جو کہ خریدنی ہیں تو کیا قربانی جو کہ متمتع یا قارن پر واجب تھی، باوجود طاقت کے نہ کرنا درست ہے اور حج میں کوئی نقصان ہوا یا کہ نہیں۔

الجواب قارن اور متمتع اگر مکہ میں ہدی خرید سکتا ہے تو اسے ہدی ہی ذبح کرنی چاہیئے ہدی کی استطاعت ہوتے ہوئے روزے کا مشورہ دینا درست نہیں بلکہ جہالت ہے اور حاجی مذکور پر ذبح نہ کرنے کی صورت میں تین دم واجب ہیں۔ ایک وہی دم قران دوسرا ذبح سے پہلے حلق کرانے کا تیسرا ذبح کو ایام نحر سے مؤخر کرنے کا۔

(کذا فی قرۃ العینین صہ۲۵) فقط واللہ اعلم، بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

سعی بین الصفا والمروۃ واجب ہے

کیا صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت؟

۲۔ جو شخص یہ سعی نہ کرے تو کیا اس کا حج ہوگا؟

الجواب سعی بین الصفا والمروۃ واجب ہے چھوڑنے کی صورت میں دم واجب ہوگا۔

ومن ترک السعی بین الصفا والمروۃ فعلیہ دم وحجہ تام

کذا فی القدوری۔ (عالمگیری ص ۲۴۷ ج ۱) ۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور

۸/۱/۱۴۰۹ھ

احرام کی حالت میں سگریٹ پینے کا حکم

حالتِ احرام میں سگریٹ نوشی عموم بلویٰ میں شمار ہوگا یا نہیں اگر نہیں تو کیا خلافِ سُنت یا خلافِ مستحب ہوگا، اندریں صورت سگریٹ نوشی پر کفارہ ہوگا یا نہیں؟ اگر کفارہ واجب ہے تو کتنا؟

الجواب سگریٹ نوشی جبکہ اس میں خوشبودار چیز کی ملاوٹ نہ ہو۔ احرام و حج کے منافی نہیں البتہ سگریٹ نوشی کا جو گناہ ہے وہ علیٰ حالہ قائم ہے۔ اس لئے احرام میں حتی الامکان سگریٹ نوشی اور دیگر تمام منشیات سے بچنا لازم ہے

فقط واللہ اعلم، بندہ عبداللہ غفرلہ،

الجواب صحیح،

خیر محمد، ۱۸/۱۰/۱۳۷۶ھ

بیویوں کے تنہا رہ جانے کی بناء پر کسی کو حج پر بھیجنا

ایک شخص کی دو عورتیں ہیں اولاد نہیں ہے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں اور حقیقی بھائی بھی نہیں ہیں اور وہ شخص زمانہ کی رفتار کو دیکھ کر زوجتین کو اکیلے نہیں چھوڑ سکتا اور دنیا کا کاروبار نہ سنبھلنے کی وجہ سے کسی اور کو روانہ کرے تو فریضۂ حج ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں شخص مذکور کے لئے اپنی جگہ حج پر دوسرا آدمی بھیجنا جائز نہیں ہے۔ خلیفہ بنانا حج میں اسوقت جائز ہوتا ہے۔ جب خود جانے سے عاجز ہو اور صورت مسئولہ میں عجز نہیں ہے کیونکہ دنیاوی کاروبار

رکھ لے ملازم رکھ سکتا ہے اور اپنی عورت کو ان کے والدین کے ہاں چھوڑ جائے اگر توفیق ہو تو ان کو بھی ساتھ لے جائے۔ فقط واللہ اعلم،

خیر محمد عفا اللہ عنہ،
مہتمم خیر المدارس ملتان

نفل حج بدل کے لئے کوئی شرط نہیں

ایک شخص سعودی عرب میں ہے دوسرا ملتان میں ہے ملتان والا اگر سعودیہ والے کو پیغام بھیجے کہ میری طرف سے حج یا عمرہ کردیں یا سعودیہ والا آدمی اپنے کسی زندہ یا مُردہ آدمی کا حج یا عمرہ ادا کرے تو جائز ہے؟

الجواب نفل حج یا عمرہ مُردہ کی طرف سے ہو یا زندہ کی طرف سے جائز ہے اور حج فرض دوسرے کی طرف سے کیا جائے تو اس کے لئے متعدد شرائط ہیں جن کی موجودگی میں یہ بھی درست ہے عام حالات میں جائز نہیں۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

سودی کاروبار کرنے والے ادارہ کا حج پر بھیجنا

میں ایک ٹیکسٹائل مل میں ملازم ہوں مل والے ہر سال قرعہ اندازی کے ذریعہ آدمی کو حج پر بھیجتے ہیں۔ کیا ان کے خرچ سے حج درست ہے۔ جبکہ ان کی اکثر کمائی سود کی ہوتی ہے۔

۲۔ ایک آدمی عمرہ کے لئے جائے اور وہاں جاکر چھپ جائے اور حج کرلے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب گنجائش ہے۔

۲۔ جائز ہے یعنی حج و عمرہ ادا ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم،
بندہ عبدالستار عفی عنہ،

بغیر محرم کے ہم عمر بوڑھی عورتوں کے ساتھ سفر حج پر جانا

زینب حج بیت اللہ کا ارادہ رکھتی ہے۔ مگر اس کا خاوند زید ساتھ جانے سے انکاری ہے رضاء و رغبت سے زینب کو حج بیت اللہ کی اجازت دیتا ہے۔ زینب کی عمر پچپن سال کی ہے۔ ہم عمر عورتیں اور بھی اس کے ساتھ تیار ہیں مگر کوئی محرم ساتھ نہیں تو زینب بغیر محرم کے حج کر سکتی ہے؟

الجواب اگر زید ساتھ جانے سے انکاری ہے تو زینب کسی دوسرے محرم کو ساتھ لیکر فریضۂ حج ادا کر سکتی ہے۔ محرم کا خرچ بھی زینب کے ذمہ ہوگا۔ اگر کوئی محرم بھی نہیں جاتا اور زید بھی ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں۔ تو ایسی صورت میں زینب کو سفرِ حج کرنے کی شرعاً اجازت نہیں۔

قال فی البحر بعد نقل الاحادیث فافادھذا کله ان النسوة الثقات لا تکفی الخ

قال فی البدائع فی شرائط فرضیة الحج فاما الذی یخص النساء فشرطان احدھما ان یکون معھا زوجھا او محرم لھا فان لم یجد احدھما لا یجب علیه الحج اھ (ص۱۲۳ ج۲)

وعن النبی صلی اللہ علیه وسلم الا لا تحجن امرأة الا ومعھا محرم کذا فی البذل ص۹۷ ج۲ وفی الدر المختار ص۱۴۵ ج۲ ومع زوجٍ او محرم بالغ عاقل غیر مجوسیٍ ولا فاسقٍ لعدم حفظھما مع وجوب النفقة لمحرمھا اھ

محرم سے مراد وہ رشتہ دار ہے جس سے عمر بھر نکاح جائز نہیں جیسے بھائی باپ لڑکا وغیرہ۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفی عنہ
خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان
۱۵/ ۶/ ۱۴۰۱ھ

فدیۂ جنایت اپنے ملک میں بھی دے سکتے ہیں

حالتِ احرام میں قربانی کے بعد اور حلق سے قبل بازو کے دو تین بال جن پر کوئی چیز چپکی ہوئی تھی، اس کو اتارتے وقت بال اکھڑ گئے ہیں، کتنے بال ٹوٹنے تک معافی ہے ۲۔ بالوں کے ٹوٹنے کا فدیہ کیا ہے ۳۔ فدیہ پاکستان میں بھی ادا کیا جا سکتا ہے ۴۔ بالوں کا قصر کرانا کتنی مقدار تک جائز ہے ۵۔ ایک محرم قربانی سے فراغت کے بعد اپنا یا کسی کا حلق یا قصر کر سکتا ہے ۶۔ صحت مند زندہ یا مردہ کی طرف سے عمرہ کیا جا سکتا ہے

الجواب ۱-۲ :۔ ہر بال کے بدلے گندم کی ایک کف صدقہ کرے اگرچہ رمی کے بعد ہی بازو کے بال اکھڑے ہوں۔

۳۔ جنایت کا فدیہ پاکستان میں بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ دم واجب کی ادائیگی صرف حرم میں ہی ہو سکتی ہے

۴۔ چوتھائی سر کا قصر واجب ہے جس میں کم از کم ہر بال انگلی کے پورے کے برابر کٹ جائے

۵۔ اپنے حلق و قصر سے قبل اگر کسی محرم یا غیر محرم کا سر مونڈا تو دو سیر گندم صدقہ کرے۔ اور اگر رمی اور ذبح کے بعد اپنا سر مونڈا تو کچھ واجب نہیں، ہاں اگر ناخن اتارے تو جنایت ہوگی۔

حلق رأس محرم او حلال وهو محرم عليه صدقة (هنديه وفي الدر فلو قلم ظفره (اى قبل الحلق مثلاً) كان جناية لانه لا يخرج من الاحرام الا بالحلق اهـ ج۲ ص۲۵۱)

۶۔ دوسرے شخص زندہ یا مردہ کی طرف سے عمرہ کرنا درست ہے۔ اس شخص پر حج واجب نہ ہوگا جس کی طرف سے عمرہ کیا جاتے

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

طواف قدوم کے ترک پر کچھ واجب نہ ہوگا

ایک دوست نے اپنی والدہ کو حج کرایا ہے اس میں مندرجہ ذیل غلطیاں کیں، مہربانی فرما کر قرآن و حدیث کی روشنی ڈالیں ۱۔ سائل کی والدہ (ہندہ) نے ایام حج میں عمرہ

کیا تھا۔ پھر اس نے حج قران کیا۔ حج قران میں انہوں نے پہلے عمرہ کرتے وقت طواف کیا پھر سعی کی پھر وہ منیٰ چلی گئی، وقوفِ عرفات کے بعد کنکریاں پہلے دو دن ماریں طوافِ زیارۃ ۱۲ تاریخ کو مغرب سے پہلے کیا اس کے ساتھ سعی بھی نہیں کی پھر واپس آتے ہوئے طواف وداع بھی نہیں کیا کیونکہ اس دن ان کو سخت بخار تھا۔ یہ بھی واضح ہو کہ سائل کی والدہ پاکستان سے حج کرنے کے لئے آئی تھیں ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر طوافِ قدوم علیحدہ ضروری ہے تو بھی نہیں کیا کیونکہ آتے ہی انہوں نے عمرہ کیا اور سعی کی، آیا ان کا حج ہو گیا ہے یا کہ نہیں ؟

الجواب طوافِ قدوم سنت ہے اس کے ترک کرنے سے کسی چیز کا وجوب نہیں۔ ترکِ سعی کی وجہ سے دم واجب ہے

ومن ترک السعی بین الصفا والمروۃ فعلیہ دم وحجہ تام ہندیہ ص۱۲۵ ج۱

گیارہ تاریخ کو جمرات کی رمی نہ کرنے کی وجہ سے بھی دم واجب ہے۔ درمختار میں ہے۔

او الرمی کلہ او فی یوم واحد الخ شامی ص۲۲۵ ج۲ (جدید نسخہ)

طوافِ وداع بھی واجب ہے اس کے ترک سے بھی دم واجب ہوگا۔ درمختار میں ہے۔

أو ترک طواف الصدر ص۲۲۴ ج۲ شامی جدید نسخہ

الحاصل صورتِ مسئولہ میں ہندہ کا حج تو ہو گیا لیکن طوافِ وداع، سعی اور رمی کے ترک کرنے کی وجہ سے تین عدد بکریوں کا حدودِ حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،	محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،	۲۴/۱/۱۴۰۸ھ

حج بدل میں آمر کے شہر سے روانگی کا حکم

۱۔ حجِ بدل کے لئے احرام تمتع قران۔ افراد، میں سے کس قسم کا باندھنا چاہیئے میں نے درخواست میں بعد ماہِ رمضان المبارک جانے کے لئے تحریر کیا ہوا ہے اگر احرام افراد باندھا جائے تو ۲/۱ ۲ ماہ تک باندھنا پڑتا ہے اس صورت میں بغل کے بالوں کی صفائی اور موئے زیرِ ناف کے متعلق کیا حکم ہے۔؟ ۲۔ مقامِ روانگی کون سا ہونا چاہیئے میں چچا جان کے

لئے حج پر جا رہا ہوں انکی ملکیتی اراضی چک نمبر ۲۷۷ ج ب ضلع لائل پور ہے لیکن وہ اکثر اپنے لڑکے کے پاس چک نمبر ۲۹۶ ج ب متصل گوجرہ رہتے تھے انتقال کے بعد انکی وصیت کے مطابق تدفین نہیں ہوئی۔ میں ساہیوال رہتا ہوں۔ حج بدل کے لئے روانگی کس مقام سے ہونی چاہیئے؟ ۳۔ اگر کراچی میں عرب ایمبسی سے سرٹیفکیٹ کلیئر کر جدہ شریف سے سیدھے مدینہ منورہ چلا جاوے وہاں قیام کر کے یکم ذوالحجہ کے قریب ذوالحلیفہ سے احرام افراد باندھ کر طواف وسعی کر لی جائے اگر یہ سرٹیفکیٹ کراچی سے حاصل نہ ہوا تو بغیر احرام جدہ شریف جا کر معلم کے ذریعہ تنازل میں کہا جاوے تو وہاں سے مدینہ منورہ روانگی ہو جائے اگر وہاں ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر حج بدل کر لیا جائے اگر میقات سے احرام نہیں باندھتے اور تنازل بھی جدہ سے نہیں ملتا تو اس کا کیا حل ہوگا؟

الجواب ۱۔ حج بدل کے لئے احرام افراد کا باندھنا چاہیئے البتہ اگر آمر نے قران یا تمتع کی اجازت دیدی ہے تو ان دونوں میں سے کسی ایک کا احرام باندھ سکتا ہے لیکن صورت دوم میں دم قران اور تمتع خود حج کرنے والے کے ذمہ ہے درمختار علی الشامی ص ۲۴۷ میں ہے

ودم القران والتمتع والجنایة علی الحاج ان اذن له الآمر اور شامی ص ۲۴۷ میں ہے (قوله علی الحاج) ای المأمور اما الاول فلانه وجب شکراً علی الجمع بین النسکین وحقیقة الفعل منه وان کان الحج یقع عن الآمر

۲۔ اپنی جگہ یعنی ساہیوال سے بھی روانگی درست ہے شبہ سے بچنے کے لئے گوجرہ سے روانگی افضل ہے ۳۔ یہ صورت درست ہے لیکن جدہ سے مدینہ منورہ تک آنے جانے کے تمام اخراجات مامور پر ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
یکم رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

پہلے میقات سے احرام نہیں باندھ سکے تو دوسرے سے باندھ لیں

۱۔ کچھ لوگ مدینہ منورہ سے جدہ کی طرف روانہ ہوتے پندرہ دنوں سے زائد رہنے کی اقامت کی

نیّت کی حج تمتع کا ارادہ تھا۔ مدینہ منورہ سے چلتے وقت احرام کی نیت نہ کی بغیر احرام میقات سے گزر کر جدّہ سے احرام تمتع کا باندھا کیا اس پر دم واجب ہے۔؟

۲۔ ایک غیر ملکی شخص مکہ مکرمہ میں جانے سے قبل میقات سے احرام نہیں باندھتا اور میقات سے گزرتے ہوئے سویا رہا اسی طرح دوسری میقات سے بھی سوئے ہوئے گزرا۔ کیا دم واجب ہوگا؟

۳۔ ایک آدمی نے مقام رابغ سے احرام باندھا سردی کی وجہ سے سوئے ہوئے سر کو کمبل سے ڈھانپ لیا آنکھ کھلنے پر ہٹاتا رہا۔ دم واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب (۲-۱) ولو مر بمیقاتین فاحرامه من الابعد افضل ولو اخره الی الثانی لا شئ علیه علی المذهب (الشامیہ ص۱۶۶ ج۲)

عبارت ہذا سے ظاہر ہے کہ اگر پہلی میقات سے گزر گیا احرام نہیں باندھا اور دوسری سے باندھ لیا تو دم وغیرہ واجب نہیں۔ اور اگر دوسری میقات سے بھی احرام نہیں باندھا تو اس پر دم واجب ہوگا۔ کما لا یخفی۔

(۳) اگر رابغ سے احرام باندھا اور پھر سونے کی حالت میں سر کو پوری رات نہیں ڈھانپا تو ایسی صورت میں دم واجب نہیں بلکہ صدقہ تقریباً دو سیر گندم واجب ہے۔

أو ستر رأسه یوما کاملا أو لیلة کاملة وفی الاقل صدقة (الشامیہ ص۲۲۰ ج۲)

وحرم تاخیر الاحرام عنها کلها لمن أی لآفاقی قصد دخول مکة یعنی الحرم ولو لحاجة غیر الحج أما لو قصد موضعا من الحل کخلیص وجدة حل له مجاوزته بلا احرام الخ (الشامیہ ص۱۵۴ ج۲)

عبارت بالا سے ظاہر ہے کہ آفاقی اگر جدہ میں ٹھہرنے کی نیت سے بلا احرام میقات سے گزر جائے تو اس پر دم واجب نہیں۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،
مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
عبد اللہ عفا اللہ عنہ،
مفتی خیر المدارس ملتان

قارن کے مقیم اور غنی ہونے کی صورت میں دم قران کے علاوہ قربانی بھی اسپر واجب ہے

ایک حاجی مکہ میں حج سے پیشتر پندرہ یوم یا اس سے زیادہ قیام کرتا ہے تو اسپر کتنی قربانیاں ہیں؟

(ب) اگر وہ ایک ہی قربانی کرتا ہے تو کیا اسپر دم واجب ہوگا۔؟

(ج) اگر وہ دم ایام نحر میں نہ دے تو ایک دم اور واجب ہوگا یا نہیں؟

(د) نیز یہ دم مکہ مکرمہ میں ہی دینا ہوگا یا وطن واپس آنے پر کر سکتا ہے یا یہ دم وہ کسی کی معرفت وہاں پر کرا سکتا ہے یا پھر خود جاکر کرے؟

الجواب ا۔ اگر یہ حاجی غنی بھی ہے تو قربانی واجب ہے اور اگر تمتع یا قران کیا ہے تو مزید ایک دم واجب ہوگا۔

(ب۔ج۔د) اگر اس نے دم قران یا تمتع ایام نحر میں ذبح کر دیا ہے تو اس پر نیا دم واجب نہ ہوگا۔ہاں قربانی اس کے ذمہ رہ گئی ہے جس کی ادائیگی ایک متوسط بکری کی قیمت صدقہ کرنے سے ہو جائے گی۔ جہاں کہیں بھی صدقہ کر دے کافی ہے اور اگر اس کے برعکس اس نے ایام نحر میں قربانی کی ہے اور دم تمتع یا قران ذبح نہیں کیا تو اسپر مزید ایک دم واجب ہوگا جس کا حرم میں ذبح کیا جانا ضروری ہے۔یعنی دم تمتع یا قران اور اسی طرح دم جنایت دونوں کا حرم میں ذبح کیا جانا ضروری ہے۔ گو ایام نحر گزر گئے ہوں۔

ویتعین یوم النحر ای وقتہ وھو الایام الثلاثۃ لذبح المتعۃ والقران فقط فلم یجز قبلہ بل بعدہ وعلیہ دم، ویتعین الحرم لا منی للکل اھ درمختار علی الشامی ص۲۵۰ ج۲ باب الھدی

حاجی کا جانا ضروری نہیں کسی کے ہاتھ رقم بھیج کر بھی حرم میں ذبح کرا سکتا ہے۔جانور قربانی کی نیت سے ذبح کیا ہے تو دم تمتع یا قران ادا نہیں ہوگا اسیطرح اس کے برعکس بھی قال فی الدر ولم تنب الاضحیۃ عنہ لانہ اتی بغیر الواجب علیہ اذ لا اضحیۃ علی المسافر ولم ینو دم التمتع والتضحیۃ الی قولہ وعلی فرض وجوبھا لم تجز ایضا لانھما غیران فاذا نوی عن احدھما لم یجز عن الاخر۔

معراج الدرایہ (شامیہ ص۱۹۶ ج۲) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رابغ سے تھوڑا آگے بلا احرام گزرنے پر دم واجب نہیں ہوگا

۱۔ دوسری میقات میں داخل ہونے کے دس پندرہ منٹ یا گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے بعد آنکھ کھلی جبکہ لاری کا سفر تھا یا داخل ہونے کے تقریباً پانچ منٹ بعد پھر احرام باندھا تمام صورتوں میں دم واجب ہوگا یا نہ احرام باندھنا دخول میقات کے بعد جائز ہے یا نہ؟ مثلاً رابغ میں پہنچ کر کسی نے احرام باندھا اور لاری وہاں کھڑی رہی دم واجب ہوگا یا نہ؟ صورتِ وجوب میں اپنے ملک میں بکرا یا ساتواں حصہ قابلِ قربانی بچھڑے کی موجودہ قیمت یا نادار ہونے کی صورت میں روزے رکھنے جائز ہیں یا نہ؟ اور کتنے روزے کس طرح پر؟

۲۔ مدینہ منورہ میں ایسے لوگ جن پر تمتع کا حج فرض تھا مستقل امیر کے حکم سے جو مکہ مکرمہ میں تھے فی الحال بنیت جدہ روانہ ہوئے، رابغ یا جدہ پہنچنے کے بعد امیر کا پیغام ملا کر سیدھے چلے آؤ یا دو تین دن جدہ میں ٹھہر کر چلے آؤ۔ جدہ میں قیام کی نیت نہ کرو جدہ تک جماعت بلا احرام آئی اس پر دم واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اپنے ملک میں ادا کرنے کی یا روزہ رکھنے کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب آخری میقات سے بلا احرام گزر جانے پر دم واجب ہو جاتا ہے (جب کہ دوبارہ واپس لوٹ کر میقات سے احرام نہ باندھے) گو میقات سے بلا احرام گزرے ہوئے پانچ منٹ ہی ہوئے ہوں لیکن لکھا ہے کہ صورتِ مسئولہ میں اصل میقات جحفہ ہے۔ جو کہ رابغ کے مقام سے میل یا زیادہ گزرنے کے بعد آتا ہے رابغ سے احتیاطاً احرام باندھا جاتا ہے پس اگر رابغ میں احرام باندھ لیا گیا ہے تو دم واجب نہیں یا اس کے بعد ایک میل کے اندر اندر مسافر حرم اگر بدون احرام میقات سے گزر گیا واپس میقات پر آکر احرام باندھے اس صورت میں دم ساقط ہو جائے گا۔ (کما فی الشامیۃ صفحہ ۳۰۹ ج ۲)

۲۔ جو شخص مدینہ منورہ سے بہ نیتِ اقامت جدہ روانہ ہوا، میقات سے گزرتے وقت اس پر احرام باندھنا واجب نہیں۔ گو یہ ارادہ کسی کے امر کی بناء پر کیا ہو۔ درمختار میں ہے۔ اما لو قصد موضعاً من الحل کخلیص وجدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام صفحہ ۲۱۱ ج ۲)

امیر کا حکم اگر رابغ میں موصول ہو گیا اور جماعت نے مکہ مکرمہ کا ارادہ کر لیا تو فوراً جحفہ سے قبل

احرام باندھنا واجب تھا۔ اگر جحفہ سے بلا احرام صورتِ مذکورہ میں تجاوز کیا ہے تو دم واجب ہوگا۔ اور اگر امیر کا حکم جدہ میں پہنچا تو دخولِ مکہ کے لئے احرام باندھنا واجب ہے جبکہ حج یا عمرہ کا ارادہ ہو ورنہ نہیں۔ مذکورہ بالا جزئیہ کے بعد لکھا ہے۔

فاذا حلّ به (ای الآفاقی الذی من الحل) التحق باهله فله دخول مكة بلا احرام ای مالم یرد نسکا اھ (شامی ص۲۱۱ ج۲)

دم جنایت کی ادائیگی اور ذبح حرم کے ساتھ خاص ہے۔ وہاں پر ہی ذبح کیا جاسکتا ہے حرم سے باہر نہیں۔ ویتعین یوم النحر لذبح المتعة والقران فقط ویتعین الحرم لا منی للکل۔ درمختار علی ردالمحتار ص۲۷۱ ج۲

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح،
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ

حج فرض کی طرح حج نفل بھی صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے:

میں سولہ سال سے بمع بال بچوں کے یہاں مقیم ہوں۔ ہر سال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بمع بچوں کے حج پر چلا جاتا ہوں مگر ہر بار جب بھی حج پر جانے کا ارادہ کرتا ہوں تو یہاں کے لوگ اور ساتھ کام کرنیوالے یہ بات اُٹھاتے ہیں کہ جب آپ نے فریضۂ حج ادا کرلیا ہے تو بار بار کیوں حج پر جاتے ہو مت جاؤ تاکہ آنے والے حاجیوں کے لئے آسانی ہو۔ میں یہی جواب دیتا ہوں کہ ہمارے نہ جانے سے حاجیوں کی تکلیف یا آسانی میں اضافہ یا عدمِ اضافہ نہیں ہوتا۔ تو کیا انکے کہنے پر صرف ایک مرتبہ جو حج کرلیا کافی ہے یا ہر سال جائیں کیا حکم ہے؟ (السید محمد لطیف ص ب ۸۶۔ الریاض سعودی عرب)

الجواب حج فرض کی طرح حج نفل بھی بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے صحابہ کرام وتابعین سے بار بار حج وعمرہ ثابت ہے پس آپ برابر حج کرتے رہیں جبتک اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہے۔

فقط واللہ اعلم،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۹۲۰/۱۲/۲۶ ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

طوافِ زیارت سے پہلے سعی کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ایک شخص آٹھ ذی الحجہ کو احرام باندھ کر طواف کر کے پہلے سعی کرلیتا ہے اور طوافِ زیارت بعینہٖ دس یا گیارہ یا بارہ ذی الحجہ کو کرتا ہے کیا اس کا حج اس سے باطل تو نہیں ہوتا اگر نہیں جیساکہ مسلک احناف ہے اس پر حدیثِ صحیح مطلوب ہے جو بطلان کا حکم لگانے والوں پر حجت بن سکے۔

الجواب حج میں ایک مرتبہ سعی بین الصفا والمروہ شافعیہ کے نزدیک فرض ہے اور احناف کے نزدیک واجب ہے اور اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ سعی طوافِ زیارت کے بعد ہی کی جائے۔ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ کسی حدیث صحیح سے دلیل پیش کرے یہ بھی جائز ہے بلکہ بقول علامہ نوویؒ افضل ہے کہ سعی طوافِ قدوم کے بعد ہی کرلی جائے، ہاں طوافِ زیارت کے بعد تک تاخیر جائز نہیں۔ والافضل ان یکون بعد طواف القدوم ویجوز تاخیرہ الی ما بعد طواف الافاضۃ (شرح مسلم ص۴۱۳ ج۱)

آنحضرت نے بھی پہلے طواف کے بعد ہی سعی فرمائی تھی اور طوافِ زیارت کے بعد سعی نہیں فرمائی۔

ففی حدیث جابرؓ عن مسلم حتی اذا اتینا البیت معہ استلم الرکن فرمل ثلثاً ومشی اربعاً ثم تقدم الی مقام ابراھیم فقرأ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (الی ان قال) ثم خرج من الباب الی الصفا فلما دنا من الصفا قرأ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ابدأ بما بدأ اللہ بہ فبدأ بالصفا الحدیث (صحیح مسلم ص۳۹۵ ج۱)

وفی روایۃ لم یطف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا اصحابہ بین الصفا والمروۃ الا طوافا واحداً (مسلم ص۴۱۴ ج۱) وفیہ دلیل علی ان السعی فی الحج والعمرۃ لا یکرر بل یقتصر منہ علی مرۃ واحدۃ (نووی ص۴۱۴ ج۱)

حضرت جابرؓ کی طویل حدیث میں طوافِ زیارۃ کے بارے میں مذکور ہے۔

ثم رکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فافاض الی البیت فصلی بمکۃ الظہر الحدیث فیہ محذوف تقدیرہ فافاض فطاف بالبیت طواف الافاضۃ ثم صلی الظہر

(نووی) و فی روایۃ فصلی الظھر بمنیٰ۔ بہر حال طوافِ زیارت کے بعد سعی کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،
مفتی خیر المدارس ملتان

حائضہ حج کیسے کرے؟

ایک عورت اپنے محرم کے ساتھ حج کو جا رہی ہے عمرہ کا احرام باندھنے لگی تو اس کو حیض آگیا اب وہ احرام باندھے یا نہ؟ کیا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے تحت مکہ میں احرام کھول سکتی ہے۔ اگر کھول دے تو کب اس کا احرام باندھے اور کہاں سے؟

اگر وہ حضرت عائشہ کی حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے بغیر احرام عمرہ مکہ میں داخل ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ اگر بغیر احرام داخل ہونے پر دم واجب ہے تو اس دم سے بری ہونے کی کیا صورت ہے؟ اگر وہ مکہ سے مدینہ چلی جائے اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آجائے تو دم ساقط ہو جائے گا؟

الجواب حائضہ احرام باندھے گی اور حالتِ احرام ہی میں رہے گی اگر پاک ہونے سے پہلے ایامِ حج شروع ہو گئے تو اب عمرے کا احرام کھول دے اور حج کا احرام باندھ کر منیٰ کو چلی جائے اور افعالِ حج کو بجا لائے بعد از فراغت عن الحج عمرہ کر سکتی ہے احرام خواہ تنعیم سے باندھے یا دوسرے میقات عمرہ سے البتہ پہلے عمرے کا احرام توڑنے کی وجہ سے اس پر دم لازم ہوگا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا احرام عمرہ باندھ کر مکہ میں داخل ہوئی تھیں بغیر احرام نہیں۔ پس یہ حائضہ بھی احرام باندھ کر داخل ہو ورنہ دم واجب ہوگا۔ اور اگر پاک ہونے کے بعد کسی میقات پر آکر دوبارہ احرام باندھ لے اور تلبیہ پڑھ لے تو دم ساقط ہو جائے گا بشرطیکہ مکہ مکرمہ میں قبل ازیں عمرہ یا حج نہ کیا ہو۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفرلہ،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان
۸ / ۷ / ۹۴ھ

آفاقی اشہر حج میں عمرہ کر کے میقات سے باہر چلا جائے تو تمتع کرنے کا حکم

جو لوگ حل یا حرم میں بسلسلہ ملازمت وغیرہ مقیم ہیں وہاں ان کا وطن اصلی نہیں اگر یہ اشہر حج سے قبل آفاق میں آجائیں خواہ وطن میں آئیں یا دوسری جگہ اسی سال یہ قران وتمتع کر سکتے ہیں؟ اگرچہ مکہ پہلے ہی سے ان کا وطن اقامت ہے۔ قران اس لئے کہ یہ اشہر حج سے قبل آفاق میں چلے گئے اور تمتع اس لئے کہ حرم یا حل میں انھوں نے وطن اصلی نہیں بنایا بخلاف متوطن اصلی کے کہ وہ قران کر سکتا ہے تمتع نہیں کر سکتا اس مسئلہ میں تو شرح صدر ہے مگر مندرجہ ذیل دو صورتوں میں تردد ہے ان سے متعلق اظہار رائے مقصود ہے۔

۱۔ اگر یہ لوگ اشہر حج شروع ہونے کے بعد وطن اصلی کے سوا کسی دوسری جگہ آفاق میں چلے جائیں تو عند الصاحبین رحمہما اللہ اسی سال قران یا تمتع کر سکتے ہیں یا کہ نہیں یعنی اس خروج سے حکم مکی سے خارج ہو جائیں گے یا نہیں جبکہ وہاں انکا وطن اقامت باقی ہے۔

۲۔ اگر اشہر حج میں وطن اصلی میں آجائیں تو حرم میں وطن اقامت باقی ہونے کے باوجود حکم مکی سے خارج ہو کر قران یا تمتع کر سکیں گے پہلی صورت میں یہ بھی داخل ہے کہ آفاقی حاجی نے مکہ میں مکان لیکر پندرہ روز کی نیت سے قیام کیا پھر اشہر حج میں سامان اسی مکان میں چھوڑ کر چاہے اپنے ساتھ لے کر یا کسی واقف کے سپرد کر کے مدینہ منورہ چلا گیا تو وہاں سے عند الصاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ قران یا تمتع کی اجازت ہے یا نہیں شاید تلاش کرنے سے اس بارے میں صریح جزیہ مل جائے اگر اس کا حکم مل جاتا ہے تو دونوں مسئلے حل ہو جائیں گے۔ غالباً مولانا شیر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب عمدۃ المناسک میں نظر سے گزرا ہے تلاش کروں گا۔

الجواب آفاقی اشہر حج میں عمرہ کرنے کے بعد اگر میقات سے باہر چلا جائے خواہ وطن اصلی میں یا کسی دوسری جگہ صاحبین کے نزدیک اس کا تمتع باطل ہو جائے گا۔

اب اگر وہ تمتع کرے تو اس کے لئے جائز ہے۔ اسی طرح اس کے لئے قران بھی جائز ہوگا۔ قرۃ العینین میں ایسے ہی آفاقی کے بارے میں لکھا ہے اور صاحبین کے نزدیک پہلا عمرہ مفردہ ہو گیا بہ سبب دو سفر کے اور اب اس ثانی عمرہ سے تمتع منعقد ہوگا ص۲۵۷ نیز لکھتے ہیں کہ میقات کے باہر جانے سے صاحبین کے نزدیک تمتع باطل ہو جاتا ہے المسلک المتقسط ص۱۴۸ میں ہے۔

واما الآفاقی اذا دخل المیقات او دخل مکۃ بعمرۃ وحل منها قبل اشهر الحج فان مکث بها حتی یحج فهو کالمکی وان خرج الی الآفاق قبل الاشهر فکالآفاقی او فیها فکالمکی عند ابی حنیفۃ وکالآفاقی عندهما۔ آفاقی کے لئے توطن بمکۃ تمتع سے مانع بنتا ہے مکہ میں مقیم ہونا مانع نہیں المسلک المتقسط میں ہے۔ ولان جواز التمتع للآفاقی مقید بعدم الاستیطان لا بعدم الاقامۃ اھ ص۱۲۵۔

یعنی بعض صورتوں کی جزئیات میں یہ تو تصریح ہے کہ آفاقی معتمر جو اشہر حج میں مکہ کے اندر رہائش رکھتا ہے اگر میقات سے باہر چلا جائے تو یہ شخص صاحبین کے نزدیک مکی کے حکم سے خارج ہو کر آفاقی کے حکم میں ہو جائے گا اور اس کے لئے تمتع جائز ہوگا اس حکم کو مطلق رکھا ہے مکہ میں اقامت شرعیہ کے بقاء یا عدم بقاء کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ حکم دونوں صورتوں میں عام ہوگا اور اگر نفس سفر شرعی سے بھی اقامت شرعیہ کو باطل کیا جائے تو بھی میقات سے باہر جانا بطلان اقامت کو مستلزم نہیں کیونکہ بعض مواقیت سفر شرعی سے کم پر واقع ہیں جیسے کہ مثلاً قرن جو کہ مکہ مکرمہ سے دو مرحلوں پر واقع ہے۔ الحاصل مثل آفاقی بننے کا مدار میقات سے باہر نکل جانے پر رکھا ہے اور میقات سے باہر نکل جانا بطلان اقامت بمکۃ کو مستلزم نہیں تو معلوم ہوا کہ مکہ میں اقامت شرعی باقی ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں عند الصاحبین یہ مثل آفاقی ہو جائے گا یہ بات ذہن میں آتی ہے لیکن بقاء یا اقامت یا عدم بقاء کی تصریح نہیں دیکھی قرۃ العینین میں آفاقی حاجی والی صورت لکھی ہے لیکن اس میں مکہ کے اندر پندرہ روز اقامت کذایہ کی تصریح نہیں۔

فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

تجدید ایمان کے بعد حج فرض دوبارہ کرنا ضروری ہے؟

ایک عورت نے چند کلمات کفر کہے، جس کے نتیجہ میں اسے تجدید ایمان کرائی گئی ـــــ کیا سابقہ نمازیں،

روزے اور حج جو اَدا کر چکی ہے دوبارہ کرنے پڑیں گے یا نہیں ؟ اور جو فرائض حالتِ اسلام میں رہ گئے ہیں، تجدیدِ اسلام کے بعد ان کی قضاء لازم ہے یا نہیں ؟

الجواب حالتِ اسلام میں جو فرائض اَدا کئے ہوئے ہیں ان کی قضاء کی ضرورت نہیں لیکن اگر حج فرض اَدا کیا تھا تو اُسے دوبارہ کرنا ضروری ہے۔ اور حالتِ اسلام میں جو فرائض غفلت کی وجہ سے رہ گئے ہیں تجدید کے بعد ان کی قضاء لازم ہے۔ درمختار میں ہے :

ویقضی ما ترکہ من عبادۃ فی الاسلام لان ترک الصلوٰۃ والصیام معصیۃ والمعصیۃ تبقی بعد الردۃ وما ادی منہا فیہ یبطل ولا یقضی الا الحج لانہ بالردۃ صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وھو غنی فعلیہ الحج فقط اھ (قولہ الا الحج) لان سببہ البیت المکرم وھو باق بخلاف غیرہ من العبادات التی اداھا لخروج سببہا ولہذا قالوا اذا صلی الظہر مثلاً ثم ارتد ثم تاب فی الوقت یعید الظہر لبقاء السبب وھو الوقت ولذا اعترض اقتصارہ علی ذکر الحج وتسمیتہ قضاء بل ھو اعادۃ لعدم خروج السبب اھ

(شامیہ ص ۳۱۲ ج ۲) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، ۱۸ / ۴ / ۹۶ھ

الجواب صحیح عبد الستار عفا اللہ عنہ

جو مدینہ منورہ میں چالیس نمازیں نہ پڑھ سکا اس کا حج مکمل ہوا یا نہیں ؟

۱ زید نے احکامِ حج پورے اَدا کئے لیکن مدینہ منورہ میں دو یا تین ایام رہا۔ چالیس نمازیں پوری نہیں کیں عمرو کہتا ہے حج نہیں ہوا۔ لہٰذا حکمِ شرعی سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حج مکمل اَدا ہو گیا اس میں کوئی کمی نہیں رہی۔ البتہ مسجدِ نبوی میں چالیس نمازیں اَدا کرنے کی فضیلت و سعادت سے محروم رہی۔ یہ بھی ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ مگر اس کا حج پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور نائب مفتی خیر المدارس ملتان

افضل یہی ہے کہ حج بدل پر اسکو بھیجا جائے جس نے حج کیا ہوا ہو

جس آدمی نے اپنا حج نہ کیا ہوا ہو وہ دوسرے کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے یا کہ نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں حج بدل اس کو کرایا جائے جس نے پہلے اپنا حج کیا ہوا ہو۔ والافضل للانسان اذا أراد ان یحج رجلا عن نفسہ أن یحج رجلاً قد حج عن نفسہ (عالمگیریہ ص۲۵۷ ج۱) فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

معذور عذر زائل ہونے کے بعد دوبارہ خود حج کرے

ایک شخص نے اپنی بیوی کی طرف سے حج کیا اور اب وہ اسے عمرے پر بلانا چاہتا ہے کیا اس عورت کو پہلا حج کافی ہے یا دوبارہ کرنا پڑے گا عمرہ کے ساتھ۔

المستفتی، محمد طاہر مدرسہ جامعہ صدیقیہ (تعلیم الفرقان شورکوٹ ضلع جھنگ۔)

الجواب اگر بیوی معذور نہ تھی تو اسکی طرف سے حج کرنا کافی نہ تھا اور اگر معذور تھی اور اب عذر زائل ہو گیا ہے اور اس پر حج فرض بھی ہے تو اسے خود جا کر حج ادا کرنا ضروری ہے ایسی صورت میں عمرے کو جائے تو حج کر کے آئے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

بوڑھی عورت بھی بغیر محرم کے عمرہ کا سفر نہ کرے

ایک عورت بیوہ جس کی عمر ۵۰ سال ہے وہ حجازِ مقدس کا سفر برائے عمرہ بغیر محرم کے صرف قریبی ہمسایوں کے ساتھ کرنا چاہتی ہے۔ کیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب عورتِ مذکورہ کے لئے یہ سفر جائز نہیں۔ لما فی الصحیحین لاتسافر

امرأة ثلاثاً الا ومعها محرم" اھ (بحر کتاب الحج ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۵/ ۱۲/ ۹۵ھ

حج سے واپسی پر گھر والوں کو آمد کی اطلاع کر دینا مناسب ہے

آج کل طریقہ یہ ہے کہ حج سے واپسی پر تاریخ واپسی کی اطلاع کر دی جاتی ہے جس کی وجہ سے دوست احباب اور عزیز واقارب استقبال کے لئے جمع ہو جاتے ہیں کیا اسطرح مناسب ہے یا خاموشی کے ساتھ بلا اطلاع گھر آ جانا مناسب ہے؟ (عبدالرحیم بلاک عا چیچہ وطنی)

الجواب واپسی پر بلا اطلاع اچانک گھر آجانا مناسب نہیں شامی میں واپسی کا سنن میں لکھا ہے کہ پہلے اطلاع کر دینا مناسب ہے۔ البتہ مروجہ استقبال کئی مفاسد پر مشتمل ہے لہذا اس سے بچا جائے۔

ومن سنن الرجوع ان یکبر علی کل شرف.... الی قولہ ویرسل الی اھلہ من یخبرھم ولا یبغتھم فانہ منھی عنہ اھ (شامی ص ۳۵۴ ج ۲)

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
خیر المدارس۔ ملتان

جدہ میں مقیم بلا احرام مکہ جا سکتا ہے

ایک آدمی ملازمت کے سلسلہ میں جدہ رہتا ہے اور وہ ایک سال کے لئے وہاں مقیم ہے۔ ہفتہ میں ہر جمعرات کی شام کو وہ مکہ معظمہ جاتا ہے جمعہ کو حرم شریف میں رہ کر نماز مغرب کے بعد جدہ روانہ ہو جاتا ہے کیا یہ آدمی حرم پاک میں جاکر احرام باندھ کر طواف کر سکتا ہے؟

الجواب جدہ مواقیت کے اندر حل میں واقع ہے اہل حل کے لئے بدون احرام مکہ معظمہ میں داخل ہونا جائز ہے تا وقتیکہ حج وعمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں۔

کما فی الدر المختار وحل لاهل داخلها دخول مکة غیر محرم مالم یرد نسکاً للحرج فهذا میقاته الحل اھ (شامیة صـ۲۱۱ـ۲)

اگر عمرہ کا ارادہ ہو تو حرمِ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حل سے احرام باندھ لیں۔ فقط واللہ اعلم۔
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۲۳/۸/۸۲ھ

مکہ میں مقیم تمتع کرے تو دمِ اساءت دینا لازم ہے

ایک عزیز رمضان المبارک میں حج ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ گئے۔ مکہ ہی میں شوال کا چاند دیکھا۔ ایک مولوی صاحب نے ان سے کہا کہ اب تم حج کا احرام باندھ سکتے ہو۔ عمرہ کا نہیں مگر وہ شوال ہی میں مدینہ چلے گئے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور عمرہ ادا کر کے احرام کھول دیا۔ کیا ان پر دم لازم ہو گیا؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں بر تقدیر صحتِ واقعہ شخصِ مذکور مکہ والوں کے حکم میں ہو گیا ہے وہ صرف حج کا احرام باندھ سکتا ہے۔ قران یا تمتع اس کے لئے جائز نہیں اگر یہ شخص قران یا تمتع کرے گا تو اس پر دمِ اساءت دینا لازم ہوگا۔ (قرۃ العینین صـ۲۵۴)

الجواب صحیح، فقط واللہ اعلم)
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، بندہ محمد اسحاق غفرلہ،

معلم حضرات کی فیس کا حکم

حجاج کرام سے معلمین اعلیٰ اور نائب معلمین کے لئے جو فیس طلب کی جاتی ہے۔ وہ جائز ہے یا نہیں؟ نیز جو نائب معلمین کام کرتے ہیں، وہ حسبِ ذیل ہیں ۱۔ فارم درخواست برائے حج مہیا کرنا اور پُر کرنا ۲۔ تاریخ متعینہ پر درخواست دفتر میں بھیجنا ۳۔ بعد منظوری دفتر سے حالات کا جائزہ لینا اور حجاج کو آگاہ کرتے رہنا ۴۔ حجاج کو گھر سے بندرگاہ تک کے کاروبار ٹیکہ وغیرہ لگوانا اور انتظام کرنا۔

الجواب حامداً ومصلیاً۔ ان اعمال پر جو معلمین حضرات انجام دیتے ہیں اور جن کی تفصیل

سوال کے اندر مذکور ہے اجرت لینا جائز ہے بوجہ عمل کے معلوم اور متعین ہونے کے۔

کذا یفهم من نظائر هذا العمل من امداد الفتاوی ص ۳۲۸، ص ۳۴ ج ۳

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

بندہ عبداللہ عفرلہ
مفتی خیر المدارس ملتان

پورا دن یا پوری رات سر ڈھانپے رکھا تو دم لازم ہوگا

۱. محرم سردی کی وجہ سے کپڑا اوڑھ سکتا ہے یا نہیں ۲. بوڑھا آدمی سعی بین الصفا والمروہ پر قادر نہ ہو تو کیا کرے؟ ۳. بوڑھا آدمی طواف آہستہ کر سکتا ہے ۴. بڑھاپے کی وجہ سے رمی نہ کر سکے تو کیا حکم ہے؟ ۵. طواف کی نیت کس طرح کی جائے؟

الجواب منہ اور سر ڈھانپنے کی اجازت نہیں ہے۔ باقی جسم کو لحاف اور کمبل وغیرہ سے چھپانا جائز ہے۔ رات بھر یا دن بھر منہ یا سر کو چھپا لیا تو دم واجب ہو جائے گا۔ تھوڑے سے وقت کے لئے چھپایا تو صدقہ واجب ہوگا۔

۲. آہستہ آہستہ چل کر یا کرایہ کی کرسی پر سعی کر لی جائے تو بھی واجب اتر جائے گا بالکل چھوڑ دینا جائز نہیں ورنہ دم دینا لازم ہوگا ۳. جائز ہے ۴. دم واجب ہوگا۔

۵. اے اللہ میں خالص تیری رضا کے لئے تیرے اس گھر کے سات چکر طواف کرنا چاہتا ہوں تو اس کو آسان فرما اور قبول فرما۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۹/ ۱۱/ ۹۴ھ

الجواب صحیح،
بندہ محمد اسحٰق غفرلہ

حج کے سفر میں پہلے بغداد جانے کا حکم

حج پر روانگی سے پہلے بغداد شریف حاضری دینا ضروری ہے؟ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ پہلے بغداد جایا جائے اس کے بعد جا کر حج کیا جائے؟

الجواب اللہ تعالیٰ کے گھر کی حرمت کا تقاضا یہ ہے کہ اسی سے ابتداء کی جائے فقہاء بھی یہی فرماتے ہیں کہ حج کرنے والا پہلے مکہ مکرمہ جائے وہاں سے فراغت کے بعد مدینہ جائے اور ان دونوں جگہوں سے پہلے بغداد شریف کی حاضری کو ضروری سمجھنے والا غالی متبع نفس وھوٰی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تتبع الھوٰی فیضلک عن سبیل اللہ الاٰیۃ الافضل ان یبدأ الحاج بمکۃ فاذا قضی نسکہ یمر بالمدینۃ وان بدأ بالمدینۃ جاز اھ (قاضی خان ص۲۸۵ ج۱) ۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

بارہویں کی رمی زوال سے پہلے کی تو دم دینا لازم ہے

ایک آدمی نے بارہویں کے دن قبل از زوال ایک گھنٹہ رمی جمار کی ہے آیا وہ رمی جائز ہے یا نہیں اس صورت میں اس شخص پر دم یا صدقہ لازم ہے یا صرف گنہگار ہوگا۔؟ شرعاً حکم بتائیں؟

الجواب بارہویں کو قبل از زوال رمی جائز نہیں اگر زوال سے پہلے ہی کی ہے تو دم لازم ہوگیا (زبدۃ ص۱۸۳) فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان شہر، الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

دس ذی الحج کو جمرۂ عقبیٰ کی رمی نہیں کی تو دم دینا واجب ہے

زید کے ساتھ چند عورتیں ہیں علی الصبح دسویں ذی الحجہ کو ہجوم کی وجہ سے ظہر سے قبل جمرۂ عقبیٰ پر کنکریاں نہیں مار سکا۔ ظہر کے بعد اور عصر سے قبل بجائے جمرۂ عقبیٰ کے لاعلمی کی بناء پر جمرۂ

اولیٰ جو مسجد خیف کے قریب ہے اسپر سات کنکریاں مار دیں۔ اس صورت میں زید پر کوئی کفارہ یا دم ہے یا نہیں ؟

الجواب دس ذی الحج کو جمرۂ عقبیٰ کی رمی واجب تھی اور وہ نہیں کی گئی لہٰذا دم واجب ہے ولو ترک الجمار کلھا أو رمی واحدۃ أو جمرۃ العقبۃ یوم النحر فعلیہ شاۃ (عالمگیری ص ۲۴۷ ج ۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہٗ

۲۴ / ۱۱ / ۱۴۰۷ھ

آبِ زم زم لانا مستحب ہے

گزارش ہے کہ اتفاق سے ہماری حج سے واپسی سعودی ایئر لائنز سے ہوئی ہم لوگوں نے حسبِ استطاعت آبِ زم زم ساتھ لیا ہوا تھا مگر سعودی ایئر لائنز والوں نے ہمیں ساتھ نہ لانے دیا اور کہا کہ اسکی کوئی خاص حیثیت نہیں ہے۔ آبِ زمزم اپنے وطن لانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(المستفتی سیف اللہ خالد قادری۔ لاہور)

الجواب رد المحتار میں ہے کہ آبِ زم زم لانا مستحب ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی واپسی کے وقت لے جایا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ آنحضرت ﷺ بھی لے جایا کرتے تھے اور اسے بیماروں پر چھڑکا کرتے تھے اور انہیں پلاتے بھی تھے۔

یستحب حملہ الی البلاد فقد روی الترمذی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا أنہا کانت تحملہ وتخبر أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحملہ وفی غیر الترمذی أنہ کان یحملہ وکان یصبہ علی المرضی ویسقیھم وأنہ حنک بہ الحسن والحسین رضی اللہ عنہما من اللباب وشرحہ (شامی ص ۲۵۲ ج ۲) فقط واللہ اعلم۔

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہٗ

۱۶ / ۹ / ۹۸ھ

صرف ازدحام کے خوف سے رمی ترک کردی تو دم دینا لازم ہے

ایک مرد اور اسکی بیوی دونوں حج کے لئے گئے تھے، مرد کی عمر تقریباً ۴۶ سال اور اسکی بیوی کی عمر تقریباً ۴۲ سال تھی، مرد و بیوی نے حج کے تمام ارکان پورے ادا کئے صرف رمی جمار کے وقت کثرتِ ہجوم کی وجہ سے مرد اپنی بیوی کو رمی جمار کے لئے اپنے ہمراہ نہ لے گیا اور نہ خود اسکی طرف سے رمی کی تو کیا حج جائز ہوگیا۔ بصورتِ عدم جواز اب کیا حکم ہے کیا کوئی صدقہ ادا کیا جائے؟

الجواب اگر صرف ازدحام کی وجہ سے خود عورت نے رمی نہیں کی تو دم (بکری) دینا لازم ہے بھی حج پر جانے والے کو پیسے دیدیں، وہ انکی طرف سے وہاں ذبح کردے (زبدہ ص۱۵۸) فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

ٹی وی پر حج کا پروگرام دیکھنا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ٹیلیویژن دیکھنا بوقت تلاوت کلام پاک یا کسی عالم کی تقریر یا حج کا پروگرام حج کے دنوں میں دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب جاندار کی تصویر دیکھنا شرعاً جائز نہیں کاغذ پر ہو یا دیوار پر یا ٹی وی کی سکرین پر۔ اگر صرف مقاماتِ حج کی تصویر ہو تو دیکھنا درست ہے۔

"وهذا كله مصرح فی مذهب المالكية ومؤيد بقواعد مذهبنا ونصه عن المالكية ماذكره العلامة الدردير فی شرحه علی مختصر الخليل حيث قال يحرم تصوير حيوان عاقل اوغيره اذا كان كامل الاعضاء اذا كان يدوم وكذا ان لم يدم علی الراجح كتصويره من نحو قشر بطيخ ويحرم النظر اليه اذ النظر الی المحرم حرام (از بلوغ القصد والمرام التصوير لاحكام التصوير ص۴۷)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

حج کے لئے تصویر کھنچوانے کا حکم

تصویر کھنچوانا بالاتفاق حرام اور اشد حرام ہے بلاضرورتِ شدیدہ مجبوری کے جائز نہیں تو

کیا نفل حج وعمرہ یا دیسے سیاحت کے لئے پاسپورٹ بنوانا جو بغیر تصویر کے ممکن ہی نہیں جائز ہے یا نہ۔ اور کاروبار کے لئے باہر جانا بھی تصویر پر موقوف ہے۔

الجواب شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے لئے انتظامی لحاظ سے فوٹو ضروری ہے، اور عامۃ الناس کے لئے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک ان دونوں سے چارہ نہیں پس اگر مواقع ضرورت میں مالکیہ کے مذہب کے مطابق نصف دھڑ کی تصویر کی اجازت دے دی جائے تو گنجائش ہونی چاہیئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ توبہ واستغفار بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

حج فرض ہونے کے بعد بیمار ہوگیا تو حج بدل کرانا فرض ہے

زید پر حج فرض تھا جبکہ باصحت تھا حج کرنے کا ارادہ بھی تھا مگر کسی وجہ سے کر نہ سکا پھر شدید بیمار ہوگیا۔ آپریشن کے بعد ڈاکٹر نے زیادہ چلنے پھرنے سے منع کر دیا اب زید پر حج فرض ہے یا نہیں ؟

الجواب زید پر حج تو ہر حال میں فرض ہے کیونکہ جب زید باصحت تھا تو اس پر حج فرض ہوچکا تھا۔ اس نے خود کوتاہی کی ادا نہیں کیا حتیٰ کہ اب بیمار ہوچکا ہے تو اب اسپر حج بدل کرانا واجب ہے۔ حج معاف نہیں ہوسکتا۔

ولو ملك الزاد والراحلة وهو صحيح البدن ولم يحج حتى صار زمناً أو مفلوجاً لزمه الاحجاج بالمال بلاخلاف كذا في المحيط اه

(عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۸ کتاب الحج) فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ عفرلہ،

الجواب صحیح،

خیر محمد عفی عنہ،

۱۵/۴/۷۰ھ

جو جمرات تک نہ جا سکے وہ نیابۃً رمی کرا سکتا ہے

ایک شخص بیمار تھا۔ مخلوقات کے انبوہ اور جمگھٹ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسرے شخص کو اس نے رمی کے لئے وکیل بنایا۔ کیا یہ وکالت جائز ہے اور وہ مؤکل رمی سے سبکدوش ہو گیا یا نہیں؟

الجواب: جو شخص اتنا بیمار ہو کہ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف ہوتی ہو تو وہ معذور ہے اگر اس کو آنے میں مرض بڑھنے کا یا تکلیف ہونے کا اندیشہ نہیں۔ تو اب اس کو خود رمی کرنا ضروری ہے اور دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں۔ ہاں اگر سواری یا اٹھانے والا نہ ہو تو پھر معذور ہے۔ دوسرے سے رمی کرا سکتا ہے (زبدۃ ص۱۶۰) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس۔ ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان شہر
۲۶ر محرم ۱۴۰۲ھ

قیام مزدلفہ کا وقت دسویں کی فجر طلوع ہونے سے لیکر طلوع شمس تک ہے

مزدلفہ کا قیام کیا ہے کب تک ہے اور اس رات کو عبادت کون کون سی حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب: وقوفِ مزدلفہ خواہ ایک لمحہ کے لئے ہو، واجب ہے اور طریقہ یہ ہے کہ غروبِ شمس کے بعد عرفہ سے چلے مغرب وعشاء مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں ادا کی جائیں پھر ساری رات عبادت میں مشغول رہے نوافل، دعاء، اذکار، تلاوت قرآن اور تلبیہ میں سے جس میں دلجمعی زیادہ ہو مشغول رہے۔ اسفار تک یہاں ٹھہرنا سنت مؤکدہ ہے فجر امام کے ساتھ منہ اندھیرے ادا کرے اس کے بعد پھر عبادت میں مشغول رہے طلوع شمس سے ذرا پہلے منیٰ کو روانہ ہو جائے

(قرۃ العینین ص۱۵۲)

واضح رہے کہ دسویں کی رات مزدلفہ میں گزارنا سنتِ مؤکدہ ہے اور وقوف، واجب کا وقت طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس تک ہے۔

وصلى الفجر بغلس لاجل الوقوف ثم وقف بمزدلفة ووقته من طلوع الفجر الى طلوع الشمس اھ (در مختار على الشامية صـ۲۴۴ ج۲)

(قوله ثم وقف) هذا الوقت واجب عندنا لا سنة والبيتوتة بمزدلفة سنة مؤكدة الى الفجر لا واجبة اھ (شامی صـ۲۴۴ ج۲)

الجواب صحیح — فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان — نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۴/۲/۱۳۹۷

وجوب سے پہلے ادا کئے گئے دم کا وجوب ساقط نہیں ہوا

ایک شخص اپنی بیوی ہمشیرہ کو حج کے لئے ساتھ لے گیا لیکن اسکی بیوی نے رمی کرنے سے پہلے قربانی کرلی اور اسے غلطی کا کوئی احساس نہیں ہوا جمرہ عقبی کو آتے وقت خاوند نے دو دم ادا کر دیئے اور پہلا دم اپنی طرف سے یوں خیال کرتے ہوئے کہ اگر کوئی ماضی میں غلطی ہوئی تو دم ادا ہو جائے۔ اسوقت رمی جمرہ عقبیٰ سے پہلے قربانی کرنے کا کوئی خیال نہیں تھا بعد میں گھر آکر خیال آیا۔ آیا وہی دم ہی کافی ہوگا یا دوسرا دیا جائے؟ (سائل مولانا عبدالشکور صاحب مدرس مدرسہ ہذا)

الجواب اگر بندہ مفرد بالحج ہو تو ذبح کی تقدیم و تاخیر سے کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ جب خود ذبح بھی واجب نہیں تو اسکی ترتیب بھی واجب نہیں لیکن قران یا تمتع کی صورت میں وجوب ترتیب کی وجہ سے دم کا وجوب ہے مذکورہ دم کافی نہ ہونا چاہیئے، کیونکہ سبب وجوب سے بھی پہلے دیا گیا ہے۔ شامیہ صـ۱۶۲ ج۲ میں ہے:

والحاصل أن الطواف لا يجب ترتيبه على شئ من الثلاثة ولذا لم يذكرها وانما يجب ترتيب الثلاثة الرمى ثم الذبح ثم الحلق لكن المفرد لا ذبح عليه فبقى عليه الترتيب بين الرمى والحلق۔

الجواب صحیح — فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

طوافِ زیارت کو ۱۲ سے مؤخر کیا تو دم لازم ہو گا

ہم سے حج کے اندر کچھ واجب اور کچھ رکن ادائیگی سے رہ گئے ایک تو ۱۰ ذی الحجہ کو رمی نہیں کی، حالانکہ یہ واجب ہے دُوسرے یہ کہ طوافِ زیارت ۱۲ ذی الحجہ کے غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے نہیں کیا اور یہ حج کا رکن ہے۔ اب آپ فرمادیں کہ اس سلسلہ میں کیا کیا جائے۔ (صالح محمد۔ ڈی جی خان)

الجواب ۱۰ ذی الحجہ کی رمی کو ترک کرنے کی وجہ سے اور اسی طرح طوافِ زیارت کو ۱۲ ذی الحجہ سے مؤخر کرنے کی وجہ سے دونوں صورتوں میں دم لازم آتا ہے اور دم کے لئے ضروری ہے کہ وہ حرم مکہ کے اندر ذبح کیا جائے لہذا آپ کو اگر اپنے معلم پر اعتماد ہو تو اسکی طرف دو بکروں کی رقم روانہ فرمادیں کہ وہ بکرے خرید کر جناب کی طرف سے ذبح کردیں اور گوشت فقراء حرم کو کھلادیں لیکن عموماً معلم اس قسم کے کاموں میں تساہل کر جاتے ہیں لہذا اس سے بھی بہتر صورت یہ ہے کہ مدرسہ صولتیہ کے مہتمم کی طرف یہ رقم ارسال کی جائے اور انہیں لکھا جائے کہ دو بکرے بغرض فدیہ ہر دو جنایات آپ کی طرف سے ذبح کریں۔ یہ مدرسہ با اعتماد ہے

فقط واللہ اعلم،
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ

جس متمتع نے حج سے پہلے تین روزے نہ رکھے ہوں، اس پر تین دم لازم ہیں:

زید حج کے لئے روانہ ہوا پانچ ذی الحجہ کو مکہ پہنچا چھ کو رقم گم ہوگئی اور سفر حج پیدل کرنا پڑا نہ وغیرہ بیچ کر جو رقم موصول ہوئی وہ تقریباً دو سو ریال تھی مگر اس نے قربانی کا جانور نہ خریدا۔ روزوں کا مسئلہ معلوم نہ تھا بعد میں معلوم ہوا کہ ۷۔۸۔۹ کا روزہ رکھا جاتا ہے تو اس نے آٹھویں کا روزہ رکھا نو کو عرفات کا پیدل سفر درپیش تھا لہذا ۹ کو روزہ نہ رکھا۔ اس نے احرام باندھتے وقت حج تمتع کی نیت کی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ اس سے قربانی کا وجوب ختم ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کتنے دم واجب ہوں گے؟ یہ دم کہاں دیئے جائیں؟ مکہ میں یا پاکستان میں؟

(پروفیسر محمد حمزہ نعیم ایم اے)

الجواب صورتِ مسئولہ میں تین دم لازم ہوں گے ایک دم تمتع، دوم دم تحلل، سوم دم تاخر فان فاتت الثلاثۃ تعین الدم فلو لم یقدر تحلل وعلیہ دمان اے دم التمتع ودم التحلل قبل أوانہ اھ (درمختار علی الشامیہ ص۲۶۵ ج۲)

یہ دم مکہ میں ادا کئے جائیں۔

ویتعین الحرم لا منیٰ للکل سواء کان دم شکر او جنایۃ اھ (الدر مع الشامیۃ)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

قارن ذبح سے پہلے حلق کرلے تو دو دم واجب ہوں گے

ایک آدمی زید نے ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ میں قربانی کرنے سے قبل ہی سہواً سر منڈوا لیا اور بعد میں قربانی کی اس شخص زید پر دم واجب ہے یا نہیں۔ اگر اس پر کفارہ واجب ہے تو یہ کب ادا کرے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب اگر زید نے قران یا تمتع کیا تھا اور دم تمتع یا قران دسویں ذی الحجہ کو سر منڈانے کے بعد ذبح کیا ہے تو زید پر متمتع ہونے کی صورت میں ایک دم واجب ہوگا۔ اور قارن ہونے کی صورت میں دو دم واجب ہوں گے اور اگر صرف افراد کیا تھا تو کوئی دم واجب نہیں۔ ویجب دمان علی قارن حلق قبل ذبحہ (درمختار)

وفی الشامیۃ وانما یجب ترتیب الثلاثۃ الرمی ثم الذبح ثم الحلق لکن المفرد لا ذبح علیہ فیجب علیہ الترتیب بین الرمی والحلق (ص۲۸۶ ج۲)

ذبح سے پہلے سر منڈانے کی وجہ سے جو ایک یا دو دم واجب ہوں گے۔ ان کو اب حرم میں ذبح کر دیا جائے تو بھی کافی ہے۔ حدودِ حرم سے باہر ذبح کرنا درست نہیں۔ اس ذبح کا منیٰ میں ہونا ضروری نہیں۔

ففی الدر مع الرد ویتعین الحرم لا منیٰ للکل بیان لکون الھدی

مؤقتا بالمکان سواء کان دم شکر أو جنایۃ اھ ۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مکہ میں رہنے والا آفاقی کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہے؟

ایک بوڑھا آدمی ضعف اور پیرانہ سالی کی وجہ سے حج کے لئے نہیں جاسکتا اس کا بیٹا مکۃ المکرمہ میں رہتا ہے وہ اسکی طرف سے حج بدل کرسکتا ہے، کیا حج بدل کے لئے آمر کے گھر سے مامور کو اخراجاتِ سفر ادا کرنا ضروری ہیں؟ اگر مامور مکہ میں رہنے کی وجہ سے نہ اخراجات لے نیز نہ ہی اسکو سفر کی نوبت آئے کیا آفاقی کی طرف سے حج بدل ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حج فرض میں نیابت چند شرطوں کے ساتھ درست ہے ۱۔ آمر پر حج فرض تھا اس کے بعد خود جانے سے معذور ہوگیا اور تا مرگ عاجز ہی رہا۔ ۲۔ اپنی طرف سے حج کرنے کا حکم کرے اور راستے کا خرچ بھی دے اگر خرچ نہ دیا تو حج ادا نہ ہوگا ۳۔ مامور حج کا اہل ہو یعنی مسلمان، عاقل و ممیز وغیرہ ۴۔ جس جگہ سے مامور حج کررہا ہے آمر نے اس جگہ سے حج کرنے کا حکم کیا ہو ورنہ اس کے وطن کے علاوہ دوسری جگہ سے کرنے سے حج ادا نہ ہوگا لیکن قرۃ العینین میں یہ مسئلہ لکھا ہے اگر باوجود ملکیت مال رکھتے ہوئے اپنے وطن کے بغیر اگرچہ مکہ معظمہ کے نزدیک یا کسی دُور جگہ سے حج کرائے تو جائز ہوجائے گا مگر گناہ گار ہوگا۔ لیکن جائز ہونے کے لئے شرط ہے کہ میّت نے خود وصیت کی ہو یا مریض خود کہے کہ فلاں جگہ سے میرا حج کرایا جائے تو جائز ہے اگرچہ داخلِ میقات سے یا مکہ مکرّمہ شہر سے ہی کیوں نہ ہو جائز ہے مگر داخلِ میقات کے حج کرانے سے بسبب ترکِ میقات کے گناہگار ہوگا ۵۔ احرام کے وقت آمر کے حج کی نیّت کرے ۶۔ خود مامور کرے کسی اور سے نہیں کراسکتا۔ وغیر ذالک من الشرائط۔ بہرحال جو خرچہ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ آمر کو ادا کرنا ہوگا۔ خواہ بعد میں کسی اور وقت کسی دوسرے نام سے واپس کردے۔ نیز حج میقات سے کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

مُحرِمَہ پردہ کیسے کرے؟

عورت حج میں احرام کے وقت چہرے کو ظاہر اور کھلا رکھے یا پردہ ضروری ہے اگر پردہ ضروری ہے تو پھر چہرے کو کپڑا مَس کرے یا کوئی بھی چیز مَس نہ کرے مثلاً چہرے کے اوپر گتہ یا چمڑا یا پلاسٹک وغیرہ غرضیکہ بغیر کپڑا کوئی چیز رکھ کر اوپر برقعہ ڈالدیا جائے تو آیا اس غیر کپڑا کا مَس جائز ہے یا نہیں پھر اسکی کیا صورت ہوگی کہ کوئی چیز منہ کو مَس نہ کرے اور پردہ شرعی بھی رہے بعض لوگ لوہے کی جالی سر پر باندھ کر جو منہ کے اوپر سے کچھ جدا ہوتی ہے اور پردہ کو اس کے اوپر ڈال لیتے ہیں جالی درمیان میں حائل ہوتی ہے یہ صورت ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب جوان عورت کو پردہ کرنا واجب ہے لوہے کی جالی والی صورت درست ہے ضرورت کے درجہ میں کوئی چیز مثلاً لکڑی یا جالی وغیرہ چہرے سے مَس کرے تو قدرے گنجائش ہے۔

لکنہا تکشف وجہہا لا رأسہا ولو سدلت شیئاً علیہ وجافتہ عنہ جاز بل یندب اھ وفی الشامیۃ فی الفتح وقد جعلوا لذلک أعواداً کالقبۃ توضع علی الوجہ ویسدل من فوقہا الثوب اھ قولہ جاز أی من حیث الاحرام بمعنی انہ لم یکن محظوراً لانہ لیس بستر وقولہ بل ندب ای خوفاً من رؤیۃ الاجانب وعبر فی الفتح بالاستحباب لکن صرح فی النہایۃ بالوجوب اھ (شامی ص ۱۸۹ ج ۱)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفی عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

طوافِ زیارت بلانیت بھی ادا ہو جاتا ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت حج کے لئے مکہ سے جب منیٰ اور عرفات کو روانہ ہونے لگی تو اس کو ماہواری شروع ہوگئی دسویں تاریخ کو اس نے قصر، قربانی اور رمی جمار سے فراغت کر لی اور آخر ایام تشریق میں اس

کا حیض بند ہو گیا چنانچہ اس نے غسل کر کے طواف زیارت کر لیا۔ پھر منیٰ چلی گئی۔ لیکن منیٰ میں جا کر اس کو چند قطرے خون آ گیا (پہلے بھی ایسے کبھی کبھی ہو جایا کرتا تھا) اس نے پھر غسل کر لیا اور مکہ آ کر اس نے دو یا تین طواف کئے لیکن طواف زیارت کی نیت نہیں کی۔ طواف وداع بھی کر لیا کیا وہ طواف زیارت ادا ہو گیا۔ کیا دوسرے غسل سے بعد والا طواف جو بلا نیت طواف زیارت کیا گیا ہے طواف زیارت کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔ دوسرے غسل کے بعد والے طوافوں میں صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کی اس کا دم لازم آئیگا یا نہیں اور دم بکرے کا ہوگا۔ یا اونٹ اور گائے کا۔ کیا اس کو حج دوبارہ کرنا لازم ہوگا۔؟

الجواب مکہ شریف میں آنے کے بعد دوبارہ غسل کر کے جو پہلا طواف کیا ہے۔ یہ طواف زیارت بن جائے گا۔ اگرچہ نیت نہ کی ہو۔ طواف وداع چونکہ الگ کیا ہے۔ لہذا یہ بھی ادا ہو گیا ہے۔ البتہ سعی جو پہلے حالت حیض میں طواف کے بعد کر چکی تھی، وہ معتبر نہیں لہذا ایک بکری حرم میں ذبح کرنا واجب ہے۔

اگر یہ چند قطرے خون اکثر ایام حیض کے اندر ہے اور ایام نحر ختم ہونے سے پہلے منقطع ہو گیا تھا۔ اور اتنا وقت باقی تھا کہ غسل کر کے کم از کم چار شوط طواف کے کر سکتی تھی مگر آخر یوم نحر میں اس نے طواف نہیں کیا بلکہ بعد میں کیا ہے تو ایسی صورت میں ایک دم تاخیر طواف کی وجہ سے بھی واجب ہوگا۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان

۲۱ / ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

طوافِ صدر کر کے گئے، پھر دوبارہ مکہ مکرمہ آئے تو طواف کا حکم

۱۔ اگر مدینہ جا کر واپس آنے کا ارادہ ہو تو طواف صدر کر کے جائے یا آ کر کرے؟

۲۔ اگر کر کے جائے اور پھر مکہ آ جائے تو پھر نفل طواف کرے یا نہ کرے؟

۴۔ کیا متمتع قارن مفرد معتمر میں سے ہر شخص پہلے طواف تحیہ کر سکتا ہے؟

الجواب طواف وداع کرکے مدینہ طیبہ جائے، واپسی پر جب دوبارہ مکہ سے روانہ ہونے لگے تو مستحب یہ ہے کہ پھر طواف کرے، لیکن واجب ادا ہو چکا ہے۔

۴۔ طواف تحیہ اس کے لئے ہے جو محرم نہ ہو اور جو محرم ہو اس کا طواف واجب ہی طواف تحیہ ہے۔

واذا دخل مكة بدأ بالمسجد .... ثم ابتدأ بالطواف اھ (تنویر) (قوله ثم ابتدأ بالطواف) فان كان حلالا فطواف التحية أو محرما بالحج فطواف القدوم إلى ان قال او بالعمرة فطوافها ولا طواف قدوم لها اھ (شامی ص۱۷۹ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

۱۴-۷-۱۳۹۶ھ

تمتع یا قران فرض ہو یا نفل دم شکر ادا کرنا ضروری ہے۔

ہم سعودی عرب میں جو لوگ رہتے ہیں کیا ان کے لئے حج پر قربانی دینا واجب ہے کیونکہ پہلے حج پر تو قربانی دی جاتی ہے پہلا حج فرض ہوتا ہے اس کے بعد جو لوگ حج کرتے ہیں وہ تو نفل حج ہونگے تو جو دوسرا یا تیسرا حج ہوگا اس پر قربانی نہ بھی دی جائے تو کیا حج جائز ہے۔ اور یہاں پر رہنے والوں کے لئے حج کے بعد الوداعی طواف کبھی کرکے آنا ضروری ہوتا ہے یا بعد میں بھی ہو سکتا ہے۔

۲۔ جب ہم حج و عمرہ کی نیت سے احرام باندھتے ہیں ہم لوگ جدہ میں رہتے ہیں ہم مکہ مکرمہ جاتے

ہیں عمرہ کرنے کے لئے احرام یہاں سے ہی باندھ لیتے ہیں تو کیا دائیں بازو یعنی دائیں کندھے کو یہاں سے ہی ننگا کرنا چاہیئے۔ حج عمرہ کرنے کے بعد احرام بندھا ہی رہتا ہے اور کندھا ننگا کرنے کی ضرورت اب تو نہیں ہے کیونکہ ہم نے جدّہ آکر احرام کھولنا ہوتا ہے۔

الجواب میقات سے باہر رہنے والا شخص جو آفاقی کے حکم میں ہے اشہر حج میں حج اور عمرہ دونوں ادا کرے تو اسپر شکرانہ کے طور پر ایک دم واجب ہے خواہ حج فرض ہو یا نفل دونوں صورتوں میں دمِ تمتع یا دمِ قران واجب ہے، یہ دم قربانی کے علاوہ ہے **الحاصل** حج تمتع یا قران کرنے کی صورت میں ایک بکری ذبح کرنا واجب ہے۔

۲۔ حالتِ احرام میں جو چادر کو کندھے کے نیچے سے گزارا جاتا ہے اسکو اضطباع کہا جاتا ہے یہ ہر ایسے طواف میں مسنون ہے جس کے بعد سعی ہے۔ اضطباع طواف شروع کرتے وقت کیا جائیگا اور طواف ختم ہوتے ہی اسے موقوف کر دیا جائے گا۔

واعلم أن الاضطباع سنة فی جمیع اشواط الطواف کما صرح به ابن الضیاء فاذا فرغ من الطواف ترکه (شامی ص۱۶۷ ج۲)

طواف سے قبل یا اس سے فراغت کے بعد سعی وغیرہ کی حالت میں اضطباع مسنون نہیں۔

فقط، واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۶/۱/۱۴۰۹ھ

متعدد عمروں میں صرف چند بال کاٹتے رہے تو کتنے دم ہوں گے

میں ابھی دو تین ماہ قبل عمرہ کے لئے گیا تھا۔ مجھے بار بار عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی ہے مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ سعی کے بعد مجھے کم از کم ایک چوتھائی سر منڈوانا چاہیئے تھا۔ مگر چھوٹی قینچی سے ذرا سے بال ترشوا لئے۔ اب مجھے عمرہ کی صحت کے لئے کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب گھر واپسی کے بعد اگر سر منڈوا دیا تو بھی احرام سے نکل گیا۔ لیکن ایک دم واجب ہے جو کسی کے ذریعے حدودِ حرم میں ذبح کرا دیا جائے۔

قولہ أوحلق فی حل بحج فی أیام النحر فلو بعدها فدمان (أو عمرة) اھ فی أیام النحر) متعلق بحلق بقید کونه للحج ولذا قدمه علی قوله أو عمرة فیتقید حلق الحاج بالزمان أیضا وخالف فیه محمد و خالف أبو یوسف فیهما وهذا الخلاف فی التضمین بالدم لا فی التحلل فانه یحصل بالحلق فی أی زمان أو مکان فتح (شامی ص۲۵۷ ج۲)

اور سر منڈانے سے قبل اگر مجامعت کر لی یا سلے ہوئے کپڑے پہن لئے یا خوشبو لگالی، تو ان جنایات کی وجہ سے ایک دم اور واجب ہوگا۔

ووطؤه بعد ارلعة ذبح ولم یفسد وفی الشامیة وشمل کلامه ما اذا طاف الباقی وسعی أولاً لکن بشرط کونه قبل الحلق اھ (شامی ص۲۹۱ ج۲)

صورتِ مسئولہ میں یہ جنایات متعددہ ایک ہی جنایت متصور ہوگی۔ متعدد دم واجب نہ ہوں گے (شامیہ ص۲۸۳ ج۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
محمد عبداللہ عفر لہ	۱۴۰۶/۹/۴ ھ

حج بدل میں باذن آمر تمتع بھی جائز ہے

س ایک شخص جو خود بنفسہ حج سے عاجز ہے دوسرے آدمی سے حج کرانا چاہتا ہے۔ سنا ہے کہ مامور آمر کی طرف سے صرف حجِ مفرد کر سکتا ہے نہ قران نہ تمتع حکومت کی پابندیوں اور سفر کی وجہ سے مامور بھی مجبور ہوتا ہے حسبِ منشاء نہیں کر سکتا پس سوال یہ ہے کہ مامور بالحج کیا آمر کی اجازت سے تمتع یا قران کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب فقہاء کا حج بدل کرنے والے کو روکنا مبنی بر احتیاط ہے لہٰذا اگر باآسانی ممکن ہو تو احتیاط ضرور کیجائے مگر اس زمانے میں حج و عمرہ کرنے میں

عام آدمی آزاد نہیں کہ جب اور جس وقت جا سکیں اور طولِ احرام سے بچنے کے لئے ایام حج کے بالکل قریب سفر کریں ہر طرف حکومتی پابندیاں شدید ہیں۔ اس لئے اگر حجِ بدل کرنے والے کو وقت سے زیادہ پہلے جانے کی مجبوری ہو اور واجبات احرام کی طویل پابندی مشکل نظر آوے تو اس کے لئے باذن آمر تمتع کر لینے کی گنجائش ہے کذا افادہ فقیہ العصر علامہ مفتی محمد شفیع قدس سرہ فی (منہج الخیر فی الحج عن الغیر ص۵۱۶) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ محمد صدیق غفرلہ، | محمد انور نائب مفتی خیر المدارس ۹۹/۵/۱۹ھ

قیام مزدلفہ ترک کرنے سے دم واجب ہوگا

ہجوم کی وجہ سے عورتیں اور ضعیف مرد مزدلفہ کا قیام نہ کریں تو کچھ واجب نہیں ہوگا اب ظاہر ہے کہ عورتیں اور ضعیف مرد تنہا تو عرفات سے منیٰ نہیں جا سکتے تندرست مردوں کو بھی ان کے ساتھ جانا ہوگا لہٰذا اس صورت میں تندرست مردوں کو بھی ان کے ساتھ منیٰ آنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب تندرست لوگ اگر ترک قیام مزدلفہ کریں گے خواہ کسی وجہ سے ہو ان پر دم دینا لازم ہوگا۔ البتہ معذورین اور عورتیں بسبب مرض وضعف اور خوف ازدحام اگر وقوف مزدلفہ ترک کریں گے تو ان پر دم واجب نہیں۔ براہِ راست جانا درست نہیں۔ اجازت کی صورت یہ ہے کہ مزدلفہ میں اتریں اور مغرب اور عشاء کی نماز اکھٹے مزدلفہ میں پڑھیں پھر آخر رات میں یہاں سے روانہ ہو جائیں۔

عن ابن عباسؓ قال بعثنی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسحر من جمع فی ثقل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفیہ ان عبد اللہ بن عمرؓ کان یقدم ضعفۃ اھلہ فیقفون عند المشعر الحرام بالمزدلفۃ باللیل ثم یدفعون قبل ان یقف الامام وقبل ان یدفع فمنھم من یقدم منیً لصلوٰۃ الفجر ص۴۱۸ مسلم ج۱۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، عبد الستار عفا اللہ عنہ | بندہ محمد اسحاق غفرلہ

نوافل اور تلبیہ کے بعد بھی سر ڈھانپے رکھا تو صدقہ لازم ہے

ایک شخص نے احرام باندھنے کے لئے دو رکعت نماز پڑھی بھولے سے ٹوپی پہنے پہنے احرام کی نیت کرلی اور تلبیہ کہہ دیا اور احرام کی چادریں پہلے سے باندھ لی تھیں۔ ایک منٹ ٹوپی پہنی ہوگی یا اس سے کم وقت یاد آتے ہی اُتار دی پھر دوبارہ نیت کی اور تلبیہ کہا احرام قران کا تھا صدقہ یا فدیہ کس مقدار میں ادا کرے؟

۲۔ قران کے احرام کی حالت میں عمرہ سے قبل اور بعد چند بار وضو کرتے ہوئے کپڑے سے چہرہ پونچھا کئی بار اطمینان سے رومال سے ناک صاف کیا یہ سب اس حالت میں ہوا کہ اس طرف خیال نہ گیا کہ چہرہ پونچھنے کی وجہ سے احرام کے خلاف ہوگا۔ اس کا تدارک کیا ہوگا؟

الجواب ایک صاع گندم صدقہ کرے کما فی الدر المختار و دوام اللبس بعد ما احرم وھو لابسہ کانشائہ لبعد ۱۸اھ (درمختار)

ای وجوب الدم ان دام یوما ولیلۃ (شامی ص۲۷۹ ج۲) اور بعد الاحرام سر ڈھانپنے میں تھوڑی دیر کے لئے نصف صاع تصدق لازم ہے پس دوام لبس کا بھی یہی حکم ہوگا چونکہ احرام قران کا ہے لہٰذا یہ صدقہ مضعف ہوگا۔ کما فی الدر ایضا وکل ما علی المفرد بہ دم بسبب جنایتہ علی احرامہ فعلی القارن دمان وکذا الحکم فی الصدقۃ فتثنی ایضا لجنایتہ علی احرامیہ (ص۲۰۷ شامی) ہر بال کے بدلے میں تقریباً دو مٹھی بھر صدقہ کرے ان نتف من رأسہ او انفہ او لحیتہ شعرات فلکل شعرۃ کف من طعام وفی خزانۃ الاکمل فی خصلۃ نصف صاع (شامی ص۲۸۷ ج۲)

جنایات میں خطاء اور عمد برابر ہے۔ قران کی وجہ سے واجب دوگنا ہوگا ۲۔ چہرہ پونچھنے میں چونکہ کپڑے سے چہرہ چھپ گیا ہے لہٰذا یہ بھی جنایات موجب صدقہ ہوں گی احتیاطاً نصف صاع ایک مرتبہ کے لئے صدقہ کردے صریح جزئیہ اس کے بارے میں نہیں مل سکا۔ ذیل کے جزئیہ سے کچھ مفہوم یہ ہوتا ہے۔ ولا بأس بتغطیۃ اذنیہ وقفاہ ووضع یدیہ علی انفہ بلاثوب (قولہ بلا ثوب) کذا فی الفتح والبحر والظاہر انہ لو کان الوضع

بالثوب ففیہ الکراھۃ التحریمیۃ فقط لان الانف لا یبلغ ربع الوجہ افادہ ط (درمختار علی الشامیہ قدیم ص۲۷۹/۲) ۔ دیگر علماء سے بھی اگر تحقیق کر لی جاوے تو مناسب ہوگی، ناک صاف کرنے میں کچھ نہیں ۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

خیر محمد عفا اللہ عنہ،

تمتع حج کی سعی الگ کریگا نہ کرنے کی صورت میں دم لازم ہوگا

ایک شخص نے تمتع کا احرام باندھا اور عمرہ کر کے احرام کھول دیا پھر ایام حج میں حج کا احرام باندھا اور حج کے آخر میں فرض طواف زیارت کو اس طرح ادا کیا کہ اس میں سعی نہیں کی اس خیال سے کہ عمرہ میں سعی کی گئی تھی وہ ہی کافی ہوگی اور عمرے والے طواف کو طواف قدوم پر محمول کیا اس مسئلہ مشہورہ کی بناء پر کہ اگر طواف قدوم میں سعی کر لی جائے تو طواف زیارت بس فقط طواف کافی ہے ۔ سعی ضروری نہیں ہے ۔ آیا اس صورت میں اس پر دم واجب ہے یا نہیں اگر ہے تو اب کیا کرے جبکہ اب وطن واپس آچکا ہے دم جنایت حدود حرم میں دینا ضروری ہے یا یہاں بھی غرباء کو تصدق کرنے سے ادا ہو سکتا ہے ؟

الجواب صورت مسئولہ میں ترک سعی کی وجہ سے شخص مذکور پر دم لازم ہے کیونکہ متمتع پر احرام بالحج باندھنے کے بعد ایک سعی ضروری ہے خواہ وہ سعی طواف زیارۃ میں ادا کی جائے یا طواف تطوع میں اور جبکہ صورت مسئولہ میں شخص مذکور نے احرام بالحج باندھنے کے بعد سعی نہیں کی ہے اس وجہ سے اس پر دم لازم ہے ۔ کما فی الھدایۃ ص۲۴۱ ج ۱ ۔ وفعل مایفعل الحاج المفرد لانہ مؤدٍ للحج الا انہ یرمل فی طواف الزیارۃ ویسعی بعدہ لان ھذا اوّل طواف فی الحج بخلاف المفرد لانہ قد سعی مرۃ (وفی الشامیۃ ص۲۶۹/۲ علی قول الدرو یحج کالمفرد لکنہ یرمل فی طواف الزیارۃ ویسعی بعدہ ان لم یکن قدمھما بعد الاحرام ای عقب طواف تطوع بعد الاحرام بالحج ۔ اور اس دم

کی ادائیگی کی صورت یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ کے مہتمم کو اطلاع دیدیں کہ اس شخص پر دم ہے قربانی کر دیں اور قیمت ان کو بھیج دیں۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

بندہ محمد اسحٰق غفرلہ
۹/۲/۸۷ھ

مکہ میں پانچ دن قیام کے بعد منیٰ عرفات جانا ہو تو نیت اقامت درست نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ میں انشاء اللہ اس دفعہ حج پر جا رہا ہوں۔ اور حج سے چند یوم قبل یعنی پانچ روز قبل مکہ مکرمہ پہنچوں گا اور پھر وہاں سے منیٰ عرفات اور مزدلفہ جانا ہوگا اور منیٰ واپسی پر طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ جانا ہوگا جبکہ حج کے بعد مکہ مکرمہ میں پندرہ روز سے زائد قیام کرنا ہے تو یہاں سے سفر کے آغاز سے کب تک مجھے نماز قصر ادا کرنا ہوگی۔

۲۔ کیا اب منیٰ مکہ مکرمہ کے شہر کا حصہ بن چکا ہے تو ایسی صورت میں مزدلفہ سے منیٰ واپسی پر مجھے نماز پوری پڑھنا ہوگی؟ کیونکہ میرا مکہ مکرمہ کا قیام پندرہ روز سے زائد کا ہے۔

الجواب عرفات کے بارے میں زیادہ بحث کی حاجت نہیں ہے کیونکہ حجاج وہاں رات نہیں گزارتے اور دن میں کہیں چلے جانا یہ نیت اقامت پر اثر انداز نہیں البتہ مزدلفہ میں رات گزارنا یہ مکہ میں نیت اقامت کے لئے مبطل ہوگا۔ کیونکہ مزدلفہ نہ مکہ میں داخل ہے نہ ہی فناء مکہ میں داخل ہونے کی کوئی دلیل سوال میں مذکور ہے نیز مزدلفہ منیٰ کے ساتھ متصل نہیں بلکہ منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان وادی محسر حائل ہے۔ درمختار میں ہے المزدلفة کلھا موقف الا وادی محسر ھو واد بین منی و مزدلفة۔ بالفرض متصل بھی ہو تو بھی پورے مزدلفہ کو جو تقریباً دو میل تک پھیلا ہوا ہے منیٰ کے تابع قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا مثلاً کسی شہر کے متصل دس میل کا طویل عریض میدان ہے تو اس پورے میدان کو شہری فناء تصور کرنا کیونکر درست

ہوگا؟ جب مزدلفہ نہیں تو عرفات بطریق اولیٰ فناء مکہ میں داخل نہ ہوگا جب کہ منیٰ اور عرفات کے درمیان تقریباً چھ میل کا فاصلہ ہے۔ فوجی انتظامی لحاظ سے حفاظتی چوکیوں کا عرفات سے آگے واقع ہونا یہ کچھ مفید نہیں کیونکہ شاید ایسی چوکیاں پورے راستے پر بنائی جاتی ہیں، جیسے طریق مکہ اور مدینہ پر چوکیاں تعمیر کی گئی ہیں۔ منیٰ و مکہ یہ دونوں تو حسب تصریح فقہاء بلاشبہ دو مستقل مواضع ہیں ان میں سے ہر ایک کی مستقل حدبندی موجود ہے کہ یہ ابتداء منیٰ ہے مناسک حج کے اعتبار سے بھی یہ دونوں مواضع ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شہر ہی تصور کئے جائیں گے جو احکام منیٰ سے متعلق ہیں۔ وہ اسی قطعہ میں ادا کئے جائیں گے مکہ میں ان کی ادائیگی متصور نہ ہوگی اور اسی طرح اس کے برعکس، علاوہ ازیں ایک شخص جب مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر منیٰ کی حدود میں داخل ہوا تو اس پر صادق آئے گا کہ وہ مکہ سے نکل گیا ہے اور یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ منیٰ میں ہے مکہ میں نہیں ہے ایک شہر کے مختلف محلوں کے بارے میں ایسی نفی صحیح نہیں ہے یوں کہنا درست نہیں: ناظم آباد میں ہے کراچی میں نہیں ان وجوہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے جن دو مواضع کو مستقل قرار دیا ہے اور ان سے متعلق شرعی احکام بھی الگ الگ ہیں اور انکی واضح طور پہ قطعی حدبندی موجود ہے تو انہیں سفر کے بارے میں دو الگ مواضع شمار کیا جائے لہٰذا صورت مسئولہ میں شخص مذکور حج سے قبل مقیم نہ ہوگا جیسا کہ تمام فقہاء نے اسکی تصریح کی ہے۔

ان الحاج اذا دخل مكة في ايام العشر ونوى الاقامة نصف شهر لا يصح لانه لا بدله من الخروج الى عرفات فلا يتحقق الشرط (بحر ص۱۴۳ ج۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مقدار شرعی سے کم قصر کرے تو دم واجب ہوگا یا نہیں

عمرہ کے بعد آیا سر کے بالوں کا ایک انگلی کے برابر کتروانا ضروری ہے؟ اور

چاروں کونوں سے ضروری ہے یا فقط ایک کونے کے بالوں کا قصر ہی کافی ہے۔ایک صاحب بضد ہیں کہ صرف ایک طرف سے قینچی کے ذریعہ بال کٹوانے کی صورت میں دم لازم آتا ہے۔ چاروں کونوں سے بال کٹوانا ضروری ہے۔

المستفتی

قاری محمد طاہر مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب ربع رأس کا حلق یا قصر ضروری ہے۔اگر اس سے پہلے محظورات کا ارتکاب کرے گا تو دم لازم ہوگا۔لیکن مذکورہ قصر سے اس پہ کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔

واذا لم یبق علی المحرم غیر التقصیر فبدأ بقص أظفاره فعلیه کفارة وذلك لان احرامه باق ما لم یحلق أو یقصر ففعله یکون جنایة علی الاحرام الی قوله ومما یؤیده ان هذا الاختلاف فی الحاج لان المعتمر لا یحل له قبل الحلق شئ مما مر اتفاقا علی ما ذکره المصنف الی قوله واذا حلق أی المحرم رأسه أی رأس نفسه أو رأس غیره أی ولو کان محرما عند جواز التحلل أی الخروج من الاحرام باداء افعال النسک لم یلزمه شئ الاولی لم یلزمهما شئ وهذا حکم یعم کل محرم فی کل وقت اھ۔ المسلك المتقسط ص۱۱۸

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

جب اس وقت میں قصر کل جنایت نہیں تو قصر بعض کیوں موجب دم ہوگا۔کما یفهم من قول الفتح ولذا ان ما یکون محللا یکون جنایة فی غیر اوانه کالحلق۔

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۱/۳/۹۷ھ

زنا کی وجہ سے محرم بننے والے کے ساتھ سفرِ حج کا حکم

ایک شخص ناصر کسی عیسائی عورت خالدہ سے زنا کا مرتکب ہوتا ہے لیکن کچھ عرصہ بعد اس عورت کی بیٹی حمیدہ سے نکاح کر لیتا ہے۔ نکاح کے وقت وہ اس بات سے لاعلم ہے کہ مزنیہ کی بیٹی سے نکاح جائز نہیں۔ جب اس کو اس بات کا علم ہوتا ہے اس وقت دو، تین بچوں کا باپ بھی بن چکا ہوتا ہے۔ اور وہ عورت مسلمان بھی ہو گئی ہے۔ تو اب احکام شرعیہ کے مطابق زندگی کیسے گزارے۔ بچوں کے نان ونفقہ کا کیا اہتمام کیا جائے۔ بیوی یا ساس سے تعلقات کی نوبت کیا ہو سکتی ہے۔ نیز کیا بیوی اور ساس یا صرف ساس کے ساتھ فریضۂ حج کی ادائیگی بحیثیت محرم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب مسمات حمیدہ مسمی ناصر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے اسے فوراً علیحدہ کر دے۔ ہندیہ میں ہے۔

فمن زنی بامرأة حرمت علیہ امها وان علت وابنتها وان سفلت ص۲۷۴۔

بچوں کا نان ونفقہ واجب ہے۔ حمیدہ اور خالدہ سے میل جول ترک کر دے۔ اور بطور محرم کے ان کے ساتھ سفرِ حج نہیں کر سکتا۔

اذا کان محرمًا بالزنا فلا تسافر معه عند بعضهم والیه ذهب القدوری وبه ناخذ اھ۔ وهو الاحوط فی الدین والابعد عن التهمة۔ (الشامیہ ص۱۵۸ ج ۲)

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفی عنہ	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

حج عمر میں صرف ایک بار فرض ہے

کیا ایامِ حج میں عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے؟ مفتی رشید احمد لدھیانوی

نے احسن الفتاوی میں لکھا ہے کہ شوال وہیں شروع ہوگیا اور اس کے پاس حج کے مصارف بھی ہوں تو حج فرض ہوجائے گا الخ چنانچہ اگر کسی شخص نے پہلے حج کر رکھا ہو تو کیا اس پر بھی حج فرض ہوجائے گا۔

ایک شخص کو کاروباری مقاصد کے لئے ایام حج میں متعدد بار مکہ مکرمہ آنا پڑتا ہے۔ تو ایسے شخص پر بھی ہر مرتبہ حج لازم ہوگا۔؟

الجواب جس شخص نے ایک مرتبہ حج ادا کر لیا ہے تو اس کی عمرہ ادا کرتے وقت اگر شوال شروع ہوگیا تو اس پر دوبارہ حج فرض نہیں ہوتا۔ کیونکہ حج کی فرضیت عمر میں صرف ایک مرتبہ ہی ہے۔ عالمگیری ص۲۱۶ ج۱ میں ہے۔

فالحج فريضة محكمة ثبتت فرضيتها بدلائل مقطوعة حتى يكفر جاحدها وان لايجب فى العمر الامرة كذا فى محيط السرخسى۔

لیکن کاروبار کی صورت میں ایام حج میں جانے سے اس پر حج کرنا فرض نہیں ہوگا۔ البتہ میقات سے بدوں احرام گزرنا ممنوع ہے۔ پس اگر کوئی آفاقی شخص مکہ مکرمہ میں جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو احرام باندھ کر عمرہ کر کے احرام کھول لے۔ اور پھر کاروبار میں مشغول ہو۔

فقط واللہ اعلم	الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفرلہ	بندہ عبدالستار عفی عنہ
۲۶-۱۲-۱۴۰۹ھ	

كتاب النكاح

قال الله تعالیٰ

فانكحوا ما طاب لكم من النساء
مثنىٰ وثلث وربع (سورة النساء)

عن عائشة رضـ قالت قال النبي صلى الله عليه وسلم :
انّ أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة
(مشكوة ص ٢٦٨ ج ٢)

مرتبہ : مفتی محمد انور

خطبہ ایجاب وقبول سے پہلے ہو

خطبۂ نکاح ایجاب وقبول سے پہلے ہو یا بعد میں ؟

الجواب پہلے ہونا چاہیئے ۔ ویندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ اھ (الدر المختار علی الشامیۃ ص۲۶۱ ج۲) فقط واللہ اعلم ۔

محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۴ / ۵ / ۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح ، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

پانچ سالہ بچے کا ایجاب وقبول معتبر نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع مبین اس صورت میں کہ لڑکا نابالغ تقریباً پانچ سال کا اس سے کسی غلطی کے ماتحت ایجاب وقبول کرایا گیا ہے ۔ لڑکا بالکل معصوم بچہ ہے ، کا نکاح صحیح ہے یا نہ ___ ؟ ویسے اس مجلس میں والد بھی موجود تھا ۔ عام لوگوں کو خبر نہیں ۔ آیا نکاح ہو گیا ہے ۔ والد نے یا مولوی صاحب نے ایجاب وقبول نہیں کیا صرف بچے سے کرایا گیا تھا ۔ بینوا وتوجروا (سائل خدا بخش جلالپور پیروالہ تحصیل شجاعباد ملتان)

الجواب اگر والد یا مولوی صاحب نے وکالۃً ایجاب وقبول نہیں کیا صرف بچے سے قبول کرایا گیا تھا تو شرعاً یہ نکاح منعقد نہیں ہوا ۔

اما شرطہ فمنہا العقل والبلوغ والحریۃ فی العاقد الا أن الاول شرط الانعقاد فلا ینعقد نکاح المجنون والصبی الذی لا یعقل ۔ (عالمگیریہ ص۲۶۷ ج۱) ۔ لڑکی شرعاً آزاد ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۲۳ / ۷ / ۱۴۱۱ھ

ایجاب وقبول تین دفعہ کرایا جائے یا ایک دفعہ کافی ہے ۔

بوقت نکاح ایجاب سے متعلق سوال کے جواب میں دلہن اپنی رضامندی کا اظہار

کرتے ہوئے جہری آواز سے اجازت دے دیتی ہے اور نکاح نامہ کے چار پرتوں پر دستخط بھی کر دیتی ہے اور پھر ایجاب و قبول بھی ایک دفعہ کرایا جاتا ہے آیا یہ نکاح جو ایک ہی ایجاب و قبول سے ہوا درست ہے یا کہ تین دفعہ ایجاب و قبول ضروری ہے ؟

الجواب نکاح ہو جاتا ہے۔ تین دفعہ مکرر ایجاب و قبول کرنے کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وینعقد بایجاب من احدھما وقبول من الاخر۔ (درمختار علی الشامیہ ص ۲۸۵ ج ۲) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

ایجاب و قبول کے وقت لڑکی کا نام نہیں لیا تو نکاح کا حکم

شمیم بی بی کا نکاح ابو بکر سے ہوا لڑکے کے سامنے لڑکی کا نام نہیں لیا گیا اس لڑکی کی اور بھی سات بہنیں ہیں یوں نہیں کہا گیا کہ شمیم خورشید کا نکاح تم سے کیا البتہ بات چیت بڑی لڑکی کی چل رہی تھی۔ شادی کا جوڑا بھی اسے ہی پہنایا گیا اور سب سمجھتے تھے کہ اسی کا نکاح ہو رہا ہے۔ اب اختلاف ہو گیا ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا۔ بینوا توجروا۔

الجواب ایجاب و قبول سے پہلے امور مثلاً رشتہ کی بات چیت۔ رشتہ کی تعیین اس بچی کے لئے ہدایا و تحائف کا تبادلہ، اور اسے شادی کا جوڑا پہنانا وغیرہ) کی وجہ سے جب تقریباً سب کے ذہنوں میں (بشمول نکاح خواں گواہاں اور خاوند) یہ متعین تھا کہ نکاح اس بچی کا ہو رہا ہے تو یہ نکاح درست ہو گیا کوئی شبہ نہ کریں۔

لو جرت المقدمات علی معینۃ وتمیزت عند الشھود ایضاً لیصح العقد وھی واقعۃ الفتوی لان المقصود نفی الجہالۃ وذلک حاصل بتعینھا عند العاقدین والشھود وان لم یصرح باسمھا کما اذا کانت احداھما متزوجۃ اھ (شامیہ ص ۲۹۰ ج ۲)

فقط واللہ اعلم، احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بھانجے کی مطلقہ سے نکاح کرنا

ایک شخص کے بھانجے نے راضی خوشی سے طلاق دے دی تھی کیا ماموں اس کی مطلقہ سے نکاح کر سکتا ہے؟

الجواب اگر دوسرا کوئی رشتہ نکاح سے مانع نہیں تو ماموں کا اپنے بھانجے کی مطلقہ عورت سے نکاح جائز ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول در واحل لکم ما وراء ذلکم الآیۃ میں داخل ہے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح ، خیر محمد عفا اللہ عنہ ،

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ،

صرف ایک گواہ کی موجودگی میں نکاح کا حکم

ایک عورت اور مرد نے صرف ایک گواہ کی موجودگی میں نکاح کیا باقاعدہ ایجاب وقبول کیا تو کیا یہ نکاح درست ہے ؟ (المستفتی: محمد اسماعیل بنوی)

الجواب نکاح میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور دونوں کا اکھٹے ایجاب و قبول کو سننا ضروری ہے لہٰذا مذکورہ نکاح درست نہیں ہے۔

ویشترط العدد فلا ینعقد النکاح بشاھدٍ واحد ھٰکذا فی البدائع اھ (عالمگیری ص ۲۶۷ ج ۱)

ومنھا سماع الشاھدین کلامھما معاً اھ (عالمگیری ص ۲۶۸ ج ۱)

فقط واللہ اعلم ،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

سالی کی بیٹی سے زنا کا حکم

بخدمت اقدس جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم کے بعد عرض یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی سگی سالی کی بیٹی (خالدہ) سے زنا کیا ہو تو اس صورت میں اس شخص کا اپنی بیوی سے نکاح برقرار رہیگا یا نہیں۔؟ (ریحان احمد یمن آباد کالونی۔ ملتان)

الجواب صورت مسئولہ میں نکاح برقرار ہے۔ البتہ خالدہ کو ایک ماہواری آنے تک خاوند کا اپنی بیوی کے قریب جانا حرام ہے۔

وفی الخلاصۃ وطئ اخت امرأتہ لا تحرم علیہ امرأتہ۔

شامیہ میں ہے:

لو زنی باحدی الاختین لا یقرب الاخری حتی تحیض الاخری حیضۃ (ص ۲۸۱ ج ۲)۔

سالی کی لڑکی حکم میں سالی کی مثل ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفی عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۶ / ۵ / ۱۴۱۱ھ

صرف رجسٹر پر انگوٹھے لگا دینے سے نکاح نہیں ہوتا!

ایک بیوہ عورت اپنے بھائی کے پاس رہتی تھی۔ رشتہ داروں نے زبردستی اغوا کر کے نکاح کرنے کی کوشش کی مگر لڑکی نے باوجود اس کے کہ اسے ہر طرح سے زدوکوب کیا گیا اس کے کان پھاڑ دیئے گئے ہیں اسے زبردستی ایجاب قبول پر مجبور کیا گیا مگر پھر بھی یہ انکار ہی کرتی رہی انھوں نے زبردستی اس کے انگوٹھے رجسٹر پر لگوا لئے۔ آیا یہ نکاح ہو گیا ہے؟ سائل سے زبانی معلوم ہوا کہ تین آدمیوں نے پکڑ کر زبردستی رجسٹر پر انگوٹھا لگوایا۔

الجواب اگر یہ درست ہے کہ عورت نے نکاح کو قبول نہیں کیا اور نہ اسکی اجازت دی تو نکاح نہیں ہوا صرف انگوٹھا لگانا نکاح نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بیوی کے فوت ہوتے ہی سالی سے نکاح کر سکتا ہے

زید کی بیوی فوت ہو گئی،

زید کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں کیا وہ اپنی سالی سے فوراً نکاح کر سکتا ہے۔ یا کچھ انتظار کرنا ہوگا ؟

الجواب خاوند کے ذمہ عدت نہیں ہوتی وہ فوراً سالی سے نکاح کر سکتا ہے۔ ماتت امرأته له التزوج باختها بعد یوم من موتها۔

(شامی ص ۳۰۸ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

محض رجسٹر میں اندراج سے نکاح نہیں ہوتا تاوقتیکہ ایجاب و قبول نہ ہو

زید کی بیٹی معتدہ تھی وہ بکر کو رشتہ دینا چاہتا ہے بوجہ عدت کے ایجاب و قبول نہیں کیا گیا اور نہ رخصتی کی گئی صرف رجسٹر میں اندراج کر دیا گیا تو کیا صرف اندراج سے نکاح ہو جاتا ہے ؟

الجواب نکاح گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کا نام ہے صرف رجسٹر پر اندراج نکاح نہیں مذکورہ عورت بدستور غیر منکوحہ ہے اور دورانِ عدت ایسا کرنا مناسب بھی نہیں۔

فلو کتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد بحر اھ (شامیہ ص ۲۸۸ ج ۲)

فقط واللہ اعلم،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،

گونگے کا نکاح اشارے سے

محمد نواز ولد مانک قوم سہو گونگا اور بہرہ ہے مسماۃ قائم خاتون کے ساتھ اس کا نکاح ہوا محمد نواز نے اشارے کے ساتھ نکاح کیا کیا یہ نکاح درست ہو گیا اور لازم ہے ؟

الجواب اگر محمد نواز لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تو اس کا اشارے سے نکاح قبول کرنا درست ہے وہ نکاح منعقد ہو چکا ہے اور لازم ہے۔

فان کان الاخرس لا یکتب وکان لہ اشارۃ تعرف فی طلاقہ ونکاحہ وشرائہ وبیعہ فہو جائز اھ رشامی ص۴۲۶ ج۲ کتاب الطلاق)

فقط واللہ اعلم،

محمد انور

بیٹے کی منکوحہ باپ کے نکاح میں نہیں آسکتی

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک لڑکا پاگل ہوگیا ہے اس کے نکاح میں ایک لڑکی ہے انکی خلوت صحیحہ ثابت نہیں ہوئی۔ کیا یہ نکاح فسخ کرانے کے بعد یہ لڑکی اس کے والد کے نکاح میں آسکتی ہے ؟ واضح ہو کہ پاگل اپنے والد کو بھی اینٹیں مارتا ہے ؟

الجواب مذکورہ عورت عدالت سے اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔ جس کا طریقہ عند الضرورۃ دریافت کرلیں۔

(۲) عدالت سے فسخ کرانے کے بعد مذکورہ عورت اپنے خاوند کے والد کے عقد میں نہیں ہو سکتی وزوجۃ أصلہ وفرعہ مطلقا ولو بعیدا دخل بہا أولا اھ

(درمختار علی الشامیۃ ص۳۰۲ ج۲)

وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم۔ الآیۃ والحلیلۃ الزوجۃ

(رد المحتار ص۲ ج۲)۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

میاں بیوی ساتھ ساتھ مسلمان ہوں تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں

ایک عورت کا خاوند جو کہ ایک ماہ پہلے دوسرے ملک میں مسلمان ہوچکا ہے اور اس

کے کہنے پر اسکی بیوی نے اسلام قبول کر لیا ہے انکار بھی نہیں کیا تو دریافت یہ کرنا ہے کہ ان کا پہلا نکاح ہی درست ہے یا عقدِ ثانی کرنا پڑے گا۔؟

الجواب پہلا نکاح بدستور باقی ہے عقد ثانی کی ضرورت نہیں۔ ولو اسلم احد الزوجین عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم والا فرق بینهما اھ (عالمگیری ص۳۲۸ ج۱)۔

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم، احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مجنونہ کے نکاح کا حکم

مجنونہ کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب مجنونہ کا نکاح باپ کی ولایت سے ہو سکتا ہے۔ وللولی انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرا ولو ثیبًا کمعتوہ ومجنون شهرًا (الدر المختار ص۱۹۲ ج۱ شامیۃ ص۴۱۷ ج۲)

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۱۶ / ۶ / ۱۴۰۱ھ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم، محمد انور عفا اللہ عنہ

قریبی رشتہ دار با اخلاق نہ ہوں تو انہیں رشتہ نہ دینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین دریں مسئلہ کہ زید کے قریبی رشتہ دار ابناء عم اور ابناء خال دیندار اور با اخلاق نہیں ہیں اور نہ ضروریات دین سے واقف ہیں کیا زید اگر انکو نظر انداز کر کے اپنی لڑکی کا رشتہ اہل علم میں کر دے تو قطع رحمی تو نہ ہو گی۔؟

الجواب ان سے تعلقات رکھیں۔ خوشی وغمی میں ساتھ ساتھ رہیں ہر موقعہ پر خیر خواہی کریں۔ مذکورہ عذر کے ہوتے ہوئے رشتہ دینا ضروری نہیں۔ مصلحتِ دینی کو مقدم

رکھیں۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ،

۸/ ۱۱/ ۱۴۰۷ھ

جادوگر سے نکاح کا حکم

ایک شخص کے بارے میں معروف ہے کہ وہ جادوگر ہے کیا مسلمان عورت کا نکاح اس شخص سے ہو سکتا ہے؟

الجواب جادو کی مختلف اقسام ہیں۔ جس جادو میں کسی کفر کا ارتکاب کیا گیا ہو۔ مثلاً ستاروں کے متصرف بالذات ہونے کا اعتقاد رکھنا یا قرآن حکیم کی توہین کرنا یا کوئی کلمۂ کفر کہنا ایسا جادوگر کافر ہے اور اس کا حکم کفار جیسا ہے۔ مسلمان عورت کا اس کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔ فهذه انواع السحر الثلاثة قد تقع بما هو كفر من لفظ أو اعتقاد أو فعل وقد تقع بغيره كوضع الاحجار وللسحرة فصول كثيرة فى كتبهم فليس كل ما يسمى سحرا كفرا اذ ليس التكفير به لما يترتب عليه من الضرر بل لما يقع به مما هو كفر كاعتقاد انفراد الكواكب بالربوبيه أو اهانة قرآن أو كلام مكفر ونحو ذلك اھ۔

(شامی ص۳۱ ج۱ مطبوعہ بیروت)۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۲۴/ ۱۱/ ۱۴۰۷ھ

تفضیلی شیعہ کے ساتھ نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کہ تفضیلی شیعہ مرد کا نکاح اہل سنت والجماعت کی عورت کے ساتھ یا برعکس جائز ہے یا نہیں؟

تفضیلی شیعہ اُسے کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرات خلفاء ثلاثہ

رضی اللہ عنہم پر صرف فضیلت دے بس۔ حضرات خلفاء ثلاثہ کا پورا احترام کرتا ہو اور انکو خلیفہ برحق تسلیم کرتا ہو۔ غاصب اور منافق وغیرہ خیال نہ کرتا ہو۔ اور ان حضرات خلفاء ثلاثہ اور دیگر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی صحابی کی ذرہ بھر توہین یا تنقیص شان کو حرام سمجھتا ہو۔ ایسے تفضیلی شیعہ کے ساتھ مناکحت فیما بین المسلمین جائز ہے، لیکن چونکہ پاکستان میں عام طور پر ایسے شیعہ موجود نہیں ہیں۔ عموماً غالی اور سبی اور بدعقیدہ لوگ ہیں اور اس کے ساتھ تقیہ بھی کرتے ہیں۔ لہذا موجودہ دور کے شیعوں کے ساتھ عقد مناکحت (نکاح لینا اور رشتہ دینا) دونوں ناجائز ہیں۔ جواز کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ حتی الامکان اس سے احتراز کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

وان کان یفضل علیا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ علی أبی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یکون کافرا الا أنہ مبتدع اھ (عالمگیری ص ۲۸۳ ج ۲ باب احکام المرتدین) فقط واللہ اعلم

بندہ عبداللہ غفر اللہ لہٗ

مفقود کی بیوی فسخ کے بعد دوسری جگہ نکاح کرلے اور پھر پہلا خاوند آجائے تو وہ کس کو ملے گی

ایک شخص تقریباً چار پانچ سال سے لاپتہ ہے دو بچے تھے جس وقت گھر والے ناامید ہوگئے تو گھر والوں نے حکومت میں دعویٰ دائر کیا، اور طلاق حاصل کرلی حکومت نے نکاح فسخ کر دیا، دوسرے شخص سے نکاح کر دیا اس سے دو بچے پیدا ہوگئے ہیں، اب خاوند کا پتہ چل گیا تقریباً آٹھ نو سال کے بعد خاوند یہ کہتا ہے کہ جب میں نے طلاق نہیں دی میری اجازت کے بغیر دوسرا نکاح کیوں کیا؟ حکومت کی طلاق کو میں نہیں مانتا۔ اب حکومت کی تنسیخ معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ یہ عورت پہلے خاوند کو ملے گی لہذا دوسرے خاوند پر لازم ہے کہ فوراً یہ عورت پہلے خاوند کے سپرد کر دے لیکن شوہر اول کو عورت کے پاس جانا عدت گزرنے سے پہلے جائز نہیں اور عدت اس کی

تین حیض ہیں کما فی الحیلۃ الناجزۃ صـ۷۳ـ ۷۴ یہ حکم اسوقت ہے کہ حاکم نے اسے مفقود تصور کرکے اسکی بیوی کو مزید چار سال تک انتظار کا حکم کردیا ہو اور انتظار کے بعد اس کا نکاح فسخ کیا ہو۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفی عنہ | بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

منکوحہ مرتدہ کسی دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ایک عورت مسلمہ نے ایک مرد مسلم کے ساتھ نکاح کیا کچھ مدت کے بعد خاوند اس عورت کا بقضائے الٰہی مرگیا۔ عدت گزارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح ہوا۔ ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ ایک مسلم مرد نے اس عورت کو اغوا کرلیا اس کو مرتدہ بناکر پھر مسلمان کرکے اس کے ساتھ اپنا نکاح کیا۔ مرتدہ اس لئے بنایا تاکہ خاوند سے طلاق لینے کی ضرورت نہ پڑے۔ آیا نکاح اوّل باقی ہے یا نہیں اگر نکاح اوّل باقی ہے تو مرتد بنانے والے کی کیا سزا ہے؟

الجواب فقہاء متاخرین کے فتوے کی رو سے عورت کے مرتد ہوجانے سے اس کا پہلا نکاح نہیں ٹوٹتا بلکہ باقی رہتا ہے جیسا کہ حیلۂ ناجزہ کے ملحقہ رسالہ میں موجود ہے۔ صورت مسئولہ میں عورت مذکورہ کا پہلا نکاح باقی ہے نکاح ثانی بعد الارتداد جائز نہیں۔ بلکہ نکاح علی النکاح ہے۔ لہٰذا خاوند ثانی سے علیحدگی و تفریق واجب ہے۔ مرتد بنانے والے کو فہمائش کرکے توبہ واستغفار اور عورت کے علیحدہ کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اگر باز نہ آئے تو اس سے قطع تعلق کیا جائے اور برادری کے لوگ اگر ڈرانے دھمکانے کی قدرت رکھتے ہوں اور کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اسے کچھ دھمکانا بھی چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ | بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۴/ ۵/ ۱۳۸۳

بریلویوں سے نکاح کا حکم

وہ لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاضر ناظر باذن الٰہی جانتے ہیں اور علم غیب عطائی کے قائل

ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نُور و بشر دونوں مانتے ہوں اور تصرف اولیاء باذن الٰہی کے قائل ہوں اور استمداد اولیاء باذن الٰہی کے بھی قائل ہوں اور کفریہ عبارات بزعم جہلا جو علماء دیوبند کی کتابوں میں موجود ہیں ان کے لکھنے والوں کی تکفیر کرتے ہوں ایسے عقائد رکھنے والوں کی لڑکی یا لڑکے کا رشتہ لینا جائز ہے ؟

الجواب ایسے لوگوں سے ازدواجی روابط پیدا نہ کئے جائیں۔
فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، محمد انور عفا اللہ عنہ،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۲۶ / ۶ / ۱۴۰۶ھ

بیوی خاوند کو پیشاب پلا دے تو نکاح کا حکم

اگر ایک عورت اپنے خاوند کو اپنے تابع کرنے کے لئے اپنا پیشاب پلائے اور تعویذ پلائے تو کیا ایسا فعل کرنیوالی عورت کا نکاح رہے گا یا نہیں اور اس پر شرعی حد کیا ہوگی کیا وہ عورت مسلمان رہے گی یا کافر ہو جائے گی ؟

الجواب صورت مسئولہ میں پیشاب پلانے سے نکاح تو نہیں ٹوٹا البتہ بہت بڑا گناہ کیا ہے توبہ و استغفار بہت ضروری ہے، تعویذ بھی ایسا کرنا جس سے دوسرا بے اختیار تعویذ کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہو جائے ناجائز ہے ہاں جائز محبت و تعلق کی حد تک بیوی خاوند کے لئے ایسا کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم، بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

جماعت اسلامی والوں کو رشتہ دینا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا حقیقی بھائی جماعت اسلامی خیال کا ہے اور بندہ کا مسلک دیوبندی ہے ہم آپس میں اپنے بچوں کے رشتے کر سکتے ہیں بھائی اور اس کے بچے نماز روزہ کے پابند ہیں۔

الجواب اس بات کا ضرور انتظام کرلیں کہ جماعت اسلامی کے قابلِ اعتراض نظریات کے اثرات آپ کی اولاد تک نہ پہنچیں۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

۱۷ / ۱۰ / ۱۴۰۷ھ

صرف پانی پلانے سے نکاح نہیں ہوتا ہے

زید اور ہندہ کو چھوٹی عمر میں انکے والدین نے اپنے رسم ورواج کے مطابق پانی پلایا تھا۔ ان دونوں کے والدین نے ایجاب وقبول نہیں کیا تھا۔ اب اس لڑکی اور لڑکے کا نکاح سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اب یہ لڑکی وہاں نکاح کرنے سے انکار کرچکی ہے؟

الجواب اگر واقعۃً صرف پانی پلایا گیا تھا۔ ایجاب وقبول نہیں ہوا تو صورتِ مسئولہ میں ہندہ آزاد ہے۔

نکاح کے انعقاد کے لئے ایجاب وقبول شرط ہے۔ تنویر الابصار میں ہے۔ وینعقد بایجاب وقبول وضعا للمضی الخ (شامی ص ۲۶۳ ج ۲) فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

حلالہ کے لئے دوسرے خاوند کا ہمبستری کرنا شرط ہے

کیا نکاح کے بعد دوسرے خاوند کا بیوی کے پاس جانا ضروری ہوتا ہے؟ اگر دوسرے خاوند سے ہمبستری نہ کی ہو تو پہلا خاوند نکاح کرسکتا ہے؟

الجواب دوسرے خاوند کا ہمبستری کرنا شرط ہے۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں پہلا خاوند اس عورت سے نکاح جدید نہیں کرسکتا۔

أن عائشۃؓ اخبرتہ ان امرأۃ رفاعۃؓ القرظی جاءت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یارسول اللہ ان رفاعۃؓ طلقنی فبت

طلاقی وانی نکحت بعدہٗ عبدالرحمٰنؓ بن الزبیر القرظی وانما معہٗ مثل الھدبۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلک تریدین أن ترجعی الی رفاعۃؓ لا حتیٰ یذوق عسیلتک وتذوقی عسیلتہؓ (الحدیث بخاری ص۷۹۱ ج۲) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۳/۱۰/۱۴۱۵ھ

کم از کم مدتِ بلوغ بارہ۱۲ سال ہے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکا اسکی پیدائش ۷۸/۹/۱۲ میں ہوئی اور کوئی علامت بلوغ نہیں ہے تو اس لڑکے کی طرف سے اس کا والد اگر اس کا نکاح کرنا چاہے تو ایجاب وقبول والد کا کافی ہے یا مذکور لڑکے سے ایجاب وقبول کرانا ضروری ہے۔ جبکہ اس لڑکے کا نکاح اسی ماہ میں ہوا ہے۔ (سائل اللہ بخش ملتانی)

الجواب مذکورہ لڑکا شرعاً نابالغ ہے اس کے والد کا اس کی طرف سے قبول کرنا درست ہے بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال الی قولہ وادنی مدتہ لہ اثنتا عشرۃ سنۃ ولھا تسع سنین ھو المختار کما فی أحکام الصغار اھ (درمختار علی الشامیۃ ص۹۷ ج۵)۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

محمد انور عفا اللہ عنہ،
۱۶ رصفر ۱۴۱۰ھ

جبراً ایجاب وقبول کرایا جائے تو نکاح کا حکم

لڑکی نے پہلے تو کہا کہ میرے والد صاحب جیسے کریں گے میں بھی ویسے کرونگی۔ جب انہوں نے مجبور کیا تو لڑکی نے مجبوراً رضامندگی کا اظہار کیا چونکہ دادی اور دادے نے لڑکی کو خوب ڈرایا دھمکایا تھا۔

نوٹ۔ لڑکی کے والد اور دادا کی آپس میں لڑائی ہے۔ دادے نے ضد کی وجہ سے لڑکی کا نکاح کر دیا۔ لڑکی کے نکاح کے وقت دادا نے لڑکی کے والد کو بلوایا لیکن لڑکی کا والد وہاں نہیں گیا۔

الجواب: اگر لڑکی نے خود ایجاب وقبول کیا ہے خواہ جبر سے ہو اس صورت میں نکاح منعقد ہو چکا ہے۔ اٰن نکاح المکرہ صحیح۔ الیٰ قولہ ولفظ المکرہ شامل للرجل والمرأۃ (ص۔۔ ج۲ شامیہ) بیروت۔

اور اگر پیشگی اجازت یا توکیل تھی خواہ مجبوری سے ہو تو بھی نکاح ہو چکا ہے (شامیہ ص۔۔ ج۲)

فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۵ / ۶ / ۱۴۱۵ھ

ماموں اور بھانجا اپنی اولاد کا باہم نکاح کر سکتے ہیں

ماموں یعنی زید اور بھانجا یعنی بکر کی اولاد جوان ہے کیا مذہبی لحاظ سے وہ "ماما" بھانجا اپنے بچوں کا نکاح آپس میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: زید اور بکر کی اولاد کا باہمی نکاح جائز ہے۔

قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم الآیۃ

فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۳ / ۷ / ۹۹ھ

مروجہ وٹے سٹے کا نکاح جائز ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام کہ ایک شخص دوسرے شخص سے رشتہ کرتے وقت یہ شرط عائد کرتا ہے کہ اگر آپ مجھے اپنی لڑکی کا رشتہ دیں تو میں آپکو وٹہ میں اپنی لڑکی کا رشتہ دوں گا ورنہ نہیں۔ برتقدیر صحت سوال یہ رشتہ خالص وٹہ کا رشتہ

قرار پایا۔ مہربانی فرما کر قرآن و حدیث کی روشنی میں درپیش مسئلہ کے متعلق شرعی حکم صادر فرمائیں۔

الجواب اگر دونوں لڑکیوں کا مہر علیحدہ علیحدہ ہو تو ایسا نکاح بالاتفاق صحیح ہے شرعاً اسکی کوئی ممانعت نہیں ہے۔

قال زوجتك بنتي على أن تزوجني بنتك فقبل أو على ان يكون بضع بنتي صداقاً لبنتك فلم يقبل الآخر بل زوجه بنته ولم يجعلها صداقاً لم يكن شغاراً بل نكاحاً صحيحاً اتفاقاً اھ (شامیہ ص ۳۶۱ ج ۲) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
مفتی خیر المدارس۔ ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۱۶ / ۳ / ۱۴۰۲ھ

سوتیلی ساس سے نکاح درست ہے

ہندہ زید کی بیوی کی سوتیلی والدہ ہے نیز پہلے خاوند کی وفات کے بعد دوسری جگہ نکاح بھی کر چکی ہے اب زید ہندہ کو بھگا کر لے گیا ہے اور نکاح کرنا چاہتا ہے کیا زید اس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں جبکہ زید کی بیوی بھی زندہ ہے۔ فقط (المستفتی بشیر احمد)

الجواب صورتِ مسئولہ میں زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ درست نہیں کیونکہ اس ہندہ کا دوسرے شخص سے پہلے بھی نکاح ہے اور نکاح پر نکاح حرام ہے، اگر یہ مانع نہ ہوتا تو ویسے سوتیلی ساس سے نکاح درست ہے۔

ویجوز بین امرأة وبنت زوجها فان المرأة لو فرضت ذكراً حلت له تلك البنت بخلاف العكس اھ (عالمگیری ص ۲۷۷ ج ۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
مفتی خیر المدارس، ملتان
۱۵ / ۸ / ۹۸ھ

نکاح کے گواہ منحرف ہو جائیں تو نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار ماہ قبل تقریباً مسمی احمد بخش ولد غلام قاسم قوم کرڑا بلوچ کا شرعی نکاح مسماۃ منصب مائی کے ساتھ ہوا تھا۔

اس نکاح میں ۱۔ حاجی غلام محمد کرڑا بلوچ ۲۔ خدا بخش ولد نیاز علی خان ۳۔ رحم علی ولد نہال خان قوم زندوانی بلوچ ۴۔ امیر بخش ولد غلام محمد کرڑا بلوچ ۵۔ غلام محمد سہرانی وغیرہم نکاح میں شریک تھے اور یہ پانچوں گواہ ہیں جن کے دستخط، نشان انگوٹھا وغیرہ رجسٹر میں موجود ہیں۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ پہلے تینوں گواہ زمیندارہ دباؤ کی وجہ سے گواہی سے منحرف ہو رہے ہیں جبکہ چوتھا آدمی (امیر بخش) اس نے حلفاً نکاح کی تصدیق کر دی ہے اور گواہی دی ہے۔ جبکہ آخری پانچواں (غلام محمد سہرانی) فوت ہو گیا ہے اس صورت میں نکاح باقی ہے یا نہ؟

الجواب برتقدیرِ صحتِ سوال اگر واقعۃً گواہوں کی موجودگی میں نکاح ہوا تو یہ نکاح باقی ہے۔ بعد میں کسی گواہ کے انحراف سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ومنها مجلس القضاء فلا عبرة بالرجوع عند غير القاضي (بدائع الصنائع ص ۲۸۵ ج ۱۴)

ولا يصح الرجوع الا بحضرة الحاكم لانه فسخ للشهادة فيختص بما تختص به الشهادة من المجلس هو مجلس القاضي اى قاض كان (هداية ص ۱۷۳ ج ۲)

وشرط حضور شاهدين حرين ..... مسلمين (درمختار على الشامية ص ۲۹۵ ج ۳)

فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

باپ کی منکوحہ کی لڑکی سے نکاح کا حکم

زید کے ہاں دو بیویاں پہلے سے تھیں پھر تیسری بیوی سے نکاح کیا جس کی بھانجی اسکے نکاح میں موجود تھی۔ منکوحہ ثالث اس نکاح سے راضی نہ تھی اسلئے دلہی وغیرہ نہیں ہوئی۔ ایک مہینہ کی پوری کشمکش کے بعد جب مسئلہ کی حیثیت سے ناکح کو مجبور کیا گیا تو ناکح نکاح

سے دستبردار ہوگیا اور تیسری عورت کو اپنی زوجیت سے علیحدہ کردیا۔ اس عورت نے دوسری جگہ نکاح کیا دوسرے ناکح سے اسکے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اب پہلے ناکح زید کا لڑکا جو اسکی دوسری بیوی یعنی اس عورت کی بھانجی کے بطن سے ہے۔ جسے اس نے زوجیت سے علیحدہ کردیا تھا۔ چاہتا ہے کہ اس لڑکی سے شادی کرے کیونکہ لڑکی کی ماں سے صرف عقد ہوا تھا۔ وطی نہیں ہوئی تھی جس کی شہادت گھر والے بھی دیتے ہیں اور خود ناکح کا بیان بھی ہے کہ غلطی سے عقد ہوا تھا۔ صحبت، خلوت وغیرہ نہ ہوئی تھی جب شرعی مسئلہ معلوم ہوگیا تو اُسے علیحدہ کردیا تھا۔

الجواب لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها كذا في محيط السرخسي (عالمگیری ص۲۷۷ مطبوعہ کانپور)

جزئیہ ہذا سے معلوم ہوا کہ منکوحۃ الاب کی اولاد سے نکاح کرنا درست ہے پس صورتِ مسئولہ میں زید کے لڑکے کا نکاح اسکی سابقہ منکوحہ کی لڑکی سے درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،	بندہ عبدالستار عفی عنہ
عبداللہ غفرلہ	نائب مفتی خیر المدارس ملتان
مفتی خیر المدارس ملتان	۱۸/۵/۸۱ھ

بھانجی کے نکاح میں ہوتے ہوئے خالہ سے زنا کیا تو نکاح کا حکم

ایک شخص اپنی زوجہ کی حقیقی خالہ کو اغوا کرکے لے گیا اس کا جو پہلا نکاح اسکی بھانجی سے ہے ٹوٹ گیا ہے یا نہیں؟ اگر وہ زوجہ کی خالہ کو اپنے سے الگ کردے تو اس کا پہلا نکاح رہ جائے گا یا نہیں؟

الجواب اپنی زوجہ کی حقیقی خالہ کو اغوا کرنے سے شخص مذکور کا نکاح مغویہ کی بھانجی سے فاسد نہیں ہوا ہے بلکہ پہلا نکاح بدستور قائم ہے اور شخصِ مذکور پر لازم ہے کہ فوراً مغویہ کو اپنے گھر سے علیحدہ کردے اور مغویہ عورت کو علیحدہ کرنے کے بعد جب تک مغویہ کو ایک حیض نہ آئے اپنی منکوحہ عورت سے ہمبستری نہ کرے۔

كما في الشامية قوله لا تحرم أي لا تثبت حرمة المصاهرة فالمعنى لا تحرم حرمة مؤبدة — الى قوله ولو زنى باحدى الاختين

لا یقرب الاخری حتی تحیض الاخری حیضۃ ص۳۰۵ ج۲ ۔ فقط واللہ اعلم ،

الجواب صحیح ، خیر محمد بانی ومہتمم خیر المدارس ملتان

بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۱/ ۱۱/ ۸۶ھ

خطبہ کے بغیر بھی نکاح ہو جائے گا

ایک نابالغ لڑکی ہے اور ایک نابالغ لڑکا ہے ، ان دونوں کا لڑکی کے باپ نے نکاح کر دیا ہے ۔ گواہوں کی موجودگی میں اس کا ایجاب وقبول بھی کرایا گیا ہے اور مہر بھی مقرر کیا گیا ہے ۔ اور اس پر خطبہ نہیں پڑھا گیا ہے ۔ اس کے بارے میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں دین کی روشنی میں ۔ (محمد ادریس)

الجواب خطبہ نکاح کا جزء نہیں ہے اصل نکاح ایجاب وقبول کا نام ہے لہذا اگر گواہوں کی موجودگی میں باقاعدہ شرعی قواعد کے مطابق ایجاب وقبول ہوا ہے تو وہ نکاح ہوگیا ہے ۔ وینعقد أی النکاح أی یثبت ویحصل انعقادہ بالایجاب والقبول اھ (شامیہ ص۲۸۵ ج۲) وفی الدر المختار ویندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ وکونہ فی مسجد یوم جمعۃ بعاقد رشید وشہود عدول اھ (شامیہ ص۲۸۴ ج۲)

الجواب صحیح ، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم ، احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۴/ ۷/ ۱۴۱۰ھ

قریبی جائز رشتوں سے نکاح کو نامناسب کہنے والے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بابت اس مسئلے کے کہ شرعی جائز رشتوں ماموں ، چچا اور خالہ کی اولاد کے مابین نیز ننھیال اور ددھیال میں کسی بھی جگہ نکاح کو ناجائز کہنے والے اور ایسا نکاح کرنیوالوں سے بائیکاٹ کرنے والے نیز مذکورہ جائز شرعی نکاح کو ختم بلکہ جبراً ختم کروانے والے لوگ قرآن وسنت کی روشنی میں کس حیثیت میں ہونگے ؟ ایسے لوگوں کی شرعی سزا کیا ہے ؟ ایسے لوگوں کی ضد پر

اُن سے تعلقات رکھے جائیں یا اُن سے بائیکاٹ کرنا جائز ہوگا۔ جبکہ وہ کلمہ گو ہیں۔ جناب سے وضاحت بمطابق احکامِ شریعت مطلوب ہے۔ (سائل: تنظیم فلاحِ دارین۔ ملتان)

الجواب مذکورہ رشتوں کو ناجائز کہنا۔ اور اس قسم کے رشتہ کرنے والے لوگوں سے بائیکاٹ کرنا اور ایسے طے شدہ یا آباد شدہ رشتوں کو جبراً ختم کروانا محض جہالت ہے۔ اِن رشتوں کا جواز اللہ جل شانہ کے ارشاد واحل لکم ماوراء ذلکم (الآیۃ) سے ثابت ہے اور ایسے ہی اِن رشتوں میں سے بعض کا جواز صراحتاً سورۃ احزاب میں مذکور ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

یاایھا النبی انا احللنا لک ...... وبنات عمک وبنات عماتک و بنات خالک وبنات خالاتک التی ھاجرن معک (الآیۃ)

حکم شرعی معلوم ہو جانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں۔ تو ایسے لوگوں کو برادری سے خارج کر دیا جائے انہیں اپنی خوشی غمی میں شریک کیا جائے۔

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۷ / ۲ / ۱۴۱۶ھ

غلطی سے چھوٹی بہن کا نکاح بڑے بھائی سے ہوگیا اور بڑے کا چھوٹے سے تو کیا کیا جائے؟

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ دین متین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے اپنی دو لڑکیوں کا دو آدمیوں سے نکاح کرنا تھا یعنی بڑے لڑکے (خالد) سے بڑی لڑکی (خالدہ) کا، اور چھوٹے لڑکے (ناصر) سے چھوٹی لڑکی (جمیلہ) کا، مگر غلطی سے نکاح خواں نے چھوٹے لڑکے کو بلا کر یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ بڑا لڑکا ہے نکاح بڑی لڑکی سے پڑھا دیا۔ حالانکہ رجسٹر میں نکاح کا اندراج بڑی لڑکی کا بڑے لڑکے سے ہوا جب لڑکیوں سے پوچھے گئے تھے تو اس میں بھی بڑی لڑکی نے بڑے لڑکے سے اور چھوٹی لڑکی نے چھوٹے لڑکے سے نکاح پر رضامندگی کا اظہار کیا تھا لوگوں کے بتلانے پر کہ یہ چھوٹا لڑکا ہے۔ نکاح خواں نے اسی مجلس

میں اصل صورت پر دوبارہ نکاح پڑھا دیا۔ اب صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہے یا نہ؟ دوسرے نکاح میں کوئی خلل تو واقع نہیں ہوا۔ جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(المستفتی قاری خدا بخش عفا اللہ عنہ)

الجواب صورت مسئولہ میں سمات خالدہ کا نکاح مسمی ناصر سے منعقد ہو چکا ہے اور سمات جمیلہ کا نکاح ناصر سے نہیں ہوا۔ کیونکہ بہن کی موجودگی میں دوسری بہن سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ولو کان لرجل بنتان کبری اسمھا عائشۃ وصغری اسمھا فاطمۃ وأراد أن یزوج الکبری وعقد باسم فاطمۃ ینعقد علی الصغری (ص۲۷ ج۲ ہندیہ)

اب مسمی ناصر کو چاہیئے کہ وہ سمات خالدہ کو طلاق دیدے اور اسی مجلس میں خود جمیلہ سے اور مسمی خالد خالدہ سے نکاح کرے۔ عدت کی ضرورت نہیں۔ مسمی ناصر نصف مہر بھی ادا کرے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۲۶ / ۸ / ۱۴۱۴ھ

قاتل کا پڑھا ہوا نکاح درست ہے

زید اپنی نابالغ بچی کا حقیقی باپ ہونے کی حیثیت سے اس کے نکاح کی اجازت دے دیتا ہے نکاح خواں حافظِ قرآن ہے اور اپنی بیوی کو کسی شبہ کی بناء پر قتل کر کے کئی سال جیل میں بھی رہا ہے مذکورہ قاتل نے زید کی نابالغ بچی کا نکاح پڑھایا۔ اب زید کہتا ہے کہ قاتل کا نکاح پڑھایا ہوا غیر معتبر ہے۔ چنانچہ اب لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد زید نے سابقہ خاوند سے طلاق لئے بغیر مذکورہ لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا کیا اسطرح کرنا درست ہے؟

الجواب نکاح خواں کی حیثیت محض ترجمان اور مُعبّر کی ہوتی ہے۔ گویا اصل نکاح خود باپ نے پڑھایا ہے اور باپ کا کیا ہوا نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ بغیر طلاق لئے دوسری جگہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا اور مجامعت زنا کے حکم میں ہوگی نیز دوسرے

ـــہ کی مجلس میں شرکت حرام اور سخت گناہ ہے۔ اگر کوئی شخص دیدہ دانستہ شرکت کرے گا تو احتیاطاً خود اس کے نکاح کے فسخ کا حکم کیا جاوے گا۔

فان زوجهما الاب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما (عالمگیری ص۲۸۵ ج۱)

الجواب صحیح، فقط واللہ اعلم۔ محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۷ / ۷ / ۹۸ جو

ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری سے نکاح کیا تو دوسرا فاسد ہو گا

ایک شخص ایک عورت سے نکاح کرتا ہے پھر وہ اپنی منکوحہ کی بہن سے نکاح کر لیتا ہے یعنی بیک وقت دونوں بہنیں ایک نکاح میں جمع کر لیتا ہے۔ اب دونوں نکاحوں میں سے کون سا نکاح باقی ہے یا دونوں ختم ہو گئے۔ ہمارے علاقے میں مشہور ہے کہ دونوں نکاح ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ حیلہ کرتے ہیں کہ جس بچے سے طلاق لینی ہو تو اسکی منکوحہ کی بہن سے اسکا نکاح کر دیتے ہیں۔ اس حیلہ سے ان دونوں کو مطلقہ سمجھتے ہیں ——— نیز کیا ان دونوں مطلقہ بہنوں میں سے پھر کسی ایک بہن کا اس بچہ سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں یا ان دونوں بہنوں کی کوئی اور بہن ہو جس سے اس بچے کا نکاح نہیں ہوا تھا۔ اس سے اس بچے کا نکاح ہو سکتا ہے۔؟

الجواب پہلے جب ایک بہن نکاح میں ہو تو اس کے بعد جب اسکی بہن سے نکاح کیا جائے تو دوسرا نکاح فاسد ہے اور پہلا باقی ہے۔ البتہ اگر ایک ہی عقد میں دونوں سے کرے تو دونوں کا نکاح فاسد ہوگا۔ فان تزوج الاختين في عقدة واحدة يفرق بينهما وبينه الخ وان تزوجهما في عقدتين فنكاح الاخيرة فاسد اھ (عالمگیری ص۲۷۷ ج۱)

پہلا نکاح بدستور صحیح ہے۔ کوئی فکر نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

جن دو بہنوں کا جسم ایک دوسرے سے الگ نہ ہو انکا نکاح کسی سے درست نہیں

دو جڑواں بہنیں پیدا ہوئیں جن کے کولہے آپس میں ملے ہوئے ہیں باقی تمام اعضاء جدا ہیں اب ان کا نکاح کسی ایک مرد سے ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں شرعی طور پر یہ دو عورتیں تصور ہوں گی ۔ نہ ایک مرد سے ان کا عقد نکاح درست ہے اور نہ ہی دو مردوں سے بلکہ جب تک ان دونوں کو آپریشن کے ذریعہ ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاتا ان کے نکاح کرانے کی کوئی جائز صورت نہیں ہے ۔ امداد الفتاویٰ ص ۲۲۸/۲ میں ہے کہ اگر وہ دونوں کسی ذریعہ سے الگ نہ ہو سکیں تو ان کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر دونوں کا ایک مرد سے نکاح کیا جاوے تب تو دو بہنیں ایک شخص سے نکاح نہیں کر سکتیں اور اگر ایک مرد سے ایک ہی کا کیا جاوے تو اس لئے جائز نہیں کہ اس سے تمتع بدون دوسری سے تمتع ہوئے ممکن نہیں اور غیر منکوحہ سے تمتع حرام ہے ۔ پس موقوف علی الحرام بھی حرام ہے ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ،

اجازت طلب کرنے پر چیخ چیخ کر رونا اجازت نہیں بلکہ نکاح کو رد کرنا ہے

گزارش ہے کہ میرا نام مسماۃ رقیہ بی بی ہے ۔ میں آپ حضرات سے اپنے نکاح کے بارے میں دینی لحاظ سے پوچھتی ہوں کہ میرا نکاح شریعت کی رُو سے ہوا ہے یا نہیں ؟

میں تقریباً عرصہ تین سال سے سنِ بلوغت کو پہنچی ہوئی ہوں ، ہوش و حواس قائم ہیں ۔ میرے والد اور میرے بھائی نے میرے رشتہ کی بات چیت شروع کی تو جس آدمی کو میرا رشتہ دینا چاہا تو میں نے اپنی والدہ کو بول کر کہہ دیا کہ میرا رشتہ ہرگز اس شخص کے ساتھ نہ کرنا ۔ مجھے قبول نہیں ، میرے والد اور میرے بھائی کو آگاہ کر دو ۔ تو میری والدہ نے انہیں کہہ دیا ۔ تو میرے والد ، چچا ، بھائی وغیرہ نے مجھے سنانا شروع کیا کہ ہماری عزت کا سوال ہے تو میں نے بدستور انکار کیا

لیکن والد صاحب نے اپنی مرضی پوری کی۔ لڑکے والوں کو بلا کر میرا عقد نکاح کرنا شروع کر دیا۔ میرے پاس خود والد صاحب اور دو حقیقی چچے اور میرا بھائی میرے باپ کا دوست بھائی اور ایک دوسرا آدمی مسمی عبدالمجید اجازت کے لئے آئے تو میری والدہ اور چند عورتیں موجود تھیں میں نے انکار کا اظہار بلند آواز سے رونے سے کیا۔ اتنا بلند کہ کسی دوسرے کی بات بھی سنائی نہ دے اور کمرہ سے باہر بھی سنائی دے لیکن چاروں آدمی صبر کرنے اور بس بس کا جواب دے کر چلے گئے اور جا کر نکاح کر دیا۔ میں ابھی تک والد کے گھر ہوں۔ میری رخصتی نہیں ہوئی اور نہ میں رضامند ہوں۔ شرعاً میرا نکاح ہوا یا نہیں؟

الجواب اگر واقعی عورت اجازت نکاح مانگنے پر چیخ چیخ کر روئی ہے تو یہ اجازت نہیں بلکہ ردِّ نکاح ہے۔ پس یہ عورت آزاد ہے۔

قال فی الفتح الاوجه عدم الصحة، وان بکت اختلفوا فیه والصحیح أن البکاء اذا کان بخروج الدمع من غیر صوت یکون رضا وان کان مع الصوت والصیاح لا یکون رضا کذا فی فتاوی قاضی خان وهو الاوجه وعلیه الفتوی کذا فی الذخیرة (عالمگیری ص۲۸۷ ج۱)۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
مفتی خیر المدارس ملتان ۸ صفر ۱۴۰۲ھ

○

نکاحِ فضولی کو لڑکی بھی رد کر سکتی ہے بشرطیکہ....

ایک لڑکا زید برطانیہ میں مقیم ہے۔ اس کے بڑے بھائی نے پاکستان میں فضولی کی حیثیت سے ایک پاکستانی لڑکی کا نکاح اس کے لئے قبول کیا جسے چار سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ابھی تک لڑکے نے علم ہو جانے کے باوجود اس نکاح کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ اس نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ لڑکی کو برطانیہ بھیجیں تو اپنی ذمہ داری پر میرے ایک دوست عبدالمجید کے پاس بھیج دیں۔ میری ذمہ داری پر نہ بھیجیں۔

اس کے علاوہ اس نے بعض ایسی باتیں بھی کی ہیں، جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی زوجیت کی ذمہ داری قبول کرنے سے منکر ہے" ایسی صورت میں لڑکی شرعاً اسکی منکوحہ قرار پائے گی یا نہیں شریعت کا اب کیا حکم ہے؟

الجواب اگر واقعی بڑے بھائی نے بحیثیت فضولی اس نکاح کو زید کے لئے قبول کیا تھا اور زید نے اب تک اس نکاح کو قبول نہیں کیا تو لڑکی منکوحہ کو اختیار ہے کہ وہ اس نکاح کو رَدّ کر کے دوسری جگہ نکاح کرے اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ زید بھی اس نکاح کو رَدّ کر چکا ہے واضح رہے کہ حکم بالا اس صورت میں ہے کہ جبکہ بھائی نے وکالۃً قبول نہ کیا ہو۔ ورنہ زید سے طلاق حاصل کرنا ضروری ہوگا۔

ولو قبل فضولی عن الغائب فی الفصلین یتوقف علی اجازة الغائب فی قول أصحابنا کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان (عالمگیری ص۲۹۹ ج۱) فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان
۱۳ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

باپ نے بے بس ہو کر نابالغ بچی کا نکاح نامناسب جگہ کر دیا تو خیارِ بلوغ کا حکم!

کیا فرماتے ہیں علماء دین صورت مسئولہ میں:- محمد حسین نامی آدمی کے لڑکے غلام محمد پر خود اس کے ماموں نے الزام عائد کیا کہ اس نے اسکی لڑکی سے بدفعلی کی ہے۔ غلام محمد مذکور نے ہر طرح سے اپنی براءت پیش کی۔ مگر ماموں نے اسکی کسی بات پر کان نہیں دھرا چنانچہ برادری کے چیدہ چیدہ لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ محمد حسین ولد غلام محمد برائی کے بدلہ (ڈن) دو معصوم بچیوں کا نکاح ہمراہ ماموں مذکور کے دو لڑکوں سے کر دیوے۔ چنانچہ محمد حسین نے

اپنی مظلومیت اور مرعوبیت کے پیشِ نظر اپنی دو لڑکیوں کا جو کہ نابالغہ ہیں، نکاح ماموں مذکور کے دو لڑکوں سے کر دیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قتل و قتال تک سلسلہ پہنچ جاتا۔ نکاح کے بعد سے لیکر آج تک مسلسل دشمنی اور ناچاقی چلی آرہی ہے۔ دریں حالات کیا شرعاً نابالغہ بچیوں کا نکاح ہو جاتا ہے یا نہ۔ (السائل، محمد حسین۔ بھکر۔

الجواب: بظاہر اس نکاح میں یقیناً شفقت کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ بچیوں کا مستقبل بھی مخدوش ہے لہذا صورتِ مسئولہ میں بچیوں کو خیارِ بلوغ حاصل ہو گا۔

ومن زوج ابنتہ الصغیرۃ القابلۃ للتخلق بالخیر والشر فمن یعلم انہ شریر او فاسق فہو ظاہر سوء اختیارہ ولان ترک النظر ھھنا مقطوع بہ فلا یعارضہ ظہور ارادۃ مصلحۃ تفوق ذلک نظراً الی شفقۃ الابوۃ ثم قال وقد وقع فی اکثر الفتاوی فی ھذہ المسئلۃ ان النکاح باطل فظاھرہ انہ لم ینعقد وفی الظہیریۃ یفرق بینہما ولم یقل انہ باطل وھو الحق ولذا قال فی الذخیرۃ فی قولہم فالنکاح باطل ای یبطل انتہی کلام البحر والمسئلۃ شہیرۃ اھ (فتاوی خیریہ ص ۲۳)

(از جواہر الفقہ ص ۶۷ ج ۲) فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،
۱۱ / ۵ / ۱۴۱۶ھ

لڑکے کے باپ نے صرف اتنا کہا "قبول کی" تو نکاح اسکا ہوا یا بیٹے کا

نکاح کی مجلس میں نابالغ لڑکی کے باپ سے پوچھا گیا کہ اجازت ہے؟ لیکن یہ تصریح نہیں کی گئی۔ کس لڑکے کے لئے نکاح کی اجازت ہے پھر نکاح خواں نے لڑکے کے باپ کو متوجہ کیا۔ (فلاں کی فلاں لڑکی) تو نے قبول کی اس نے کہا قبول کی۔ ایجاب و قبول دونوں میں لڑکے کا نام

نہیں لیا گیا۔ فقط ایجاب میں لڑکی کا نام تو لیا گیا۔ ویسے تو ہر کسی کو معلوم ہے کہ فلاں لڑکی کا فلاں لڑکے کے ساتھ نکاح ہو رہا ہے۔ یہ نکاح ہوا یا نہیں لڑکے کا نام لینا ضروری تھا یا صرف ارادہ کافی ہے؟

الجواب (عالمگیری ص۲۳ ج۲) ولو قال لا مرءة كنت لی او صرت لی فقالت نعم او صرت لك كان نكاحاً سے معلوم ہوتا ہے کہ عبارت خط کشیدہ ۔ فلاں کی فلاں لڑکی الخ ایجاب ہے اور والد کا کہنا قبول کی "قبول ہے" لیکن والد نے بوجہ لاعلمی کے بیٹے کی طرف اضافتِ قبول نہیں کی۔ لہٰذا نکاح بجائے لڑکے کے والد کے ساتھ منعقد ہو گیا۔ اور یہ لڑکی ہمیشہ کے لئے اب اس لڑکے پر حرام ہو گئی اگرچہ باپ طلاق بھی دیدے۔

لو قال ابو الصغيرة لابی الصغير زوجت ابنتی ولم يزد عليه شيئاً فقال ابو الصغير قبلت يقع النكاح للاب هو الصحيح الى ان قال ناقلا عن الفتح يجوز النكاح على الاب وان جرى بينهما مقدمات النكاح للابن هو المختار لان الاب اضافه الى نفسه (شامی ص۲۷۸ ج۲)

اگر نکاح مذکور غیر مناسب ہو تو والد لڑکے کو طلاق دیدے اور لڑکی کسی دوسری جگہ نکاح کر لے لیکن اس کے لڑکے کے نکاح میں نہیں آ سکتی۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ،
خادم الافتاء، مدرسہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح،
خیر محمد عفی عنہ،
مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

تحلیل کے لئے آٹھ سالہ بچے سے نکاح کرنا

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ جبکہ بیوی کو پانچ ماہ کا حمل تھا۔ تقریباً تین ماہ بعد دوبارہ اسی نے اس عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہی تو ایک مولوی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ میرے لڑکے جس کی عمر تقریباً آٹھ سال ہے اس سے شادی کر دی جائے چنانچہ شام کو نکاح کر دیا گیا اور صبح کو اس سے طلاق لے کر پہلے خاوند سے شادی کر دی گئی جو کہ اب راضی خوشی میاں بیوی ہو کر رہے ہیں۔ کیا یہ طریقہ صحیح ہے اور اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب ——— بر تقدیر صحت سوال صورت مسئولہ میں اگر عورت کا لڑکے کے ساتھ نکاح وضع حمل کے بعد ہوا ہے تو یہ نکاح منعقد ہو گیا اور یہ اسکی منکوحہ ہے اسکی طلاق کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور نہ ہی اسکی طرف سے اسکا ولی طلاق دے سکتا ہے۔

قال فی الدر المختار واھله زوج عاقل بالغ مستيقظ انتهى وقال فی الشامية (قوله واھله زوج عاقل الخ) احترز بالزوج عن سید العبد ووالد الصغیر (الی قوله) وبالبالغ عن الصبی ولو مراهقاً (رد المحتار ج ۲ ص ۴۵۳)

اور اگر وضع حمل سے قبل یہ نکاح ہوا ہے تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا اور عورت پر چونکہ تین طلاقیں واقع ہو چکی تھیں اس لئے سابقہ خاوند کا دوبارہ بغیر حلالہ کے آباد کرنا بہر حال ناجائز ہے اس لئے ان میں تفریق کرائی جاوے۔ نیز حلالہ کے لئے محض نکاح کافی نہیں بلکہ دخول بھی شرط ہے

لا يحل للرجل أن تتزوج حرة طلقها ثلاثا قبل اصابة الزوج الثانی۔ (عالمگیری ص ۲۸۲ ج ۱)

اور ایسی رائے دینے والا سخت گنہگار ہے اسے توبہ کرنا لازم ہے اگر پہلی صورت ہو تو عورت کو اس کے خاوند سے علیحدہ کر کے لڑکے کے سپرد کر دی جائے۔ جب تک وہ بالغ ہو کر اسے طلاق نہیں دے گا۔ عورت اسکی منکوحہ ہو گی۔ فقط واللہ اعلم،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، | الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

انکار کے بعد خاموشی رضامندی کی دلیل نہیں

صغراں کا نکاح پہلوان ولد اللہ بخش کے ساتھ کرنے پر والد بضد تھا جب لڑکی سے پوچھنے گئے تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ مگر والد کو لالچ وغیرہ دیا گیا تو اس نے نکاح پڑھ دیا۔ لڑکی اسوقت خاموش ہو گئی مگر بعد میں پھر انکار کر دیا۔ کیا یہ نکاح صحیح ہو گیا۔؟

الجواب بالغہ کا نکاح اسکی مرضی کے بغیر جبراً نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ نکاح کر کے دینے والا باپ ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ تمام کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔ ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ (الدر المختار)

بعض صورتوں میں اسکی خاموشی رضا شمار ہوتی ہے اور بعض صورتوں میں رونا لیکن تنازع کی صورت میں خاموشی رضا متصور نہیں ہوسکتی۔ جب تک اس کا کوئی خاص قرینہ نہ ہو۔ رونے کی صورت میں بھی اگر رونا آواز کے ساتھ ہو تو وہ رضامندی کی دلیل نہیں۔ فلو بصوت لم یکن اذنا (ص ۱۹۱ ج ۱) اسی طرح جب بچی اس بات کا دعویٰ کرتی ہے کہ نکاح میری مرضی کے بغیر کیا گیا ہے اور خاوند بننے والا اور اس کے وکلاء بچی کے اقرار رضا کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس صورت میں بھی جب تک اقرار کے سچے عینی گواہ نہ ہوں۔ لڑکی ہی کی بات کا اعتبار ہوگا۔

وفی الکافی للحاکم الشہید واذا زوج الرجل ابنتہ فانکرت الرضی وشہد علیہا ابوہا واخوہا لم یعتبر (حاشیہ ابن عابدین) ص ۳۰۲ ج ۲

یعنی اگر باپ نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور بیٹی نے اس بات سے انکار کیا کہ وہ رضامند تھی۔ تو ایسی صورت میں باپ اور بھائی کی گواہی کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ لہذا مذکورہ بالا صورت میں تمام دستاویزات کو دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی نکاح پر راضی نہ تھی۔ اس لئے نکاح نہیں ہوا۔

احقر عبدالمالک

مہر دارالافتاء

نائب مفتی مدرسہ اشاعت الاسلام فیصل آباد

صورتِ مسئولہ میں جبکہ لڑکی نے پہلوان کے ساتھ نکاح کر دینے سے انکار کر دیا ہے اور لڑکی کا آواز کے ساتھ رونا بھی اذنِ نکاح نہیں ہے بلکہ نکاح سے انکار ہے اور لڑکی عاقلہ بالغہ ہے۔ تو اس کے باپ کا یہ نکاح پہلوان کے ساتھ کر دینا شرعاً صحیح نہیں ہے۔ لہذا پہلوان کے ساتھ اس لڑکی کا شرعاً کوئی نکاح نہیں ہوا۔ لڑکی اپنی رضامندی سے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور مذکورہ بالا جواب صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

بندہ احمد عفا اللہ عنہ (دارالعلوم فیصل آباد)

جملہ بیانات بغور دیکھے گئے صغراں کا نکاح ہمراہ پہلوان ثابت نہیں۔ نکاح سے پہلے پہلوان کے بارے میں صراحۃً انکار ثابت ہے جو ہر فریق کو مسلم ہے۔ اس صریح انکار کے بعد زبردستی کئے گئے نکاح پر خاموشی علامت رضا نہیں بن سکتی۔

استأذنها فی معین فردت ثم زوجها منه فسکتت صح فی الاصح اھ الدر المختار (ص۱۹۲ ج۱) وفی الشامیة الاوجه عدم الصحة لان ذلك الرد الصریح یضعف کون ذالك السکوت دلالة الرضا اھ ص۳۲۵ ج۲

عدم صحت نکاح میں فتویٰ بالا سے ہمیں بھی اتفاق ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، محمد انور عفا اللہ عنہ،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۳ / ۹ / ۱۴۰۰ھ

عورت مسلمان ہو جائے تو بدوں تفریق قاضی نکاح نہیں کر سکتی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ میں پہلے عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی تھی اب میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کو قبول کر لیا ہے اور کلمہ شریف پڑھ چکی ہوں۔ اس سے پہلے میں ایک عیسائی سے شادی شدہ تھی۔ میں مسلمان ہو چکی ہوں اس لئے مجھے فتویٰ دیا جائے تاکہ دوسری جگہ کسی مسلمان کے گھر نکاح کر سکوں آپ کی بڑی مہربانی ہو گی میری عدت پوری ہو چکی ہے میں نے اپنا اسلامی نام سلمیٰ بی بی رکھا ہے۔

الجواب اگر مسمات سلمیٰ بی بی تہ دل سے اسلام قبول کر چکی ہے تو وہ شرعاً مسلمان متصوّر ہو گی۔ اب وہ کسی عیسائی کے گھر آباد نہیں ہو سکتی الایہ کہ وہ مشرف بہ اسلام ہو جائے مسلمان حاکم سلمیٰ بی بی کے خاوند کو عدالت میں بلا کر اسلام پیش کرے اسلام لانے کی صورت میں سلمیٰ بی بی کا نکاح بدستور قائم رہے گا۔ اگر وہ خدانخواستہ اسلام سے انکار کرے تو عدالت نکاح فسخ کر دے عدالت کی تفریق سے قبل سلمیٰ بی بی دوسری جگہ شرعاً نکاح نہیں کر سکتی۔ درمختار میں ہے۔

واذا أسلم أحد الزوجين المجوسيين أو امرأة الكتابي عرض الاسلام على الآخر فان أسلم فبها والا بان أبى أو سكت فرق بينهما۔ اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں۔

وما لم يفرق القاضي فهي زوجته حتى لو مات الزوج قبل أن تسلم امرأته الكافرة وجب لها المهر أي كماله (شامی ص۴۲۲ ج۲)

فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،
۱۸ / ۹ / ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

کنایات نکاح میں نیت ضروری ہے

اگر کسی مجلس میں جسے عام طور پر مجلس منگنی کہتے ہیں جبکہ ناکح و منکوحہ ہر دو نابالغ ہوں انکے ورثاء سے وہ الفاظ صادر ہو جائیں جن سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور صورۃً ایجاب قبول کا نمونہ ہوں مگر اس وقت فریقین کو اپنے عہد کی پختگی مقصود ہو اور نکاح کا ارادہ نہ ہو اور خواہ وہ الفاظ صریح نکاح کے ہوں یا دال علی التملیک ہوں، فریقین سے بصیغہ ماضی صادر ہوں تو کیا ان کے صدور سے نکاح منعقد ہو سکتا ہے یا الفاظ مثل کنایات طلاق محتاج الی النیت ہونگے اور اس وقت مجلس میں یہ الفاظ کہے گئے ہیں کہ میرے چھوٹے بھائی نے اپنی فلاں لڑکی تیرے فلاں لڑکے کو شادی کرنے کے لئے دیدی ہے تیرا کیا خیال ہے اس نے کہا مجھے منظور ہے پھر بڑے بھائی نے کہا اگر منظور ہے تو پھر بحالت نابالغی شادی کر لو تاکہ حاسدین کوئی نقصان نہ دیں۔ لہٰذا تم کو ہمارے مرشد کو بھی شادی میں شامل کرنا ہوگا اسکے بعد لڑکے کا باپ مرشد کو لینے گیا اور وہ نہ آ سکا شادی میں دیر ہو گئی اب لڑکی بحالت بالغی کہتی ہے جو خاوند باپ نے مقرر کیا ہے یہ میں نہیں چاہتی، میں خود مختار ہوں، اب مذکور الفاظ میں نکاح کا ارادہ نہ تھا۔ ان الفاظ کے کہنے سے نکاح تو منعقد نہیں ہو گیا ہے۔؟

الجواب الفاظ مذکورہ فی السوال کنایات نکاح میں سے ہیں اور کنایات کے ساتھ بلا نیت نکاح منعقد نہیں ہوتا لہٰذا صورتِ مسئولہ میں یہ الفاظ جب بغرضِ

منگنی استعمال کئے گئے ہیں ان سے نکاح منعقد نہیں ہوا۔ لڑکی مذکورہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے عالمگیری میں ہے فالصریح لفظ النکاح والتزویج وما عداھما وھو مایفید ملك العین فی الحال کنایة ص۲۷۰ ج۱ وفی الشامیة انه لا بد فی کنایات النکاح من النیة مع قرینة الخ ص۲۹۲ ج۲ وصرح فی الدرر ان العطیة من الکنایات

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ غفرلہ
۱/۱/۹۷ھ

فقط واللہ اعلم،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بالغ ہوتے ہی خیار بلوغ استعمال نہ کیا تو نکاح کا حکم

اللہ یار اور مسماۃ رحمت زوجہ اللہ یار یکے بعد دیگرے فوت ہو جاتے ہیں اور پیچھے ایک لڑکا محمد افضل اور چار لڑکیاں چھوڑ جاتے ہیں۔ جن کی پرورش انکا ماموں انور کرتا ہے۔ بعد میں افضل وکیل و شاہدان بھیج کر اپنی بہن بشریٰ کا نکاح اپنے ماموں کے بیٹے اسلم سے کر دیتا ہے۔ قبول انور کرتا ہے اپنے بیٹے کے لئے اور تین سو کنال زمین انور اپنے بھانجے افضل کو انتقال کرا دیتا ہے۔ افضل کی عمر بوقتِ نکاح ۱۷ سال ۸ ماہ ۱۷ دن ہے اور بشریٰ کی عمر بوقتِ نکاح دس سال کی ہے اور اسلم کی عمر بوقت نکاح آٹھ سال کی ہے۔ بعد میں بوجہ خانگی ناراضگی کے افضل جبکہ تبدیلئ پارچات نہیں ہوئے تھے اپنی ہمشیرہ بشریٰ سے عدالت میں دعویٰ خیارِ بلوغ کرا دیتا ہے جبکہ بشریٰ کی عمر بوقت دعویٰ ۲۵ سال کی ہے۔ جج مسلمان اس بناء پر تنسیخ نکاح کا حکم کرتا ہے کہ ابتداء سے نکاح ہوا ہی نہیں۔ کیونکہ افضل کی عمر ۱۸ سال سے کم اور بشریٰ کی ۱۶ سال سے کم ہے۔ اگر تنسیخ شرعاً نہ ہو اور باوجود منع کرنے کے اور جگہ وہ لڑکی نکاح کرلے یا اس کا بھائی افضل کر دے تو پھر شرعاً کیا حکم ہے۔ نکاح خواں اور مجلس نکاح میں شریک لوگوں سے قطع تعلقی کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب لڑکی خیارِ بلوغ کی بناء پر اس صورت میں نکاح فسخ کرا سکتی ہے جبکہ اس نے بالغ ہوتے ہی یہ کہا ہو کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں اور چونکہ یہ شرط نہیں پائی

گئی۔ لہذا عدالت کے فیصلہ سے حقیقتہً نکاح فسخ نہیں ہوا۔ بلکہ بشریٰ بدستور اسلم کی بیوی ہے دوسری جگہ نکاح درست نہیں۔ نکاح کرانے والا اور دیدہ دانستہ اسمیں شریک ہونیوالے سخت گناہگار ہیں انہیں چاہیے کہ توبہ و استغفار کریں اور آئندہ اس قسم کے گناہ کبیرہ سے پرہیز کریں۔ واللہ غفور الرحیم

وینبغی أن تقول فی فور البلوغ اخترت نفسی و نقضت النکاح فاذا قالت ذلك لا یبطل حقها بالتاخیر حتی یوجد التمکین۔ (قاضی خان علی عالمگیری ج۱ ص۱۶۱)

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲۶/ ۲/ ۹۷ ھ

خود خاوند بھی عورت کیطرف سے نکاح کا وکیل بن سکتا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مسماۃ ہندہ عاقلہ بالغہ بعمر اٹھارہ سال نادیدہ شوہر اس لحاظ سے کہ عنفوانِ جوانی کی وجہ سے اس سے بدکاری نہ ہو جائے اس وجہ سے اس کے والدین ایسے شخص کی طرف اسکی نسبت عقد کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے ہندہ کو سخت نفرت ہے حتی کہ اس کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی اور شرم کی ناجائز رسم کے موافق اپنے ماں باپ کو کسی صورت روک بھی نہیں سکتی خود پسند شوہر بنانے کی خاطر ایک تحریری ایجاب بصورتِ وکالت زید کی طرف ان الفاظ کے ساتھ لکھتی ہے کہ اے زید من ترا اجازت مے دہم و وکیل مے سازم ترا در حق عقدِ نکاح من با خود کہ در حضور گواہان معتبر عقدِ نکاح مَن باخود قبول کن و مہر من یکصد روپیہ است۔ زید نے ہندہ کی اس ایجابی تحریر کے موافق دو معتبر گواہ بُلا کر ہندہ کی یہ تحریر دکھا کر بایں الفاظ نکاح قبول کیا کہ من بحسب وکالت نکاح ہندہ باخود نکاح ہندہ بنت بکر بگواہی شما بحق مہر مبلغ یکصد روپیہ قبول کردم اور ان الفاظ کو تین بار دُھرایا اور پھر اسکی خبر ہندہ کو دی، تو کیا ہندہ کا نکاح مذکورہ بالا صورت میں زید کے ساتھ معتبر ہو گا یا نہ۔ کیا گواہان کی نامزدگی بھی ہندہ کے ذمے ہے کہ فلاں فلاں گواہ کے روبرو میرا نکاح قبول کرو۔ یا نہیں ہے۔؟

الجواب وفی العالمگیریۃ صفحہ ۲۵۱ ج ۳ واذا وکل رجلاً غائباً واخبرہ رجل بالوکالۃ یصیر وکیلاً سواء کان المخبر عدلا او فاسقا اخبرہ من تلقاء نفسہ او علی سبیل الرسالۃ صدقہ الوکیل فی ذلک او کذبہ ۔ کذا فی الذخیرۃ وفی العالمگیریۃ صفحہ ۱۵ ج ۲ امرأۃ وکلت رجلاً بان یزوجہا من نفسہ فقال زوجت فلانۃ من نفسی یجوز وان لم تقل قبلت ۔

ان دونوں روایتوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہندہ کا زید کو نکاح کا وکیل بنانا صحیح ہے پس زید کا دو گواہوں کے سامنے ہندہ کا اپنے ساتھ کر دینا صحیح ہے اور ہندہ کی جانب سے گواہوں کا نام ذکر کرنا ضروری نہیں ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ
۲/۷/۷۶ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
خادم دارالافتاء خیر المدارس ملتان

ھوالصواب والجواب صحیح ،
لیکن شرط یہ ہے کہ یہ شخص اس عورت کا کفو ہو
محمود عفا اللہ عنہ
مفتی قاسم العلوم ملتان | ۲/۷/۷۶ھ

نکاح شغار کی تعریف میں "ولیس بینہما صداق" حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے ۔ صرف حضرت نافع کا قول نہیں !

وٹہ سٹہ کی شادی کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ۔ ان یزوج الرجل ابنتہ او اختہ علی ان یزوجہ ۔ ان احادیث میں تو مہر کے بارے میں کچھ ذکر نہیں ۔ اگر کوئی صاحب کہے کہ مہر ہو تو بھی وٹہ سٹہ کی شادی جائز نہیں ۔ اور کہے کہ " ان یزوج الرجل ابنتہ علی ان یزوجہ الآخر ابنتہ ولیس بینہما صداق " یہ عبداللہ بن عمرؓ

سے منقول نہیں۔ بلکہ صرف یہ نافع کا کلام ہے اور ودٹہ سٹہ جائز نہیں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

الجواب ان یزوج الرجل ابنتہ علی ان یزوج الآخر ابنتہ ولیس بینھما صداق۔ نکاح شغار کی اس تفسیر کو محض نافع کا کلام قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ حدیث جابرؓ اور حدیث ابی ریحانہ میں ایسے ہی موجود ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ عن ابی الزبیر عن جابر مرفوعاً نھی عن الشغار والشغار ان ینکح ھٰذہ بھٰذہ بغیر صداق بضع ھٰذہ صداق ھٰذہ وبضع ھٰذہ صداق ھٰذہ واخرج ابوالشیخ فی کتاب النکاح من حدیث ابی ریحانۃ نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المشاغرۃ والمشاغرۃ ان یقول زوج ھٰذا من ھٰذہ وھٰذہ من ھٰذا بلا مھر (فتح ص۱۶۲ ج۹)

اوران حدیثوں کی سند میں نافع بن سرجیس موجود نہیں اور لغۃً بھی شغار کا یہی مفہوم و معنیٰ ہے۔ قال القرطبی تفسیر الشغار صحیح موافق لما ذکرہ اھل اللغۃ فان کان مرفوعا فھو المقصود وان کان من قول الصحابی فمقبول ایضاً لانہ اعلم بالمقال واقعد بالحال (فتح ص۱۶۲ ج۹)۔ قاموس میں ہے۔ والشغار ان یزوج الرجل المرأۃ علی ان یزوجک اخری بغیر مھر صداق کل واحدۃ بضع اخری۔ بہرحال بغیر صداق یا اس تفسیر کو کلام نافع قرار دینا غلط ہے جبکہ لغۃً بھی شغار کی تفسیر یہی ہے تو حضرت نافع اوران کے علاوہ دوسرے رواۃ یا بعض صحابہ نے اگر یہ تفسیر نقل کر دی تو بالکل درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

قرآنِ پاک کو فرسودہ کتاب کہنے والے کے ساتھ نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ میری لڑکی نجمہ رفیق کی شادی تقریباً ۱۴ ماہ پہلے خضر حیات ولد محمد نواز قوم چاون چاہ بنگلے والا سے ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد لڑکی نے

ہمیں بتایا کہ میرا خاوند مجھے نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے۔ میں نے خضر حیات سے معلوم کیا تو اُس نے جواب دیا۔ نعوذ باللہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہیں بلکہ ایک سیاست دان تھے۔ قرآن پاک ایک فرسودہ کتاب ہے۔ زندگی، موت، قبر، حشر، بہشت دوزخ کوئی حقیقت نہیں، سب جھوٹے ہے جو مرگیا ختم۔ پُورا موضع اسکی ان باتوں کا گواہ ہے۔

اس کے بعد خضر حیات کے بھائیوں سکندر حیات، شوکت حیات، ڈاکٹر طاہر محمود سے بات کی تو تمام بھائیوں نے خضر حیات کے مطابق بیان دیا۔ میں اپنی لڑکی، نجمہ رفیق کو گھر لے آیا۔ قرآن و حدیث کے مطابق خضر حیات، اور اُس کے تینوں بھائی مسلمان ہیں یا کافر۔ خضر حیات کا نکاح نجمہ رفیق سے باقی ہے، یا ختم ہو چکا۔ طلاق ہو چکی یا بالغیر طلاق دوسری جگہ نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں۔ قرآن و حدیث کے مطابق فتویٰ صادر فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب برتقدیرِ صحتِ سوال اگر نکاح کے وقت بھی شخصِ مذکور کے یہی عقائد تھے تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوا اور اگر نکاح کے بعد یہ عقائد اختیار کئے ہیں تو جب سے کئے ہیں اُسوقت سے وہ مُرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ بیوی کے ساتھ نکاح ختم ہو گیا۔ عدت کے بعد وہ آزاد ہے۔

سوال میں مذکور عقائد میں ضروریات دین کا انکار کیا گیا ہے اور ضروریاتِ دین کا انکار کفر ہے۔ خضر حیات کے علاوہ بھی جو اِن عقائد کے حامل ہیں ان کا بھی وہی حکم ہے جو اُوپر تحریر ہوا۔ اور جو ان کو مسلمان سمجھے وہ بھی کافر ہے۔

وایما رجل مسلم سبّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أو کذبہ اوعابہ أو تنقصہ فقد کفر باللّٰہ تعالیٰ وبانت منہ امرأتہ : (شامی ص۲۹۱ ج۳)

یکفر بانکار ..... عذاب القبر و بانکار حشر بنی آدم (عالمگیری ص۲۷۴ ج۲)

من انکر القیامۃ او الجنۃ او النار او المیزان .... یکفر (عالمگیری ص۲۷۴ ج۲)

اذا أنکر الرجل آیۃ من القرآن او تسخر بآیۃ من القرآن وفی الخزانۃ أو عاب کفر: (عالمگیری ص۲۶۶ ج۲)۔ فقط واللہ اعلم، محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

خط کے ذریعے نکاح کا وکیل بنانے سے نکاح کا حکم :

ہندہ عاقلہ بالغہ بعمر اٹھارہ سال نادیدہ شوہر اس لحاظ سے کہ عنفوان جوانی کی وجہ سے بدکاری نہ ہو جائے اس وجہ سے اسکے والدین ایسے شخص کی طرف اس کا عقد کرنا چاہتے ہیں جس سے ہندہ کو سخت نفرت ہے اور شرم کی ناجائز رسم کے موافق اپنے ماں باپ کو روک بھی نہیں سکتی خود پسند شوہر کو ایک تحریری ایجاب بصورت وکالت زید کی طرف ان الفاظ کے ساتھ لکھتی ہے ۔

" زید من ترا اجازت مے دہم و وکیل مے سازم ترا درحق عقد نکاح من با خودت کہ درحضور گواہاں معتبر عقد نکاح من باخود قبول کن و مہر من یکصد روپیہ است ۔"

زید نے ہندہ کی اس تحریر کے موافق اور معتبر گواہ بلا کر ہندہ کی یہ تحریر دکھا کر بایں الفاظ نکاح قبول کیا کہ من بحسب وکالت نکاح ہندہ باخود نکاح ہندہ بنت بکر را گواہی شما بحق مہر مبلغ یکصد روپیہ قبول کردہ ام اور ان الفاظ کو تین بار دہرایا اور پھر اسکی خبر ہندہ کو دے دی تو کیا سند رجہ بالا صورت میں ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ معتبر ہوگا یا نہ گواہوں کی نامزدگی بھی ہندہ نے کرنی ہے کہ فلاں فلاں گواہ کے رو برو نکاح قبول کرو ؟

الجواب وفی العالمگیریۃ ص۲۵۱ ج۳ واذا وکل رجلا غائبا واخبرہ رجل بالوکالۃ یصیر وکیلا سواء کان المخبر عدلاً او فاسقا اخبرہ من تلقاء نفسہ او علی سبیل الرسالۃ صدقہ الوکیل فی ذلک اوکذبہ کذا فی الذخیرۃ وفی العالمگیریۃ ص۹۵ ج۲ امرأۃ وکلت رجلاً بان یزوجہا من نفسہ فقال زوجت فلانۃ من نفسی یجوز وان لم تقل قبلت کذا فی الہدایۃ ۔

ان دونوں روایتوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہندہ کا زید کو نکاح کا وکیل بنانا صحیح ہے پس زید کا دو گواہوں کے سامنے ہندہ کا اپنے ساتھ نکاح کر لینا صحیح ہے اور ہندہ کی جانب سے گواہوں کا نامزد کرنا ضروری نہیں ۔ فقط واللہ اعلم ،

الجواب صحیح، بندہ محمد اسحٰق غفرلہ،
بندہ عبداللہ غفرلہ ۲ / ۷ / ۷۶ ھ
۶/ ۷ / ۷۶ ھ ھوالصواب الجواب صحیح،
لیکن شرط یہ ہے کہ یہ شخص اس عورت کا کفو ہو۔ محمود عفا اللہ عنہ
مفتی قاسم العلوم ملتان

آغاخانیوں سے نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح ایسے شخص سے کرنا چاہتا ہوں جو آغاخان کے فرقے سے تعلق رکھتا ہے ان کے بزرگوں سے بھی ملاقات کی ہے اور انہوں نے کہا کہ وہ چاروں خلفاء کو مانتے ہیں۔ لیکن بموجب حکم آغاخان ہم حضرت علیؓ کا خاص احترام کرتے ہیں اور تمام ہمارے تہوار اور رنج وغم کے موقعہ پر اہلسنت والجماعت کے طریقے ادا کرتے ہیں۔ آپ مہربانی فرماکر شریعت کی رُو سے فتویٰ صادر فرمائیے۔ تاکہ عمل کیا جائے۔

بمعہ تفصیل عقائد وطریقہ دعاء تعلیم کردہ آغاخاں

الجواب آغاخانیوں کے عقائد کفریہ ہیں۔ علماء حق نے بعد از تحقیق انہیں کافر بتایا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آغاخان کے بارے میں ان کے عقائد مشرکانہ ہیں۔ لہٰذا ان سے مناکحت جائز نہیں۔ مزید تفصیل مطلوب ہو تو لڑکے کے عقائد معلوم کرکے فتویٰ حاصل کریں۔ جس میں یہ وضاحت کریں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص احترام کرنے سے کیا مراد ہے

مندرجہ ذیل امور کی بناء پر آغاخانیوں کو علماء نے متفقہ طور پر کافر قرار دیا ہے کیونکہ آغاخانی ان امور کے مرتکب ہیں۔ ۱۔ سرآغاخان کی تصویر کی پرستش کرتے ہیں، ہندوؤں کے مشہور اوتار کرشن کی مورت اپنے عبادت خانے میں رکھ چھوڑی ہے ۳۔ دیوالی جو ہندوؤں کا مشہور تہوار ہے اس میں اپنے حساب کا کھاتہ تبدیل کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے اور بھی بعض مراسم مشرکانہ ادا کرتے ہیں ۴۔ اپنے کھاتہ کے ابتداء میں بجائے بسم اللہ کے لفظ ادم لکھتے ہیں ۵۔ سرآغاخان کے اندر خدائی حلول کے معتقد ہیں وغیر ذلک۔

نماز پڑھو۔ نماز پڑھو۔ نماز پڑھو۔ خدا تم کو برکت دے۔ خدا کا نام لو۔ خداوند شاہ علی تم

کو ایمان اور اخلاق دے۔ یا شاہ میری شام کی نماز اور دعا قبول کر۔ جو حق تم کو ملا میں اس کا واسطہ دیتا ہوں۔ اے ہمارے آقا آغا سلطان محمد شاہ اس کے بعد سجدہ کرو اور اگر رات کی نماز ہو تو اسطرح کہو۔ میری شام کی اور رات کی دعائیں۔ اگر صبح کی نماز ہو تو اسطرح کہو میری شام کی رات کی اور صبح کی دعائیں۔ دوسری مرتبہ سجدہ کرو اور تسبیح پڑھو اور حسب ذیل طریقہ پر دعا و درود پڑھو۔ تسبیح میں اپنے گناہوں پر پچھتاتا ہوں۔ دو مرتبہ۔ میں سر سے پاؤں تک تیرا قصور وار اور گنہگار ہوں۔ اے غفور، رحیم شاہ میرا گناہ معاف کر۔ پیر تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ بندہ دعا مانگتا ہے۔ اے سچے شاہ تو منظور کرنے والا ہے۔ میں شاہ کے اس فرمان کو سر اور آنکھوں پر رکھتا ہوں۔ جو پیر کے ذریعے مجھ کو ملا ہے یہ کہہ کر تسبیح زمین پر رکھ دو اور نیچے بتایا ہوا ورد کرو۔ اشہد سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر، لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ الرحمٰن۔ ذی الجلال والاکرام۔ ان تمام صفتوں سے بنا ہوا قدوس رب پر طاقتور خدا۔ ایران کے ضلع چالدیا میں انسان کا جسم لے کر ستر باپ کی پیٹھ سے نکلا۔ انہتر خدا ہو جانے کے بعد سترہویں اوتار کے نطفہ سے اڑتالیسواں امام۔ دسواں بے عیب اوتار، ہمارا خداوند آغا سلطان محمد شاہ داتا۔ اس کے بعد سجدہ کرو۔ حق۔ شاہ اچھا۔ دنیا اور زمین کا شاہ۔ خلیفہ اور گدی کے جانشینوں کے نام کا وظیفہ کرو دنیا اور زمین کے اچھوں کا نام یہ ہے۔ شاہ کے خلیفہ ابوطالب ولی کا نام حسب ذیل ہے۔

۱۔ ہمارا سچا خداوند شاہ علی ۲۔ ہمارا سچا خداوند شاہ حسین ۳۔ ہمارا سچا خداوند زین العابدین۔
۴۔ ہمارا سچا خداوند شاہ محمد باقر ۵۔ ہمارا سچا خداوند شاہ جعفر صادق الخ اور اسوقت کی امامت کا مالک خداوند زماں، امام شیخ المشائخ۔ امامت کی طاقت رکھنے والا جانو۔ آغا سلطان محمد شاہ داتا۔ بے شمار کروڑوں آدمیوں کا دستگیر۔ اس وقت کے امامت کا مالک۔ اے شاہ جو حق تم کو ملا ہے بطفیل اس کے اپنے حضور میں میری دعا منظور کر۔ اے ہمارے خداوند آغا سلطان محمد شاہ۔ انتھی

لہٰذا تصویر کی پرستش کرنا۔ کرشن کی تصویر عبادت خانہ میں رکھنا۔ جو شعار کفار کا ہے یا بجائے بسم اللہ کے لفظ ادم لکھنا کہ یہ بھی ان کا شعار ہے یا حلول کا قائل ہونا۔ ان عقائد کی بناء پر حکم بالکفر ظاہر ہے اور دیوالی سے بھی کھاتہ کا حساب شروع کرنا یا مقتداؤں کو لفظ خداوند سے خطاب کرنا یا ان سے دعا مانگنا یہ سب ایسے امور ہیں کہ ان میں تاویل نہیں کی جا سکتی۔ پس ان کفریات کے ہوتے ہوئے

نہ ایسے شخص کا دعویٰ اسلام کافی۔ نہ اس کا نمازی اور روزہ دار ہونا کافی، نہ اس پر نماز جنازہ جائز ہے۔ نہ مقابر مسلمین میں دفن کرنا جائز ہے اور نہ ان کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔

(ملخص از امداد الفتاوی ص۱۰۴ ج۲ تا ص۱۰۸ ج۲)

الجواب صحیح، فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، محمد انور عفا اللہ عنہ،

۱۷/۷/۹۸ھ مفتی خیر المدارس ملتان۔

کیمونزم اور مارکسزم کا پرچار کرنے والوں کے ساتھ رشتہ کرنا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ہمارے ملک پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں ایک تنظیم بنام بی ایس او، یعنی بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن ہے جو کہ روس کی آلہ کار ہے اس کے افراد نے اپنے جلسوں اور جلوسوں میں یہ نعرہ لگایا ہے کہ ملاؤں کا اسلام مُردہ باد، ضیاء الحق کا اسلام مردہ باد، جماعت اسلامی کا اسلام مردہ باد اور یہ بھی اپنی تقریروں میں کہا ہے کہ یہ اسلام جو کہ ملا مسجدوں میں بانگ دھل بیان کرتے ہیں ہم اس سے بیزار ہیں اس اسلام نے نہ ماضی میں ہماری حفاظت کی ہے اور نہ مستقبل میں ہماری حفاظت کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی نعرہ لگایا ہے کہ مارکس نظام زندہ باد۔ افغان انقلاب زندہ باد اب ایک شخص مثلاً زید وہ اس سے منسلک ہے اور ان کے جلوسوں اور جلسوں میں شامل ہے نعرہ لگانے میں انکے ساتھ ہے اگر کوئی تنظیم کے خلاف بات کرے تو وہ لڑنے کے لئے تیار ہے اور تنظیم کی طرف سے ہر وقت دفاع کرتا ہے اور وہ اس تنظیم کو صحیح خیال کرتا ہے۔ نماز بھی کبھی کبھار پڑھتا ہے روزہ بھی رکھتا ہے اگر اس سے مندرجہ بالا اعتقاد کے بارے میں پوچھا جائے (جو کہ کفر ہے) تو وہ اپنی زبان سے کہتا ہے کہ میرا اعتقاد یہ نہیں ہے۔ دل کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ۱۔ کیا اس شخص کا نکاح ایک مسلمہ لڑکی کے ساتھ ہو سکتا ہے جب تک توبہ نہ کرے ۲۔ اگر قبل ازیں اس کے نکاح میں کوئی مسلمہ عورت ہے وہ بدستور اسکے نکاح میں رہ سکتی ہے ۳۔ کیا یہ شخص ایسی تنظیم میں شامل ہونے کی صورت میں مسلمان رہ سکتا ہے جبکہ یہ تنظیم اسلام سے بیزار ہے اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اسلام نے عورتوں کے حقوق کی حق تلفی کی ہے

الجواب کیونزم اور مارکسزم کی بنیاد ہی خدا اور مذہب کے انکار پر ہے۔ لہٰذا جو اسے مکمل طور پر قبول کر لیتے ہیں، یہ لوگ درحقیقت دہریہ ہوتے ہیں۔ گو وقتی ضرورت کے تحت تہجد کیوں نہ پڑھنے لگیں، اور جو اس جماعت میں شامل ہوگا وہ آج یا کل ضرور اسلام سے نکل جائے گا۔ اسلام کو نامکمل سمجھنا کفر ہے اور ایسے ہی اسلام کے قانون کو ظلم قرار دینا بھی کفر ہے۔ صورتِ مسئولہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ رشتہ کرنا ہرگز جائز نہیں ۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح — محمد انور عفا اللہ عنہ،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، — ۲۰/ ۱۲ / ۱۴۰۷ھ

جنّیہ عورت سے نکاح کا حکم :

مرد کا جنیہ عورت سے یا جن کا انسان کی لڑکی کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے جبکہ ان کی جنس میں اختلاف ہے اس قسم کے شواہدات موجود ہیں کہ بعض خبیث جن انسانی شکل میں آکر عورتوں سے اپنی شہوانی خواہش پوری کرتے ہیں۔ اسی طرح خبیث جنیہ عورت کی شکل اختیار کر کے مردوں سے اپنی خواہش نفسانی پوری کراتی ہیں۔ ایک آدمی کو وہ کہتی ہے کہ تو میرے ساتھ نکاح کرے تاکہ ہم زنا کی لعنت سے بچ جائیں۔ اگر تو نکاح نہیں کرے گا تو میں تجھے ہرگز نہیں چھوڑوں گی، وہ شخص جنیہ عورت کے ساتھ کئی بار جماع بھی کر چکا ہے وہ جنیہ اس مرد کو نہیں چھوڑتی وہ آدمی بہت پریشان ہے، شرعاً نکاح کا کیا حکم ہے ؟

الجواب جنیہ عورت سے نکاح درست نہیں اور اس سے بچنے کے لئے کوئی صورت اختیار کر لی جائے۔

كما في الدر المختار فخرج الذكر والخنثى المشكل والوثنية لجواز ذكورته والمحارم والجنية وانسان الماء لاختلاف الجنس ۔قوله والمحارم ۔هذا خارج بالمانع الشرعي أيضا وكذا قوله والجنية وانسان الماء بقرينة التعليل باختلاف الجنس لان قوله تعالى والله جعل لكم من أنفسكم أزواجا بين المراد من قوله فانكحوا ما طاب لكم من النساء وهو الانثى من بنات آدم فلا يثبت حل غيرها

بلا دلیل ولان الجن یتشکلون بصور شتی فقد یکون ذکرا تشکل بشکل انثی وما قیل من ان من سأل عن جواز التزوج بها یصفع لجهله وحماقته لعدم تصور ذلک بعید لان التصور ممکن لان تشکلهم ثابت بالاحادیث والآثار والحکایات الکثیرة ولذا ثبت النهی عن قتل بعض الحیات کما مر فی مکروهات الصلوٰة علی ان عدم تصور ذلک لا یدل علی حماقة السائل کما قاله فی الاشباه وقال الا تری ان ابا اللیث ذکر فی فتاویه ان الکفار لو تترسوا بنبی من الانبیاء هل یرمی فقال یسئل ذلک النبی ولا یتصور ذلک بعد رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم ولکن اجاب علی تقدیر التصور کذا هذا۔ اھ لا تجوز المناکحة بین بنی آدم والجن وانسان الماء لاختلاف الجنس۔ شامیہ ص ۲۸۱ ج ۲۔

الاصح انہ لا یصح نکاح آدمی جنیة کعکسہ لاختلاف الجنس فکانوا کبقیة الحیوانات اھ شامیہ ص ۲۸۲ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

خنثیٰ کو طلاق دینے کے فوراً بعد اسکی بہن سے نکاح کر سکتے ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ زید کی منکوحہ ہندہ ناعورت ہے یعنی خنثیٰ مؤنث ہے جس کی علامت ظاہر عورتوں کی ہے اور باقی راستہ حیض وغیرہ کا نہیں ہے۔ زید نے مطلقہ کر دی ہے اب اسکی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے فرمائیں کہ ہندہ کی عدت کب ختم ہوگی، اور اسکی عدت کی صورت کیا ہے؟

الجواب صورت مسئولہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت مذکورہ جماع کے قابل نہیں ہے کیونکہ جب حیض کا راستہ ہی نہیں ہے تو جماع کیسے ہو سکتا ہے۔ لہذا ایسی عورت پر عدت نہیں ہے۔ کما یدل علیہ عبارة الدر المختار ص ۵۹۹ ج ۲ وسبب وجوبها عقد النکاح المتأکد بالتسلیم وما جری مجراہ من موت او خلوة ای صحیحة فلا

علاقۃ بخلوۃ الرتقاء۔
لہٰذا عورت مذکورہ کی بہن کے ساتھ بغیر کسی عدت کے انتظار کے نکاح کر سکتا ہے۔

فقط واللہ اعلم،
بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہ،
معین مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفرلہ،
خادم دارالافتاء خیر المدارس ملتان ۲۲/۱۱/۹۷ھ

عدت میں نکاح فاسد ہے بعد از عدت اس کو کوئی ترجیح نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے کسی عورت سے عدت میں نکاح کیا، مسئلہ معلوم کرنے سے پتہ چلا کہ عدت میں نکاح فاسد ہوتا ہے۔ پھر تفریق کر دی گئی عورت نے عدت گزاری اب یہ عورت نکاح کرنا چاہتی ہے۔ آیا مذکورہ آدمی زیادہ حق دار ہے کہ اسی مذکورہ عورت سے نکاح کیا جائے یا عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب عورت آزاد ہے جہاں چاہے نکاح کرے اس شخص کو کوئی ترجیح حاصل نہیں۔ انہ لیس احق بہا من غیرہ بل ھو خاطب من الخطاب فتنکح من شاءت (التعلیق المجد)۔ فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

نابالغ کا باپ مجلس نکاح میں موجود تھا مگر خاموش رہا تو نکاح کا حکم

ایک نابالغہ لڑکی کے باپ نے ایجاب کیا اور نابالغ لڑکے نے اس نکاح کو قبول کیا۔ لڑکے کا باپ پاس ہی بیٹھا تھا۔ لیکن وہ خاموش رہا۔ کیا شرعاً یہ نکاح منعقد ہو گیا۔

الجواب صبی ممیز ہونے کی صورت میں نکاح کے انعقاد میں کوئی شبہ نہیں۔ اور بظاہر مجلس نکاح کا انعقاد بھی باپ نے ہی اپنی رضا سے کرایا ہوگا۔ تو دلالۃً اذن بھی پایا گیا۔ لہٰذا نافذ ہی متصور ہوگا۔ اور اگر باپ اس نکاح پر راضی نہ تھا۔ بلکہ کسی اور غرض کے لئے شریک ہوا تھا۔ تو دوبارہ سوال کیا جائے۔

واذا باع الصبی شیئاً من مالہ او اشتری لنفسہ شیئاً قبل الاذن وھو یعقل البیع والشراء ینعقد تصرفہ موقوفاً عندنا وینفذ باجازۃ الولی (عالمگیری صہ ۶۳ ج۴) قلت والنکاح ایضاً کالبیع والشراء لو باع الصبی مالہ او اشتری او تزوج الیٰ ان قال توقف علی اجازۃ الولی اھ (شامیہ عن النہایۃ صہ ۳۲۷ ج۲) ویثبت الاذن دلالۃ اھ (درمختار علی الشامیہ صہ ۹۸ ج۵) فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ۔

نکاح پر نکاح پڑھانیوالے کو تجدید نکاح کا حکم دینا بطورِ احتیاط ہے

زید کہتا ہے کہ ایک مولوی صاحب نے ایک منکوحہ کا نکاح دوسرے شخص سے کرایا، حالانکہ اسے پہلے نکاح کا علم تھا۔ اس نے نکاح کو نکاح پر حلال سمجھا۔ حالانکہ یہ حرام ہے۔ اس لئے اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ لہذا اسکی بیوی کا نکاح ٹوٹ گیا، اور وہ اس پر حرام ہوگئی۔ لیکن بکر کہتا ہے کہ اس فعل کا مرتکب کافر نہیں ہوتا، البتہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ اس لئے اس فعل سے کافر نہ ہوگا اور نکاح بھی باقی رہے گا۔ اس بارے میں زید کا قول درست ہے یا بکر کا۔

الجواب ارتکابِ حرام سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔ لہذا صورتِ مسئولہ میں بکر کا قول صحیح ہے الایہ کہ یقین ہو جائے کہ اس نے حلال سمجھ کر ایسا کیا ہے۔

نعم سیذکر الشارح أن ما یکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح وظاھرہٗ أنہ أمر احتیاط اھ (شامیہ صہ ۲۹۷ ج۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۴۰۱/۶/۱۲ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،
مفتی خیر المدارس۔ ملتان۔

نکاح میں ضروری اُمور

نکاح کیسے ہوتا ہے. شرعی ضوابط بمعہ حوالہ کتب تحریر فرمادیں؟

الجواب ایجاب وقبول نکاح کے رُکن ہیں۔ اور نکاح کی شرائط میں سے یہ ہے کہ ایجاب وقبول کے وقت گواہ موجود ہوں، گواہ ان دونوں کی بات سُن رہے ہوں۔ قبول ایجاب کے مطابق ہو، میاں بیوی متعین ہوں۔ اس کے علاوہ اس میں اور بھی بہت سی تفصیل ہے جس کے لئے ملاحظہ فرمائیں، بہشتی زیور، علم الفقہ اردو فتاویٰ مثلاً امداد الفتاوی، احسن الفتاوی وغیرہ۔

واما رکنه فالایجاب والقبول کذا فی الکافی واما شروطه فمنها الشهادة ومنها سماع الشاهدین کلامهما معاً اھ (عالمگیری ص۲۶۸ ج۱) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۵ / ۴ / ۱۴۱۱ھ

گواہوں کے سامنے یہ کہنا کہ یہ "میری بیوی ہے" اس سے نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟

زید بیرونِ ملک جانا چاہتا تھا وہ ایک عورت کو ساتھ لے گیا اور لوگوں کے سامنے کہا کہ یہ میری بیوی ہے جبکہ نکاح کا کوئی ثبوت اس کے پاس نہیں ہے کیا لوگوں کی موجودگی میں یہ کہنے سے کہ یہ میری بیوی ہے وہ اسکی بیوی بن جائے گی۔

الجواب اگر بطورِ اخبار یہ کہا ہے کہ یہ میری بیوی ہے۔ حالانکہ پہلے کوئی نکاح نہیں کیا تھا۔ تو اس غلط کہنے سے وہ بیوی نہیں بنے گی .... ہاں اگر گواہوں کی موجودگی میں نکاح کے لئے مرد کہے کہ یہ میری بیوی ہے۔ عورت کہے کہ یہ میرا خاوند ہے۔ تو ایسے کہنے سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔

قال قاضی خان وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان أقرا بعقد ماض ولم یکن بینهما عقد لا یکون نکاحا وان أقر الرجل انه زوجها وهی انها زوجته یکون نکاحا ویتضمن اقرارهما

الانشاء بخلاف اقرارها بماض لانه کذب اھ (شامی ص۲۸۸ ج۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفی عنہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۵ / ۴ / ۱۴۱۱ھ
مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

جبتک سکول میں رہیں گے میاں بیوی رہیں گے پھر نہیں یہ نکاح موقت اور باطل ہے

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ایک اُستاد اور اُستانی نے عقدِ نکاح رُو برو گواہوں کے اس شرط پر کیا ہے جب تک اس اسکول میں پڑھائیں گے تو میاں بیوی ہوں گے جب اس اسکول سے چلے جائیں گے تو ان کا ایک دوسرے پر کوئی حق ازدواجیت نہ ہوگا۔ تو یہ نکاح ازروئے شرع شریف کے ہوگیا یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ استاد کا اُستانی کے ساتھ نکاح منعقد نہیں ہوا۔

وبطل نکاح متعۃ وموقت وان جہلت المدۃ او طالت درمختار وفی ردالمحتار (قولہ وان جہلت المدۃ) کان یتزوجہا الی أن ینصرف عنہا۔ (ص۳۱۹ ج۲) والنکاح المؤقت باطل کذا فی الہدایۃ۔ ولا فرق بین طول المدۃ وقصرھا علی الاصح ولا بین المدۃ المعلومۃ والمجہولۃ۔ (عالمگیری ص۲۸۳ ج۱)

فقط واللہ اعلم،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۲۷ / ۴ / ۱۴۱۷ھ

فضولی کے ذریعہ نکاح کی گنجائش کب ختم ہوتی ہے

ایک شخص کو گناہ کبیرہ کی عادت تھی جس کو چھوڑنے کے لئے اس نے کئی بار توبہ کی مگر توڑ دی۔ آخر کار اس نے تنگ آکر کہا کہ اگر پھر میں یہ گناہ کروں تو مجھ پر کلما کی طلاق ہے۔ اس کے بعد پھر اس سے وہی گناہ ہو گیا تو ایک مفتی صاحب سے پوچھا تو انہوں نے کہا فضولی کے ذریعے نکاح کرنے درست ہوگا۔ پھر اس نے ایک دن یہ کہہ دیا کہ اگر پھر بھی میں یہ گناہ کروں تو جس جبلہ سے ہر بار میرے نکاح میں جو عورت آئے اس کو طلاق ہے۔ اور یہ الفاظ تین مرتبہ کہے تو کیا اب بھی وہ فضولی کے ذریعے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں، مفصل تحریر کریں؟

الجواب نکاح فضولی کی گنجائش ابھی موجود ہے۔ دوسری دفعہ اٹھائی جانیوالی یمین کے باوجود فضولی کے ذریعے نکاح ہو سکتا ہے۔

ومثلہ فی عدم حنثہ باجازتہ فعلاً اھ وانما ینسد باب الفضولی لو زاد أو أجزت نکاح فضولی ولو بالفعل فلا مخلص لہ اھ

درمختار علی الشامی صفحہ ۴۲/۲ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

شادی شدہ عورت اگر زنا کرلے تو نکاح فاسد نہیں ہوتا ہے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے میں کہ: اگر شادی شدہ عورت زنا کرلے تو وہ اپنے خاوند پر حلال ہے یا حرام ہے؟ نیز اگر شادی شدہ مرد زنا کرلے تو وہ اپنی بیوی پر یا بیوی اس پر حلال ہے یا حرام ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ مسئلہ بتائیں عین نوازش ہوگی؟

الجواب اس حرکت سے نکاح ختم نہیں ہوتا۔ توبہ استغفار کرلے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کرلے۔ درمختار میں ہے کہ۔ لا یجب علی الزوج تطلیق

الفاجرۃ ولا علیہا تسریح الفاجر. (درمختار ص۲۷۴ ج۲)

قال فی البحر بدلیل الحدیث أن رجلاً أتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ ان امرأتی لا تدفع ید لامس فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام طلقہا فقال انی أحبہا فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام استمتع بہا (ردالمحتار ص۳۱۸ ج۲)

اور شامی میں ہے کہ: والمزنی بہا لا تحرم علی زوجہا (ردالمحتار ص۳۱۸ ج۲)

پس دہ حلال ہے نہ کہ حرام۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

دوسرے ملک میں رہتے ہوئے نکاح کا طریقہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کمترین انگلینڈ میں مقیم ہے جو کہ جلد پاکستان نہیں آسکتا اور میری منگنی ایک لڑکی کیساتھ پاکستان میں ہو چکی ہے جو کہ اپنے وارثوں کے پاس انکی سپردگی میں رہتی ہے ہم دونوں کی ابتدائی رسم یعنی منگنی کی رسم تو کی جا چکی ہے اب ہم دونوں حق نکاح (شادی) کرنا چاہتے ہیں میرے گھر والے لڑکی کے وارثوں کے پاس نہیں پہنچ سکتے تاکہ حق نکاح کیا جاوے۔ ایسی صورت میں حق نکاح کا کیا طریقہ ہے تاکہ ہمارے دونوں میں حق نکاح ہو جائے اور لڑکی کو ہم انگلینڈ منگوا سکیں۔

مولانا ابراہیم صاحب مہتمم مدرسہ
عربیہ اسلامیہ میاں چنوں

سائل پاکستان میں کسی ایسے شخص کو اپنا وکیل بنا دے جو لڑکی کے شہر میں رہتا ہو یا وہاں بآسانی پہنچ سکے یہ وکیل اپنے مؤکل کے لئے نکاح کو قبول کرے مہر کی مقدار وغیرہ کا تعین پہلے ہو جاوے مثلاً مقررہ تاریخ پر مجلس نکاح میں لڑکی کا والد وکیل کو کہے کہ میں نے اپنی لڑکی فلانہ کا نکاح اتنے مہر کے بدلے فلاں بن فلاں کے ساتھ کر دیا ہے۔ وکیل مذکور کہے کہ میں نے یہ نکاح اپنے مؤکل فلاں بن فلاں کے لئے قبول کیا۔ بس اس سے نکاح منعقد

ہوجائے گا اس کے بعد لڑکی کو خاوند کے پاس بھیجا جاسکتا ہے۔ وکیل بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ سائل کسی خاص شخص کو پاکستان میں یہ لکھ بھیجے کہ تو اتنے مہر پر میرا نکاح فلاں عورت سے کردے۔

الجواب صحیح، بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

ماں کی پھوپھی سے نکاح کا حکم

قاسم کا نکاح زینب سے جو کہ اسکی نانی بنتی ہے۔ یعنی اسکی ماں کی حقیقی پھوپھی ہے. شرعاً درست ہے یا نہ؟ (سائل محمد ارشد اوکاڑوی)

الجواب زینب کا نکاح قاسم سے جائز نہیں۔ المحرمات بالنسب وهن الامهات والبنات والاخوات والعمات اھ واما العمات فثلث الی قوله وكذا عمات ابيه وعمات اجداده وعمات امه اھ (عالمگیری ج۲ ص۲۷۳) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ

نابالغ بچے کا خطبۂ نکاح پڑھنا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ نکاح کے دیگر امور مثلاً ایجاب و قبول ایک عاقل بالغ عالم کراتا ہے اور خطبہ مسنونہ نکاح کا اس کا چھوٹا نابالغ بچہ پڑھتا ہے کیا یہ جائز ہے کہ سنت تو نہیں ہے اگر ہے تو کون سی۔؟

الجواب صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہوگیا ہے۔ صبی ممیز کی اذان جیسے معتبر ہے ایسے ہی خطبہ بھی صحیح ہونا چاہیئے۔ اگرچہ بہتر و اولیٰ یہی ہے کہ خطبہ بھی عاقل بالغ پڑھے۔ وينبغي ان يكون المؤذن رجلاً عاقلاً صالحاً تقياً عالماً بالسنة (هنديه ج۱ ص۵۳) اذان الصبي العاقل صحيح من غير كراهة

فی ظاهر الروایۃ ولکن اذان البالغ افضل (ھندیہ ص۵۴ ج۱) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

بندہ عبدالستار غفرلہٗ

بیوی کا خاوند کے ہاں بطورِ بیوی آنا اور رہنا بھی اجازت ہے

زینب کا نکاح زید کے ساتھ ہوا زینب بالغہ تھی مگر زینب سے پوچھا نہیں گیا باپ نے اجازت دے دی زینب سسرال والے کپڑے اور زیور پہن کر زید کے گھر آگئی بعد میں کچھ لوگوں نے اعتراض کیا تو زینب سے اجازت لی گئی مگر زید کو دوبارہ قبول نہیں کرایا گیا۔ تو کیا اس صورت میں نکاح منعقد ہو گیا؟

الجواب زینب کا نکاح زید سے صحیح ہے کیونکہ زینب کا زید کے گھر جانا یہ اسکی طرف سے اجازت و اقرار سمجھا جائے گا۔ درمختار میں ہے:

او ما ھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضی کطلب مھرھا ونفقتھا وتمکینھا من الوطی اھ (درمختار علی ردالمحتار ص۳ ج۲) فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ،

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۹/۶/۳ ھ

مجنون کا نکاح نہیں ہو سکتا

ایک پاگل کا نکاح اس کو پکڑ کر کیا گیا۔ جہاں اس نے ایجاب و قبول خود کیا۔ لڑکی کی طرف سے اس کے باپ نے اجازت دی تھی۔ آیا نکاح ہوا یا نہیں۔ اگر نہیں ہوا تو آگے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب فلا ینعقد نکاح المجنون اھ (عالمگیری ص ج۲) معلوم ہوا کہ پاگل کا ایجاب و قبول معتبر نہیں اور اس قبول سے نکاح منعقد نہیں ہوتا بس لڑکی آزاد ہے جہاں چاہے کفو میں نکاح کر سکتی ہے والد کی اجازت دینے سے کچھ نہیں ہو گا

کیونکہ انعقادِ نکاح ہی نہیں ہوا۔ اجازت کا اعتبار بعد الانعقاد ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار مفتی خیر المدارس ملتان

۱۸/ ۹/ ۱۴۰۱ھ

شافعی المسلک عورت سے حنفی کا نکاح کرنا

کیا شافعی عورت سے حنفی مرد کا نکاح جائز ہے ؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو جامع الرموز کی اس عبارت کا کیا جواب ہے ؟

لا یصح نکاح الشافعیۃ لانہا صارت کافرۃ بالاستثناء علی ماروی عن الفضلی ومنہم من قال نتزوج بناتہم الکل فی المحیط ولعل ترک التعرض بمثلہ اولیٰ فانہم متأولون فی ذلک کما بین فی محلہ (جامع الرموز ص۲/۳ از علامہ شمس الدین محمد)

الجواب شافعی المسلک عورت سے حنفی المسلک مرد کا نکاح شرعاً جائز ہے۔ جامع الرموز کی ہی مذکورہ بالا عبارت اور مسئلہ اقتدا بالشافعی اس کی واضح دلیل ہے۔ فضلی رح کا یہ قول معتبر نہیں ہے خصوصاً جبکہ یہ قول بصیغہ مجہول ہے۔ شاید ضعف کی طرف مشیر ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۸/ ۹/ ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد اسحاق عفر اللہ لہٗ

پستان نکل آنا عورت ہونے کی دلیل ہے لہذا اس سے نکاح درست ہے

ہمارے ہاں ایک عورت ہے جس کی عمر چھبیس ۲۶ سال ہے اسکے پستان وغیرہ بھی نکل آئے ہیں مگر تاحال ابھی تک اسے حیض وغیرہ نہیں آیا۔ وہ شادی کے قابل ہے کیا اسکی شادی کر دیجائے۔

الجواب پستان کا نکلنا عورت ہونے کی دلیل ہے لہذا اس کا نکاح کسی مرد سے درست ہے اور عمر پندرہ سال ہونے کے بعد شرعاً وہ بالغ ہے چاہے حیض وغیرہ نہ آئے۔

فان بلغ وخرجت لحيته او وصل الى امرأة او احتلم كما يحتلم الرجل (فرجل) وان ظهر له ثدي او لبن او حاض او حبل او امكن وطؤه فامرأة (درمختار علی الشامی ص ۴۶۲ ج ۵)

والجارية بالاحتلام والحيض والحبل ولم يذكر الانزال صريحا لانه قلما يعلم منها فان لم يوجد فيهما شئ فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى. (درمختار علی الشامی ص ۹۷ ج ۵ فصل فی بلوغ الغلام) فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

زانیہ ہونے کی وجہ سے طلاق دی تو توبہ کے بعد دوبارہ نکاح کا حکم،

زید کی بیوی زینب تین دفعہ زنا کی مرتکبہ ہوئی جس کا وہ خود بھی اقرار کرتی ہے اسپر کسی مولوی صاحب نے ان کو یہ کہا کہ جس شخص کی بیوی اسقدر مرتکبہ زنا ہوئی اور اس نے بیوی کو طلاق نہ دی تو وہ شخص قیامت کے دن بے غیرت شمار ہوگا۔ یہ بات سن کر زید نے اپنی بیوی زینب کو ایک طلاق دیدی اب تک چھ ماہ کا عرصہ ہوا ہے۔ اب زینب دوبارہ زید کے ہاں جانا چاہتی ہے اور وہ کہتی ہے کہ جرم کا اقرار کرتی ہوں، توبہ استغفار کرتی ہوں کہ آئندہ ایسا کبھی نہیں کروں گی۔ آیا زینب کو کس طریقے سے توبہ کرائی جائے کیا دوبارہ زینب سے بعد از توبہ نکاح کرے یا کہ نہیں ؟

الجواب اگر زید کو یقین ہے کہ زینب صدقِ دل سے تائب ہو چکی ہے اور موجودہ حالت اسکی شہادت دیتی ہے اور طلاق صرف ایک دی تھی تو اب زید دوبارہ نکاح کر سکتا ہے توبہ کے لئے صرف یہ ہے کہ زینب ماضی پر سخت ندامت محسوس کرے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے استغفار بھی پڑھتی رہے۔ مولوی صاحب نے جو کچھ کہا ہے اس کے بارے میں متعدد کتب دیکھی گئی ہیں، مگر کوئی ایسی بات نہیں ملی۔ ان سے دریافت کیا جاوے کہ انھوں نے کس کتاب سے یہ بات نقل کی ہے۔ ومن ادعى فعليه البيان اھ

ولا يجب على الزوج تطليق الفاجرة اھ (درمختار علی الشامیۃ ص ۲۴۷ ج ۵)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ
۹ / ۴ / ۱۳۹۹ھ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد صدیق غفرلہ
شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

مطلقہ باپ کی بیٹی سے نکاح کرنا درست ہے

اکرم نے جنت بی بی سے نکاح کیا کچھ عرصہ کے بعد طلاق دے دی مطلقہ نے بعد از عدت دوسری جگہ نکاح کر لیا اکرم نے بھی دوسری عورت سے نکاح کر لیا نتیجۃً اکرم کو دوسری بیوی سے اور جنت کو دوسرے خاوند سے اولاد ہوئی کیا اکرم وجنت کی اس اولاد کا باہم نکاح ہو سکتا ہے ؟

الجواب اکرم وجنت کی مذکورہ اولاد کا باہم نکاح جائز ہے۔ واما بنت زوجۃ ابیہ او ابنہ فحلال۔ (در مختار علی الشامیہ ص۳۰۲ ج۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

سوتیلے بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز ہے

عبدالحمید کی بیوی فوت ہوگئی تو اس نے ایک بیوہ عورت سے شادی کر لی اس بیوہ کے ساتھ ایک لڑکا تھا اسکی بھی شادی کر دی گئی۔ پھر یہ لڑکا بھی فوت ہو گیا۔ کیا عبدالحمید اس لڑکے کی بیوہ سے شادی کر سکتا ہے ؟ عبدالحمید خان گڑھ

الجواب عبدالحمید کا اپنے سوتیلے بیٹے کی بیوہ سے نکاح جائز ہے۔ وحلائل ابناءکم الذین من اصلابکم الی ان قال وذکر الاصلاب لاسقاط حلیلۃ الابن المتبنّٰی اھ۔ (فصل فی المحرمات شامیہ ص۳۰۲ ج۲)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بھتیجے کی بیوہ سے نکاح کا حکم

کیا بھانجے یا بھتیجے کی بیوی جو کسی غیر قبیلے یا خاندان سے تعلق رکھتی ہو اور بیوہ ہوگئی ہو۔ خاوند کے ماموں یا چچے کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب کوئی اور وجہ ممانعت نہ ہو تو نکاح ہوسکتا ہے۔ بھتیجے یا بھانجے کی بیوی ہونا نکاح سے مانع نہیں ہے۔ فقط، واللہ اعلم،

لقولہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم (الآیۃ)

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، محمد انور عفا اللہ عنہ،

باپ بلا وجہ شادی میں تاخیر کرے تو اولاد کے گناہ میں باپ بھی شریک ہوگا

کیا حدیث شریف میں یہ آتا ہے کہ اگر باپ اپنی اولاد کی شادی نہ کرے اور اولاد کوئی گناہ کرلے تو باپ بھی اس گناہ میں شریک ہوگا؟

الجواب اگر باپ نے بلا وجہ تاخیر کی اور اولاد نے کسی گناہ کا ارتکاب کرلیا تو اس کا گناہ باپ کے ذمہ ہوگا۔

عن ابی سعید وابن عباس مرفوعاً من ولد له ولد فلیحسن اسمه وادبه واذا بلغ فلیزوجه فان بلغ ولم یزوجه فاصاب اثماً فانما اثمه علی ابیه (الحدیث)

عن عمر بن الخطاب وانس بن مالک رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال فی التوراة مکتوب من بلغت ابنته اثنتا عشرة سنة ولم یزوجها فاصابت اثماً فاثم ذلک علیه (الحدیث)

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۱)

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

فقط واللہ اعلم، محمد انور عفا اللہ عنہ

نومسلمہ جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے

ایک نومسلمہ عاقلہ وبالغہ خاتون نے اسلام قبول کیا اس کے عیسائی والدین اور رشتہ داروں نے اس سے نفرت ظاہر کرتے ہوئے اس سے قطع تعلق کرلیا اب وہ خاتون نکاح کرنا چاہتی ہے کیا وہ والدین کی رضامندی کے بغیر نکاح کرسکتی ہے؟ نومسلمہ غیر شادی شدہ ہے۔ (محمد بلال نواں شہر ملتان)

الجواب مذکورہ نومسلمہ کو شرعاً اجازت ہے جہاں چاہے نکاح کرلے۔

وان لم یکن لہا ولی فھو أی العقد صحیح نافذ مطلقا اھ (درمختار) (قولہ مطلقا) أی سواء نکحت کفوًا او غیرہ

(شامیہ ص ۳۲۳ ج ۲)

ولا ولایۃ للکافر علی المسلم لانہ لا میراث بینہما اھ

(بدائع ص ۲۳۹ ج ۲)

فقط واللہ اعلم، الجواب صحیح،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، بندہ عبدالستار عفی عنہ،

۴/۹/۱۴۱۱ھ

غیر ولی کے اجازت مانگنے پر صرف سر ہلا دینا کافی نہیں

۲۷ فروری ۱۹۷۸ء کی شب کو چند آدمی زید کے گھر داخل ہوئے اور اسکی بیٹی زینت کو زبردستی اٹھا کر لے گئے لڑکی اور ورثاء چیخ و پکار کرتے رہ گئے لیکن کسی نے نہیں سُنی ملزمان لڑکی کو باندھ کر ٹرک میں ڈال کر لے گئے گاؤں میں پہنچ کر لڑکی سے کہا کہ نکاح خواں موجود ہے تم رضامندی ظاہر کرو، ورنہ تمہیں قتل کردیا جائے گا لڑکی نے بہت منت سماجت کی کہ ایسا نہ کرو، بالآخر ایک عورت نے کہا کہ تم زبان سے نہیں کہتی تو رضامندی کے لئے سر ہلادو۔ لڑکی نے ڈر کے مارے سر ہلا دیا۔ پھر لڑکی نے دوسرے دن عدالت میں واضح طور پر کہہ دیا کہ میرے ساتھ زبردستی کی گئی ہے میں رضامند نہیں تھی کیا شرعاً یہ نکاح منعقد ہوا؟

الجواب برتقدیر صحت واقعہ یہ نکاح منعقد نہیں ہوا مسماۃ زینت بدستور غیر منکوحہ ہے فان استاذنها غیر الاقرب کاجنبی أو ولی بعید فلا عبرة لسکوتها بل لا بد من القول کالثیب البالغة اھ

(درمختار علی الشامیة) ص ۳۲۶ ج ۲ باب الولی۔

فقط واللہ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ
۲/۵/۹۸ھ

الجواب صحیح،
بندہ محمد صدیق غفرلہ

ثیبہ کا چپ رہنا دلیلِ رضا نہیں

کنیز بی بی تین سال سے بیوہ ہے اور والدہ کے پاس ٹھہری ہوئی ہے اس کے وٹہ میں اس کے بھائی کے رشتہ کی بات چلی کنیز نے مخالفت کی، والدہ نے قرآن لا کر اسکی جھولی میں رکھ دیا کنیز خاموش رہی۔ والدہ اور چچا نے زبردستی انگوٹھے لگوا لئے بعد از رخصتی کنیز بی بی صرف پندرہ منٹ سسرال کے گھر ٹھہری اور واپس آگئی اور نکاح کو قبول نہیں کیا کنیز بی بی نے کسی وقت بھی اظہارِ رضا نہیں کیا بلکہ شادی کے کپڑے بھی نہیں پہنے۔

کیا یہ نکاح صحیح ہو گیا۔؟

الجواب برتقدیر صحتِ سوال یہ نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا۔ لڑکی بدستور آزاد ہے ولو استأذن الثیب فلا بد من رضاها بالقول۔ اھ

(عالمگیری ص ۲۸۹ ج ۱) فقط واللہ اعلم۔
محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۹/۱۰/۹۹ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

نکاح خواں فوت ہو جائے تو نکاح باقی رہتا ہے

ایک نکاح خواں نے ایک عورت

اور مرد کا باہمی نکاح پڑھایا ایک عرصہ کے بعد وہ نکاح خواں فوت ہوگیا۔ کیا صورت ہذا میں نکاح خواں کے فوت ہونے سے اس نکاح پر کوئی اثر پڑے گا جبکہ لڑکی والے کہتے ہیں کہ نکاح پڑھانے والا فوت ہوگیا ہے تو نکاح بھی ختم ہوجانا چاہیئے؟

الجواب نکاح خواں کے فوت ہونے سے اس کے پڑھاتے ہوئے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لئے یہ لڑکی بدستور شخص مذکور کے نکاح میں ہے اس سے طلاق لئے بغیر اس کا دوسری جگہ نکاح درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ بندہ محمد اسحٰق غفرلہ،

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نکاح میں ایک صیغہ ماضی کا ہو دوسرا حال کا تو نکاح کا حکم

ایک نکاح خواں نے دو آدمیوں کے درمیان نکاح کیا اور لڑکے کو یوں کہا کہ میں تیرا نکاح فلاں بنت فلاں کے ساتھ کرتا ہوں کیا تجھے منظور ہے۔ تو لڑکے نے کہا" ہاں" پھر اس نے لڑکی سے یوں کہا کہ میں تیرا نکاح فلاں بن فلاں کے ساتھ کرتا ہوں کیا تجھے منظور ہے۔ تو لڑکی نے کہا" ہاں" یعنی نکاح میں زمانہ حال کے الفاظ استعمال کئے۔ زمانہ ماضی کے الفاظ استعمال نہیں کئے کیا اس سے نکاح ہوجاتا ہے۔ یہ گفتگو نکاح کی تھی منگنی کی نہیں تھی باقاعدہ نکاح ہوا تھا۔ مہر کا بھی اس میں ذکر کیا گیا تھا۔

الجواب صورت مسئولہ میں نکاح خواں کے الفاظ ایجاب ہیں اور لڑکے اور لڑکی کا ہاں کہنا بمنزلہ قبلتُ ہے۔ لہٰذا نکاح منعقد ہوگیا۔

ينعقد بالايجاب والقبول وضعا للمضى أو وضع أحدهما للمضى والأخر لغيره مستقبلاً كان كالأمر أو حالاً كالمضارع فاذا قال لها أتزوجك بكذا فقالت قد قبلتُ يتم النكاح الخ عالمگیری ص۲۷۰ ج۱

الجواب صحیح فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ محمد انور عفا اللہ عنہ

ساڑھے گیارہ برس کی لڑکی بالغ ہونے کا دعویٰ کرے تو قبول ہے

ایک لڑکی جس کی عمر ساڑھے گیارہ برس تھی۔ اس کے والد نے بغیر لڑکی کی اجازت کے ایک شخص کے ساتھ نکاح کر دیا۔ بوقت نکاح مذکورہ لڑکی کا بھائی موجود تھا تو نکاح کے بعد بھائی نے گھر آکر ہمشیرہ کو بتایا کہ والد صاحب نے تیرا نکاح فلاں سے کر دیا ہے۔ تو یہ سنتے ہی لڑکی نے اپنے دو بڑے بالغ بھائیوں اور والدہ کے سامنے کہہ دیا کہ یہ نکاح مجھے نامنظور ہے۔ میں بالغ ہوں اگر یہ لڑکی بعدہٗ نکاح دوسری جگہ کرے تو یہ نکاح شرعاً نافذ ہے یا نہیں۔؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر ظاہر حال لڑکی کے اقرار بلوغ کی تکذیب کرتا ہو۔ تو اس کا دعویٰ بلوغ معتبر ہے بناءً علیہ ردِّ نکاح بھی صحیح ہے۔

وادنی مدتہ لہٗ اثنا عشرۃ سنۃ ولھا تسع سنین ھو المختار کما فی احکام الصغار فان راھقا بأن بلغا ھذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبھما الظاھر۔اھ

(درمختار علی الشامیۃ طبع بیروت ص۹۷ ج۵) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان

تحکیم سے معزولی کے بعد حکم کا نکاح کو فسخ کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسمی بہادر نے آج سے قبل بیس سال اپنی لڑکی دولت بی بی کا نکاح دل میر ولد سلطان کے ساتھ کر دیا۔ اس کے بعد اس کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا اور ایک پلان کے تحت ایسا کہا کہ جب نکاح ہوا تھا۔ تو نکاح والا بچہ نابالغ تھا۔ اس کو ایجاب وقبول کا علم نہ تھا لہذا نکاح ثابت نہیں۔ کچھ علماء نے اس بیان پر فتویٰ دے دیا کہ نکاح ثابت نہیں، چنانچہ بہادر نے دوسری جگہ دولت کا نکاح کر دیا۔

اہلِ علاقہ نے اس نکاح پر شور مچایا، تو آخر فیصلہ یہ ہوا کہ مولوی عبدالرشید مدرس پرانی عیدگاہ جھنگ صدر جو فیصلہ کر دے ہمیں قبول ہے۔ مولوی صاحب نے اس علاقہ کے معمر لوگوں کو بُلا کر ایک سرکنی بورڈ بنوالیا۔ اور اسٹامپ پر دونوں فریقوں سے تحریر کر دیا کہ ہم جو فیصلہ کریں آپ کو منظور ہوگا۔ اس کے بعد دو ماہ گزر گئے تو لڑکی والے فریق نے مولوی صاحب کو تحکیم سے معزول کر دیا۔ اور کہا کہ آپ ہمارے حکم نہیں اور باقاعدہ تحریری نوٹس دیا، مولوی صاحب نے دونوں فریقوں کو کہہ دیا کہ آپ میرے سے کاغذ واپس لے لیں۔ کیونکہ میں آپ کا حکم نہیں رہا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد لڑکی والے کو ایک فتویٰ اور حکم دیا۔ کہ دلمیر کا نکاح ثابت ہے۔ لیکن چونکہ ان کو رشتہ کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا میں اس نکاح کو فسخ کرتا ہوں۔ بحیثیت حکم ہونے کے۔ اب سوال یہ ہے کہ تحکیم ختم ہو جانے کے بعد مولوی صاحب کو فسخ کرنے کا حق ہے۔ یا نہ؟ (نور احمد بقلم خود)

الجواب ہدایہ میں ہے۔ ولکل واحدٍ من المحکمین ان یرجع مالم یحکم علیہما لانہ ... من جہتہما فلا یحکم الا برضاھما جمیعًا اھ باب التحکیم۔ اور کنز میں ہے۔ لکل واحدٍ من المحکمین ان یرجع قبل الحکم اھ۔ نیز درمختار میں ہے

وینفرد واحد ھما بلفظہ ای التحکیم بعد وقوعہ کما ینفرد احد العاقدین فی مضاربۃ وشرکۃ ووکالۃ بلا التماس طالب۔ (باب التحکیم)

عبارات بالا سے ظاہر ہے کہ فیصلہ سے قبل ہر فریق کو تحکیم سے رجوع کرنے اور حکم کو معزول کرنے کا اختیار ہے۔ پس صورت مسئولہ میں جب حکم کو ایک فریق نے معزول کر دیا۔ اور حکم نے اس معزولی کو تسلیم کرتے ہوئے متعلقہ کاغذات بھی واپس کر دیئے۔ تو اس حکم کی معزولی میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ لہٰذا معزولی کے بعد اس کا فیصلہ شرعًا کالعدم ہے کسی فریق پر اسکی پابندی لازم نہیں۔ دولت بی بی مذکورہ بدستور دلمیر کی منکوحہ ہے۔ علاوہ ازیں بظاہر تحکیم ثبوت نکاح وعدم ثبوت کے بارے میں تھی کہ متنازعہ فیہ نکاح ثابت ہے یا نہیں، ثابت شدہ نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار ابتداء ہی سے حکم کو

حاصل تھا۔ یہ الگ بحث ہے کہ تحکیم کن امور میں جائز ہے اور کن میں نہیں۔ حق رجوع سے دستبرداری کے بعد بھی فریقین کو حق رجوع باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ باب عزل الوکیل سے ظاہر ہے کما فصلہ فی الشامیۃ۔ فقط واللہ اعلم؛ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

سمجھدار بچے کا ایجاب و قبول معتبر ہے

میاں نور نواز کی اجازت کے بغیر اس کی بیوی نے اسکی بالغ لڑکی کا نکاح کر دیا۔ نیز اس کے لڑکے کا نکاح وٹہ سٹہ میں اسکی اجازت کے بغیر کر دیا جبکہ وہ نابالغ تھا اور کوئی علامت بلوغ اس میں ظاہر نہ تھی اگر یہ نکاح باپ کی مرضی پر موقوف تھا تو اسکی اجازت کے بغیر کرنیوالے حضرات کا کیا حکم ہے۔ نور نواز کے لڑکے کی عمر بوقت نکاح نو سال تھی۔

الجواب باپ کی موجودگی میں نابالغ لڑکے کا نکاح دوسرے لوگوں کو کرنے کا حق نہیں ہے۔ باپ کو نکاح کرنے کا حق تھا۔ اس کی اجازت کے بغیر نکاح ہوا ہے اور نابالغ لڑکے کا ایجاب و قبول صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا نکاح باطل ہے۔

فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ
(کذا فی شرح تنویر الابصار ص ۳۲۲ ج ۲)

ترجمہ: اگر قریب ولی کے ہوتے ہوئے دوسرے ولی نے نکاح کیا تو قریب ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور موجودہ مسئلہ میں قریب ولی لڑکے کا باپ ہے اور باپ نے اجازت نہیں دی ہے۔ لہٰذا نکاح باطل ہے۔

وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر (درمختار)

ترجمہ: صغیر یعنی نابالغ کے نکاح کے صحیح ہونے کی شرط ولی ہے یعنی اگر ولی کی اجازت ہو۔ تو نکاح درست ہوگا ورنہ نہیں کذا فی فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۴۲ ج ۱۲

وولی المرأۃ فی تزویجہا ابوھا وھو اولی الاولیاء ثم الجد کذا فی خلاصۃ الفتاوی ص ۱۸ ج ۲

فالحاصل صورت مسئولہ میں نکاح باطل ہے اور جو حضرات نکاح کرنے والے تھے

وہ عند اللہ مجرم ہوں گے

کتبہ عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ مدرسہ عربیہ احیاء العلوم

بمہر مدرسہ احیاء العلوم رجسٹرڈ ، ماموں کانجن ضلع فیصل آباد

جامع مسجد ماموں کانجن ضلع فیصل آباد۔

الجواب نورنواز کے اس لڑکے کا نکاح موقوف تھا، نورنواز کی اجازت پر اگر نکاح کی اطلاع ملنے پر اس نے اسے جائز قرار دیا ہے تو یہ نکاح لازم ہو چکا ہے اور اگر اس نے مسترد کر دیا ہے تو ختم ہو گیا ہے۔

فی الدر المختار وما تردد من العقود بین نفع وضرر الخ توقف علی الاذن فان اذن لهما الولی فهما فی شراء وبیع کعبد مأذون اھ۔ (درمختار علی الشامیۃ ص۱۱۰ ج۵)

اور جن لڑکیوں کے نکاح اس کے بعد کئے گئے ہیں وہ علی الاطلاق درست ہیں یعنی اس نکاح کی صحت وعدم صحت سے ان پر اثر نہیں پڑے گا۔ متعلقہ فتویٰ کی یہ عبارت "نابالغ لڑکے کا ایجاب قبول صحیح نہیں ہے" درست نہیں ہے کیونکہ یہ بات صبی غیر ممیز کے بارے میں ہے اور صورت مسئولہ میں صبی ممیز ہے، اذن ولی انعقاد نکاح کے لئے ضروری نہیں ہے۔ البتہ نفاذ نکاح کے لئے ضروری ہے، مذکورہ فتویٰ میں عدم اذن کو دلیل عدم انعقاد بنانا درست نہیں۔ واما شروطه فمنها العقل والبلوغ والحریة فی العاقد الا ان الاول شرط الانعقاد فلا ینعقد نکاح المجنون والصبی الذی لا یعقل والاخیران شرطا النفاذ فان نکاح الصبی العاقل یتوقف نفاذه علی اجازة ولیه اھ (عالمگیری ص۲۶۷ ج۱) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،	محمد انور
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	خیر المدارس۔ ملتان۔
مفتی خیر المدارس ملتان	۲۹ / ۶ / ۱۴۰۱ھ

گواہ منکوحہ کو ذاتی طور پر نہ جانتے ہوں تو اس کا اور اس کے باپ دادا کا نام ذکر کرنا کافی ہے۔

بندہ مجلسِ نکاح میں نہیں گواہوں کے سامنے اس کا اس کے باپ اور اسکے دادے کا نام ذکر کیا جاتا ہے کیا اتنا ذکر کرنا کافی ہے؟ اور اس سے وہ معروفہ ہو جائے گی؟ یا شاہدین کا ذاتی طور پر اسے جاننا ضروری ہے؟

الجواب ہندہ اور اس کے باپ اور دادا کا نام ذکر کرنے سے وہ معروفہ ہو جائے گی۔ کما فی الشامیۃ ص۲۷۲ ج۲)

والحاصل أن الغائبة لا بد من ذكر اسمها واسم أبيها وجدها وان كانت معروفة عند الشهود على قول ابن الفضل وعلى قول غيره يكفي ذكر اسمها ان كانت معروفة عندهم والا فلا وقال قبله بحوالة البحر ثم قال في البحر وان كانت غائبة ولم يسمعوا كلامها بأن عقد لها وكيلها فان كان الشهود يعرفونها كفى ذكر اسمها اذا علموا أنه أرادها وان لم يعرفوها لا بد من ذكر اسمها واسم أبيها وجدها الى قوله وفي التاتارخانية عن المضمرات ان الاول هو الصحيح وعليه الفتوى الخ

اس سے معلوم ہوا کہ غائبہ مؤکلہ اس کا نام اور باپ دادے کا نام ذکر کرنے سے عند الشاہدین معروفہ ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،	بندہ محمد صدیق غفرلہ،
بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ،	نائب مفتی خیر المدارس ملتان
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان	۲۱ / ۵ / ۷۳ھ

علاتی بھانجی سے نکاح کا حکم

ایک آدمی کی دو بیویاں ہیں ایک بیوی کی ایک لڑکی ہے اسکی لڑکی کی ایک لڑکی ہے دوسری

بیوی کا ایک لڑکا ہے کیا لڑکا مسمی طارق اس تیسری لڑکی مسماۃ خالدہ کے ساتھ اس کا نکاح ہوسکتا ہے؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں مسمی طارق اور مسماۃ خالدہ کا آپس میں نکاح درست نہیں ہے کیونکہ خالدہ طارق کی علاتی بھانجی ہے اور علاتی بھانجی حقیقی بھانجی کی طرح حرام ہے ہندیہ میں ہے:

واما الاخوات فالاخت لاب وام والاخت لاب والاخت لام وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن الخ (ہندیہ ص۲ ج۲) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۷/۶/۱۴۰۹ھ

بھانجے کی لڑکی سے ماموں کا نکاح جائز نہیں

میرے نانا کی پہلی بیوی سے ۴ لڑکیاں تھیں۔ اس کے بعد میرے نانا نے دوسری بیوی کر لی اس بیوی سے لڑکے پیدا ہوئے، جو میرے ماموں لگتے ہیں۔ میں اپنے ماموں سے اپنی لڑکی کی شادی کر سکتا ہوں؟

الجواب آپ کی لڑکی کا نکاح آپ کے ماموں سے شرعاً جائز نہیں۔ وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن اھ (عالمگیری ص۲ ج۲)

الجواب صحیح،
خیر محمد عفا اللہ عنہ،

فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد اسحاق عفر لہ،

خاوند نے کہا میں "مسلمان نہیں" تو تجدیدِ نکاح کا حکم،

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ ہم زوجین کے مابین گڑبڑ ہوگئی جس سے ہمارے دلوں میں نفرت کے آثار ظاہر ہوگئے اور پھر پہلے اس نے مجھے بطورِ مذاق سمجھو یا بلانے کی خاطر

السلام علیکم کہا لیکن میں نے اُسے کوئی جواب نہ دیا اسیطرح اُس نے چند بار کیا لیکن میں بدستور خاموش رہا اب وہ مجھے کہتی ہے کہ تم مسلمان نہیں ہو جواب میں مَیں نے کہا کہ نہیں ہوں۔ اب اس جواب سے نہ تو میرا خیال تھا کہ مَیں واقعی مسلمان نہیں ہوں، اور نہ ہی بطورِ مذاق تھا بس اِس قسم کا خیال جس میں یہ جواب دیا گیا تو کیا نکاح ٹوٹ گیا ہے یا نہ۔ اگر نکاح ٹوٹ گیا ہے تو دوبارہ کرنا چاہیئے ؟ اس صورت میں حق مہر بھی دوبارہ ادا کرنا ہوگا ؟ اگر نکاح ٹوٹ گیا ہے تو کتنی عدت گزارنی ہے ؟

الجواب سائل کی کلام میں چونکہ تاویل ہوسکتی ہے لہذا کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا البتہ احتیاطاً تجدیدِ نکاح کر لینا چاہیئے ــــ کم از کم مہر باندھ لیا جائے۔ تجدیدِ نکاح کے لئے عدۃ گزارنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
عبداللہ عفر اللہ لہ،
خادم دار الافتاء خیر المدارس ملتان

بندہ عبدالستار عفی عنہ،

پھوپھی بھتیجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں

پھوپھی کے ہوتے ہوئے اسکی بھتیجی یا خالہ کے ہوتے ہوئے اسکی بھانجی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب جائز نہیں۔ لقولہ علیہ السلام لا تنکح المرأۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا ولا علی ابنۃ اخیہا ولا علی ابنۃ اختہا اھ وھذا مشہور یجوز الزیادۃ علی الکتاب بمثلہ اھ (ہدایہ ص۳۰۹ ج۲)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۴ / ۶ / ۹۶ھ

نکاح کی شہادت بالتسامع بھی جائز ہے

خیر شاہ بیٹا ہے ہدایت شاہ متوفی کا اور اس کا نکاح نا بالغی کی حالت میں مسماۃ مختار بی بی نابالغہ کے ساتھ ہوا تھا اور سردار بی بی بنت ہدایت شاہ کا نکاح محمد شاہ برادر مختار بی بی کے ساتھ بر تبادلہ ہوا تھا اور سردار بی بی کے گھر ایک لڑکا تولد ہوا لڑکے کا نام اقبال حسین عمر ایک سال کا موجود ہے اب فتح شاہ والد محمد شاہ کہتا ہے کہ نہ تو لڑکی سردار بی بی کا نکاح میرے لڑکے مسمی محمد شاہ کے ساتھ ہوا ہے اور نہ ہی مختار بی بی کا نکاح خیر شاہ کے ساتھ ہوا ہے گواہ پھر چکے ہیں کیا مختار بی بی کا نکاح خیر شاہ کے ساتھ موجود ہے یا نہ؟

الجواب اگر وہ گواہان جو نکاح کے وقت موجود تھے وہ پھر چکے ہیں اور گواہی کیلئے تیار نہیں تو ایسے گواہ جو مجلس میں حاضر تھے اور انکو باقاعدہ گواہ نہیں بنایا یا ایسے گواہ جو مجلس میں موجود نہیں تھے لیکن سن سنا کر انکو علم ہو چکا ہے کہ یہ دونوں نکاح واقعہ میں ہوئے ہیں، اگر گواہی دے دیں تو بھی نکاح ثابت ہو جائے گا۔ البتہ ان گواہوں کو یہ لفظ کہنے پڑیں گے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ انکے مابین نکاح ہے یوں نہ کہیں کہ یہ نکاح ہی ہمارے سامنے ہوا۔ (الحیلۃ الناجزۃ ص ۹۶) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،　　　　　　　　　بندہ عبداللہ غفرلہ

خیر محمد عفی عنہ

نکاح کی اجازت لینے کے وقت گواہوں کا ہونا ضروری نہیں

۱۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک لڑکی بالغہ کے نکاح کے وقت لڑکی کی اجازت دو ۲ گواہوں کے سامنے ضروری ہے یا نہیں جواب بحوالہ کتاب فرمائیں؟

۲۔ مسلمان لڑکا اور مسلمان لڑکی کا نکاح ایک مرزائی کرائے تو نکاح ہوتا ہے یا نہیں؟

(فقط والسلام، از میاں جی دوست محمد امام مسجد چک ۲۲۸)

الجواب ۱۔ بالغہ لڑکی کے نکاح کی اجازت لینے کے وقت شرعاً گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ کما فی العالمگیریۃ ص ۲۹۵ یصح التوکیل بالنکاح

وان لم یحضرہ الشھود کذا فی التاتارخانیۃ ناقلاً من التجنیس لخواھر زادہ لیکن ثبوت کے لیئے گواہ شرط ہیں۔

۲۔ مسلمان لڑکے اور لڑکی کا نکاح اگر مرزائی وکیل بن کے کرائے اور دو گواہ مسلمان موجود ہوں تو پھر نکاح تو ہو جائیگا لیکن ایسا کرنا اسلامی غیرت کے خلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ اصغر علی غفرلہ،
مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح،
خیر محمد عفی عنہ،
۱۲؍ رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ

باپ کا ماموں بیٹی کے لئے محرم ہے

زید کی لڑکی کے لئے زید کا ماموں اور چچا محرم بنے گا یا غیر محرم؟

ثمر الدین احمد دفتر خیر المدارس ملتان

الجواب زید کی لڑکی کے لئے زید کا ماموں محرم ہے کیونکہ وہ لڑکی اسکی بہن کی اولاد ہے وبنات الاخ وبنت الاخت فھن محرمات نکاحاً ووطئاً ودواعیہ علی التابید الی قولہ وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن اھ (ہندیہ ص۲۷۳ ج۲)

اور ایسے ہی زید کا چچا زید کی بیٹی کے لئے محرم ہے کیونکہ وہ بیٹی اسکی اولاد الاخ میں شامل ہے۔ فقط واللہ اعلم،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،
۲۶/۹/۹۶ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

خاوند اگر ہندو ہو جائے تو نکاح باطل ہو جاتا ہے

ایک لڑکی کی بارہ سال کی عمر میں ہندوستان میں ایک لڑکے کے ساتھ شادی ہو چکی تھی ۱۹۴۷ء میں لڑکی مع والدین پاکستان آ گئی اور لڑکے نے ہندوستان میں ماں باپ کے ساتھ ہندو مذہب اختیار کر لیا اور وہ وہیں رہ گیا جب ہندو ہوا تو اسوقت بالغ تھا اور خوشی سے ہوا۔ وہاں کے مسلمان جب پاکستان آنے لگے تو اسکو بھی آنے کا کہا تو

اس نے کہا کہ میں ہندو ہو چکا ہوں۔ پاکستان نہیں جاؤں گا۔ اب لڑکی کی عمر ۲۲ سال ہو چکی ہے دوسری جگہ اسکی شادی کر دی گئی ہے۔ آیا یہ نکاح ثانی درست ہے یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں لڑکا بالغ تھا اور طوعاً مذہب اسلام کو چھوڑ گیا۔ لہذا مرتد ہو گیا اور مرتد کا نکاح فی الحال باطل ہو جاتا ہے۔ لہذا لڑکی کا نکاح دوسری جگہ درست ہے۔ ارتد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقۃ بغیر طلاق فی الحال (عالمگیری ص ۳۳۹ ج ۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ،
خادم دار الافتاء خیر المدارس ملتان
۴/۲/۴ھ۷

علاتی پھوپھی سے بھی نکاح جائز نہیں

میرا نام محمد اشرف ولد نواب دین ہے۔ میرا ایک لڑکا محمد تسلیم اختر جو کہ میری پہلی بیوی ارشاد بی بی جو کہ بہت عرصہ ہوا فوت ہو چکی ہے کا بیٹا ہے اب میں نے دس سال ہوئے دوسری شادی میراں بی بی دختر اللہ دتہ سے کر لی۔ اس سے میرے دو بچے بلال عمر ۸ سال اور صدام ۴ سال پیدا ہوئے اور صرف دو ہی بچیاں پیدا ہوئیں۔ اب میرا لڑکا محمد تسلیم اختر میری موجودہ بیوی کی ہمشیرہ پروین دختر اللہ دتہ سے شادی کرنا چاہتا ہے دونوں بالغ ہیں اور شادی کرنے پر راضی ہیں آیا یہ شادی شرعی طور پر ہو سکتی ہے ؟

دوسرا اس شادی سے اولاد ہونے کی صورت میں یہ اولاد اشرف کے لڑکے لڑکیوں سے شادی کر سکتے ہیں ؟

الجواب ۱۔ مسمی محمد تسلیم اور مسمات پروین کا آپس میں نکاح شرعاً جائز ہے۔ لقولہ تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذلکم (الآیۃ)

۲۔ مسمی محمد تسلیم کی اولاد کا نکاح اس کے والد محمد اشرف کی اولاد (جو دوسری بیوی سے ہے) سے شرعاً جائز نہیں۔ یہ دونوں اولادیں ایک دوسرے کے لئے ہمیشہ

ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔ کیونکہ صدف۔ صدبا محمد تسلیم کی چونکہ علاتی بہنیں ہیں۔ تو یہ محمد تسلیم کی اولاد کی علاتی پھوپھی لگیں۔ حقیقی پھوپھی کی طرح علاتی پھوپھی بھی حرام ہے۔

اما العمات فثلث عمة لاب وام وعمة لاب وعمة لام (ص۲۷۳ ج۱ ہندیہ)

فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ محمد اسحاق غفرلہ، | بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

سیدہ بلا رضائے اولیاء راجپوت سے نکاح نہیں کر سکتی

ایک عورت بارہ سال سے بیوہ ہے اور گذر کی کوئی صورت نہیں کیا وہ باپ کی اجازت کے بغیر خالہ زاد بھائی کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے؟ عورت قوم کے لحاظ سے سید شمسی ہے خالہ کا لڑکا راجپوت بنوار ہے۔

(مفتی کلیم اللہ مدرسہ تعلیم القرآن ملتان روڈ میلسی)

الجواب غیر کفو میں مفتی بہ روایت عدمِ جواز ہی کی ہے باوجود تلاش کے کوئی جزئیہ مفیدہ نہیں ملا۔ لہذا یا تو کفو تلاش کیا جائے۔ یا پھر اولیاء کو راضی کیا جائے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا الآیۃ۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ | محمد انور عفا اللہ عنہ، ۸/۱/۹۸ھ

نکاح معلق منعقد نہیں ہوگا

دادے نے اپنی حقیقی پوتی کا نکاح جس کی عمر پانچ سال تھی ایک نابالغ بچے سے کر دیا اور بچی کے والد سے اجازت نہیں لی لیکن نکاح مشروط طور پر کیا کہ اگر والد نے اجازت دی تو نکاح درست ہوگا۔ دو روز گزرنے کے بعد جب لڑکی کے والد کو پتہ چلا تو اس نے انکار کر دیا اور روبرو گواہان کہا کہ میں اپنی بچی کا نکاح جو بچی کے دادا نے کیا ہے نامنظور کرتا ہوں۔ کیا یہ نکاح باقی ہے؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں یہ نکاح باقی نہیں ہے اولاً اسلئے کہ یہ نکاحِ معلّق ہے اور وہ صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔ کما فی الدر المختار والنکاح لا یصح تعلیقه بالشرط کتزوجتك ان رضی ابی لم ینعقد النکاح لتعلیقه بالخطر اھ (صفحہ ۳۲۰ ج ۲) ثانیاً اور باپ نے علم ہوتے ہی اسے رد بھی کر دیا ہے

فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

دونوں گواہوں کا بیک وقت ایجاب و قبول کو سننا ضروری ہے

میاں بیوی نے پہلے ایک گواہ کے سامنے ایجاب و قبول کیا پھر دوسری مجلس میں دوسرے گواہ کے سامنے تو کیا نکاح ہو گیا ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔ وشرط حضور شاهدین حرین مکلفین سامعین قولهما معاً علی الاصح فاهمین انه نکاحٌ علی المذهب اھ درمختار۔ ولو کان بحضرة الرجلین واحدهما اصم فسمع السمیع دون الاصم فصاح السمیع او رجل آخر فی اذن الاصم لا یجوز حتی یکون سماعهما معاً اھ عالمگیری ج ۱ ص ۲

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

دو مختلف آدمی ایک عورت کے نکاح کے مدعی ہوں اور دونوں کے پاس بیّنہ ہو!

ایک لڑکی کا نکاح اس کے والد نے ہندوستان میں کر دیا تھا اور ۱۵ اگست کے اختلافات میں وہ گم ہو گئی جن کے ہاتھ آئی انہوں نے بھی لڑکی سے اپنا نکاح کر لیا اور انہی کے ہاں رہی حتیٰ کہ اسکے

بطن سے لڑکا پیدا ہوا اب وہ پہلے نکاح والا مدعی ہے کہ یہ میری بیوی ہے اور دوسرے نکاح والا مدعی ہے کہ یہ میری بیوی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ لڑکی کس کو ملے گی۔؟

عبدالکریم مدرسہ نظامیہ علی پور مظفر گڑھ

الجواب لڑکی مذکورہ ناکح اول کو ملے گی اس لئے ناکح ثانی پر لازم ہے کہ فوراً اس لڑکی کو ناکح اول کے ہاں بھیج دے لیکن اول بھی جب تک فرقت کے بعد عورت مذکورہ کو ایک حیض نہ آجائے وطی نہیں کر سکتا۔

وفی العالمگیریۃ رجلان ادعیا نکاح امرأۃ واقاما البینۃ لا یقضی لواحد منہما الا اذا اقرت المرأۃ لاحدہما ھذا اذا لم یؤرخا او ارّخا واحداً وان ارّخا وتاریخ احدہما اسبق فھو اولی۔ فقط واللہ اعلم!

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہٗ ۱۱/۷/۷۶ھ

لڑکی مذکورہ شرعاً ناکح اول کی منکوحہ ہے ناکح ثانی کا نکاح جائز نہیں جب تک وہ ناکح اول سے طلاق حاصل کر کے عدت گزرنے کے بعد دوبارہ نکاح نہ کرے۔ (خیر محمد مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان)

نابالغ کے خطبۂ نکاح پڑھنے کا حکم:

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین وعلماء دین دریں مسئلہ کے حکم میں کہ:

نکاح کے دیگر امور مثلاً ایجاب وقبول تو ایک عاقل بالغ عالم کراتا ہے اور خطبہ مسنونہ للنکاح اس کا چھوٹا نابالغ بچہ پڑھتا ہے۔ آیا اس نابالغ بچے کا خطبہ مسنونہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کسی قسم کی کراہت تو نہیں اگر کراہت ہے تو کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی ہے؟ اس بچہ کی عمر دس سال ہے۔

الجواب صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہوگیا۔ صبی ممیز کی اذان جیسے معتبر ہے، ایسے ہی خطبہ بھی صحیح ہونا چاہیئے۔ اگرچہ بہتر اولیٰ یہی ہے کہ خطبہ بھی عاقل بالغ

پڑھے۔ وینبغی ان یکون المؤذن رجلا عاقلا صالحا تقیا عالما بالسنة ہندیہ ص۵۳ ج۱
اذان الصبی العاقل صحیح من غیر کراهة فی ظاهر الروایة ولکن
اذان البالغ أفضل ص۵۴ ج۱ ہندیہ) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،
بندہ عبدالستار غفرلہ، ۲۷ / ۶ / ۱۴۱۳ھ

اہلِ تشیع سے نکاح کرنیوالے سے بائیکاٹ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ ممتاز بی بی کے ایک شیعہ سنی کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے اس عورت نے اپنے بھائیوں کو مجبور کرکے اپنا نکاح اس شیعہ کے ساتھ کرا لیا۔ لیکن برادری اہلِ سنت والجماعت نے اس کے بھائیوں کو مجبور کیا کہ اس کا نکاح اپنے ہم فکر اہلِ سنت والجماعۃ میں سے کسی کے ساتھ کردو انہوں نے کہا کہ ہمیں اہلسنۃ والجماعۃ کی کوئی ضرورت نہیں ہم اس کا نکاح اسی شیعہ سنی مسمی اقبال شاہ سے کریں گے آخر کار برادری نے آئندہ ایسے غلط عمل کے سدِّباب کے لئے حلفِ قطع تعلق کر لیا۔ کیا یہ حلف درست ہے یا نہیں؟ (المستفتی حاجی جنڈوڈہ اوچ شریف ضلع بہاولپور)

الجواب: یہ حلف درست ہے اسکی پابندی کیجائے تاکہ آئندہ ایسے واقعات کا اعادہ نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

غیر مقلدوں سے رشتہ کرنے کا حکم

مسئلہ یہ ہے کہ ایک لڑکا اہلِ حدیث خاندان سے تعلق رکھتا ہے کیا اس کا رشتہ اہل السنۃ خاندان سے ہو سکتا ہے اگر رشتہ ہوگیا تو کیا وہ نکاح درست ہوگا؟
(فضل الرحمٰن فیصل آبادی)

الجواب بعض غیر مقلد متشدّد ہوتے ہیں۔ ان سے رشتہ کرنا خلافِ مصلحت ہے اگر ہو گیا ہو تو لڑکی کو تاکید کی جائے کہ وہ اپنے عقائد و اعمال میں پختہ رہے کسی کی بات سے متاثر نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم،
محمد انور عفا اللہ عنہ،

مطلقہ کی عدت میں اسکی بھتیجی سے نکاح کا حکم

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اور انقضائے عدت سے قبل اپنی مطلقہ عورت کی بھتیجی سے نکاح کرنا چاہتا ہے آیا یہ نکاح شرعاً صحیح اور قابلِ قبول ہے

الجواب صورت مسئولہ میں مذکور آدمی اپنی مُطلقہ عورت کی عدت پُوری ہونے سے پہلے اس عورت کی بھتیجی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ عدت ختم ہونے پر جو نکاح ہوگا۔ وہ صحیح اور قابلِ قبول ہوگا۔

وحرم الجمع بین المحارم نکاحاً ای عقداً صحیحاً وعدۃً ولو من طلاق بائن۔ (درمختار ص۲۸۴ ج۲)۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

محمد انور عفی عنہ،

مُرتد کسی سے نکاح نہیں کر سکتا

مسمّی رفیق رضیہ سے شادی کرنے کے لئے مرزائی بن گیا۔ شادی کے دو سال بعد مسماۃ رضیہ مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہوگئی اور مسمّی رفیق بدستور مرزائی ہے اس کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب مذکورہ مرد وعورت کا نکاح شرعاً منعقد ہی نہیں ہوا۔ کیونکہ مُرتد کا نکاح کسی صورت میں منعقد ہی نہیں ہوتا۔

اعلم ان تصرفات المرتد علی اربعۃ اقسام الیٰ قولہ ویبطل منہ اتفاقاً ما یعتمد الملۃ وھی خمس النکاح اھ درمختار قولہ النکاح ای ولو لمرتدۃ مثلہ اھ شامیہ ص۳۰۶۔ وفی العالمگیریۃ ومنہا ماھو باطل بالاتفاق نحو النکاح فلا یجوز لہ ان یتزوج امرأۃ مسلمۃ ولا مرتدۃ ولا ذمیۃ لا حرۃ ولا مملوکۃ اھ ص۲۷۱ ج۲۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

نومسلمہ کے ساتھ استبراء سے پہلے نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں ایک شخص نے نومسلمہ سے قبل از استبراء رسم نکاح کیا اور تقریباً دس سال کا عرصہ گزر چکا ہے، آیا اس کا پہلا نکاح صحیح ہے یا نکاح جدید کی ضرورت ہوگی؟
۲۔ اگر عدم جواز ثابت ہو تو پھر کیا صورت ہونی چاہیئے اور جو عرصہ گزر چکا ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب ۱۔ نومسلمہ عورت کے اسلام کے بعد جب تک تین حیض نہ گزر جائیں۔ اس وقت تک نکاح جائز نہیں۔

ولو أسلم أحدهما أي أحد المجوسيين او امرأة الكتابي ثمة أي في دار الحرب وملحق بها كالبحر الملح لم تبن حتى تحيض ثلاثا أو تمضي ثلاثة أشهر قبل اسلام الآخر أقامة لشرط الفرقة مقام السبب وليست بعدة لدخول غير المدخول بها (الخ (درمختار علی الشامی ص۳۹۰ ج۲) وھکذا فی فتاوی دار العلوم ص۱۴۵ ج۷)
۲۔ اب آئندہ کے لئے تجدید نکاح ضروری ہے اور گزشتہ کے لئے توبہ و استغفار کریں۔

فقط واللہ اعلم،

بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح،
مفتی خیر المدارس ملتان بندہ محمد عبداللہ عفرلہ،

زوجۂ اوّل کی دل شکنی سے بچنے کے لئے دوسری شادی نہ کرنا

ایک شخص دوسری شادی کرنا چاہتا ہے مگر پہلی بیوی رضامند نہیں ہے۔ کیا وہ دوسری شادی کرسکتا ہے؟ (محمد زبیر قصبہ مڑل)

الجواب اگر یہ توقع ہے کہ دونوں بیویوں کے حقوق ادا کرسکے گا تو دوسری شادی کرنے کی اجازت ہے اگر یہ توقع نہ ہو تو ایک پر اکتفاء کرے۔ قال اللہ تعالیٰ

فإن خفتم الا تعدلوا فواحدة لیکن اگر انصاف پر قادر ہوتے ہوئے دوسری شادی صرف اسلئے نہ کرے کہ پہلی بیوی غمگین ہوگی تو ان شاء اللہ اجر ملے گا۔

عم دل بدست آور کہ حج اکبر است

مع انهم قالوا اذا ترک التزوج على امرأته كيلا يدخل الغم على زوجته التي عنده كان مأجورا اھ (بحر ص ۱۱۳ ج ۳) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح،
محمد صدیق عفی لہ مدرس خیر المدارس ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۹/۶/۹۶ھ

باپ معروف بسوء الاختیار ہو تو اس کا کیا ہوا نکاح نافذ نہیں

میرے والد نے میرے ایام نابالغی میں میری منگنی میرے ماموں زاد برادر کے ساتھ کی، بعد ازاں ایک شخص محمد حیات قوم جٹ سکنہ ڈھڈی والا کے ہمراہ مبلغ تین صد روپیہ پر رشتہ کرنے کا وعدہ کیا۔ بعد ازاں غلام محمد قوم فقیر کے ساتھ چھ سو روپے میں رشتہ کیا جو عملی صورت اختیار نہ کر سکا۔ پھر مجھے پیر محمد ولد رحیم بخش قوم جو لاھا کے ہاتھ مبلغ پانچ سو میں فروخت کر دیا۔ پیر محمد نے اپنے آپ کو غیر شادی شدہ ظاہر کیا حالانکہ وہ شادی شدہ بال بچے دار ہے۔ پیر محمد کے ساتھ نکاح کے وقت سائلہ نابالغہ تھی اور پیر محمد کی عمر ۳۵ سال تھی کیا سائلہ حسب منشاء کسی سے نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب بشرط صحت صورت مسئولہ میں چونکہ باپ کا معروف بسوء الاختیار ہونا اور فاسق متھتک ہونا ثابت ہو گیا ہے اور بعض معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ باپ ایسا ہی ہے لہذا نکاح مذکور صحیح نہیں ہوا، جیسا کہ حیلۂ ناجزہ (ص ۱۴۳ فاروقی پریس) سے معلوم ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم،

احقر عبداللہ رائے پوری
رس رشیدیہ منٹگمری

الجواب صحیح،
بندہ عبداللہ غفرلہ،
مفتی خیر المدارس۔ ملتان

عورت کے اپنے آپ کو غیر منکوحہ بتانے پر اس سے نکاح کرنے والے کا حکم

سماۃ رشیداں نے آکر کہا کہ میں غیر منکوحہ ہوں اس کے تسلی دلانے پر اس کا نکاح حاجی قاسم سے کر دیا گیا پھر وہ عورت کہیں چلی گئی۔ اب حاجی قاسم کو شبہ ہے کہ وہ پہلے منکوحہ تھی کیا حاجی قاسم پر اور ان لوگوں پر کوئی گناہ تو نہیں جو نکاح میں شریک ہوئے ہیں۔

الجواب اگر ان حضرات کو تحقیق کے بعد اس کی بات پر یقین آ گیا تھا کہ سچ کہتی ہے اور اسی وجہ سے نکاح کیا ہے تو شرعاً ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ البتہ خلافِ واقعہ ظاہر ہونے کی وجہ سے استغفار کرتے رہیں۔

لو قالت منکوحۃ رجل لآخر طلقنی زوجی وانقضت عدتی جاز تصدیقھا اذا وقع فی ظنہ عدلۃ کانت ام لا۔ (ردالمحتار باب الرجعۃ ج ۲ ص ۵۸۹) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، محمد انور عفا اللہ عنہ،

منکوحۂ غیر ہونے کا علم ہونے کے باوجود نکاح کیا تو نکاح باطل ہے

سماۃ بکھاں محمد بخش کی منکوحہ تھی نور محمد اسے اغواء کر کے لے گیا اور جا کر نکاح پڑھ لیا۔ کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ اور اگر پہلے خاوند کے پاس بھیجی جائے تو اس پر کوئی عدت وغیرہ آئے گی؟

الجواب سماۃ بکھاں مذکورہ کو جب کہ اس کے خاوند نے طلاق بھی نہیں دی اور نہ ہی عدالت سے فسخ کرایا گیا تو اس کا یہ نکاح ہرگز جائز نہیں بالکل حرام اور قطعاً باطل ہے نور محمد نے چونکہ اس کے منکوحہ ہونے کے علم کے باوجود اس سے نکاح کیا ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی عدت وغیرہ بھی نہیں ہے۔

أما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لا یوجب العدۃ ان علم أنھا للغیر اھ (شامیہ ص ۸۱۲ ج ۲ باب العدۃ) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

اہلِ تشیع کے ساتھ نکاح کا حکم

شیعہ کے عقائد تو بالکل واضح ہیں مثلاً قرآن مجید کو محرف مانتے ہیں، سب شیخین کرتے ہیں۔ اور قذف عائشہؓ کے قائل ہیں۔ اکثر صحابہ کو مرتد کہتے ہیں۔ ایسے شیعہ لڑکے سے سُنی لڑکی کا نکاح درست ہے یا نہ۔ اور ایسے لڑکے سے کئے گئے نکاح پر طلاق کی ضرورت ہے۔ یا بغیر طلاق عقدِ ثانی کیا جا سکتا ہے؟

الجواب ایسے عقائد رکھنے والے شخص کے ساتھ مسلمان سُنّی عورت کا نکاح ہرگز نہ کیا جاوے۔ اور اگر بوقت نکاح اسکے یہی عقائد ہوں تو شرعاً وہ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ وبهذا ظهر ان الرافضي ان كان ممن يعتقد الالوهية في علي أو ان جبريل غلط في الوحي أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر (شامی ص ۲۸۹ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

دس سالہ بچے کا ایجاب و قبول باپ کی اجازت سے نافذ ہو جائے گا

ایک لڑکے اور لڑکی کا نکاح پڑھا گیا لڑکے کی عمر دس سال تھی لڑکے کا باپ بھی مجلس میں موجود تھا اور وہ اس نکاح پر راضی تھا لیکن قبول لڑکے نے کیا ہے کیا یہ جائز ہے؟

الجواب صورت مسئول میں باپ کے اس نکاح پر راضی ہونے سے اور لڑکے کے قبول کو جائز رکھنے سے نکاح منعقد ہو گیا۔

فان نكاح الصبي العاقل يتوقف نفاذه على اجازة وليه هكذا في البدائع (عالمگیری ص ج ۱)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۱/۷/۹۶ھ

لفظ "صدقہ" سے نکاح منعقد ہونے کا حکم

سوال: عورت نے گواہوں کی موجودگی میں مرد کو کہا کہ "میں نے اپنے وجود کو تجھ پر صدقہ کیا"۔ مرد نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح ہو گیا ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر لفظ صدقہ سے مراد نیت نکاح تھی اور یہ مرد اس عورت کا کفو تھا تو نکاح ہو گیا۔

وماعداهما كناية هو كل لفظ وضع لتمليك عين كاملة فلا يصح بالشركة في الحال خرج الوصية غير المقيدة بالحال كهبة وتمليك وصدقة وعطية اھ۔ (درمختار علی الشامیہ ص۲۹۱ ج۲)

فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

تجدید ایمان کے بعد تجدید نکاح ضروری ہے

سوال: ایک شادی شدہ عورت کی اپنی ساس سے لڑائی ہوئی۔ لڑائی کے دوران ساس نے کہا کہ کلمہ پڑھ لے غصہ رفع ہو جائے گا اس نے کہا کہ میں کلمہ نہیں پڑھتی، نہیں پڑھتی بس میں کافر ہوں۔ یہ بات اس نے غصے میں کہہ دی تو آیا یہ کلمہ کفر ہے کہ نہیں۔ اگر ہے تو نکاح ٹوٹا کہ نہیں اور تجدید نکاح کی کیا صورت ہے، حق مہر کا کیا طریقہ ہوگا؟ نیز وہ عورت بعد میں نادم ہوئی اور غصے کے چلے جانے کے بعد اس نے توبہ کی تو سوال یہ ہے کہ اس بعد کی توبہ کا اثر پہلے کلمات پر پڑے گا یا نہیں۔ اور اگر پڑے گا تو صرف آخرت کا گناہ معاف ہوگا یا صرف دنیاوی معاملات پر ہی اس کا اثر مرتب ہوگا۔

الجواب: احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح بحضور شاہدین اقل مہر پر کر لیا جائے۔

ما كان في كونه كفراً اختلاف فان قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذالك بطريق الاحتياط (عالمگیری ص۲۸۹ ج۲) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، محمد انور عفا اللہ عنہ،

ماموں کی بیوی سے نکاح کا حکم

ایک شخص نے اپنے حقیقی ماموں کے فوت ہونے کے بعد اسکی زوجہ یعنی اپنی سگی مامی کے ساتھ نکاح کیا۔ کیا یہ از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب مامی محرمات میں سے نہیں ہے اس لئے اس سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ مامی ہونے کے علاوہ اور کوئی وجہ حرمت موجود نہ ہو۔ لقولہ تعالیٰ

واحل لکم ما وراء ذلکم (الآیۃ)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۹/۱۰/۱۴۰۸ھ

خالہ اور اسکی بھانجی ایک نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں

زاہد نے مریم سے شادی کی اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں زوجہ مریم نے اپنی سگی بھانجی سے زاہد کی دوسری شادی کر دی۔ آیا مریم اور اسکی بھانجی (یعنی خالہ بھانجی) ایک شخص کے نکاح میں بیک وقت جمع ہو سکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب زاہد کا نکاح اپنی منکوحہ مریم کی بھانجی سے صحیح نہیں کیونکہ خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

فلا یجوز الجمع بین امرأۃ وعمتها نسباً أو رضاعاً وخالتها کذالک ونحوها اھ (عالمگیری ص ۲۷۷ ج ۱)

أیتہ واحدۃ منهما فرضت ذکراً لم یحل للاخری کالجمع بین المرأۃ وعمتها أو خالتها۔ (رد المحتار ص ۲۸۴ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۶/۲/۱۴۰۶ھ

نکاح، نکاح ہے خواہ ڈرامے کے طور پر کیا جائے

شرعاً اگر ہزلاً طلاق دیدی جائے تو واقع ہوجاتی ہے۔ آج کل بعض ڈرامے اور فلمیں ان کی کہانی اس طور پر بنائی جاتی ہے کہ مرد اور عورت کا باقاعدہ ایجاب و قبول کرواکر نکاح کردیا جاتا ہے اور اگرچہ یہ نکاح تمثیلاً ہوتا ہے۔ لیکن صورتِ مسئولہ یہ ہے کہ جس طرح ہزلاً طلاق واقع ہوجاتی ہے آیا اسی طرح ہزلاً کیا ہوا نکاح منعقد ہوجاتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ڈرامے میں غیر محرم مرد اور عورت کا جبکہ وہ عورت کسی دوسرے شخص کے نکاح میں بھی نہ ہو اگر باقاعدہ شرعی گواہوں کی موجودگی میں ایجاب قبول ہو تو وہ نکاح منعقد ہوجائے گا ورنہ نکاح نہیں ہوگا۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والرجعۃ۔ (الحدیث) ـــ (مشکوٰۃ شریف ص۲۸۴)

وینعقد أی النکاح أی یثبت ویحصل انعقادہ بالایجاب والقبول۔ (رد المحتار ص۲۸۵ ج۲)

فقط واللہ اعلم۔
محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ

بالغہ نکاح کی اطلاع ملنے پر انکار کردے تو نکاح ختم ہوگیا

والد نے نکاح خواں کو بلا کر نکاح پڑھانے کے لئے کہا۔ والد نے پہلے لڑکی سے نہیں پوچھا کہ تیرا نکاح کردوں یا نہ کروں؟ لڑکی کی عمر اس وقت اٹھارہ سال تھی۔ نکاح کے تھوڑی دیر بعد سب سے پہلے اس کو ایک چچا اور ایک چچازاد بھائی نے جاکر اطلاع دی کہ تیرا نکاح کردیا ہے۔ وہ دونوں حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ لڑکی نے انکار کردیا کہ یہ نکاح مجھے منظور نہیں واضح رہے کہ اس نکاح کی عام شہرت نہ تھی بلکہ کچھ برادری کے تنازعات تھے جن کو نمٹانے کے لئے یہ عقد کیا گیا۔ نکاح منعقد ہوا یا نہ؟

الجواب برتقدیر صحت جملہ سوال یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔ لڑکی بدستور آزاد ہے اور جہاں چاہے عقد کر سکتی ہے۔

لا یجوز نکاح أحد علی بالغة اھ (عالمگیری صفحہ ۲/۱۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ

اپنے ہی بیٹے نکاح کے گواہ ہوں تو نکاح کا حکم

ایک آدمی نے نکاح کرایا اور گواہ اس کے دونوں بالغ بیٹے تھے اور خطبہ خاوند نے خود پڑھا آیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ چونکہ گواہ اس کے بیٹے ہیں، اس لئے نکاح صحیح نہیں ہوا، اور نیز یہ کہ ان گواہوں کے اپنے نکاح بھی ٹوٹ گئے ہیں۔ شرعاً واضح فرمائیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں شرعاً نکاح صحیح ہوگیا ہے اور باقی ان گواہوں کے نکاح بھی برقرار ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ لوگوں کا کہنا غلط ہے۔

فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

سوتیلی ماں کی اولاد سے نکاح کا حکم

زید نے ہندہ بیوہ سے شادی کی تو کیا زید کا لڑکا ہندہ کی پہلی بیٹیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے؟

الجواب زید کے بیٹے کا نکاح مذکورہ لڑکیوں سے درست ہے لا بأس بان یتزوج الرجل امرأة ویتزوج ابنه ابنتها أو أمها کذا فی محیط السرخسی اھ (عالمگیری صفحہ ۱/۲۷۷)۔

فقط واللہ اعلم

محمد انور غفرلہ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نہ ایجاب و قبول ہوا ہو اور نہ گواہ ہوں تو نکاح کا حکم

غلام حیدر شاہ سے اس کے دوست نے رشتہ مانگا اس نے کہا کہ ابھی بچی نابالغ ہے۔ بڑے ہونے پر دیکھیں گے ایک دن وہی دوست آیا، صحن میں بیٹھے تھے کہ اس نے کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ کوئی بات ایجاب و قبول کی نہیں ہوئی اور نہ ہی گاؤں کا کوئی آدمی پاس تھا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ دوست کہتا ہے کہ میں نے تو وہ نکاح پڑھا تھا۔ غلام حیدر شاہ کہتا ہے کہ مجھے تو نکاح کا کوئی پتہ ہی نہیں مجھے معلوم نہیں تم نے کیا پڑھا تھا۔ تو کیا یہ نکاح ہو گیا ہے؟

الجواب برتقدیر صحت سوال مذکورہ واقعہ کو نکاح قرار دینا بالکل غلط ہے۔ اول تو ایجاب و قبول ہی نہیں ہوا اور یہ نکاح کا رکن ہے۔ عالمگیری ص۱ ج۲ میں ہے

وأما ركنه فالايجاب والقبول كذا في الكافي

اور رکن کے نہ پائے جانے سے چیز کا نہ پایا جانا ظاہر ہے۔ نیز صورت مسئولہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ غلام حیدر اور اس دوست کے علاوہ کوئی اور موجود نہ تھا تو گواہ بھی نہ ہوئے حالانکہ گواہوں کا موجود ہونا نکاح کے جائز ہونے کی شرط ہے۔ عالمگیری میں ہے۔

ومنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النكاح ص۱ ج۲

لہذا صورت مسئولہ کے واقعہ کو نکاح قرار دینا صحیح نہیں۔ فقط واللہ اعلم، محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

بیوی کی بھانجی سے نکاح کر کے ہمبستری کر لی تو بیوی کے پاس جانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے پہلے ایک عورت سے نکاح کیا ہے پھر اس عورت کی موجودگی میں اس عورت یعنی اپنی اس بیوی کی بہن کی لڑکی سے نکاح کر لیا ہے۔؟ کیا شرعی لحاظ سے اپنی بیوی کی بہن کی لڑکی کو بیک وقت نکاح میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ (السائل، عطاء محمد، رائیڈرز کالونی، ملتان)

الجواب بر تقدیر صحت واقعہ دوسرا نکاح جو بیوی کی بھانجی سے کیا ہے یہ نکاح صحیح نہیں اس شخص پر لازم ہے کہ دوسری بیوی کو چھوڑ دے۔ اگر دوسری بیوی سے ہمبستری بھی ہو گئی ہے تو اس پر عدت اور شوہر پر مہر واجب ہے جب تک اس دوسری بیوی کی عدت ختم نہ ہو اس وقت تک پہلی بیوی سے ہمبستری کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ ان دونوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

كما في الهندية : في المحرمات والاصل ان كل امرأتين لو صورنا احداهما من أي جانب ذكرا لم يجز النكاح برضاع أو نسب لم يجز الجمع بينهما (وبعد سطر) وان تزوجهما في عقدتين فنكاح الاخيرة فاسد ويجب عليه أن يفارقها (الى قوله...) وان فارقها بعد الدخول فلها المهر... وعليها العدة ويثبت النسب ويعتزل عن امرأته حتى تنقضي عدة أختها كذا في محيط السرخسي (عالمگیریہ ص ۲۷۸ ج ۱)

فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

۱۶ / ۴ / ۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفی عنہ

فاسق نکاح خواں کا حکم

محمد کامل ایک علاقہ میں نکاح خواں اور امام ہے عرصہ ہوا اس نے ایک منکوحہ مسماۃ مریم سے ناجائز تعلقات قائم کر لئے۔ اسے بہکایا کہ اپنے خاوند سے رہا ہونے کے لئے عیسائی مذہب اختیار کرے چنانچہ اس عورت نے بوساطت محمد کامل گرجا گھر میں عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ قانوناً اس کا خاوند اس سے دست بردار ہو گیا اور ادھر محمد کامل نے اس عورت کو بغیر دوبارہ مسلمان کئے اور بغیر نکاح کئے اپنے گھر بٹھا لیا اور آج تک علانیہ زنا کر رہا ہے علاوہ ازیں اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر چند اور بھی عورتوں کو گھر میں رکھا ہوا ہے کیا ایسا شخص نکاح خوانی کے قابل ہے کیا اس عرصہ میں محمد کامل

کے پڑھائے ہوئے نکاح درست ہیں دیگر مسلمانوں کو اس سے تعلق رکھنا درست ہے یا نہیں کیا اسکی امامت درست ہے؟

الجواب کسی مسلمان کو کفر پر آمادہ کرنا کفر ہے اور غرض نفسانی کے لئے اسلام سے انحراف یا اسکی ترغیب موجب غضب خداوندی ہے اعاذ نا اللہ من ذالک پس شخص مذکور ہرگز ہرگز لائق امامت نہیں فوراً الگ کر دیا جائے اور اسے نکاح خوانی سے بھی معزول کرنا ضروری ہے اور جبتک شخص مذکور اپنی ان حرکات سے تائب ہو کر تجدید اسلام اور تجدید نکاح نہ کرے اس سے قطعاً تعلقات قائم نہ کیے جائیں۔ اگر حکومت سے کوئی سزا دلوائی جاسکے تو مزید بہتر ہوگا۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، عبداللہ غفرلہ، | بندہ عبدالستار عفی عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان

اہل تشیع مجلس نکاح میں شریک ہوں تو نکاح کا حکم

س زید نامی ایک شخص جو کہ مسلکاً اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتا ہے، اس کے نکاح کے موقعہ پر کچھ لوگ شریک دعوت غیر سنی بھی ہوئے لیکن لڑکا سنی، بیوی سنی، گواہ سنی، اہل محفل سنی۔ اہل تشیع صرف نکاح میں بیٹھے ہیں کیا انکی شرکت سے نفس نکاح میں نقص وارد ہو جائے گا یا نہیں؟

۲۔ ایسے ہی کچھ لوگ اہل تشیع جنازہ میں شریک ہوئے۔ امام بھی سنی اور باقی مقتدی بھی سنی تو نماز جنازہ میں کچھ خلل تو واقع نہیں ہوا۔

۳۔ ایک آدمی خود تو سنی ہے لیکن عورت اور نابالغ اولاد شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، کیا ایسا آدمی اہل سنت کے ساتھ جماعت میں نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب اہل تشیع اور دیگر فرق باطلہ سے خصوصی مراسم رکھنا اگرچہ درست نہیں لیکن مجلس نکاح میں انکی موجودگی صحت نکاح پر کوئی اثر انداز نہ ہوگی۔ لما فی الهداية النكاح ينعقد بالايجاب والقبول۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے۔ اما ركنه فالايجاب

والقبول کذا فی الکافی ص۱ ج۲ کتب فقہ میں صحتِ نکاح اور نفاذِ نکاح کی شرائط ذکر کی گئی ہیں، ان میں کہیں اس کا ذکر نہیں کہ مجلسِ نکاح اہلِ تشیع سے خالی ہو۔ لہذا صورتِ مسئولہ میں نکاح بلاشبہ درست ہے

۲۔ کتبِ شیعہ میں لکھا ہے۔ اول تو سُنی کا جنازہ نہ پڑھا جائے، اگر بضرورت پڑھے تو بجائے دعائے میت پر بد دُعا کرے، چنانچہ تحفۃ العوام ص۱۲۸ ج۲ میں ہے، اگر میت سُنی خلافِ مذہب ہو اور بضرورت نماز پڑھنا پڑے تو بعد چوتھی تکبیر کے کہے۔ اللھم اخز عبدک فی عبادک وبلادک اللھم اصلہ حر نارک اللھم اذقہ اشد عذابک۔

ترجمہ:۔ اے خدا اس بندے کی میت کو اپنے بندوں اور شہروں میں ذلیل و رسوا کر، اے خدا اس بندے کی میت کو نارِ جہنم میں جلا، اے خدا اسے سخت ترین عذاب دے۔

چونکہ یہ سُنی میت پر بد دُعا کرتے ہیں، اس لئے شرکت کی اجازت نہ دی جائے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، | بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، ۲۴ / ۱۱ / ۱۴۰۳ھ

عیسائیوں کی عورتوں سے نکاح کا حکم

دو آدمیوں میں بحث ہوئی، ایک کہتا ہے کہ مسیحی عورت سے نکاح جائز ہے جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ جائز نہیں جب اسکی توجہ اسطرف مبذول کرائی گئی کہ وہ اہلِ کتاب ہیں تو کہا اس وقت دُنیا میں کوئی اہلِ کتاب نہیں، سب مُشرک ہو چکے ہیں اور مُشرک سے نکاح جائز نہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔ حالانکہ حضور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ۵۰۰ سال بعد تشریف لائے ہیں اور یہ اعلان فرمایا کہ: الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم الآیۃ۔ اور قرآن پاک ہی کے مطابق عیسائی آنحضرتؐ کے وقت مُشرک ہو چکے تھے، جیسا کہ فرمایا، واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم ء انت قلت الآیۃ۔ تو اب ان میں کونسی بات ہے جو بڑھ گئی ہے جس کی بناء پر مندرجہ بالا حکم میں ترمیم کریں؟

الجواب موجودہ دَور کے عیسائی اور یہودی فقط نام کے عیسائی یا یہودی ہوتے ہیں۔ درحقیقت دہریہ اور منکرِ خدا ہوتے ہیں۔ اسلئے انکی عورتوں کا بھی

وہی حکم ہے، جو دیگر مشرکین کی عورتوں کا ہے۔ جو لوگ حقیقۃً یہودیت و نصرانیت پر قائم ہوں انکی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا اگرچہ فی نفسہٖ حلال ہے۔ مگر بہت سے مفاسد اور خرابیوں کی بنا پر جمہور صحابہؓ و تابعینؒ انکی عورتوں کے ساتھ نکاح کو مکروہ سمجھتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں دو تین صحابہؓ نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کر لیا تھا۔ حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو سخت ناراض ہوئے اور حکم دیا کہ ان کو طلاق دیں۔ چنانچہ طلاق دلوا بھی دی۔ آج کا دور اُس دور سے بہت مختلف ہے۔ آج تو اور زیادہ شدت سے اجتناب کی ضرورت ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر معارف القرآن ج۲ ص۴ میں لکھتے ہیں۔ قرآن و سنت اور اسوہ صحابہؓ کی رُو سے مسلمانوں پر لازم ہے کہ آجکل کی کتابی عورتوں کو نکاح میں لانے سے کلی پرہیز کریں۔

قال فی الدر المختار وصح نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیہاً مؤمنۃ بنبیّ مرسل مقرۃ بکتاب منزل اھ قال فی الشامیۃ (قولہ وان کرہ تنزیہا) سواء کانت ذمیۃً اوحربیۃ فان صاحب البحر استظھران الکراھۃ فی الکتابیۃ الحربیۃ تنزیھیۃٌ فا لذمیۃ اولیٰ قلت علل ذٰلک فی البحر بان التحریمیۃ لا بد لھا من نھی اوما فی معناہ لانھا فی رتبۃ الواجب وفیہ ان اطلا قھم الکراھۃ فی الحربیۃ یفید انھا تحریمیۃ والدلیل عند المجتھد علی ان التعلیل یفید ذالک ففی الفتح یجوز تزوج الکتابیات والاولیٰ ان لا یفعل ولا یأکل ذبیحتھم الا للضرورۃ وتکرہ الکتابیۃ الحربیۃ اجماعا لافتتاح باب الفتنۃ من امکان التعلق المستدعی للمقام معھا فی دار الحرب وتعریض الولد علی التخلق باخلاق اھل الکفر وعلی الرق بان تسبی وھی حبلی فیولد رقیقا وان کان مسلماً اھ فقولہ والاولیٰ أن لا یفعل یفید کراھۃ التنزیھیۃ فی غیر الحربیۃ وما بعدہ یفید کراھۃ التحریم فی الحربیۃ تأمل.

(رد المحتار فصل فی المحرمات ص۳۱۴ ج۲) فقط واللہ اعلم، احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

ظنِ غالب ہو کہ خاوند فوت ہوگیا ہے تو دوسری جگہ نکاح درست ہے

بخدمت شریف پنچایت صاحبان دریا خان تحصیل بھکر ضلع میانوالی ۔

جناب عالی مؤدبانہ گزارش ہے کہ عرصہ سولہ ۱۶ سال سے میرا خاوند عبدالستار گم ہے اور آج تک لاپتہ ہے لہذا بعد تحقیق میرا شرعی فیصلہ فرمایا جائے تاکہ حسب شرع نکاح ثانی کر کے گزر اوقات کر سکوں واجباً عرض ہے۔ (العارضہ : قریشہ بیگم دختر حافظ نور محمد)

پھر اس درخواست کی تصدیق کے لئے ممبران کے مطابق ممبران کے رُوبرو چار سے زائد گواہوں نے شہادت دی ہے کہ واقعی قریشہ بیگم کی درخواست واقعہ پر مبنی ہے اور سچی پکار ہے جن پر گواہوں اور ممبران کے دستخط بھی موجود ہیں ۔ مثلاً فیض محمد، عبدالرحمان، عبدالعزیز رفیق احمد ۔ عبدالمجید ۔ ان سب کی طرف سے نقل آمدہ کارڈ مورخہ ۲۴/۶/۱۱ منجانب کریم الدین خانیوال بنام محمد یوسف مدرس دریا خان ۔

مکرمی جناب ماسٹر محمد یوسف صاحب ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے بعد عرض یہ ہے خط آپکا آیا حال معلوم ہوا ۔ دیگر احوال یہ ہے کہ آپ نے جو عبدالستار کی بابت لکھا ہے عرصہ ۷ اسال ہوئے عبدالستار میرے پاس آیا تھا اور پاجامہ سفید پہن رکھا تھا اور اس کا بدن جلا ہوا تھا اور میرے پاس سے وہ آگے چلا گیا ہے اس کے بعد میرے پاس جاٹوں والوں کے گجر آئے اور انہوں نے ذکر کیا تھا کہ عبدالستار ہمارے پاس ٹھہرا اور صبح کو اٹھتے ہی پہاڑ میں چلا گیا ہے اور جب ہم اپنے مویشی چرانے کے لئے گئے تو وہ پہاڑ میں مرا ہوا پڑا تھا ۔ باقی سب خیریت ہے اور بچوں کو سلام و پیار اور کوئی پنچایت میں پوچھے تو بتانے کے لئے تیار ہوں ۔

نوٹ : کریم الدین اور محمد یوسف مدرس آپس میں کوئی رشتہ نہیں رکھتے اور کریم الدین نے جو دیر سے اطلاع دی اس کی وجہ پہلے کریم الدین کی محمد یوسف مدرس سے ناواقفیت ہے بعد میں جاکر محمد یوسف کے بھائی سے کریم الدین ملا تو عبدالستار کے تذکرہ میں کریم الدین نے اسکی فوتگی کی خبر دی تو محمد یوسف کو اپنے بھائی کے ذریعہ پتہ چلا تو تحقیقات سے واقفیت نکلی اور نکالی تو یہ اطلاع آئی ۔ ۱۲

الجواب اخبرها واحد بموت زوجها أو بردته أو بتطليقها حل لها التزوج ولو سمع من هذا الرجل آخر له ان يشهد لانه من باب الدين فيثبت بخبر الواحد الخ (شامی ص۶۶۸ ج۲ مطبوعہ کوئٹہ) عن جامع الفصولین۔

جزئیہ بالا سے معلوم ہوا کہ اگر سائلہ کو اپنے خاوند کی موت کا غلبۂ ظن ہو جائے اور اس کے نزدیک موت کی خبر مذکور درست ہو تو اسے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔ واقعہ چونکہ قدیم ہے لہذا عدت گزر چکی ہے بلا انتظار نکاح ثانی کی اجازت ہے۔ درمختار میں جزئیہ مذکورہ کے ساتھ ان اکبر رأیہا انہ حق کی قید موجود ہے جس کی بناء پر جواب میں غلبۂ ظن کی قید کا اضافہ کیا گیا فقط واللہ اعلم،

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،
خادم دار الافتاء ۱۹/۱/۸۱ھ

الجواب صحیح،
عبد اللہ عفر لہ،

ایجاب کے جواب میں بجائے قبلت کے الحمد للہ کہنا

س ایک جانب سے ایجاب ہونے کے بعد دوسری جانب سے بجائے قبول کہنے کے الحمد للہ کہنے سے نکاح منعقد ہو گا یا نہیں بعض علماء کہتے ہیں کہ لفظ الحمد للہ تملیک عین پر دلالت نہیں کرتا اسلئے نکاح صحیح نہیں ہو گا اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے علاقہ کے عرف میں لفظ الحمد للہ کو لفظ قبول سمجھا جاتا ہے۔ لہذا اس سے نکاح صحیح ہو جانا چاہیئے؟

الجواب صورت مسئولہ میں بجائے قبلت الحمد للہ کہنے سے نکاح منعقد ہو گیا جبکہ ارادہ نکاح کرنے کا ہو۔

امرأة قالت لرجل زوجت نفسي منك فقال الرجل بخدا وند كاري پذيرفتم يصح النكاح ولو لم يقل الرجل ذلك لكنه قال لها شاباش ان لم يقل بطريق الطنز يصح النكاح كذا في الخلاصة (عالمگیری ص۲۷۲ ج۱)

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،

ایجاب وقبول دونوں کا تملیکِ عین کے لئے موضوع ہونا ضروری نہیں بلکہ صرف ایجاب کا ایسا ہونا کافی ہے ورنہ "قَبِلْتُ" کہنے سے بھی قبول معتبر نہیں ہونا چاہیئے۔

ہاں آئندہ کے لئے احتیاط لازم ہے کہ قبول کے لئے لفظِ صریح استعمال کیا جائے کیونکہ معاملہ نکاح کا ہے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

مفقود کے بارے میں غیر مقلدین کے فتوے پر عمل نہ کریں

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسماۃ ہندہ کا عقدِ نکاح زید کے ساتھ ہوا نکاح سے چند روز بعد ان کا آپس میں اختلاف ہوگیا جس کی وجہ سے ہندہ واپس اپنے میکے آگئی۔ اس کے بعد ہندہ کا خاوند عرصہ پانچ سال تک مفقود الخبر رہا۔ ہندہ کے والد نے ہندہ کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرنے کی کوشش کی مگر مقامی مولوی صاحب نے نکاح نہ پڑھایا۔ آخر ہندہ کے والد نے ہندہ کو بغیر نکاح کے رخصت کر دیا۔ اب عرصہ پندرہ سال سے ہندہ بغیر نکاح کے دوسرے آدمی کے گھر آباد ہے۔ دریں اثناء پہلے خاوند کے متعلق باوجود جستجو اور تلاش کے کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔ اب سوال یہ ہے کہ جس آدمی کے ساتھ عرصہ پندرہ سال سے زندگی گزار رہی ہے کیا اس کا نکاح مذکور آدمی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب مذکورہ بالا مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول (جسے امام مالک نے مؤطا میں نقل کیا ہے) کافی سمجھا جاسکتا ہے۔ عن سعید بن المسیب ان عمر رضی اللہ عنہ قال ایما امرأة فقدت زوجها فلم تدر این هو فانها تنتظر اربعة اشهر وعشراً ثم تحل یعنی جس عورت کا خاوند گم ہو جائے چار سال کے گزر جانے کے بعد مزید چار ماہ دس دن عدت گزار کر نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ حافظ ابن حجر، حضرت عثمانؓ عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے اقوال کو حضرت عمرؓ کے قول کے مطابق نقل کرتے ہیں سعید بن المسیبؒ اور امام زہریؒ کا بھی یہی کہنا ہے عقل کا تقاضا بھی یہی ہے ہاں فقہاء کرام کا یہ کہنا ہے کہ عورت کو جب تک اس کے گم شدہ خاوند کے فوت ہو جانے

کا علم نہ ہو جائے نکاح ثانی نہیں کر سکتی۔ باقی عورت جس شخص سے خاوند کے گم ہو جانے کے بعد غیر شرعی طور پر تعلقات قائم کر چکی ہے اس کا اس شخص کے ساتھ نکاح کر دینا زیادہ موزوں ہے جیسے الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبٰت سے معلوم ہوتا ہے۔ ہٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

محمد حسین مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام

لقد اصاب من اجاب محمد صادق مدرس مدرسہ ہٰذا۔

مذکورہ بالا فتویٰ پر نکاح ثانی کر دیا گیا۔ مگر اب چند اشخاص اس نکاح کو ناجائز کہہ رہے ہیں یہاں تک کہ نکاح خواں و شرکاء مجلس نکاح کو کہا جا رہا ہے کہ اب تمہارے نکاح بھی ٹوٹ گئے ہیں۔ لہٰذا اب فتویٰ دیا جائے کہ کیا واقعی نکاح ناجائز تھا اور نکاح خواں اور شرکاء مجلس نکاح تمام کا نکاح فسخ ہو گیا؟ یا کہ نکاح صحیح تھا؟

الجواب عورت مذکورہ کا جو مذکورہ بالا فتویٰ کی بناء پر نکاح کیا گیا ہے یہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ کیونکہ اس نکاح سے پہلے پہلا نکاح فسخ کرانا ضروری تھا اور نکاحِ اوّل کو فسخ نہیں کرایا گیا ویسے ہی نکاح کر دیا تو گویا یہ نکاح علی النکاح ہو گیا یہ صحیح نہیں ہے لہٰذا اب بھی پہلے اول نکاح کو فسخ کرائیں پھر دوبارہ اس مرد کے ساتھ نکاح کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ

نام چھوٹی کا لیا اور صفت کبریٰ کی ذکر کی تو نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک شخص مسمی کریم اللہ نے اپنی چھوٹی لڑکی نسیمہ بی بی کا عقدِ نکاح مسمی گاما سے کرانا تھا والد صاحب کی غلطی کی بناء پر نکاح جس جگہ ہوا۔ وہاں جھگڑا پڑ گیا کہ چھوٹی لڑکی کا نام نہیں لیا گیا بلکہ اس جگہ پر بڑی کا نام لیا گیا ہے کیونکہ والد جاہل ہے اس بناء پر والد چھوٹی اور بڑی کے نام میں تمیز نہ کر سکا۔ لہٰذا آپ شریعتِ حنفیہ سے حکم فرمائیں کہ آیا جس لڑکی کا جس لڑکے سے نکاح ہونا قرار پایا تھا وہ نہ ہوا لہٰذا بڑی لڑکی کا نکاح ہوا یا نہیں یا دونوں میں کسی کا ہوا یا نہیں؟

الجواب اگر کسی شخص کی دو لڑکیاں ہوں ، مثلاً ایک بڑی اور ایک چھوٹی تو نکاح کے وقت والد بجائے چھوٹی کے بڑی کا نام لے دے یا برعکس تو جس کا نام لے گا اسی کا نکاح ہو گا خواہ اسکے ذہن میں تعیین دوسری کی ہو۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ صرف نام ہی لیا ہو نام کے ساتھ چھوٹی یا بڑی کا لفظ نہ کہا ہو مثلاً اگر نام چھوٹی کا لیا اور اس کے ساتھ لفظ بڑی کا کہا یا برعکس تو اس صورت میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا کیونکہ اس نام کی اسکی بڑی لڑکی یا عکس کی صورت میں چھوٹی لڑکی کوئی نہیں ہے لہذا نکاح کسی کا بھی منعقد نہیں ہوگا۔ بخلاف پہلی صورت کے۔

کما فی الدر المختار علی الشامیۃ ص۲۷۵ ج۲ ولو له بنتان أراد تزویج الکبری فغلط فسماها باسم الصغری الخ وفی الشامیۃ علی قوله ولو له بنتان الخ أی بأن کان اسم الکبری مثلا عائشۃ والصغری فاطمۃ فقال زوجتك بنتی فاطمۃ وقبل صح العقد علیها وان کانت عائشۃ هی المرادۃ وهذا اذا لم یصفها بالکبری اما لو قال زوجتك بنتی الکبری فاطمۃ یجب أن لا ینعقد العقد علی احداهما لانه لیس له ابنۃ کبری بهذا الاسم الخ شامی ص۲۷۵ ج۲

لہذا باپ نے جس لڑکی کا نام لیا اس کا نکاح ہوگیا ، دوسری کا نہیں ہوا۔

فقط واللہ اعلم ، محمد عبداللہ غفرلہ ، خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

نماز پڑھنے کی شرط پر نکاح کر دینا اور پھر خاوند نماز نہ پڑھے

زید کے پاس اس کی برادری کے آدمی آئے کہ تم اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ کر دو زید نے جواب دیا کہ بکر کو نہ ایمان کی پرواہ ہے اور نہ نماز پڑھتا ہے لہذا میں اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح کسی دیندار نمازی کے ساتھ کروں گا تم اگر مجھے مجبور کرتے ہو تو میں بکر کا نکاح کسی اور جگہ کرادوں گا۔ برادری نے مجبور کیا کہ تم ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ اسی شرط پر کر دو کہ جس

دل ہم بیاہ کریں گے تم نماز وغیرہ پڑھا کرنا ایمان سن لینا اور نماز پڑھنے کے متعلق تشفی کر لینا۔
چنانچہ اس شرط پر زید نے ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ کر دیا عرصہ تین چار سال کا گزر چکا ہے بکر کو نہ نماز آتی ہے اور نہ پڑھتا ہے بکر نے اس چیز کا اقرار ایک معتبر عالم کے رُو برو کیا ہے کیا نکاح اذا فات الشرط فات المشروط کے قاعدہ کے تحت ٹوٹ جائیگا یا نہ ترک نماز عمداً گناہ کبیرہ اور فسق ہے کیا ماتحت مسئلہ کفو کے آئیگا — اور مولانا عبدالحی صاحب اپنے فتاویٰ صـ۲۲۳ کے اندر رقمطراز ہیں کہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ — ولا من یأتی بابا من الکبائر التی یتعلق بہا الحد للفسق۔ اسی عبارت ہدایہ سے معلوم ہوا کہ صرف ایک گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے فسق ثابت ہو جاتا ہے اور درمختار باب الکفاءۃ میں لکھا ہے۔
دیانۃ أی تقوی فلیس فاسق کفوءً الصالحۃ أو فاسقۃ بنت صالح معلناً کان أو لا علی الظاهر۔
اور شامی نے معلناً کان کے نیچے لکھا ہے۔
أما إذا کان معلنا فظاهر وأما غیر المعلن فهو بان یشهد علیه بأنه فعل کذا من المفسقات وهو لا یجهر فیفرق بینهما بطلب الاولیاء۔ بینوا توجروا

الجواب صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہو چکا ہے۔ اذا فات الشرط فات المشروط والا قاعدہ نکاح کے باب میں نہیں چلتا بلکہ اس میں قاعدہ یہ ہے کہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور شرط خود فاسد ہو جاتی ہے۔ والنکاح لا یصح تعلیقه بالشرط الی قوله ولکن لا یبطل النکاح بالشرط الفاسد وانما یبطل الشرط دونه (درمختار صـ۳۲۲ ج۲) اور جو عبارۃ آپ نے نقل فرمائی ہے۔ اس کا انطباق اس صورۃ پر نہیں ہوتا کیونکہ جب شرط فاسد لغو ٹھہری تو گویا کہ نکاح بلا شرط برضاء الولی علی عدم کفاءت ہوا تو جب ولی یعنی والد یا دادا غیر کفو میں رضامندی کے ساتھ نکاح کر دے تو وہ نکاح صحیح اور درست ہو جاتا ہے بعد میں فسخ کا اختیار نہیں رہتا لہذا نکاح مذکور باقی اور صحیح ہے۔ عدم کفاءت کی بناء پر قابل فسخ نہیں۔ (بندہ اصغر علی غفر اللہ لہٗ)
لہذا جب لڑکی بالغہ اور اس کے اولیاء فسق کو دیکھتے ہوئے نکاح پر راضی ہو چکے ہیں تو

اب بوجہ عدم کفارت کے نکاح کا فسخ نہیں ہو سکتا۔ والجواب صحیح،

محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر ۱۴/۸/ ۷۶ھ

نکاح سے پہلے طے کی گئی شرائط کو اخلاقاً پورا کرنا لازم ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص قبل عقدِ نکاح چند شرائط کہہ دے کہ اگر میں مسماۃ فلانہ کے ساتھ نکاح کر دوں تو تادم بقائے نکاح ان شرائط کا پابند رہونگا۔

ان میں سے یہ کہ تادم بقائے نکاح منکوحہ کو والدین کے گھر رہائش پذیر کرکے خدمت گزار رہوں گا اور یہ کہ اگر بغیر رضاء والدین منکوحہ خود کو کہیں باہر لیجانے کا بلکہ میرا بغیر رضا چلنے جانے کا مجھے حق نہ ہوگا پس بعد نکاح یہ بغیر رضا خود چلا جاتا ہے کبھی منکوحہ کو بغیر رضا ماں کے لے جاتا ہے باوجود تنبیہ کے اس حرکت سے باز نہیں آتا۔ آیا یہ شرعاً پابند ہے یا نہ؟ دیگر اس کے فیملی بچے ہیں چھوٹا شیر خوار بڑا لڑکا بارہ سالہ ہے۔ آیا انکی تربیت تعلیم مفروضہ اس کا فرض ہے یا غیر کا؟

الجواب شخص مذکور نے قبل از نکاح جن شرائط کی پابندی کا عہد کیا تھا ان کا ایفاء اس کے ذمہ اخلاقاً وشرعاً لازم ہے لقولہ تعالیٰ واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولاً " الآیۃ۔ صیغہ امر مفید للوجوب ہے احادیثِ شریفہ میں بھی ایفائے عہد کی غایت درجہ تاکید موجود ہے۔ کما لا یخفی علی اھل العلم حتیٰ کہ وعدہ خلافی کو علامت نفاق بتایا گیا ہے کما فی قولہ علیہ السلام آیۃ المنافق ثلث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان او کما قال علیہ السلام۔ فقہاء کی کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی وعدہ اس طرح سے کر لیا جائے کہ اس سے احکامِ شرعیہ کی ممانعت لازم نہ آتی ہو تو اس وعدہ کا ایفاء لازم ہو جاتا ہے۔ بیع کی ایک صورت کے بارے میں علامہ شامی لکھتے ہیں۔

قلت وفی الجامع الفصولین ایضاً لو ذکر البیع بلا شرط ثم ذکر الشرط علی وجہ العدۃ جاز البیع ولزم الوفاء بالوعد اذ المواعید قد تکون

لا زمة فيجعل لا زما لحاجة الناس جہ ۱۳۷) مطلب فی الشرط الفاسد اذا ذکر بعد العقد او قبلہ

اور اس صورتِ مسئولہ میں منکوحہ کو گھر سے باہر نہ لے جانے اور اس کے خدمت گزاری کی جو شرطیں لگائی گئی ہیں یہ جائز اور درست ہیں جبکہ مہر مسمّیٰ کے ساتھ ہیں کما یظہر من البحر الرائق ص ۱۷۱ ج ۳

تحت قول الماتن ولو نکحہا بالف علی أن لا یخرجہا أو علی أن لا یتزوج علیہا قال فی البحر بیان لمسئلتین الاولی ضابطہا أن یسمی لہا قدرا مہر مثلہا اکثر منہ ویشترط منفعة لہا او لابیہا اولذی رحم محرم منہا فان وفی بما شرط فلہا المسمی لانہ صلح مہرا وقد تم رضاہا بہ اھ بحر

اس جزئیہ سے ایسی شرائط کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ جو منکوحہ کی شخص مذکور کے ذمہ ہیں لیکن مواقع ضرورت بقدر حاجت کے مستثنیٰ ہوں گے عرفاً جانبین کو اس میں تنگی کی بجائے فراخدلی سے کام لینا چاہیے تاکہ نبھاؤ کی صورت ہو سکے اولاد کی نگہداشت اور تربیت والدین کے ذمہ ہے، یہ ایک اجماعی امر ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کما فی الفصل الثالث من باب الولی فی النکاح من المشکوٰة عن ابی سعید وابن عباس قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ الحدیث۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح،
محمد عبداللہ عفی عنہ مفتی خیر المدارس ملتان۔

لقیط کی ولایت نکاح صرف حکومت کو ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین ذیل کے مسئلہ کے بارے میں (۱) ۱۹۴۷ء کے فسادات کے موقع پر ایک عورت ایک لاوارث لڑکی کو جب کہ اس کا کوئی وارث نہ ملا اپنے ہمراہ پاکستان لے آئی اور اسکی پرورش کی ابھی وہ بالغ نہیں ہوئی تھی کہ اس عورت نے اس لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے کر دیا آیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں۔؟

نوٹ: بچی کی عمر چار سال کی تھی دودھ پلانے کی مدت گزر چکی تھی (۲) بعض کہتے ہیں کہ

بغیر ولی کے نابالغ کا نکاح درست نہیں ہے مگر اس لڑکی کا بوقت نکاح بھی کوئی اس کا خاندانی ولی یا وارث نہ مل سکا صرف پرورش کنندہ عورت نے اپنی رضامندی سے نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ کر دیا، جواب سے مطلع فرمائیں۔؟

الجواب صورت مسئولہ میں عورت مذکورہ کا لڑکی مذکورہ کا عقد نکاح اسکی نابالغی کی حالت میں اپنے لڑکے سے کرنا درست نہیں ہوا ہے کیونکہ لڑکی مذکورہ کی ولایت حکومت کو حاصل ہے۔ کما فی العالمگیریۃ واللقیط حرٌ ولیہ السلطان حتی ان الملتقط اذا زوجہ امرأۃ او کانت جاریۃ فزوجہا من آخر لم یجز کذا فی خزانۃ المفتین صفحہ $\frac{۲۰۹}{۲}$۔ اب لڑکی اگر بالغ ہو چکی ہے تو اسکی رضامندی سے لڑکے مذکور سے نکاح ہو سکتا ہے اور اگر نابالغ ہے تو حکومت سے اجازت حاصل کر کے نکاح جدید کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
بندہ عبداللہ غفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان

نکاح میں ذکر کردہ نام سے "کُتیا" مراد لینے کے دعویٰ کا حکم

فتح محمد کا لڑکا شاہ محمد غلام محمد کے گھر رات کو دیر تک بیٹھا رہا جبکہ غلام محمد گھر میں نہ تھا رات کا کافی حصہ گزرنے کے بعد غلام محمد کی بیوی کو برائی کی دعوت دی اس نے انکار کیا، معاملہ ہاتھا پائی تک پہنچا۔ آخر عورت کے شور مچانے پر وہ بھاگ گیا، خاوند کے آنے پر عورت نے اسے سارا واقعہ سنایا۔ دوسری رات غلام محمد کی برادری پڑوس میں اکٹھی ہوئی۔ اور عزت کا بدلہ لینے کے لئے اس لڑکے کے والد فتح محمد کو بلوایا۔ اور کہا کہ تیرے بیٹے نے غلام محمد کی بیوی کی بے عزتی کی ہے اس لئے بدلہ میں تمہیں اپنی بیٹی کا رشتہ دو۔ اس پر فتح محمد راضی ہو گیا۔ اور مولوی صاحب کو بلایا گیا۔ اور ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ نکاح کر دیا اب لڑکی جوان ہو چکی ہے۔ مطالبے پر فتح محمد کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تو نہیں کر دیا تھا۔ بلکہ اس وقت میری ایک بالتو کتیا تھی جس

کا نام بلینو تھا محض اپنی جان بچانے کے لئے نکاح میں اس کا نام لیا۔ اگرچہ اپنی بیٹی کہا تھا لیکن نام اسی کتیا کا لیا تھا۔ اب بعض کہتے ہیں کہ نام یاد نہیں کہ کیا لیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ امیر خاتون کا نام لیا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں بینو کا۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب اگر بچی کا نام صحیح لیا گیا تھا تو عقد ہو گیا ورنہ بچی کا نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا۔ اسکی تحقیق کر لی جائے۔ ہندیہ میں ہے۔

رجل له بنت واحدة اسمها فاطمة قال لرجل زوجتك ابنتي عائشة ولم تقع الاشارة الى شخصها ذكر في فتاوى الفضلي انه لا ينعقد النكاح (صفحہ ۲۷۰ ج ۱ جدید، قدیم ص ۲ ج ۲)

لیکن اگر مذکورہ گواہ قابل اعتبار ہوں تو پھر نکاح شرعاً منعقد ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مرزائی کو بیٹی کا رشتہ دینے والے کا حکم

زید نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح مرزائی سے کر رکھا ہے اور وہ بچی صاحبِ اولاد ہے اور زید کا مرزائیوں سے ملنا جلنا جاری ہے۔ شنید میں ہے کہ ایک بچی کا رشتہ زید نے شیعہ سے کر رکھا ہے۔ براہِ کرم تحریر فرمائیں کہ زید جو خود مدعی اہلِ سنت والجماعت ہے اس کے بیٹے کے ساتھ کسی مسلمان بچی کا نکاح درست ہے؟

الجواب ایسے مرزائیت پسند لوگ بھی عجب نہیں کہ مرزائیوں کے زمرہ میں شامل کر دیئے جائیں قال تعالیٰ ومن يتولهم منكم فانه منهم یہودیوں اور نصرانیوں سے دوستانہ تعلقات رکھنے والوں کے بارے میں وعید فرمائی گئی ہے اور مرزائی بھی چونکہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ پس ان کے ساتھ یا مرزائیت پسند لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا یا رشتہ داری کے تعلقات پیدا کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ لہٰذا زید کے بیٹے کے ساتھ کسی مسلمان بچی کا نکاح نہ کیا جائے تاوقتیکہ وہ قطعی طور پر اپنے والدین سے برأت و علیحدگی اختیار نہ کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح — محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ — بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

سوتیلی بہن کی پوتی سے نکاح کا حکم

زید کا اپنی سوتیلی بہن کی پوتی سے عقدِ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں مفصلاً و مدللاً بیان فرمائیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں بر تقدیرِ صحتِ واقعہ زید کا عقدِ نکاح سوتیلی بہن کی پوتی سے شرعاً درست نہیں ہے ۔ رشتہ میں یہ لڑکی اولادِ اخوات میں شمار ہے اور بہن (اگرچہ سوتیلی ہو) کی اولاد سے عقدِ نکاح درست نہیں ہے ۔ (عالمگیری ص۲۷۲ ج۱) میں ہے ۔

وھن الامھات والبنات والاخوات والعمات والخالات وبنات الاخ وبنات الاخت فھن محرمات نکاحا ووطأ ودواعیہ علی التأبید. فقط واللہ اعلم ،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
جامعہ خیر المدارس ملتان

دانستہ نام غلط لیا مگر اشارہ اسی لڑکی کی طرف کیا تو نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ منظور احمد کی عمر اس وقت پانچ سال تھی لڑکی کا صحیح نام ظفراں بی بی ہے ۔ والد نے بتلایا کہ اگر تم شرعی نکاح کر سکتے ہو تو کر لو ، بستی والوں کو بلانے کی ضرورت نہیں ۔ والد کا ارادہ بالکل نہیں تھا ، اس لئے نام تبدیل کر کے گوساں بی بی کہا اور ساتھ ہی اشارہ کر دیا ، اور حافظ اللہ بخش کی لڑکی فقط ایک ہی ہے ۔ اب ہم جواب کے انتظار میں ہیں ؟

الجواب بر تقدیرِ صحت واقعہ صورتِ مسئولہ میں مسماۃ ظفراں بی بی کا نکاح مسمی منظور احمد کے ساتھ ہو گیا ہے جب تک منظور احمد بالغ ہونے کے بعد طلاق نہ دے مسماۃ ظفراں کا دوسری جگہ نکاح نہیں ہو سکتا ۔ جب کہ ایجاب و قبول کے وقت اسکی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہو ۔ ہندیہ میں ہے ۔

رجل له بنت واحدة اسمها فاطمة قال لرجل زوجت منك ابنتی عائشة ولم تقع الاشارة الی شخصها ذکر فی فتاوی الفضلی أنه لاینعقد النکاح۔ (ج۲ ص۲۷ مصری)

کتبِ مذہب میں چونکہ مفہوم معتبر ہوتا ہے اسلئے اشارہ کرنے کی صورت میں نکاح ہوجائیگا۔
فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۶ / ۱۰ / ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

نکاح خواں کے بغیر ایجاب و قبول کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص اگر اپنا نکاح خود پڑھے تو نکاح ہوجاتا ہے یا نہیں ؟

الجواب اگر دو گواہوں کے رُوبرو عورت اور مرد اپنا نکاح کر دیں۔ تو ان کا عقد نکاح منعقد ہوجائے گا۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ ۸/۹/۸۶ھ

عورت پہلے زوجِ ثانی کی وطی کا انکار کرتی رہی اب اقرار کرتی ہے

زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ بعد ازاں عمرو سے حلالہ کرایا۔ تقریباً پانچ سال بعد جبکہ دو بچے اور ہوگئے ہیں۔ عمرو نے بتایا کہ اس نے ہمبستری نہیں کی تھی بلکہ یوں ہی باتوں میں رات گزار دی تھی۔ عمرو کے اچانک انکشاف سے قبل عورت نے زید کو کئی مرتبہ کہا شرعی رُو سے میرا زید سے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ جبکہ حلالہ کے وقت عمرو نے مجھ سے ہمبستری نہیں کی تھی۔ عورت اب دوبارہ برادری کے خوف سے بیان بدل رہی ہے کہ عمرو نے ہمبستری کی ہے اس مسئلہ کے بارے میں آپ فیصلہ فرمائیں ؟

الجواب اگر اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ عورت نے زید سے کہا کہ "میرا نکاح تم سے درست نہیں۔ کیونکہ عمرو نے ہمبستری نہیں کی" تو یہ نکاح زید کے ساتھ فاسد ہے ان دونوں میں تفریق کر دی جائے۔ اگر ثبوت نہ ہو۔ مگر زید اعتراف کرتا ہے کہ مجھے عورت نے یہی بات کہی تھی تو بھی ان کا نکاح فاسد ہے۔ بدوں حلالہ اب بھی پہلے کے لئے حلال نہیں، زید اب اپنی زبان سے کہے کہ میں نے اس عورت کو "چھوڑ دیا"۔ عدت گزرنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرے۔ زوجِ ثانی وطی کرے۔ یا توں میں رات گزارے، عورت پھر عدت گزارے پھر پہلے خاوند سے نکاح ہو سکتا ہے۔

ولو قالت دخل بي الثاني والثاني منكر فالمعتبر قولها وكذا في العكس اھ (شامیہ صفحہ ۵۴۲/۲) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح،	العبد الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس۔ ملتان

باپ بیٹی کے نکاح کا کسی کو وکیل بنا دے تو پھر بھی باپ کی ولایت ختم نہیں ہوئی

زید نے اپنی زوجہ کو اس کے مطالبہ پر اشٹام لکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ جو بیٹی تیرے پیٹ سے عرصہ پانچ سال کے اندر پیدا کرے تو اس کے نکاح کی تو مالک ہو گی مجھے اس پر کوئی اختیار نہ ہو گا لڑکی ہوئی مگر خاوند زید نے اس اشٹام کی خلاف ورزی کی اور اپنی بیوی کی مزاحمت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بچی کا بچپن میں اس کی ماں کی غیر موجودگی میں نکاح کر دیا۔ اب لڑکی بلوغ کی عمر میں پہنچ گئی ہے۔ والد نے جہاں نکاح کر دیا تھا انہوں نے رخصتی کا مطالبہ کیا ہے بیوی نے علماء سے مسئلہ پوچھ کر دوبارہ مزاحمت شروع کر دی ہے کہ جب تو نے مجھے حق نکاح دیا تھا تو تیرا نکاح کر دینا درست نہیں۔ از روئے شریعت کیا حکم ہے؟

الجواب اول تو یہ تعلیق و توکیل ہی محلِ نظر ہے۔ بالفرض صحیح بھی ہو تو باپ کے خود نکاح کر دینے سے یہ توکیل ختم ہو گئی۔

وينعزل الوكيل بلا عزل بنهاية الشئ الموكل فيه كما لو وكله بقبض دين فقبضه بنفسه أو وكله بنكاح فزوج الوكيل الخ قوله وينعزل بتصرفه أي الموكل بنفسه فيما وكل فيه تصرفا يعجز الوكيل عن التصرف معه.

(در مختار على الشامية ص ۴۶۵ ج ۴) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفی عنہ،

معتبر ذرائع سے پتہ چلے کہ خاوند فوت ہوگیا ہے تو عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے

ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی اور کچھ عرصہ بعد وہ بیرون ملک چلا گیا پھر معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ وہ شخص اس دنیا سے رخصت ہوگیا ہے عورت نے عدت گزار کر دو سال بعد نکاح کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد یعنی کل پانچ سال کے بعد پہلا خاوند واپس آگیا اب پہلا خاوند کہتا ہے کہ یہ میری بیوی ہے دوسرا کہتا ہے کہ یہ میری بیوی ہے آیا دوسرا نکاح منعقد ہوا تھا یا نہیں اگر ہوا تھا تو اب باقی ہے یا نہیں دوسرے خاوند کو پہلے نکاح کا قطعی علم نہیں ہے کیا اس عورت یا مرد پر زنا کی حد لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب نکاح پہلے ہی خاوند کا باقی ہے اور یہ اسی کی بیوی ہے البتہ دوسرے خاوند کی عدت گزارنا بھی لازم ہے اس عدت کے دوران پہلا خاوند اس عورت کے قریب نہیں جاسکتا۔ پہلے خاوند کو نئے نکاح کی ضرورت نہیں ہے دوسرا نکاح ہوگیا تھا مگر ختم ہوگیا۔ اس عورت اور مرد پر حد زنا نہیں لگائی جائے گی۔

اذا اخبرها ثقة ان الزوج طلقها وهو غائب وسعها ان تعتد وتتزوج ولم يقيده بالديانة (رد المحتار ص ۵۴۲ ج ۲) فقط واللہ اعلم،

محمد انور غفرلہ

عورت کو خیارِ بلوغ تھا مگر اسے علم نہیں تھا کہ خیار ہوتا ہے تو خیار ساقط ہو گیا

مسماۃ بہاراں کا عقدِ نکاح تقریباً پانچ سال کی عمر میں اس کے چچا مسمی احمد نے کر دیا تھا، مسماۃ بہاراں نے بالغ ہونے کے ایک ماہ بعد چھ آدمیوں اور اپنی والدہ کے سامنے کہا کہ مجھے اپنے چچا کا کیا ہوا عقد منظور نہیں ہے۔ چونکہ عورت دیہات میں رہنے والی ہے، مسائل سے واقف نہیں اس لئے بعد از بلوغ فوراً رد نہیں کر سکی اب کیا حکم ہے؟

الجواب اگر بالغ ہونے کے وقت مسماۃ بہاراں کو عقد نکاح کا علم تھا، پھر وہ جہالت کی بنا پر خاموش رہی تو خیارِ بلوغ باطل ہو گیا۔ اب اس کا نکاح کو رد کرنا معتبر نہ ہو گا۔ اور نہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

كما في الهندية: واذا علمت بالعقد ساعة ما بلغت لكن جهلت بثبوت الخيار فسكتت بطل خيارها۔

اگر بوقتِ بلوغ نکاح کا علم نہ تھا تو خیار باطل نہ ہو گا۔ جب تک نکاح کا علم نہ ہو خیار باقی رہے گا۔ أما اذا لم تعلم بالعقد ساعة ما بلغت كان لها الخيار (عالمگیری ص ج۱/۲) فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

ایجاب و قبول، دونوں میں صرف لفظ قبول کہا گیا تو نکاح ہوا یا نہیں؟

زید کا نکاح فرزانہ سے ہوا۔ گواہ صرف دو آدمی تھے وہ دونوں آدمی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے رُو برو نکاح اس طرح ہوا نکاح خواں نے فرزانہ بیگم کو کہا تو نے زید کو قبول کیا؟ اس نے کہا قبول کیا۔ تیسرے دن نکاح خواں نے ایک گواہ عبدالقادر کو پیغام بھیجا کہ زید کو کہو اگر نکاح کو بالکل مکمل اور صحیح کرانا ہے تو مجھے مبلغ تیس روپے دیدے ورنہ جس طرح نکاح پڑھا گیا ہے میں اس کا ہرگز ذمہ دار نہیں تو کیا صورتِ مسئولہ میں نکاح ہو گیا؟

الجواب صورت مسئولہ میں زید کا نکاح فرزانہ کے ساتھ درست ہو گیا۔ کیونکہ لفظ قبول سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

قیل للزوج پذیرفتی فقال پذیرفت ینعقد النکاح وان لم تقل المرأۃ دادم والزوج پذیرفتم اھ (عالمگیری ص۲۷۱ ج۱)

فقط واللہ اعلم، بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ

عورت کے معتدہ ہونے کا علم ہوتے ہوئے اس سے نکاح کیا جائے تو نکاح باطل ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت (غلام جنت) کا خاوند فوت ہو گیا۔ اور وہ عورت بوقت وفات خاوند حاملہ تھی۔ خاوند کے دوسرے بھائیوں نے مشورہ کیا کہ یہ عورت اگر وضع حمل کے بعد چلی جائے تو ہم کیا کریں گے تو انہوں نے آپس میں مل کر بغیر حق المہر حالتِ حمل میں اس عورت کا نکاح ایک بھائی سے کرا دیا۔ نکاح کا ایجاب وقبول بھی عورت نے بذاتِ خود نہیں کیا، بلکہ ایک دوسری عورت جو اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی ہاں کہتی تھی۔ خاوند کا بھائی (ناکح) حالتِ حمل میں ہی اس عورت کے ساتھ مجامعت کرتا رہا ہے کیا اس صورت میں نکاح ہو گیا ہے۔

۲۔ اس عورت کے شکم سے بعد میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ تین سال تک وہ عورت اس مرد کے ساتھ رہی۔ اب دس سال ہو گئے ہیں کہ یہ عورت اپنے میکے بیٹھی ہوئی ہے۔ اور اب وہ حج کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس کو لوگ کہتے ہیں کہ جب تک تجھے خاوند اجازت نہ دے۔ آپ نہیں جا سکتی۔ اگر یہ عورت حج کو جائے تو کیا بغیر اجازت کے جا سکتی ہے ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحتِ واقعہ یہ نکاح باطل ہے عورتِ مذکورہ اس نکاح سے آزاد ہے۔

کما فی الشامیۃ (ص۴۸۲ ج۲) ولکن فی البحر عن المجتبیٰ کل نکاح اختلف العلماء فی جوازہ کالنکاح بلا شہود فالدخول فیہ

موجب للعدة اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیہ لا یوجب العدة ان علم انہا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلاً۔

اس لئے اب اگر یہ عورت حج پر جانا چاہے تو دوسرے خاوند (جس نے عدت کی حالت میں اس سے نکاح کیا ہے) سے اجازت حاصل کئے بغیر بھی جا سکتی ہے۔ البتہ حج پر جانے کے لئے محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ

بندہ محمد اسحٰق غفرلہ، نائب مفتی خیر المدارس۔ ملتان۔

نکاح خواں کو جس لڑکے کیساتھ نکاح کرنے کا کہا، اس نے اسکی جگہ دوسرے سے کر دیا تو نکاح نہیں ہوا

چند نکاح ایک مجلس میں ہوئے ..... لڑکی اور لڑکے سب نابالغ ہیں۔ اور جس لڑکی کا نکاح بڑے لڑکے کے ساتھ ہونا قرار پایا تھا اس کا نکاح چھوٹے کے ساتھ ہو گیا۔ مولوی صاحب بتانے پر بھی بھول گئے اور بڑے کا چھوٹی لڑکی کے ساتھ اور چھوٹے کا بڑی لڑکی کے ساتھ کر دیا اور چھوٹا لڑکا نابالغ ہے۔ شرعی حکم بتلائیں کہ اس کے ماں باپ اس بڑی لڑکی کو طلاق دے سکتے ہیں یا نہیں؟ خلاصہ یہ ہے کہ بڑی لڑکی کا بڑے لڑکے کے ساتھ اور چھوٹی کا چھوٹے کے ساتھ ہونا قرار پایا تھا لیکن ہو گیا اس کے برعکس؟

الجواب جہاں بھی نکاح خواں وکیل نے غلطی کی تھی یعنی اولیاء کے منشاء کے خلاف برعکس نکاح کر دیا تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا اور اب دوبارہ نکاح کیا جا سکتا ہے بڑے لڑکے کا بڑی لڑکی کے ساتھ، اور چھوٹے لڑکے کا چھوٹی لڑکی کے ساتھ

وکلہ ان یزوجہ من قبیلتہ فزوجہ من قبیلة اخری لم یجز کذا فی الخلاصة اھ (عالمگیری ص ۲۹۶ ج ۱) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۶/۱۱/۱ھ

جس کو مذہب پیغمبر اور دین وغیرہ کا کوئی پتہ نہ ہو اُسکی نابالغی کی حالت میں کئے ہوئے نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مرد ہو یا عورت کہ دنیاوی اُمور میں اس قدر ہوشیار ہیں کہ مشکل سے مشکل کام کو خواہ کتنی ہی تکلیف کرنی پڑے حاصل کرکے رہتے ہیں۔ رات دن دنیاوی کاموں میں سرگرداں اور محو ہے انہی کاموں کے حاصل کرنے کے شوق میں رات دن گزار دیتے ہیں۔ دینی اُمور کے سیکھنے میں اسقدر سستی اور کوتاہی کی ہوئی ہے کہ اتنا بھی پتہ نہیں ہے کہ میں کس دین یا مذہب پر ہوں اپنے دین یا مذہب کا نام ہی نہیں جانتا اور نہ ہی جانتا ہے کہ میں کس پیغمبر کی اُمت سے ہوں اور ان کا نام کیا ہے۔ بالغ ہونے کے بعد سے اس نے ابھی تک اپنے ایمان کی صفت اجمالی یا تفصیلی کو ہرگز کسی سے نہیں سیکھا ہے اور نہ ہی سیکھنے کی کوشش کی ہے اور نہ ہی اسکے سیکھنے کو ضروری سمجھا ہے اسکے ناواقف دین ہونے کی یہ حالت ہے۔ اب بتائیے جس شخص کی یہ حالت ہو بالغ ہونے کے بعد اگر وہ مر جائے تو مسلمانوں کو ایسے شخص کا نماز جنازہ پڑھنا شریعت کی رُو سے جائز ہے یا ناجائز، اگر صغر سنی کی حالت میں اس کا نکاح کسی شخص نے ولی بن کر باپ دادا وغیرہ نے کیا ہے۔ بالغ ہونے کے بعد ایسی حالت میں وہ نکاح برقرار رہے گا یا نہیں؟

الجواب جو بچہ مسلمان کے گھر پیدا ہو کر جوان ہوا ہو تو بعد البلوغ جب تک وہ صراحتاً اپنی زبان سے کسی مذہب میں داخل ہونے کا اظہار نہ کرے یا کوئی کلمہ کفر کا نہ کہے معاذ اللہ تو اسوقت تک اس کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔

لقوله علیه السلام کل مولود یولد علی فطرته الخ

نیز اولاد دین میں والدین کے تابع ہوتی ہے اس لئے ایسے شخص پر جنازہ پڑھ لینا چاہیے اور اس کا بچپن کا کیا ہوا نکاح بعد البلوغ باقی رہتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہ

الجواب صحیح،
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

زنا سے پیدا شدہ لڑکی کی ولایت نکاح اسکی ماں کو ہو گی

۱۔ غیر منکوحہ مزنیہ اپنی حرام زادی لڑکی کی متولی نکاح بن سکتی ہے یا نہ؟
۲۔ کیا خیارِ بلوغ میں عین وقت بلوغ میں انکار ضروری ہے۔ اگر پہلے انکار کرتی رہے اور بوجہ لاعلمی کے عین وقت پر ساکت رہے کیا یہ انکار معتبر ہو گا؟

(المستفتی: مولانا علی محمد صاحب دار العلوم عیدگاہ کبیر والا)

الجواب ۱۔ بن سکتی ہے۔ درمختار میں ہے۔

فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (شامیہ ص۴۲۹ ج۲)

جیسا کہ ماں اپنی اس اولاد کے کل مال کی وارث بنے گی جن کی بابت اس نے خاوند سے لعان کیا ہو۔ شامی میں ہے۔

لما روی واثلۃ بن الاسقع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال تحرز المرأۃ ثلاث مواریث عتیقہا ولقیطہا وولدہا الذی لاعنت علیہ (شامی ج۵ ص۴۹۵)

جبکہ انکی ماں کے سوا کوئی وارث نہ ہو۔ ۲۔ جس وقت آثارِ بلوغ ظاہر ہوں۔ اسی وقت بلا کسی تاخیر کے زبان سے یہ کہہ دے کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں۔ اگر عین اسی وقت میں ساکت ہو گئی اگرچہ پہلے انکار بھی کرتی رہی ہو تب بھی اس کا خیارِ بلوغ باطل ہو گا۔

ویبطل ھذا الخیار فی جانبہا بالسکوت اذا کانت بکرا ولا یمتد الی آخر المجلس حتی لو سکتت کما بلغت وھی بکر بطل الخیار۔ (عالمگیری ص۲۸۶ ج۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
۱۵/۵/۱۳۸۹ھ

عدالت کے سامنے اقرار کرنا کہ ہمارا نکاح ہے حالانکہ نکاح نہیں تھا

زید کے ہندہ کے ساتھ عرصہ دو تین سال سے ناجائز تعلقات تھے اب ہندہ کے بھائیوں نے

اس کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہا اور اس غرض سے وہ ہندہ کو جبراً اس آدمی کے گھر بٹھا آئے تھے زید نے عدالت کو بیان دیا کہ میرا ہندہ سے پہلے کا نکاح ہے ہندہ کے بھائیوں نے جبراً بکر کے گھر بغرض نکاح بند کیا ہوا ہے۔ عدالت نے دفعہ نمبر ۱۰۰ کے وارنٹ بکر کے خلاف جاری کر کے ہندہ اور بکر کو گرفتار کرالیا اور بیانات قلمبند کرنے کے لئے پولیس نے انہیں عدالت میں پیش کیا ہندہ سے مجسٹریٹ نے پوچھا کہ کیا تمہارا زید کے ساتھ نکاح ہے (زید وہاں حاضر تھا) ہندہ نے جواب دیا کہ ہاں میرا نکاح ہے اور میری بچی جو تقریباً ایک ماہ کی ہے وہ اس زید کے نطفہ سے ہے مجسٹریٹ نے یہ سوال تین مرتبہ کیا ہندہ نے وہی جواب دیا۔ مجسٹریٹ نے ہندہ کا نکاح تسلیم کرتے ہوئے ہندہ کو زید (دعویدار) کے حوالے کر دیا عدالت میں بیان لینے کے وقت تین وکلاء۔ دو سپاہی دو منشی ہندہ اور بکر موجود تھے۔ کیا زید کو دوبارہ نکاح شرعی کی ضرورت ہے یا زید کا دعویٰ نکاح اور عورت کی تصدیق نکاح روبرو گواہوں کے نکاح کے لئے کفایت کر جائے گا۔

۲۔ اگر یہ نکاح صحیح نہیں ہے دوبارہ پڑھانے کی ضرورت ہے تو کیا یہ نکاح پڑھانے والا اس صورت میں گنہگار یا موجب ملامت ہوگا۔ وہ جانتا تھا کہ پہلے نکاح نہ تھا بلکہ ناجائز تعلقات تھے۔

الجواب صورت مسئولہ میں چونکہ عورت نے نکاح سابق کی خبر دی ہے اور مقصود انشاء نہیں اور فی الواقع پہلے نکاح نہ تھا پس یہ نکاح عورت وغیرہ کے اقرار کرنے سے منعقد نہیں ہوا۔ وفی الفتح قال قاضیخان وینبغی أن یکون الجواب علی التفصیل ان أقر العقد ماض ولم یکن بینہما عقد لا یکون نکاحا الخ (الشامیۃ ص۲۸۸ ج۲)

لہذا دوبارہ نکاح کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، عبداللہ عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس

نکاح فضولی کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی شیر احمد کوئٹہ بلوچستان کا باشندہ ہے یہاں بمقام ایبٹ آباد وارد ہوا یہ شخص اپنے فرزند

کی منکوحہ تلاش کر رہا تھا چنانچہ مسمی زید نے اپنی جوان لڑکی اس کے فرزند کو دے دی لیکن دولہا یہاں موجود نہ تھا اس کے والد شیر احمد نے ایجاب کے جواب میں قبول کلمہ تلفظ کیا ہے شاہدین کے سامنے یہ ایجاب و قبول ہوا ہے اور دونوں گواہ مقامی دو عاقل مسلمان ہیں۔ اب یہ دونوں فریق آپس میں ناراض ہو گئے ہیں شیر احمد کا دعویٰ ہے کہ میری قبولیت سے یہ نکاح منعقد قرار پایا ہے اور لڑکی کا والد مدعی ہے کہ شیر احمد نے دہاڑ، کوئٹہ میں اپنے جوان فرزند سے گواہوں کے رُوبرو قبول ہی نہیں کرایا اور ایجاب کے مقرر گواہ یہاں موجود ہیں اور یہ شیر احمد مذکور اپنے فرزند کی طرف سے وکیل بھی مقرر نہ تھا صرف تلاش کے لئے اس علاقہ میں وارد ہوا تھا عند الشرع اس نزاع کو کیسے حل کیا جائے جب باپ بیٹے کی طرف سے وکیل مقرر نہ ہوا چانک رشتہ تلاش کرتے مل جائے اور بحضور شاہدین غائب فرزند کے لئے باپ قبول کرے تو ایسا نکاح درست ہے یا کہ نہیں۔ اس کے متعلق وضاحت سے جواب عنائت کریں؟

(المستفتی حکیم مولوی محمد زمان۔ ایبٹ آباد)

الجواب صورت مسئولہ میں مسمی شیر احمد کا گواہوں کے سامنے قبول کر لینے سے یہ نکاح منعقد ہو گیا۔ مگر موقوف ہے لڑکے کے قبول کر لینے پر اگر وہ قبول کرے گا تو لازم بھی ہو جائے گا اور اگر رد کر دے تو ختم ہو جائے گا لہذا اگر لڑکے نے اطلاع ملنے پر اس نکاح کو درست قرار دیا ہے تو اب یہ نکاح لازم و باقی ہے۔ اور لڑکے کا اس صورت میں باقاعدہ گواہوں کے سامنے قبول کرنا کوئی ضروری نہیں۔ باپ فضولی کی حیثیت سے بھی قبول کر سکتا ہے۔

أمرہ بتزویج امرأۃ اھ شرع فی بعض مسائل الوکیل والفضولی وذکرھا فی باب الولی لان الوکالۃ نوع من الولایۃ لنفاذ تصرفہ علی الموکل ونفاذ عقد الفضولی بالاجازۃ یجعلہ فی حکم الوکیل اھ (شامی ص۴۲۵ ج۲)

اگر یہ مجلس نکاح کے لئے تھی تو مذکورہ الفاظ سے نکاح ہو گیا ورنہ صرف منگنی ہو گی، نکاح نہیں ہو گا فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ

دو ولیوں نے مختلف جگہ نکاح کر دیا اور مقدم کا علم نہ ہو تو دونوں باطل ہیں:

مُسمّی زید اپنے والد بکر کو اجازت دیتا ہے کہ میری لڑکی مسماۃ ہندہ نابالغہ یعنی اپنی پوتی کا نکاح کر دے جہاں چاہے چنانچہ ہندہ کے دادا نے اپنے لڑکے کی غیر حاضری میں مسماۃ ہندہ کا نکاح کر دیا اور دادا چونکہ کہیں باہر سفر میں گیا ہوا تھا اور ہندہ کا نکاح والد مسمی زید نے کسی اور شخص سے پہلے نکاح کے عدم علم ہونے کی وجہ سے کر دیا۔ کیا اب دادا کا نکاح کیا ہوا درست ہے؟ یا دوسرا نکاح والد کا کیا ہوا درست ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں دونوں نکاحوں کے لئے وجہ جواز موجود ہے دادے کے نکاح کے لئے وجہ جواز کہ اس کے لڑکے نے اسے اجازت کلی دے رکھی ہے دوسرا اس نے لڑکے کی غیر حاضری میں نکاح کیا۔ وللولی الابعد التزویج لغیبۃ الاقرب (درمختار ص۳۱۵ ج۲) اور والد کے نکاح کے لئے بھی وجہ جواز موجود ہے ولو زوجہا الاقرب حیث ھو جاز (درمختار ص۳۱۵ ج۲) جب دونوں نکاحوں کے لئے وجہ جواز موجود ہے تو ایسی صورت میں جو تاریخ کے لحاظ سے مقدم ہوگا۔ وہ واقع ہوگا اور اگر دونوں ایک ہی ساعت میں واقع ہوئے یا سابق کا علم نہیں ہو سکتا تو دونوں باطل ہو جائیں گے کما فی الدر المختار ص۳۱۴ ج۲ ولو زوجہا ولیان مستویان قدم السابق فان لم یدر أو وقعا معاً بطلا۔ فقط واللہ اعلم، بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح، خیر محمد عفی عنہٗ ۶/۲/۱۳۷۰ھ

شہناز کی جگہ ممتاز کا نام لے دیا تو نکاح کس کا ہوگا

دو لڑکیاں ہیں جن میں سے ایک کا نام شہناز بی بی اور دوسری کا نام ممتاز بی بی بڑی شہناز بی بی اور چھوٹی ممتاز بی بی ہے جب ان میں سے ایک کا نکاح کیا گیا تو شہناز کی عمر تقریباً تین سال اور ممتاز کی عمر تقریباً ڈیڑھ سال تھی ان کے والدین نے جب ان میں سے ایک کا نکاح

کیا تو انہوں نے اپنی بڑی بیٹی شہناز بی بی کو نئے لال کپڑے پہنائے اور اس کو گود میں لے کر بیٹھ گئے اور جو کچھ مولوی صاحب یعنی نکاح پڑھانے والے نے پڑھایا وہ پڑھتے گئے، کیونکہ اس وقت لڑکی نابالغ اور ناسمجھ تھی، اور اس لڑکی کو جسے کپڑے پہنائے گئے تھے گود میں لے کر کلمہ بھی پڑھایا گیا یعنی کہ بظاہر بڑی لڑکی شہناز بی بی کا نکاح پڑھا گیا اور دعا خیر بھی کی گئی۔ لیکن جب کاغذات پر نام لکھوایا گیا تو اس پر شہناز بی بی کے بجائے ممتاز بی بی لکھوا دیا گیا اور کچھ سال گزرنے کے بعد شہناز بی بی بچپن میں انتقال کر گئی اور اب ممتاز بی بی جوان ہو گئی ہے اور جن کو شہناز بی بی کا نکاح دیا گیا اور نام اسکی بجائے ممتاز بی بی کا لکھوایا گیا تھا وہ شادی کرنے کے لئے آئے تو اس لڑکی کے والدین قسم دینے کے لئے تیار ہو گئے کہ ہم نے جس لڑکی کا نکاح دیا تھا۔ وہ انتقال کر گئی ہے اور اس لڑکی کا نکاح نہیں دیا ہے اور اب وہ ممتاز بی بی کا رشتہ ہم سے لینا چاہتے ہیں۔ اور اب ہم آپ سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ نکاح اس لڑکی کا تھا جسے گود میں بٹھایا گیا کپڑے پہنائے گئے اور گود میں لیکر نکاح پڑھا گیا اور کلمہ پڑھا گیا۔ اور وہ وفات بھی پا گئی یا جس لڑکی کا صرف نام لکھوایا گیا تھا اس کا نکاح ہے اور جس لڑکے کا نکاح شہناز کے ساتھ ہوا تھا۔ اس نے دوسری جگہ شادی کر لی اور اب وہ صاحب اولاد ہے۔ ایجاب وقبول کے وقت نام بھی شہناز کا لیا گیا، ممتاز کا کوئی ایجاب وقبول نہیں ہوا؟

الجواب اگر واقعہ یہی ہے کہ شہناز کو سامنے بٹھایا گیا اور ایجاب وقبول کے وقت اسی کا نام لیا گیا تو وہی منکوحہ بنے گی۔ رجسٹر میں ممتاز کا نام درج کرنے سے وہ منکوحہ نہیں بنے گی۔ فانها لو كانت مشارا اليها وغلط فی اسم أبيها أو اسمها لا يضرّ لان تعريف الاشارة الحسية أقوى من التسمية لما فی التسمية من الاشتراک العارض فتلغو التسمية عندها اھ

(شامی، صفحہ ۲۷۵ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم،

۱۴ / ۲ / ۱۴۱۰ھ محمد انور عفا اللہ عنہ،

(۱)

خنثیٰ اور دریائی انسان کے نکاح کا حکم

۱۔ نکاح خنثیٰ کا کیا حکم ہے اگر اس میں علامت مذکر موجود ہو تو کیا حکم ہے اور علاماتِ مؤنث ہوں تو کیا حکم ہے ؟

۲۔ دریائی انسان کا نکاح خشکی والی عورت سے ہو سکتا ہے یا نہیں اور اسیطرح انسان کا نکاح جنیہ سے ہو سکتا ہے ؟ (المستفتی، محمد طاہر بلوچستانی)

الجواب اگر کوئی آدمی بالغ ہو جائے تو اس میں مختلف قسم کی علامات پائی جا سکتی ہیں مذکر ہونے کی علامات یہ ہیں ۔ ذکر سے جماع کرنا اور داڑھی نکلنا اور مردوں کی طرح احتلام ہونا اور پستان کا نہ ابھرنا ۔

اور مؤنث ہونے کی علامات یہ ہیں پستان ابھر آنا یا پستان میں دودھ اتر آنا یا حیض آنا یا مرد کا اس سے فرج میں صحبت کر سکنا ۔ لہذا جس میں جو علامات ہوں گی اس کا وہی حکم ہوگا ، مردوں والی ہوں تو مرد کے حکم میں ہوگا ۔ عورتوں والی ہوں تو عورت کے حکم میں ہو گا ۔

كما فى العالمگيرية بعد ذكر هذه الاحتمالات قالوا إنما يتحقق هذا الاشكال قبل البلوغ فاما بعد البلوغ والادراك يزول الاشكال فان بلغ وجامع بذكره فهو رجل وكذا اذا لم يجامع بذكره ولكن خرجت لحيته فهو رجل كذا فى الذخيرة وكذا اذا احتلم كما يحتلم الرجل او كان له ثدى مستو ولو ظهر له ثدى كثدى المرأة او نزل له لبن فى ثدييه او حاض او حبل او امكن الوصول اليه من الفرج فهو امرأة وان لم تظهر احدى هذه العلامات فهو خنثى مشكل وكذا اذا تعارضت هذه المعالم كذا فى الهداية واما خروج المنى فلا اعتبار له لانه قد يخرج من المرأة كما يخرج من الرجل كذا فى الجوهرة النيرة قال وليس الخنثى يكون مشكلا بعد الادراك على حال من الحالات لانه اما ان يحبل او يحيض او يخرج له لحية

او یکون له ثدیان کثدی المرأة و بهذا یتبین حاله وان لم یکن له شیئ من ذالک فهو رجل لان عدم نبات الثدیین کما یکون للنساء دلیل شرعی علی انه رجل کذا فی المبسوط شمس الائمة السرخسی جلد ۷ ص۲۸۵)

۲۔ شامی میں ہے لا تجوز المناکحة بین بنی آدم والجن وانسان الماء لاختلاف الجنس۔ (الشامیة ص۲۸/۲)

لہذا یہ نکاح شرعاً درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفر اللہ لہ

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ
۲/۳/۱۴۱۳ھ

متعہ، شغار اور مؤقت کی تعریفات اور ان میں باہم فرق

نکاح متعہ، شغار، مؤقت،

حلالہ کی تعریفات شرعیہ کیا ہیں۔ ان میں کیا فرق ہے؟

۲۔ شرعی حکم کیا ہے حرام یا حلال منعقد ہوں گے یا نہیں؟

۳۔ ان میں جو شرطیں لگائی جاتی ہیں مثلاً مؤقت میں وقت متعین کیا نکاح متعہ میں اجل مقرر کی اور حلالہ میں شرط ایک بار دخول کے بعد چھوڑنے کی یہ شرطیں باطل ہیں یا مشروع اسی طرح نکاح شغار میں اپنی لڑکی کے عوض میں دوسرے کی لڑکی لینا اور شرط لگانا جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ شرط باطل پر عاقدین عقد بیع یا عقد نکاح کو موقوف ٹھہرائیں بایں طور کہ اگر شرط فوت یا لغو کر دی جائے تو مشروط کو لغو اور کالعدم تصور کر لیا جائے اور یہی طریقہ لوگوں میں متعارف ہو تو ایسا اس عقد کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب نکاح شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی لڑکی دوسرے شخص کو اس شرط پر دیتا ہے کہ وہ اپنی لڑکی کو اس کے بدلہ میں نکاح میں دیوے اور مہر مقرر نہ ہو بلکہ یہ لڑکی ہی دوسری لڑکی کا مہر ہو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس کا مرتکب گنہگار ہے لیکن

اگر کوئی کرے تو نکاح منعقد ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا۔

قال فی النھر وھو (ای الشغار) أن یشاغر الرجل أی یزوجہ حریمتہ علی أن یزوجہ الآخر حریمتہ ولامھر الاھذا کذا فی المغرب (شامیہ ص۳۶۱ ج۲)

نکاح متعہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کو کہے کہ میں اتنے روپوں کے بدلہ میں تجھ سے متعہ کرتا ہوں، یا تو مجھ سے متعہ کر، تو یہ نکاح باطل ہے۔

نکاح مؤقت یہ ہے کہ گواہوں کے سامنے وقت مقررہ تک کے لئے نکاح منعقد کیا جائے یہ بھی باطل ہے۔ (فی الدر المختار وبطل نکاح متعۃ ومؤقت) وفی الحاشیۃ قال فی الفتح قال شیخ الاسلام فی الفرق بینھما أن یذکر الوقت بلفظ النکاح والتزویج وفی المتعۃ أتمتع أو أستمتع اھ یعنی ما اشتمل علی مادۃ متعۃ والذی یظھر مع ذلک عدم اشتراط الشھود فی المتعۃ وتعیین المدۃ وفی المؤقت الشھود وتعیینھا (ردالمحتار ص۳۱۸ ج۲)

صورتِ حلالہ یہ ہے کہ مطلقہ عورت کسی دوسرے آدمی سے عدت گزرنے کے بعد نکاح کرے اور جب وہ وطی کرکے از خود طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گزار کر یہ عورت اس پہلے خاوند کے نکاح میں آسکتی ہے لیکن دوسرے نکاح کے وقت شرط لگانا کہ وطی کرکے طلاق دینا ہوگی یہ مکروہ تحریمی ہے۔

وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃ وثنتین فی الامۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بھا ثم یطلقھا أو یموت عنھا کذا فی الھدایۃ (عالمگیری ص۲۷۳ ج۱) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ محمد صدیق غفر اللہ لہ
۱۳۷۱/۸/۲۳ھ

مطلقہ ثلاث سے بدوں حلالہ دوبارہ نکاح باطل ہے یا فاسد؟

واقعہ درپیش ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے ساتھ چار سال بعد نکاح کرلیا گیا۔ یا اس خیال پر کہ

تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں، یا اس خیال سے کہ طلاق بائن دی ہے، حالانکہ لوگوں کو کہتا رہا کہ میں تین دے چکا ہوں اور مغلظہ کر چکا ہوں۔ جب اس کو کہا گیا کہ یہ نکاح باطل ہے، کالعدم ہے حلالہ ضروری ہے تو ایک حیض کے بعد نکاح کرادیا اور محلل نے طلاق دے دی اور عدت گزار رہی تھی۔ ایک حیض باقی رہتا ہے، شبہ یہ ہوا کہ سابق نکاح کی عدت تھی یا نہ حلالہ ہوگیا یا دوبارہ نکاح کرا کر حلالہ کیا جائے، روایات فقہیہ کی طرف رجوع کیا گیا تو مختلف اقوال سامنے آئے یہ تو بالاتفاق مل گیا کہ تین طلاق مجمع علیہ ہیں، مبسوط نے اس کو محارم کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس سے معلوم ہوا کہ عدت نہیں کیونکہ محارم میں نفی عدت و نسب ہے۔ (شامی ص ۲۸۷ ج ۲ اور کتاب الفقہ للمذاہب الاربعہ ص ۱۱۶) میں فاسد کی تقسیم کی ہے اور یہ لکھا ہے جس کے جواز پر کسی نے قول نہ کیا ہو۔ اس پر نہ عدت ہے نہ نسب کتاب الفقہ ص ۱۲۴ پر شبہۃ العقد کی تفصیل کی ہے اور حد کو ساقط لکھا ہے لان العقد احدث عندہ شبہۃ المحل۔ بعض مفتی حضرات اس سے نکاح فاسد کا شبہ کرتے ہیں، شامی کی ذیل عبارت سے ایک فقیہ نے کہا جس سے باطل معلوم ہوتا ہے حلالہ صحیح ہوگیا ہے۔ قالت المطلقۃ الثلاث تزوجت غیرک وتزوجہا الاول ثم قالت کنت کاذبۃ فیما قلت لم اکن تزوجت فان لم تکن اقرت بدخول الثانی کان النکاح باطلا وان اقرت لم تصدق کتاب الفقہ ص ۵۱۵ ج ۴، اب عرض یہ ہے کہ آپ فرمائیں کہ کیا کیا جائے، حلالہ صحیح ہے یا دوبارہ حلالہ کیا جائے۔

(مولانا) علی محمد مہتمم دارالعلوم عید گاہ، کبیر والہ

الجواب صورت مسئولہ میں نکاح بعد الطلقات الثلاثہ باطل ہے، اس پر ائمہ اربعہ اور سلف صالحین کا اجماع ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں، اہل حدیث حضرات کا اختلاف اس نکاح کے جواز کے بارے میں اسے باطل سے فاسد بنانے میں مؤثر نہیں اور فقہاء کرام کے اصول کے ماتحت "کل نکاح اختلف العلماء فی جوازہ" سے بھی یہ باطل ہے، کیونکہ اس نکاح کی حرمت تمام اہل علم ائمہ اربعہ وغیرہم کے نزدیک اجماعی ہے لہٰذا اذ ذہن کے اس نکاح ثانی پر عدت نہیں ہوگی، اور اس کو حد کے سقوط پر قیاس کر کے اقوال رد دینا مطلب معلوم نہیں ہوتا لہٰذا زوج محلل کا نکاح اور تحلیل صحیح ہے۔ خاوند اول

بعد از عدت گزرنے کے نکاح کر سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ عفر اللہ لہٗ
۲۴/۵/۱۳۷۸ھ

ایک گواہ کہتا ہے کہ میں نے لفظ قبول سنا ہے دوسرا منکر ہے تو نکاح کا حکم

ایک عورت باکرہ نابینی جس کا باپ دادا بھائی حقیقی نہیں ہیں صرف ابناء العم ہیں تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھ اس کا نکاح کر لیا اب وہ عورت نکاح کو نہیں مانتی بلکہ کہتی ہے کہ میں نے ہرگز ہرگز قبول نہیں کیا صرف مار پیٹ کے ڈر سے کلمہ طیبہ پڑھا تھا انکار کرتی رہی نکاح خواں مولوی صاحب کا بیان ہے کہ رو برو گواہاں اس نے کلمہ طیبہ پڑھ کر قبول کیا تھوڑی دیر بعد پھر انکاری الفاظ کہنے لگی ایک گواہ کہتا ہے کہ پہلے مجلس میں انکار کرتی رہی تسلی دلانے پر کلمہ طیبہ پڑھا اور آہستہ سے قبول بھی کیا بعد میں انکاری ہو گئی دوسرا گواہ کہتا ہے کہ میں نے قبول کا لفظ نہیں سنا صرف کلمہ طیبہ پڑھا بعد میں آہ دفغاں اسی مجلس میں کرنے لگی پنجاب والا دیہات میں اس طرح مروج ہے کہ قبل از قبول کلمہ طیبہ پڑھاتے ہیں۔ اس کو رضا سمجھتے ہیں تو اندریں صورت نکاح ہوا یا نہ اگر ہوا تو خلاصی کی صورت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب صورت مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا کیونکہ لفظ قبول کے سننے پر ایک گواہ ہے اور دوسرا گواہ لفظ قبول کے صادر ہونے سے انکار کرتا ہے اس کے بیان میں صرف کلمہ طیبہ پڑھنا مذکور ہے البتہ اگر ناکح بھی علاوہ نکاح خواں اور دو گواہاں کے مجلس میں موجود تھا تب نکاح منعقد ہو جائے گا کیونکہ لفظ قبول کے سننے پر ایک شاہد موجود ہے اور دوسرا شاہد نکاح خواں ہو جائے گا اور ناکح خود مباشر نکاح قرار پائے گا۔

یدل علیہ ما فی الدر المختار صفحہ ۲۷۴ ج ۲ أمر الاب رجلا أن یزوج صغیرتہ فزوجها عند رجل أو امرأتین والحال أن الاب حاضر صح لانہ یجعل عاقدا حکما والا لا والدلیل علی الاول ذکرہ

فی صفحة ۲۷۲/۲ وشرط حضور شاهدین حرّین أو حر و حرتین مکلفین سامعین قولهما معاً الخ فقط واللہ اعلم ،

الجواب صحیح ، خیر محمد عفی عنہ ، محمد عبداللہ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان شہر

ولی اقرب غائب بغیبتِ منقطعہ ہو تو ولی ابعد کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو ولی اقرب کو تھے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی محمد ولی اپنے بھائی شیر ولی کی عدم موجودگی میں اسکی دو نابالغہ لڑکیوں کا عقد نکاح کر دینا چاہتا تھا بوقت انعقاد نکاح مجلس میں سوال پیدا ہوا کہ نابالغہ لڑکیوں کا والد زندہ ہے اور غیر حاضر ہے نکاح کس طرح ہوگا. محمد ولی مذکور اور مولوی نواب علی نکاح خواں نے جواب دیا کہ لڑکیوں کا والد جرمن کا قیدی ہے ہم بوقت روانگی شیر ولی کے سیالکوٹ ملاقات کے لئے گئے تھے اس نے ہمیں کہا تھا کہ میری دونوں لڑکیاں محمد ولی جہاں چاہے دیکھ اپنی شادی کر لے اس جواب کے بعد مولوی نواب نے نکاح کر دیا. اور رخصتی بھی ہوگئی بعدہ طرفین میں نااتفاقی ہوگئی بالغ ناکح سے طلاق لی گئی اور نابالغ ناکح کا بعد از بلوغت طلاق دینے کا وعدہ کیا گیا شیر ولی قید سے رہا ہو کر آیا تو وہ اجازت کا منکر ہوگیا اب وہ ناکح بھی بالغ ہوگیا اور شیر ولی نے بغیر طلاق لئے مولوی نواب علی مذکور کے بھتیجے سے نکاح کر دیا اور وہی مولوی نواب علی نکاح خواں ہوا اب چند امور طلب تشریح ہیں ۱۔ کیا مندرجہ بالا صورتوں میں باجازت والد جیسا کہ مذکور ہے نکاح اول درست ہے یا کہ بلا اجازت بھی درست ہے (۲) اگر نکاح ہر دو صورتوں میں درست ہے تو متناکحین اور نکاح خواں اور جو ممد و معاون انکے ہیں ان کے ساتھ مسلمانوں کے برتاؤ کا کیا حکم ہے (۳) نکاح خواں مذکور کے پیچھے فرضِ عین اور فرضِ کفایہ کی نماز درست ہے یا نہ ۴۔ ایسے لوگوں پر تعزیر طعام مساکین بحسب طاقت ہے یا نہ اگر پہلا نکاح درست ہی نہیں تو معاملہ صاف ہے ۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں نکاح اوّل جو محمد دین نے اپنی بھتیجیوں کے بصورتِ قید ہونے لڑکیوں کے والد شیر ولی کے کر دیئے صحیح ہو گئے کیونکہ والد شیر ولی کا قیدی ہونا جرمن کا غیبتِ منقطعہ ہے پھر اس کے ساتھ والد کی اجازت بھی بقول انکے برادر کے شامل ہے بہرحال نکاح صحیح ہو گیا اور لڑکیوں کو بوقتِ بلوغ خیارِ فسخ حاصل تھا جب ان لڑکیوں نے خیارِ فسخ استعمال نہ کیا تو برادر کے کئے ہوئے نکاح لازم ہو گئے بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کرنا جرم ہے سو جس لڑکی کے خاوند سے طلاق حاصل کر کے دوسری جگہ نکاح کر دیا گیا ہے وہ تو صحیح ہے اور جس لڑکی کا بغیر حصول طلاق نکاح کیا گیا وہ ناجائز ہے نکاح خواں اور شرکارِ مجلس سب مجرم ہیں جو کہ اس نکاح میں ممد و معاون ہیں ایسی صورت میں اہلِ قریہ اور دیگر مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان سے علیحدگی اختیار کر لیں یہاں تک کہ وہ اپنے فعل سے تائب ہوں اور ایسے امام کی امامت بھی جائز نہیں جو ایسے افعال کا مرتکب ہو۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، خیر محمد عفا اللہ عنہ، | بندہ محمد عبداللہ غفر لہ خادم الافتاء خیر المدارس

۲۸ / ۶ / ۱۳۷۵ھ

باپ سے اکراہ کی حالت میں نابالغہ کا نکاح لے لیا تو نکاح کا حکم

مسمی شیر محمد کا بیان ہے کہ میں موسم سردی میں رات کے وقت اکیلا کمرہ میں سویا ہوا تھا اور شدت کا بخار چڑھا ہوا تھا تو مسمی بڈھا دروازے پر آیا اور کنڈی کھٹکھٹائی اور بولا کہ باہر نکل آ۔ میں نے جواب میں کہا کیوں؟ اس نے کہا کہ تو اپنی لڑکی مسماۃ زینب کا جس کی عمر تقریباً ۶، ۷ سال ہے مسمی امام بخش کے لڑکے صغیر سے نکاح کر دے تو میں نے کہا کہ یہ بات نہیں ہو گی۔ ہم امام بخش کو نہیں دینا چاہتے چنانچہ اس نے اندر سے کنڈی کھولی اور مجھ تک پہنچ گیا نہ میں لڑنے کا تھا اور نہ مزید جوابی کارروائی کا۔ بخار زوروں پر تھا۔ تو مسمی بڈھا نے کہا اگر تو اپنی لڑکی مسماۃ زینب صغیرہ کا نکاح نہیں کرواتا تو میں تمہیں مار دوں گا۔ خدا کی قسم دونوں گھر تباہ ہو جائیں گے اگر پھانسی پر چڑھ جاؤں گا تو کوئی بات نہیں لیکن تجھے ختم کر دوں گا۔ ڈر کے مارے میں بڑی مشکل سے ایک کمرہ سے دوسرے کمرہ میں گیا۔ اس کمرہ میں ایک مولوی صاحب ناکح کا باپ اور دو اور آدمی شیر محمد کو مجبور کرنے والے ہیں اور کوئی مجمع عام

نہیں اور کوئی شیرینی وغیرہ نہیں بانٹی گئی اور گھر والوں کو کوئی پتہ نہیں جب صبح ہوئی تو شیر محمد نے اپنی بیوی کو اطلاع دی اسکی بیوی نے شور مچا دیا اور اپنے خاوند کو گالی گلوچ دینی شروع کر دی اور یہ بات آہستہ آہستہ پھیلتی گئی جو کوئی شیر محمد سے پوچھتا تو وہ کہتا کہ موت وحیات کا سوال تھا میں کیا کرتا اسطرح بھی کوئی نکاح پڑھا جاتا ہے جس طرح مجھ سے پڑھوایا گیا چنانچہ اسکی بیوی روٹھ کر میکے چلی گئی اب تک انہوں نے جبکہ وہ لڑکی بالغہ ہو چکی ہے امام بخش کے گھر سے کوئی عید برات نہیں لی جب گواہوں سے پوچھا گیا تو انھوں نے بھی کہا کہ اگر شیر محمد نکاح نہ کر دیتا تو اس کو جان سے ختم کر دیا جاتا مسمی بڈھا کا بیان ہے کہ میرے پاس لوڈ شدہ پستول تھا اور حلفیہ کہا کہ اگر وہ نکاح نہ کرتا تو میں اسے پستول مار کر ہلاک کر دیتا بھسمی امام بخش اور شیر محمد ایک ہی قوم کے ہیں کیا مذکورہ بالا صورت میں نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں۔ علاقہ کے علماء اور فضلاء فرماتے ہیں کہ نکاح منعقد نہیں ہوگا؟

(السائل، شیر محمد)

الجواب اذا اکرہ الرجل ان یزوج ابنتہ الصغیرۃ من رجل لیس بکفء لہا او باقل من مہر مثلہا ففعل فان کان النکاح باقل من مہر مثل لا ینفذ الا ان یبلغ بہ مہر مثلہا وان لم یکن کفوًا لا یصح النکاح خانیہ ص۲۸۲ ج۲، وفی الدر المختار صح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ لو بالقول لا بالفعل کشراء قریبہ (الی ان قال) وتوکیلہ بطلاق وعتاق الخ مقتضاہ انہ لو اکرہ علی التوکیل بالنکاح یصح وینعقد ولکن لم اَرَہٗ منقولاً۔

(شامی ص۹۶ ج۵ کتاب الاکراہ)

جزئیہ بالا سے یہ ظاہر ہے کہ صورتِ مسئولہ میں نکاح منعقد ہو جائے گا کیونکہ جن امور میں ہزل مؤثر نہیں ان میں اکراہ بھی مؤثر نہیں اور نکاح انہیں امور سے ہے اور اگر یہ توکیل بالنکاح ہے تو بھی اکراہ مضر نہیں نوٹ واضح رہے کہ اگر اس نکاح میں مہر مہر مثل سے کم باندھا گیا تھا تو پورا مہر مثل دینا لازم ہوگا تب نکاح نافذ ہوگا ورنہ خیار فسخ ہوگا، فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،

فون پر ایجاب وقبول کا حکم

مکرم ومحترم جناب حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بگزارش بخدمت آنکہ
دو عدد مسئلوں کا جواب درکار ہے۔ مرحمت فرمادیں۔

۱۔ ٹیلیفون پر نکاح جائز ہے جبکہ لڑکا سعودیہ میں ہے۔ لڑکی پاکستان میں ہے تو پاکستان میں مجلسِ نکاح منعقد کی جاتی ہے۔ پھر لڑکے سے فون کے ذریعہ رابطہ کیا جاتا ہے۔ نکاح کے گواہ اچھی طرح لڑکے کی آواز پہچانتے ہیں کہ یہ وہی مطلوبہ لڑکا ہے اور اس کے قبول کو اچھی طرح سنتے سمجھتے ہیں، آواز کی پہچان میں کسی قسم کا اشتباہ بھی نہیں۔ آیا مکتوب غائب عن المجلس کی طرح یہ نکاح صحیح ہو جائے گا۔

۲۔ کوئی حافظ بیوی بچوں کے ساتھ گھر میں تراویح ادا کرتا ہے اور اس خیال سے فرض کی جماعت بھی گھر ہی کر والیتا ہے کہ اہلِ خانہ بھی جماعت کا ثواب حاصل کرلیں کیا اس کا یہ فعل درست ہے یا اُسے فرض مسجد میں ادا کرنے چاہیئے۔ (المستفتی، شیر محمد جامعہ دارالعلوم ربانیہ)

الجواب ۱۔ نکاح کے انعقاد کے لئے مجلس کا ایک ہونا ضروری ہے۔ مجلس سے غائب ہونے کی صورت میں نکاح نہ ہوگا، ہندیہ میں ہے۔

ومنها أن يكون الايجاب والقبول فى مجلس واحد حتى لو اختلف المجلس۔ لا ينعقد وكذا اذا كان أحدهما غائبا لم ينعقد الخ (ص ۲ ج ۲)

اگر ایسی ضرورت درپیش ہو تو خاوند کسی کو وکیل بنادے وہ وکیل اس کا نکاح کردے پھر فون پر خاوند کو مطلع کردے اور خاوند اجازت دیدے۔

۲۔ مسجد میں فرض ادا کرنا بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، ۷/۱۰/۱۴۱۷ھ

جوابِ مذکور پر تحریر ذیل موصول ہوئی۔

بحضور جناب مولانا مفتی عبد الستار صاحب دامت برکاتہم،
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بگزارش بخدمت آنکہ،

۱۔ بندہ نے آپ کے نام اس مسئلہ کے بارہ میں کہ غائب کا نکاح براہ راست فون کے ذریعہ درست ہے کہ نہیں ۔ ارسال کیا جس کا جواب ۹/۹۰ دار الافتاء کی طرف سے یہ موصول ہوا کہ یہ نکاح درست نہیں اسلئے کہ ہندیہ کی تصریح کے مطابق اتحاد مجلس شرط ہے جو یہاں موجود نہیں حالانکہ ہندیہ کی اتحاد مجلس کی شرط کی تفصیل بلا توکیل مکتوب غائب کی صورت میں نکاح کا جواز ذکر کیا ہے اور اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ مجلس کا اتحاد معنوی کافی ہے ولو ارسل الیہا رسولاً او کتب بذلک الیہا ...... جاز لاتحاد المجلس من حیث المعنی ص۲۶۹ ج۱ اسی طرح درمختار کے اس قول ولا بکتابۃ حاضر بل غائب بشرط اعلام الشہود کے تحت صاحب ردالمحتار تحریر فرماتے ہیں فانہ ینعقد النکاح بالکتاب... وصورتہ ان یکتب الیہا یخطبہا فاذا بلغہا الکتاب ص۲۶۳ ج۲ وکذا فی فتاوی دار العلوم دیو بند) تو جب بلا توکیل کتابت کے ذریعہ غائب کا ایجاب معتبر ہے اور اس سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، اس وجہ سے کہ اس میں مجلس کا اتحاد معنوی کافی ہے تو فون کے ذریعہ گواہ غائب کے ایجاب کو واضح طور پر پہچانیں اور اسکی آواز کی اچھی طرح شناخت کریں تو بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہیئے۔

۲۔ ہمارے ہاں گوالوں کی یہ عادت ہے کہ شروع کا نکالا ہوا دودھ جو بہت پتلا اور روغن سے خالی ہوتا اور آخری حصہ جو بہت گاڑھا اور گھی سے بھرپور ہوتا ہے لیکن وہ اپنے خریداروں کو دھوکہ سے پہلے حصہ کا دودھ دیتے ہیں اگاہکوں سے یہ بات چھپاتے ہیں کہ ہم دودھ کا آخری حصہ خود رکھتے ہیں اور قیمت صحیح دودھ کی لیتے ہیں آیا انکا فعل جائز ہے اور بیع الغرر کے زمرہ میں تو نہیں آتا۔

فقط جوابات کی نوازش فرمائیں (مشیر محمد مدرس جامعہ دار العلوم ربانیہ)

الجواب دراصل فون دو طرح کے ہیں ایک وہ کہ اسکی آواز صرف وہی شخص سن سکتا ہے جس نے فون اٹھایا ہوا ہو۔ دوسرا فون وہ ہے جس کی آواز سب حاضرین کو سنائی دیتی ہے پہلی قسم کے فون پر نکاح منعقد نہ ہوگا۔ کیونکہ ایجاب و قبول کو معاً دونوں گواہوں کا سننا شرعاً ضروری ہے۔ اس فون پر معاً سننا نہ ہوگا بلکہ علی التعاقب ہوگا۔ درمختار میں ہے۔

وشرط حضور شاہدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولہما معاً (شامیہ ص۲۷۲ ج۲)

چونکہ عموماً فون ایسے ہی ہیں۔ اس لئے نکاح کے عدم انعقاد کا قول کیا گیا ہے جدید قسم کے فون میں چونکہ مذکورہ شرط پائی جائے گی اس لئے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ فون کے ذریعہ جو براہِ راست آواز آتی ہے اسے رسول کے پیغام ایجاب یا خط کے مضمون کے اعادہ کی طرح قرار دیں گے۔

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،
۵/ ۱۱/ ۱۴۱۷ھ

عورت نکاح کے معاملہ میں کس حد تک آزاد ہے؟

اس میں شک نہیں کہ یہ رحمت کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین ہی ہے کہ جس نے انسان کو انسان کی قدر کرنا سکھلایا، عدل وانصاف کا قانون جاری کیا، عورت کو آزاد وخود مختار بنایا اور اس کو اپنی جان ومال کا ایسے ہی مالک قرار دیا جیسے کہ مرد اپنی جان ومال کا مالک ہے کوئی شخص خواہ وہ باپ دادا ہی کیوں نہ ہو زبردستی اسے نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا اگر وہ زبردستی نکاح کر بھی دے تو وہ اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

لیکن جیسے عورت کو اس کے حقوقِ مناسبہ نہ دینا ظلم وجور اور قساوت وشقاوت ہے اسی طرح اُن کو بالکل کھلی چھٹی دے دینا اور مردوں کی نگرانی وسیادت سے آزاد کر دینا بھی بہت سے فتنوں و فسادات کا ذریعہ ہے۔ عورت کو مردوں کی سیادت ونگرانی سے بالکل آزاد کر دیا جائے تو یہ پورے انسانی معاشرہ کے لئے خطرۂ عظیم ہے جس سے فساد وخون ریزی اور طرح طرح کے فتنوں کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ جیسا کہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے اسلئے قرآن حکیم نے عورتوں کے حقوقِ واجبہ کے بیان کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وللرجال علیھن درجۃ جس کا معنی یہ بنتا ہے کہ مرد ان کے نگران اور ذمہ دار ہیں۔

عورتیں جب مردوں کی نگرانی وسیادت سے آزاد ہوتی ہیں تو ایسے ایسے نتائج بد سامنے آتے ہیں کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔ نکاح وشادی وغیرہ کے مسئلہ میں شریعت کا منشا یہ ہے کہ یہ امورِ عورت کے اولیاء اور سرپرست انجام دیں۔ ارشادِ باری ہے۔

وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو الخ قولہ و اماءکم الآیۃ (سورۃ نور آیت ۳۲) تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس کے لائق ہوں۔

آیتِ مذکورہ کے طرزِ خطاب سے باتفاق ائمۂ فقہاء یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خود اپنا نکاح کرنے کے لئے کوئی مرد یا عورت بلاواسطہ اقدام کی بجائے اپنے اولیاء و سرپرستوں کے واسطے سے یہ کام سرانجام دے اس میں دین و دنیا کے بہت سے مصالح اور فوائد ہیں بالخصوص لڑکیوں کے معاملہ میں کہ لڑکیاں اپنے نکاح کا معاملہ خود طے نہ کریں یہ ایک قسم کی بے حیائی بھی ہے اور اس میں فواحش کا راستہ کھل جانے کا بھی خطرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں عورتوں کو خود اپنا نکاح بلا واسطۂ ولی کرنے سے روکا گیا۔

آیتِ کریمہ فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن کی تفسیر میں امام شافعیؒ لکھتے ہیں "ھذہ أبین آیۃ فی کتاب اللہ تعالیٰ تدل علی ان النکاح لا یجوز بغیر ولی اھ (مبسوط سرخسی ص۱۱ ج۵)

کہ قرآن حکیم میں یہ آیت واضح ترین ہے جو یہ بتاتی ہے کہ نکاح ولی کے بغیر جائز نہیں، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت آتی ہے "کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا ایسے ہی ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے۔ ایما امرأۃ نکحت نفسھا بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل" کہ جو عورت ولی و سرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح کرے گی وہ نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔

سنن ابن ماجہ میں تو اس سے زیادہ واضح لفظوں میں ارشاد فرمایا گیا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزوج المرأۃ المرأۃ۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ ولا تزوج المرأۃ نفسھا (ابن ماجہ)

کہ کوئی عورت، عورت کا نکاح نہ کرے اور کوئی عورت اپنا نکاح خود بخود نہ کرے۔

البتہ ان احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ بالغہ کفو میں نکاح کر لے تو منعقد ہی نہیں ہوگا بلکہ مقصد یہ کہ ایسے نکاح مآلاً باطل ہو جاتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم، محمد انور عفا اللہ عنہ

ایجاب کے جواب میں دُولہا کے آمین کہنے سے نکاح کا حکم

نکاح خواں مولوی نکاح خوانی کے وقت دولہا کو کہتے ہیں فلاں دختر فلاں اتنے مہر کے بدلے میں آپ کی ملک کی، اور دولہا کو بجائے لفظ قبول کرنے کی تلقین کے لفظ آمین کہنے کی تلقین کرتا ہے اور اسی طرح نکاح خواں کی طرف سے لفظ ملک اور دولہا کی طرف سے لفظ آمین کہنے پر نکاح ہو جاتا ہے مزید برآں کہ نکاح خواں کو بروقت آگاہ بھی کیا گیا کہ آپ لفظ ملک کی بجائے لفظ نکاح استعمال کریں اور دولہا لفظ آمین کی بجائے لفظ قبول استعمال کرے لیکن وہ ضد پر مصر ہیں اور اسی طرح نکاح کر دیا گیا یہ نکاح مطابق شریعت ہے؟

الجواب نکاح ہر ایسے لفظ سے منعقد ہو جاتا ہے جو مفید تملیک ہو جبکہ یہ لفظ بنیت نکاح استعمال کیا جائے وانما یصح بلفظ تزویج ونکاح لانهما صریح وما عداهما کنایة وهو کل لفظ وضع لتملیك عین فی الحال كهبة و تملیك اھ درمختار ملخصاً۔ پس صورت مسئولہ میں ایجاب تو درست ہے لیکن قبول کی بجائے آمین کہنا اس میں تردّد ہے کہ قبول شرعی بنایا نہیں لغوی معنی کے اعتبار سے اس لفظ کا قبول نہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ اس کا معنیٰ استجب وغیرہ ہے جس کی حقیقت طلب شئی ہے اخبار و اظہار عن تحقق الشئی نہیں چونکہ انعقاد نکاح کے لئے قبول بھی رکن ہے اور وہ بظاہر متحقق نہیں ہوا لہٰذا نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ تجدید نکاح ضروری ہے کم از کم احتیاطاً واجب ہے کیونکہ معاملہ نکاح کا ہے۔

نوٹ: ایسے ضدی نکاح خواں کو تنبیہ کی جائے کہ آئندہ ایسی بے احتیاطی نہ کرے ایجاب میں لفظ نکاح استعمال کیا کرے اور قبول میں یہ کہلوائے کہ میں نے قبول کیا فقط۔ واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبداللہ غفرلہ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

جواب مذکور پر حسب ذیل تحریر موصول ہوئی۔

ہمارے علاقہ میں ایک مفتی صاحب نے قبل ازیں ایک فتویٰ صادر فرمایا ہے جس میں انہوں نے بوقت نکاح دولہا کی طرف سے لفظ آمین کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا تھا اور کہا کہ لفظ آمین کے معنی معروف و مشہور ہیں

میں قبول کرتا ہوں" ان معنوں کا ثبوت مانگنے پر انہوں نے دوسرا فتوی صادر فرمایا جس میں انہوں نے حسبِ ذیل دلائل پیش کئے ا رسب سے پہلی بحث یہ ہے کہ لفظ آمین کے معنی قبول کے ہیں کہ نہیں ؟ اس بحث کے متعلق گزارش ۱ لغت کی مشہور کتاب فیروز اللغات کے صلا میں لفظ آمین کی بحث میں لکھتے ہیں کہ آمین کہنا ۱۔ قبول کرنا ۲۔ ماننا ۳۔ ہاں میں ہاں ملانا۔ آمین کہنے والا ہاں میں ہاں ملانے والا ہے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ آمین کا معنی صرف قبول کرنے کے ہی نہیں ہیں بلکہ اس کے معنی ماننے وغیرہ کے بھی آتے ہیں دوسرے یہ کہ آمین کے صلات میں تغیر سے اس کے معنیٰ بھی تبدل پذیر ہو جاتے ہیں مثلاً آمین کا صلہ اللہ آئے اور آمین اللہ کہا جائے تو اس کے معنی ہیں خدا کی پناہ ۲۔ خدا نہ کرے ۳۔ نعوذ باللہ وغیرہ جب اس کا متعلق لفظ ہونا ہو یعنی آمین ہونا کا لفظ بولا جائے تو اس کا معنی ۱ امن چین سے ہونا ۲۔ خوشیاں منانا ۳۔ مراد بر آنا آتے ہیں۔ جب آمین کا معنیٰ ماننے اور ہاں میں ہاں ملانے اور قبول کرنے کے آتے ہیں تو مجھے آمین ہے کا معنی مجھے قبول ہے کیوں نہ ہوگا۔ پنجابی زبان کے مشہور قادر الکلام شاعر بلکہ تاج الشعراء پیر وارث شاہ اپنی معروف اور زبانِ زدِ خلائق کتاب ہیر وارث شاہ میں لکھتے ہیں

جنہاں شک کیتا او گمراہ ہوئے   پڑھ کے ویکھ ولا الضالین قاضی
اک وار جے رانجھناں دید دیوے   آکھاں مکھ تھیں لکھ آمین قاضی

یعنی قاضی صاحب جو کھیڑے کے ساتھ نکاح پڑھانے پر مجبور کرتے ہیں یہ میں کبھی تسلیم نہیں کروں گی لیکن میرا محبوب رانجھا ایک بار منہ دکھا دے تو لاکھ بار میں قبول و منظور کروں گی۔

۲۔ حکیم عبد اللطیف المعروف عارف اپنی مشہور و معروف تصنیف کملی والے ماہیے پر لکھتے ہیں۔

ہو آزاد بلال نے آن ملی خدمت رحمۃ اللعالمین میاں
سر دین توں عار جانن کیونکہ جنہاں بولیا حرف آمین میاں

یعنی جنہوں نے اسلام قبول کر لیا وہ حضور علیہ السلام کے در مقدس کو کیسے اور کیونکر چھوڑ سکتے ہیں ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ آمین کہنا بمعنی قبول کرنا نہ صرف لغتاً مستعمل ہے بلکہ اہلِ زبان بھی اسکو عام طور پر استعمال کرتے ہیں۔

دوسری بحث یعنی عقود میں معانی کا اعتبار ہے کا حاصل یہ ہے کہ فقہاء کرام کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ عقود کے انعقاد کے لئے ہر وہ لفظ یا چیز کافی ہے جو مقصود کو متعین کرنے

پر دال ہو مثلاً عقدِ بیع میں مبادلۃ المال بالمال بالتراضی مقصود ہے۔ اس مقصد پر جو چیز بھی دلالت کرے گی وہی کافی ہے۔ ایجاب کے لئے بعت اور قبول کے لئے قبلت یا اشتریت ضروری نہیں بلکہ جو چیز بھی مقصود پر دلالت کرے گی انعقادِ بیع کے لئے کفایت کرے گی حتیٰ کہ بعض اوقات ایجاب وقبول کے الفاظ سرے سے ناپید ہوتے ہیں یہ الفاظ بولے ہی نہیں جاتے بلکہ پھر بھی بیع شرعاً متحقق ہو جاتی ہے جیسے بیع بالتعاطی میں صرف مبیع اور ثمن کا لین دین ہوتا ہے فقہاء کرام کے ارشادِ گرامی کا یہ مقصد لینا کہ عقد میں قبول کے لئے وہ لفظ معتبر ہوگا جس کا معنیٰ میں قبول کرتا ہوں ، ضروری ہے جہالت ونادانی پر مبنی ہے یہ بات اہلِ علم کی شان سے بعید ہے۔

چند باتیں جواب طلب ہیں ا۔ مفتی صاحب نے جن کتب سے حوالہ جات دیئے ہیں خصوصاً ہیر رانجھا اور کملی والے کیا یہ علماء کرام کے نزدیک قابلِ قبول ہیں اور فقہ کی مشہور ومعروف کتب کے مقابلے میں حجت ہیں ۲۔ اگر واقعتاً آمین کا معنیٰ میں قبول کرتا ہوں کے ہیں جیسا کہ مفتی صاحب نے سابقہ فتویٰ میں تصریح فرمائی ہے تو طلبِ ثبوت میں مفتی صاحب نے کیوں نہ عربی تفسیر یا فقہ کی کتاب کا حوالہ دیا ۳۔ کیا کسی مفتی دین کی شان کے لائق ہے کہ کتاب وسنت وفقہ کو چھوڑ کر ہیر رانجھا جیسی فحش کتاب اپنے فتویٰ میں بطورِ دلیل پیش کرے ان جملہ گزارشات کا جواب تفصیل سے عنایت فرمائیں؟

الجواب واضح رہے کہ سوال بدلنے سے جواب بدل جاتا ہے آپ نے جو سوال تحریر کیا تھا اس میں تھا کہ ناکح نے جواب میں کہا آمین چونکہ تنہا آمین کہہ دینا عرف میں قبول نہیں بنتا اس لئے نکاح کو غیر منعقد کہہ دیا گیا اب ہمارے ہاں دوسرا سوال مع جواب موصول ہوا ہے جس کے دلائل کو آپ ذکر کر کے تردید کر رہے ہیں اور ہم سے تصدیق کے طالب ہو رہے ہیں۔ ہم نے اس دوسرے سوال وجواب کو پورا دیکھا ہے اس میں ناکح کے یہ الفاظ مذکور ہیں کہ مجھے آمین ہے اس پورے جملے میں اور صرف آمین کہنے میں فرق ہے اس پورے جملے کہنے سے مجھے آمین ہے قبول ہو جاتا ہے اور نکاح منعقد ہو جاتا ہے لہٰذا ہم نے مفتی عبداللطیف صاحب کے جواب کی تصدیق کر دی ہے مفتی صاحب کے کلام میں جو اشعار پنجابی وغیرہ کے ہیں۔ یہ قرآن و حدیث کے مقابلے میں استدلال کے طور پر پیش نہیں کئے گئے بلکہ محاورہ وغیرہ کے اثبات میں ہیں اس لئے آپ کے اعتراضات صحیح نہیں ہیں ، حاصل کلام یہ ہے کہ آپ تحقیق کر لیں کہ اگر ناکح نے کہا

ہے کہ مجھے آمین ہے تو نکاح منعقد ہے اور اگر صرف آمین کہا ہے تو نکاح غیر منعقد ہے یا کم از کم مشکوک ہے احتیاطاً تجدید ضروری ہے نیز ہم نے نکاح خواں کو تنبیہ لکھ دی ہے کہ قبول جیسے معروف لفظ کو چھوڑ کر مجھے آمین ہے کے الفاظ سے قبول نہ کرائیں اس میں فتنہ برپا ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

باپ کا غیر کفو میں کیا ہوا نکاح بھی لازم ہوتا ہے

۱۔ ایک لڑکی کی عمر ۲۵ سال عاقلہ بالغہ قوم مسی مذہب شیعہ مفرور ہو کر دو میل کے فاصلہ پر ایک لڑکا عمر ۲۵ سال اہل السنۃ والجماعۃ قوم کمہار کے ساتھ بلا اجازت باپ کے نکاح کر لیا ہے آیا یہ نکاح غیر کفو میں جائز ہے یا نہ؟

۲۔ لڑکی کے باپ نے زمینداروں کی امداد سے ایک ہفتہ کے اندر لڑکی کو واپس کر لیا ہے اب لڑکی کا باپ دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتا ہے آیا بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کر سکتا ہے یا نہ؟

۳۔ ایک شخص نے جان بوجھ کر اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کر دیا ہے اور اب لڑکی بالغ ہو گئی ہے تو باپ کے کئے ہوئے نکاح کو منظور نہیں کرتی اور کہتی ہے کہ میرے خاندان میں کیوں نہیں کیا گیا وہ لڑکی نہیں مانتی اور غیر کفو میں انکاری ہے۔ اسکی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟

۴۔ ایک شخص کی دو عورتیں ہیں ایک کا نام اللہ وسائی اور دوسری کا نام نور بی بی ہے۔ اللہ وسائی کی ایک لڑکی عطاء الٰہی ہے۔ اب عطاء الٰہی کا نکاح در محمد کے ساتھ ہو گیا ہے در محمد نور بی بی کے ساتھ ناجائز زنا کاری کرتا رہا ہے کیا در محمد کا نکاح جائز ہوگا یا نہ؟

الجواب ۱۔ اگر لڑکی اپنی مرضی سے بغیر اجازت ولی غیر کفوء میں نکاح کرے تو فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتویٰ درمختار صفحہ ۴۰۹/۲ پس اگر قوم مسی قوم کمہار کو پیشہ و درجہ میں کم سمجھتی ہے تو یہ دونوں کفو نہیں اور نکاح ان دونوں کا منعقد نہیں ہوا۔

۲۔ اور جب نکاح منعقد نہیں ہوا تو لڑکی کے والد کو اختیار ہے کہ لڑکی کی رضامندی سے دوسری جگہ اس کا عقد کر دے۔

۳۔ یہ نکاح صحیح اور لازم ہو گیا۔ لڑکی کا انکار غیر معتبر ہے درمختار میں ہے۔ وللولی الا تحقہ

انکاح الصغیر والصغیرۃ ولزم النکاح ولو بغبن فاحش او زوجھا بغیر کفء ان کان الولی المتزوج بنفسہ بغبن ۔ أبا أو جدا اھ صفحہ ۳۲۲ ج ۲ درمختار علی الشامیہ

۴۔ مستفتی در محمد نور بی بی سے ناجائز تعلق رکھنے کی وجہ سے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے لیکن عطاالٰہی سے اس کا نکاح باقی ہے کیونکہ نور بی بی عطاء الٰہی کی والدہ نہیں ہے فقط واللہ اعلم ،

سید احمد علی سعید
نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۷/۵

الجواب صحیح ،
سید مہدی حسن صدیقی

الاجوبۃ صحیحۃ ،

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ خادم الافتاء ، خیر المدارس ملتان

عورتوں کی خرید فروخت کا کاروبار کرنیوالوں سے کوئی عورت خرید کر اس کے ساتھ نکاح کرنا

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض افغانی وغیرہ لوگ سندھ میں کچھ عورتوں کو اغواء کر کے لاتے ہیں اور یہاں ان کو فروخت کر کے چلے جاتے ہیں ، یہ لوگ اس تجارتی کاروبار کو منظم طریقہ سے چلا رہے ہیں ۔ یہ لوگ بوقت فروختن مذکورہ عورتوں کو اپنی بیویاں اور بہنیں ظاہر کرتے ہیں لیکن بعد میں ساری زندگی بھی نہ انکے پاس آتے جاتے ہیں اور نہ خط و کتابت جاری رکھتے ہیں ۔ جن سے ان عورتوں کا مغویہ ہونا مبیّن طور سے معلوم ہوتا ہے ۔ یہاں کے کچھ لوگ ان عورتوں کو ان سے قیمتاً خرید کرتے ہیں ۔ کبھی اپنے پاس رکھتے ہیں اور کبھی دوسروں کو بیچ دیتے ہیں ۔ پھر بعض لوگ تو ان سے نکاح بھی کر لیتے ہیں اور بعض لوگ بلا نکاح ان سے ازدواجی تعلقات قائم رکھتے ہیں اکثر حالات میں بالخصوص جبکہ افغانی ہو ، دیکھا گیا ہے کہ عورت بالکل نہ سندھی زبان بول سکتی ہے اور نہ اُردو اور نہ ان دونوں کو سمجھ سکتی ہے لیکن باوجود اس کے لالچی مُلّا نکاح خواں ان عورتوں کا نکاح پڑھ دیتے ہیں جس کے باعث عورت جاہل لوگوں کے پاس ازدواجی زندگی پر مجبور ہو جاتی ہیں ۔ اب آپ حضرات سے مندرجہ ذیل اُمور کا جواب مطلوب ہے ۔ براہِ کرم کافی غور سے جواب باصواب سے ممنون فرمادیں ۔

۱۔ کیا یہ کام ان لوگوں کا عندالشرع جائز ہے یا حرام و واجب الترک ۲۔ نیز ان عورتوں کا خریدنا

تعاون علی الاثم میں داخل ہے یا نہیں ۳۔ اور ان سے نکاح کرنا عند الشرع ناجائز ہے مکروہ ہے یا مشتبہ ہے یا حرام ہے اور جبکہ عورت ایجاب وقبول کے الفاظ کو نہ سمجھ سکتی اور نہ بول سکتی ہے۔ ایسی حالت میں ایجاب وقبول درست ہے یا نہیں اور صرف باہمی ازدواجی تعلقات کو علامت رضا قرار دے کر نکاح کے جواز اور صحت کا حکم دینا صحیح ہے یا غلط۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو ان میں اور اس شخص میں جو بلا نکاح ازدواجی تعلقات قائم رکھتا ہے۔ ان دونوں میں وجہ فرق کیا ہے۔ اگر ہر دو صورتیں حرمت سے خالی ہیں تو کیا یہاں کے جو وڈیرہ اور متمول لوگ جو کسی عورت غیر منکوحہ کو بلا نکاح آشنائی کے طور پر اپنے پاس رکھتے ہیں اور ان سے جماع وغیرہ ہوتا رہتا ہے۔ تو کیا یہ عورت بھی باہمی ازدواجی تعلقات کی بناء پر ان کی منکوحہ زوجہ شمار کی جائے گی اور ان سے پیدا شدہ اولاد حلالی اور میراث کی حقدار ہوگی یا نہ۔ اگر جواب نفی میں ہے تو براہ کرم وجہ فرق بیان کریں اگر کچھ مدت گزرنے کے بعد (جبکہ عورت زبان دانی پر قادر ہو جائے) اگر عورت یہ بیان دے کہ بوقت اغوا میرا خاوند اپنے وطن میں زندہ تھا اور میں اسکی منکوحہ ہوں۔ تو آیا اس کے اس بیان کو صحیح تصور کیا جاوے گا یا نہیں اگر جواب اثبات میں ہے تو یہاں جو اسکی اولاد ہوئی وہ ثابت النسب ہوگی یا نہیں، براہ کرم جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں (المستفتی مولوی احمد خطیب جامع مسجد پڈعیدن)

الجواب اغوا اور مغویہ عورتوں کی خرید وفروخت دونوں امر ناجائز اور حرام ہیں۔ اگر بالفرض یہ عورتیں لانے والوں کی بیٹیاں وغیرہ بھی ہوں، تب بھی ان کی خرید وفروخت حرام ہے۔ ۳۔ احتیاط اسی میں ہے کہ ایسی عورتوں کے نکاح سے احتراز کیا جائے، لیکن اگر لانیوالے کے قول پر اعتماد و یقین آجائے تو نکاح کر لینے کی بھی گنجائش ہے۔ وکذا لو قالت لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتی فلا بأس ان یتزوجہا (ہدایۃ ص۴۵۳ ج۴)

ایسے امور میں خبر واحد کو فقہاء نے مقبول لکھا ہے جبکہ صدق کا غلبہ ظن ہو جائے اور اس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ کما فی الھدایۃ ایضاً ومن علم بجاریۃ انھا لرجل فرأی اٰخر یبیعہا وقال وکلنی صاحبہا ببیعہا فانہ یسعہ ان یبتاعہا ویطأھا لانہ اخبر بخبر صحیح لا منازع لہ وقول الواحد فی المنازعات مقبول علی ای وصف کان لما مرّ من قبل الی ان قال وھذا

اذا کان ثقة وکذا اذا کان غیر ثقة واکبر رأیہ انہ صادق لان عدالة المخبر فی المعاملات غیر لازمة للحاجة علی ما مر وان کان اکبر رأیہ انہ کاذب لم یسع لہ ان یتعرض لشئ من ذلك الخ (الهدایة ص۴۶۶ ج۴) عبارت ہذا کے آخری حصہ سے بھی یہ معلوم ہوا کہ اگر غلبہ ظن شخص مذکور کے کذب کا ہو تو اس صورت میں ان عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا۔

لہ واذا کان احد العوضین او کلاهما محرما فالبیع فاسد کالبیع بالمیتة والدم والخمر والخنزیر وکذا اذا کان غیر مملوک کالحر (الهدایة ص۵۳ ج۳)

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۱۵/۱/۱۳۸۶ھ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
المفتی خیر المدارس ملتان

ایجاب وقبول عقد نامہ کی شکل میں لکھ لینے سے نکاح نہیں ہوتا تاوقتیکہ زبان سے نہ کہا جائے

ایک عورت غیر ملک میں جاتی ہے جہاں اس کا محرم نہیں اور وہ مطلقہ ہے اور وہاں کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرتی ہے اس کا علم صرف اسکی بہن اور اس کے تین دوستوں کو ہے شادی کے بعد شوہر اور بیوی کی طرح بدنامی کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوئے اور عورت کا شوہر کے ہاں قیام نہیں دونوں برتھ کنٹرول کے طریقے سے اولاد کا سلسلہ بھی ختم کر رہے ہیں چونکہ لوگوں کو ان کے عقد نکاح کا علم نہیں اس لئے بے باکی سے ملنے کو برا سمجھتے ہیں کیا یہ عقد جائز ہے اور ان کا اسی طرح زندگی گزارنا صحیح ہے؟

۲۔ مرد اور عورت کا آپس میں ارادہ نکاح کا ہوا مرد کسی شیخ کے پاس جا کر عقد نامہ لکھواتا ہے مہر مقرر ہوا عورت خود شیخ کے سامنے حاضر نہ ہوئی۔ شیخ کو مرد کے بتانے سے رضا عورت کا علم ہوا دو گواہ جاتے ہیں مگر وہ عورت کو نہیں جانتے بلکہ صرف مرد کو جانتے ہیں، نکاح میں مہر مقرر کر کے شیخ عقد نامہ لکھ دیتا ہے یہ نکاح جائز ہے یا نہ؟

الجواب ۱۔ عورت اگر کسی مرد سے کہے کہ تو مجھ سے نکاح کر تو شخص مذکور اگر اس عورت کو اس کے باپ دادا کیطرف منسوب کر کے دو گواہوں کے سامنے کہدے کہ

میں نے اپنا نکاح فلانہ بنت فلاں سے کر دیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح متصور ہوگا اور اگر الفاظ خط کشیدہ زبان سے نہیں کہے اور ویسے ہی عقد نامہ تحریر کرالیا گیا تو محض تحریر عقد نامہ سے بدوں ایجاب و قبول کے نکاح منعقد نہ ہوگا گو تحریر میں انشاء عقد ہو کما فی الدر المختار ص۴۴۸ ج۲ ویتولی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول (الی قولہ) کان اصیلاً من جانب ووکیلاً او ولیاً من آخر.... لیس ذلک الواحد بفضولی من جانب وان تکلم بکلامین علی الراجح پس صورت مسئولہ میں چونکہ محض تحریر عقد نامہ ہی ہوا ہے ایجاب و قبول کرایا ہو تو دوبارہ سوال لکھ کر جواب حاصل کریں۔

واضح رہے کہ فقہاء نے کتابت کی جس مخصوص صورت میں نکاح کو منعقد سمجھا ہے وہ صورت یہاں موجود نہیں ہے۔

۱۔ عورت مذکورہ سے اگر نکاح صحیح ہوتا تو اس سے میل جول رکھنے کی گنجائش تھی مگر بہتر اظہار و اعلان ہی تھا لیکن اب چونکہ نکاح میں شبہ ہو گیا۔ لہٰذا سابقہ تعلقات فی الحال منقطع کرنا ضروری ہیں تاوقتیکہ نکاح کا وجود متحقق نہ ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

عبداللہ مفتی خیر المدارس ملتان۔

نوٹ: آپکے سوال سے جو صورت ذہن میں آئی تھی اس کا حکم تو اوپر لکھ دیا گیا البتہ اگر یہ صورت ہوئی کہ شیخ کے پاس جا کر جب آپ نے اپنا قصد ظاہر کیا تو شیخ نے عورت کی طرف سے ایجاب زبانی کر دیا ہو کہ میں نے فلانہ کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا اور آپ نے اسے الفاظ آئندہ کے ساتھ قبول کر لیا تو اس صورت میں نکاح درست متصور ہوگا جبکہ بعد میں عورت مذکورہ اس پر راضی ہو گئی ہو اور تمکین دیدی ہو فقط، عبدالستار عفا اللہ عنہ،

مطلقہ مغلظہ مرتد ہو جائے تو بدوں حلالہ دوبارہ نکاح کا حکم

زید نے نومسلمہ عورت ساجدہ سے نکاح کیا۔ مگر برادری نے مجبور کر کے اسے تین طلاق دلوادیں جو منسلکہ طلاقنامہ میں درج ہیں۔ ساجدہ پھر عیسائی ہو گئی۔ زید بہت پشیمان

ہے وہ چاہتا ہے کہ ساجدہ کو دوبارہ مسلمان کرے پھر اس سے نکاح کر لے ۔
کیا بدوں حلالہ کے نکاح کر سکتا ہے ؟

الجواب ساجدہ کے دین سے مرتد ہو جانے سے حرمت مغلظہ ختم نہیں ہوئی۔ وہ بدستور حرام ہے ۔ اسلام لانے کے بعد بھی تاوقتیکہ دوسری جگہ نکاح اور وظیفۂ زوجیت ادا ہونے کے بعد طلاق نہ ہو زید کے لیے حلال نہیں ہوسکتی

لو طلقها ثنتين وهي امة ثم ملكها او ثلاثا وهي حرة فارتدت ولحقت بدار الحرب ثم سبيت وملكها لا يحل له وطؤها بملك اليمين حتى يزوجها فيدخل بها الزوج ثم يطلقها اھ (شامیہ ص۲۱۲ ج ۳) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۱ ـ ۹ ـ ۱۴۰۴ھ

صرف صبی غیر ممیز نے قبول کیا تو نکاح نہیں ہوا

سوال: دو بچوں کے نکاح اس طرح ہوئے۔ ایک بچے کی عمر ۸ سال اور لڑکی کی عمر ۶ سال، دوسرے بچے کی عمر ۵ سال لڑکی کی عمر ۴ سال، بچوں کے والدین کے اہتمام پر چند لوگوں کے مجمع میں مولوی صاحب نے بچے کو ایمان مجمل و مفصل، کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھائے اور نام لے کر کہ فلاں بن فلاں کی لڑکی بنام فلاں تمہارے نکاح میں دی جاتی ہے تمہیں قبول ہے پھر بچہ نے اپنے والد کی ترغیب پر اقرار قبولیت کیا۔ نیز لڑکی کے والدین سے مولوی صاحب نے رجوع نہیں کیا۔ بہر حال رضامند تھے۔ اور تذکرہ حق مہر بھی نہیں ہوا۔ دوسرے بچے کے نکاح کی صورت بھی یہی تھی کیا نکاح ہوئے یا نہیں ؟ (المستفتی عبد الحق کلرک معرفت عبد العزیز شیر دائزر)

الجواب برتقدیر صحتِ واقعہ صورتِ مسئولہ میں ہر دو نکاح منعقد نہیں ہوئے لہٰذا دوبارہ کئے جائیں اور ایجاب و قبول لڑکے لڑکی کے والدین کریں۔

وانما شرط فمنها العقل والبلوغ الخ الا ان الاول (ای العقل) شرط الانعقاد فلا ينعقد نكاح المجنون والصبي الذي لا يعقل ا
(عالمگیری ص۲۶۷ ج۱) والشرط لصحة الاذن أن يعقل البيع سالباً للملك

عن البائع والشراء جالباً لہ الخ (درمختار علی ھامش رد المحتار ص۵۱۱ ج۲)

فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

ولی البعد کے نکاح کر دینے پر بالغہ کا سکوت کرنا رضامندی نہیں بلکہ اسے سکوت کے بعد بھی رَدّ و قبول کا اختیار رہے:

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک لڑکی مسمات زینب باکرہ بالغہ جس کا باپ زندہ ہے اس کے چچا نے غائبانہ بغیر اذن لڑکی اور اطلاع دینے باپ کو زید کے ساتھ روبرو گواہان کے نکاح کر دیا چچا نے خود دیا اس کے رسول نے لڑکی کو اطلاع دی کہ تیرا فلاں یعنی زید کے ساتھ نکاح کر دیا گیا تو لڑکی نے سکوت اختیار کیا کیا یہ نکاح منعقد ہو گا یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں صرف لڑکی کے سکوت سے نکاح کا انعقاد متصوّر نہیں ہوگا بلکہ ابھی تک لڑکی مذکورہ کے لئے اس نکاح کو رَدّ کرنے یا قبول کرنے کا اختیار باقی ہے کیونکہ جب ولی اقرب کی موجودگی میں غیر ولی اقرب بلا اطلاع ولیٔ اقرب و لڑکی کے از خود لڑکی عاقلہ بالغہ کا کسی جگہ نکاح کر دے تو لڑکی اس نکاح کی خبر ملنے پر سکوت اختیار کرے تو یہ سکوت اسکی رضا نہیں سمجھی جاتی ہے (کما فی العالمگیری ج۱ ص۲۸۱)

واذا قال لہا الولی الی قولہ اذا کان المزوج ھو الولی وان کان لہا ولی اقرب من المزوج لا یکون السکوت منہا رضاً ولہا الخیار ان شاءت رضیت وان شاءت ردّت ۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ اصغر علی غفر اللہ لہ،
نائب مفتی

الجواب صحیح
محمد عبداللہ غفر اللہ لہ،
مفتی خیر المدارس ملتان

خُفیہ نکاحوں کا حُکم

زمانۂ حال میں یہ ہو رہا ہے کہ بیوہ عورت سے خفیہ نکاح کیا جاتا ہے اور اس نکاح کو صیغہ راز میں رکھتے ہیں زانیوں کی طرح خفیہ شہوت رانی کرتے ہیں، بچہ پیدا نہیں ہونے دیتے بلکہ بذریعہ ادویہ نکالدیتے ہیں۔ مابین الزوجین ارث کا اجراء بھی نہیں ہوتا البتہ بوقت نکاح گواہ موجود ہوتے ہیں اور ان کو اخفاء نکاح کا کہا جاتا ہے۔ کیا اندریں حالات یہ نکاح صحیح ہے یا نہ؟ اور ایسے نکاح سے حلت بین الزوجین ثابت ہے یا نہ؟ بلکہ نکاح سر اور فاسد اور واجب التفریق ہے یا نہ، فتاوٰی نور الھدیٰ معروف بجامع الفوائد ص۹۴ پر حسب ذیل جواب لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو عبارت مرقومہ فی الفتاوی

ولا یجوز نکاح السر صورتہ ان ینکح امرأۃ سراً بحضور الشاھدین ویمنعھما عن الاعلان استحیاءً لانھا لا ترضی باعتبارہ خوفاً أو عاراً کما تفعلہ بعض النساء فان ھذا النکاح غیر جائز وھما زانیان ابداً وقد فعل ھذا النکاح بعض الکلبتہ وقتلوا علیہ وبعض القاصرین الذین لا یعلمون بحقیقۃ الروایات یحکمون بصحۃ ھذا النکاح من جھل الخ ـــ اس کتاب میں بالتغلیظ اس نکاح کو فی حکم الزنا بیان کیا گیا ہے اور اکثر کتب فقہ میں دو گواہ موجود ہونے پر حلت اور صحت نکاح کا حکم دیا جاتا ہے۔ اب قابل استفسار یہ ہے کہ ایسے نکاح میں حلت کا حکم دیا جائے یا تفریق کا؟

الجواب صورت مسئولہ میں جب شرائط نکاح موجود ہوں تو نکاح کو صحیح کہا جائے گا۔ البتہ گواہوں کو چاہیے کہ وہ اس نکاح کا اظہار کریں اور توراث بھی جاری ہوگا۔ البحر الرائق میں ہے:

ان النکاح بحضور الشاھدین یخرج عن أن یکون سراً ویحصل بحضورھما الاعلان اھ (ص۹۴ ج۳)

بدائع میں ہے:۔ ما روی انہ نھی عن نکاح السر فنقول بموجبہ لکن نکاح السر مالم یحضرہ شاھدان فاما ما حضرہ شاھدان فھو نکاح علانیۃ لا نکاح السر اذ السر اذا جاوز اثنین خرج من ان یکون سرا قال الشاعر... وسرک ما کان عند امرئ... وسر الثلاثۃ غیر الخفی وکذلک قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلنوا النکاح لانھما اذا احضراہ شاھدین فقد اعلناہ اھ (ص۲۵۳ ج۲) فتح القدیر میں ہے:۔ وقول الکرخی نکاح السر مالم یحضرہ شھود فاذا حضروا فقد اعلن.... فالتحقیق انہ لا خلاف فی اشتراط الاعلان وانما الخلاف بعد

ذلک فی ان الاعلان المشترط ھل یحصل بالاشھاد حتی لا یضرہ بعدہ توصیۃ للشہود بالکتمان اذ لا یضر بعد الاعلان التوصیۃ بالکتمان اولا یحصل بمجرد الاشہاد حتی یضر فقلنا نعم وقالوا لا اھ ——— (ص۱۱۱ ج۲)

عبارت بالا سے ظاہر ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں کیا گیا نکاح سِرّ نہیں البتہ امام مالکؒ کے نزدیک ایسا نکاح، نکاح سِرّ ہے جو ان کے نزدیک حرام وبدکاری ہے۔ ولو حضرۃ شہود وشرط علیہم الکتمان لم یجز (ای عند مالکؒ) (بدائع ص۲۵۲ ج۲) فتاویٰ نور الھدیٰ میں غالباً امام مالکؒ کا مذہب نقل کیا گیا ہے۔

فقط واللہ اعلم ———

بندہ
عبدالستار عفا اللہ عنہ

کیا ناخن پالش لگانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ بعض خواتین ناخن پالش لگا کر وضو کرکے نماز ادا کرلیتی ہیں آیا اس طریقے سے نماز ادا کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور کفر صادر ہوجاتا ہے اگر یہ درست ہے تو نکاح جانے کی صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب ناخن پالش لگا کر وضو کرتے سے نماز ادا کرنا صحیح نہیں لیکن اس سے نہ کفر لازم آتا ہے اور نہ نکاح ٹوٹتا ہے کیونکہ بلا وضو نماز پڑھنا اس وقت موجب کفر ہے جبکہ بطورِ استخفاف ہو۔ وبحث فیہ فی الحلیۃ احدھما ما اشار الیہ الشارح ثانیھما ان الجواز بعذر لا یوثر الا فی عدم الاکفار فی ھذہ المسائل ھو الاستھانۃ فحیث ثبتت الاستھانۃ فی الکل تساوی الکل فی الاکفار وحیث انتفت منھا تساوت فی عدمہ وذلک لانہ لیس حکم الغرض لزوم الکفر بترکہ والا کان کل تارک لفرض کافرا وانما حکمہ لزوم الکفر بجحدہ بلا شبھۃ دارئۃ اھ ای والاستخفاف فی حکم الجحود (شامی کتاب الطہارۃ ص۶۶ ج۱)

أما لو کان یعنی عدد ذلک الفعل خفیفا وھینا من غیر استھزاء ولا سخریۃ بل لمجرد الکسل أو الجھل فینبغی ان لا یکون کفرا عند الکل (رد المحتار ص۶۶ ج۱) فقط واللہ اعلم محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۵-۱۲-۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

خاوند مسلمان ہو جائے تو عیسائی بیوی بدستور منکوحہ رہے گی

عیسائیوں کے نزدیک بھی دو بیویاں جائز ہیں

محمد عبداللہ نومسلم عیسائیت سے مسلمان ہوا اس کے ساتھ اس کی دوسری بیوی سکینہ بھی مسلمان ہوگئی۔ عیسائیوں نے اس کی دوسری بیوی پر قبضہ کر لیا اور اسے دوبارہ عیسائی بنا لیا۔ اور دلیل یہ پیش کی کہ عیسائیت میں دو شادیاں جائز نہیں۔ لہٰذا یہ عبداللہ کی منکوحہ ہی نہیں تھی اس مسئلہ میں شرعی حکم سے آگاہ فرماویں پہلی بیوی بدستور عیسائی ہے اس کا حکم بھی بیان فرماویں۔ عیسائی کتب سے چند حوالہ جات جمع کردہ مولانا محمد یوسف رحمانی مدظلہ ہمراہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے ہاں دو شادیاں جائز ہیں۔

محمد عبداللہ نومسلم ساکن مکی مسجد میانچنوں ضلع ملتان

عیسائیت کی مسلمہ کتاب مقدس یعنی بائیبل کی رو سے ایک بیوی سے زائد بیویاں نکاح میں لانا کوئی جرم نہیں ہے چنانچہ مندرجہ ذیل حوالہ جات بغور دیکھیں۔

۱۔ حضرت ابراہیمؑ کی تین بیویاں تھیں۔ سارہ۔ ہاجرہ۔ قطورہ۔ (کتاب پیدائش باب ۱۱/۲۹۔ ۱۶/۲تا۱۶۔ ۲۵/۱)

۲۔ حضرت یعقوب کی چار بیویاں تھیں۔ لیاہ۔ راخل۔ بلہا۔ زلفہ۔

(کتاب پیدائش ۲۹/۲۲ ۲۹/۲۸ ۳۰/۳ ۳۰/۹)

حضرت یعقوب کی اولاد چار بیویوں سے ہوئی (کتاب پیدائش ۳۵/۲۳)

۳۔ حضرت عیسو کی تین بیویاں تھیں۔ عدہ۔ اُلیبامہ۔ بشامہ (کتاب پیدائش ۳۶/۲ ۳۶/۳ ۳۶/۴)

۴۔ حضرت داؤد کی ایک بیوی میکل کا ذکر (کتاب سموئیل اول ۱۸/۱۹)

۵۔ حضرت داؤد کی دو اور بیویوں ابیجیل اور اخینوعم کا ذکر (سموئیل اول ۲۵/۴۲ ۲۵/۴۳ ۲۷/۳)

۶۔ حضرت داؤد کی چھ اور بیویوں کا ذکر (سموئیل دوم ۳/۲تا۵)

۷۔ حضرت داؤد کی اور حرم میں اور بیویاں جن سے گیارہ بچے ہوئے (سموئیل دوم ۵/۱۳)

۸۔ حضرت داؤد کا اوریاہ کی بیوی سے نکاح (سموئیل دوم ۱۱/۲۷)

۹۔ حضرت داؤد نے یروشلم میں اور عورتوں سے بھی نکاح کیا جنکی تعداد معلوم نہیں ہے (تواریخ اول ۱۴/۳)

۱۰۔ حضرت سلیمان کی سات بیویاں اور تین سو حرم میں تھیں (سلاطین اول ۱۱/۱) (تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ)

بائیبل مقدس کے مندرجہ بالا دس حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں نکاح میں لانا جرم نہیں۔ اس کے برعکس پوری کتاب مقدس بائبل سے ایک حوالہ بھی نہیں ملتا جس سے ثابت ہوسکے کہ ایک بیوی سے زائد بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے ہاں البتہ جو شخص پادری ہو یا کلیسیا کا سربراہ ہو۔ اس کے لئے پولوس کے خطوط سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ صرف ایک بیوی کا شوہر ہو۔ عام آدمی کے لئے کوئی شرط اور قید نہیں۔ وہ جتنی چاہے۔ ایک بیوی سے زائد نکاح کرسکتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا۔

چنانچہ پادری کے لئے صرف ایک بیوی کا شوہر ہونا مندرجہ ذیل حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے۔

(پولوس کا خط طیطس ۱/۲ تیمتھیس اول ۳/۲ دیکھئے)

انہی حوالہ جات کی بناپر ایپسکوپل پاکستان مشن چرچ نے اپنی قرار دادوں میں لکھا ہے کہ دو بیوی کا شوہر کلیسیا میں تو مع خاندان شامل ہوگا مگر اس کو مذہبی عہدہ نہ دیا جائے گا نہ کلیسیا کے انتظامی امور میں شامل ہوسکتا ہے (مختصر ہسٹری ایپسکوپل چرچ پاکستان ص۔)

محمد عبداللہ کا نکاح کرنے والا بشپ بھی ایپسکوپل مشن چرچ آف پاکستان سے تعلق رکھتا ہے اس کے عقیدہ اور مذہب کے مطابق مسیحی دوسرا نکاح کرسکتا ہے

فریقین کا تعلق چونکہ میتھوڈسٹ چرچ سے ہے۔ جو کہ غیر ملکی چرچ ہے جن کے ممبران اعلیٰ کنٹر بری یارک وغیرہ نے برطانیہ میں فعل ہم جنسی کو تو جائز قرار دیا ہے مگر کسی عیسائی کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ فوا اسفا۔

میتھوڈسٹ چرچ کا فتویٰ ایپسکوپل پاکستان مشن چرچ کے لئے کوئی حجت دلیل نہیں ہے کیونکہ میتھوڈسٹ چرچ کے اصول وفروع اور ہیں۔ ایپسکوپل پاکستان مشن چرچ کے اصول وفروع اور ہیں۔ دونوں میں باہمی اصولی اختلافات پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے کیلئے دلیل نہیں ہیں

مختصراً صرف دس حوالہ جات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اگر مزید تفصیل درکار ہو تو بندہ اس کی تفصیلات کے لئے بھی تیار ہے جب حکم ہو حاضر خدمت ہوکر پوری تفصیل عرض کرسکتا ہے۔

واللہ یہدی الی الحق والی صراط مستقیم حسبنا اللہ ونعم الوکیل

محمد یوسف بقلم خود

خطیب جامع مسجد مکی ٹی چوک ...... میاں چنوں ضلع ملتان

الجواب صورتِ مسئولہ میں دونوں میاں بیوی کے اکٹھے مسلمان ہو جانے سے ان کا پہلا نکاح بدستور باقی تھا۔ ولو اسلم احد الزوجین عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم والا فرق بینھما کذا فی الکنز اھ (عالمگیری ص۳۳۸ ج۱) اور محمد عبد اللہ نومسلم مذکور کی پہلی بیوی عیسائیت پر رہتے ہوئے بھی شرعی قوانین کے تحت بدستور محمد عبد اللہ مذکور کی بیوی ہے عالمگیری میں ہے وان اسلم زوج الکتابیۃ بقی نکاحھما کذا فی الکنز اھ (ص۳۳۸ ج۱) محمد عبد اللہ اور اس کی بیوی جب مسلمان ہو گئے تو ان پر مسلمانوں والے احکام ہی نافذ ہوں گے اور مسلمانوں کے لئے چار شادیوں کی اجازت ہے قال اللہ تعالیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلٰث ورباع الآیۃ سکینہ مرتد ہو جانے کے باوجود وہ کسی اور جگہ نکاح نہیں کر سکتی۔۔۔

حیلۂ ناجزہ میں مرتدہ عورت کے احکام بیان کرتے ہوئے بطور خلاصہ فتوی لکھا ہے۔

"اس مجموعہ سے خلاصہ اس فتوی کا یہ حاصل ہوا کہ عورت بدستور سابق اسی خاوند کے قبضہ میں رہے گی۔ کسی دوسرے شخص سے ہرگز نکاح جائز نہیں اور اسے اسلام لانے پر سختی سے مجبور کیا جائے گا لیکن جب تک تجدید ایمان کر کے تجدید نکاح نہیں ہو جائے گا۔ خاوند اس سے استمتاع نہیں کر سکتا" (حیلۂ ناجزہ ص۱۱۹)

واضح رہے کہ اسلامی ملک میں اسلام کے مطابق ہی فیصلے ہوں گے۔ عیسائیوں کو یہ حق نہیں کہ اپنی مرضی مسلمانوں پر مسلط کریں۔ اول تو عیسائیوں کے ہاں بھی ایک سے زائد شادیاں جائز ہیں۔ بالفرض نہ بھی ہوتیں۔ تو بھی جب وہ میاں بیوی مسلمان ہو گئے۔ تو اب عیسائیوں کو ان پر کسی قسم کا اختیار نہیں رہا۔ ان پر تمام احکام مسلمانوں والے نافذ ہوں گے۔

لہذا اربابِ اقتدار پر فرض ہے کہ مسمی محمد عبد اللہ مذکور کی دونوں بیویاں اس کو دلانے پر پورا پورا تعاون کریں۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

معتدۂ بائنہ کو کنایۃً پیغامِ نکاح دینا

مطلقہ بائنہ کی عدۃ میں اس کو خطبہ کی تعریض کرنا جائز ہے یا نہیں

اس کے متعلق مختلف کتب کا مطالعہ کیا، شامی اور ہندیہ وغیرہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ

معتدہ بائنہ کا حکم متوفی عنہا زوجہا والا نہیں یعنی اس کو تعریض کرنا بھی جائز نہیں لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ اس کا حکم متوفی عنہا زوجہا والا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو تعریض کرنا جائز ہے مختلف عبارات سامنے آنے سے بندہ متذبذب ہے بندہ کا زیادہ رجحان اس طرف ہے کہ تعریض جائز نہ ہونی چاہیئے جیسے فقہاء نے لکھا ہے آپ براہِ مہربانی اس مسئلہ میں بندہ کی راہ نمائی فرمائیں۔ وہ عبارات درجِ ذیل ہیں۔

وفی الدر المختار تحرم خطبتها وصح التعریض لومعتدة الوفاة لا المطلقة اجماعاً لافضائه الی عداوة المطلق وفی الشامیة تحت قوله لا المطلقة اجماعاً الخ نقله فی البحر والنهر عن المعراج وشمل المطلقة البائن وبه صرح الزیلعی وفی الفتح ان التعریض لا یجوز فی المطلقة بالاجماع فانه لا یجوز لها الخروج من منزلها اصلاً فلا یتمکن من التعریض علی وجه لا یخفی علی الناس ولا نضائه الی عداوة المطلق وینافی نقل الاجماع ما فی الاختیار حیث قال مانصه وهذا کله فی المبتوتة والمتوفی عنها زوجها اما المطلقة الرجعیة فلا یجوز التصریح ولا التلویح لان نکاح الاول قائم۔

(شامی باب العدة فصل فی الحداد ص۵۳۴ ج ۳ ایچ ایم سعید)

لایجوز للاجنبی خطبة المعتدة صریحاً سواء کانت مطلقة او متوفی عنها زوجها کذا فی البدائع ثم اجمعوا علی منع التعریض فی الرجعی وکذا فی البائن عندنا وانما التعریض فی المتوفی عنها زوجها کذا فی غایة السروجی (هندیة ص۵۳۴ ج۱)

ولا تخطب معتدة الا تعریضا ولا تخرج معتدة الرجعی والبائن من بیتها اصلاً (شرح الوقایه ص۱۵۳ ج۲)

قوله الا تعریضا ظاهرة ان جوازه یعم لکل معتدة لکن ذکر فی البحر

والتهر والمعراج والفتح وغیرها ان التعریض لا یجوز فی مطلقة الرجعی لقیام نکاح الاول ولا فی مطلقة البائن فانه لا یجوز لها الخروج من منزلها اصلاً فلا یتمکن من التعریض والافضائه الی عداوة المطلق فعلی هذا یختص جواز التعریض بمعتدة الوفاة لکن ذکر فی الاختیار جوازه فی المبتوتة ایضاً والتعریض الخ (حاشیہ شرح الوقایہ ص۱۵۳ ج۲)

اور حضرت تھانوی نے بیان القرآن میں ولاجناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبة النساء او اکننتم " کے تحت لکھا ہے۔

" مسئلہ جو عورت طلاق بائن کی عدۃ میں ہو اس کا بھی یہی حکم ہے ممکن ہے کہ حضرت تھانوی سے اس کے حکم بیان کرنے میں تسامح ہوا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت کے نزدیک مختار یہی ہو کہ اس کا حکم متوفی عنہا زوجہا والا ہو کیونکہ ایک روایت اختیار میں اس کے متعلق بھی ہے جیسا کہ مذکورہ عبارات سے واضح ہے تو آپ برائے مہربانی اپنی رائے سے مطلع فرما دیں۔

بندہ محمد ادریس عفی عنہ،

دار الافتاء جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

الجواب حامداً ومصلیاً - مندرجہ ذیل عبارات میں یہ تصریح ہے کہ مطلقہ بائنہ کی عدت میں اس کو تعریض کرنا جائز نہیں؟

۱۔ لا یجوز للاجنبی خطبة المعتدة صریحاً سواء کانت مطلقة او متوفی عنها زوجها کذا فی البدائع اجمعوا علی منع التعریض فی الرجعی وکذا فی البائن وانما التعریض فی المتوفی عنها زوجها کذا فی غایة السروجی. (عالمگیری ص۵۳۴ ج۱)

۲۔ ولا بأس بالتعریض فی الخطبة اراد المتوفی عنها زوجها اذ التعریض لا یجوز فی المطلقة بالاجماع - (فتح القدیر ص۱۶۵ ج۴)

۳۔ ولا ینبغی ان تخاطب المعتدة ولا باس بالتعریض فی الخطبة الی قوله وهذا فی

المتوفی عنها زوجها۔ اما المطلقة فلا یجوز التعریض بخطبتها لانها لا تخرج من منزلها فلا یتمکن من ذلک۔ (الجوہرة ص۱۵۹ ج۲)

۴۔ المعتدة ولا باس بالتعریض هذا فی معتدة الوفاة واما فی معتدة الطلاق فلا یجوز التعریض سواء کان رجعیا او بائنا فعلی هذا لو قید المصنف بمعتدة الوفاة لکان اولیٰ۔

(مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ص۴۸۰)

۵۔ واما التعریض فلا یجوز ایضاً فی عدة الطلاق ولا بأس به فی عدة الوفاة (بدائع الصنائع ص۲۰۴ ج۲)

۶۔ ولا بأس بالتعریض للمتوفی عنها زوجها نحو انی ارید التزوج۔ الی قوله واما المطلقة فلا یجوز التعریض لها بالاجماع لافضائه الی عداوة المطلق الی قوله لکن فی القهستانی وفیه اشارة الی جواز التعریض لکل معتدة مع انه لا یجوز للمعتدة الرجعیة اصلاً وکذا فی معتدة البائن کما فی النهایة لکن فی المختار انه یجوز کالمتوفی عنها زوجها اتفاقاً (در المنتقی شرح الملتقی علی ہامش مجمع الانہر ص۴۸۰)

۷۔ وفی الدر مختار وتحرم خطبتها وصح التعریض لو معتدة الوفاة لا المطلقة اجماعاً لافضائه الی عداوة المطلق۔ وفی الشامیة تحت قوله لا المطلقة اجماعاً الخ نقله فی البحر والنهر عن المعراج وشمل مطلقة البائن وبه صرح الزیلعی وفی الفتح ان التعریض لا یجوز فی المطلقة بالاجماع فانه لا یجوز لها الخروج من منزلها اصلا فلا یتمکن من التعریض علی وجه لا یخفی علی الناس ولافضائه الی عداوة المطلق وبنا فی نقل الاجماع ما فی الاختیار حیث قال ما نصه وهذا کله فی المبتوتة والمتوفی عنها زوجها اما المطلقة الرجعیة فلا یجوز التصریح ولا التلویح لان نکاح الاول قائم۔ (شامی ص۶۴۲ ج۲)

۸۔ (ویذرون ازواجا) ولا یمکن حملها علی الاستغراق لان من النساء من یحرم التعریض بخطبتهن فی العدة کالرجعیات والبائنات فی قول. والاظهر عند الشافعی رضی الله عنه جوازه فی عدتهن قیاساً علی معتدات الوفاة

(روح المعانی ص۱۵۰ ج۲)

۹۔ وظاهرہٗ ان التعریض جائز لکل معتدة ولیس کذلک بل لا یجوز الا للمتوفی عنها زوجها بالاجماع واما المطلقة فغیر جائز لما فیه من ایراث العداوة بین المطلق والخاطب بخلاف المیت فان النکاح قد انقطع فلا عداوة من المیت ولا ورثته (بحر الرائق ص۱۶۵ ج۴)

۱۰۔ ولا تخطب معتدة الا تعریضاً (شرح وقایہ ص۱۵۳ ج۲) اس کی تشریح حاشیہ کے اندر یوں ہے۔ قوله الا تعریضاً ظاهرہٗ ان جوازہ یعم لکل معتدة لکن ذکر فی البحر والنهر والمعراج والفتح وغیرها ان التعریض لا یجوز فی مطلقة الرجعی لقیام نکاح الاول ولا فی مطلقة البائن فانه لا یجوز لها الخروج من منزلها اصلاً فلا یتمکن من التعریض ولافضائه الی عداوة المطلق فعلی هذا یختص جواز التعریض بمعتدة الوفاة لکن ذکر فی الاختیار جوازہ فی المبتوتة ایضاً۔ (حاشیہ ۶ شرح وقایہ ص۱۵۳ ج۲)

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہے کہ معتدہ بائنہ کے لئے بھی تعریض جائز نہیں اسی پر حضرات فقہاء کا اتفاق نقل کیا گیا ہے اور اسے مدلل بیان کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اختیار کی روایت غیر مختار ہے۔ علامہ شامی راجح مرجوح کی بحث میں لکھتے ہیں:۔

کذا اذا ما واحد قد عللوا ؛ لهٗ وتعلیل سواہ اهملوا

وفی شرحه قال (وکذا) لو ذکروا قولین مثلاً وعللوا لاحدهما کان ترجیحاً له علی غیر المعلل کما افادہ الخیر الرملی فی کتاب الغصب من فتاواہ الخیریة ونظیرہٗ ما فی التحریر وشرحه فی فصل الترجیح فی المتعارضین ان الحکم الذی تعرض فیه للعلة یترجح علی الحکم الذی

لم یتعرض فیہ لما لان ذکر علتہ یدل علی الاھتمام بہ والحث علیہ انتہی

(عقود رسم المفتی ص۳۰)

عقود کے اندر ایک اور جگہ ذکر ہے ففی شرح البیری علی الاشباہ ان المقرر عند المشائخ انہ حتی اختلف فی المسئلۃ فالعبرۃ بما قالہ الاکثر انتہی۔

(عقود ص۳۳) فقط واللہ اعلم، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

جب اور جس طرح میرے نکاح میں آئے اُسے طلاق کہنے کے باوجود فضولی کے ذریعہ نکاح کی گنجائش موجود ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بندہ نے زبان سے کہا ہے کہ کلما تزوجت وکالۃً اصالۃً طفیلیًا حلیمۃ بنت نور محمد فھی طالق۔ طالق، طالق۔ اور ہر آن وزمان ہر وقت میرے نکاح میں آئے جس طرح آئے مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے بحوالہ جات تسلی فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب صورت مسئولہ میں حالف جب بھی حلیمہ سے نکاح کرے گا، اس پر طلاق واقع ہو جائے گی، لیکن اگر کوئی شخص از خود حلیمہ کا نکاح حالف سے کردے اور اُسے آکر اطلاع دیدے اور حالف اجازت بالفعل دے تو حانث نہیں ہوگا۔ حالف کے الفاظ او طفیلیاً سے اجازت بالفعل پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

حلف لا یتزوج فزوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل لا اھ کل امرأۃ تدخل فی نکاحی اوتصیر حلالاً لی فکذا فاجاز نکاح فضولی بالفعل لایحنث اھ درمختار وھثلہ فی عدم حنثہ باجازتہ فعلاً ما یکتبہ الموثقون فی التعالیق من نحو قولہ ان تزوجت امرأۃ بنفسی اوبوکیلی او بفضولی أو دخلت فی نکاحی بوجہ ما تکن زوجتہ طالقاً لان قولہ او بفضولی الخ عطف علی قولہ بنفسی عاملہ تزوجت وھو خاص بالقول وانما ینسد باب الفضولی لو زاد أو أجزت نکاح فضولی ولو بالفعل فلا مخلص لہ اھ رشامی ص۱۴۲ ج۴، فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،	الجواب صحیح، محمد صدیق عفرلہ	محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

زانی اور مزنیہ کی اولاد کے باہم نکاح کا حکم

زید نے عمرو کی منکوحہ ہندہ کے ساتھ زنا کیا۔ جبکہ عمرو حالتِ حیات میں ہے۔ اسی حالت نکاح میں ہندہ کی ایک بچی پیدا ہوئی۔ ہندہ کی اس لڑکی کے ساتھ زید کے لڑکے کا نکاح ہوا اور بچے بھی ہوئے تو نکاح درست ہے یا نہ؟

مودودی نے یہ جواب دیا۔ کہ فقہاء حنفیہ کے فتویٰ کے مطابق زانی جس سے زنا کرتا ہے۔ اس عورت کے اصول وفروع زانی پر حرام ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک زانی کی اولاد کا تعلق ہے اس میں اختلاف ہے کہ اس کے اور مزنیہ کے اصول وفروع میں بھی حرمت مصاہرت واقع ہوتی ہے یا نہ؟ کتب احناف میں مندرجہ بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمت مصاہرہ کا تعلق صرف زانی سے ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں۔ اس کے بالمقابل انہی کتابوں میں دوسرے اقوال موجود ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حرمت مصاہرہ زانی کے اصول وفروع میں بھی متعدی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر مبسوط ص۲۰۸ ج۴ پر امام سرخسی نکاح کے علاوہ وطی مس بالشہوۃ اور نظر الی الفرج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وحرمة المصاهرة بهذه الاسباب تتعدى الى ابائه وان علوا وابنائه وان سفلوا من قبل الرجال والنساء۔

ان اسباب سے حرمتہ مصاہرہ زانی کے آباء اور اس کی اولاد کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔ صاحب درمختار فصل فی المحرمات میں فرماتے ہیں۔

حرم على المتزوج ذكرًا كان او انثى نكاح اصله و فرعه ان علا أو نزل وبنت اخيه واخته وبنتها ولو من الزنا۔

نکاح کرنے والا مرد ہو یا عورت۔ اس کا اپنے اصول وفروع سے نکاح حرام ہے۔ اوپر نیچے تک اپنی بھتیجی اور بہن اور بھانجی سے مرد کا نکاح حرام ہے۔ خواہ یہ زنا کے نطفہ سے ہی پیدا ہوئے ہوں۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ زانی نے جس عورت سے زنا کیا ہے اس عورت

کی اولاد بھی زانی کی اولاد پر حرام ہوگی۔ اور اس میں وہی حرمت ہے جو بہن بھائی میں ہے۔

اس کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں۔ أما التحريم على آباء الزاني وأولاده فلاعتبار الجزئية (شامی ص ج۲) مذکورہ بالا تحریم جو زانی کے آباء و اولاد پر وارد ہوتی ہے۔ وہ اس وجہ سے ہے کہ اولاد والدین کا جز ہوتی ہے۔ تجنیس کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ زنى بامرأة فولدت فأرضعت بهذا اللبن صبية لا يجوز لهذا الزاني تزوجها ولا لأصوله وفروعه۔ ایک مرد نے عورت سے زنا کیا پھر عورت کے ہاں ولادت ہوئی۔ اس عورت نے اس دودھ سے کسی بچی کو دودھ پلایا تو اس مرد کے لئے اس بچی سے نکاح جائز نہیں ہے اور نہ زانی کے اصول و فروع کے لئے اس بچی سے نکاح جائز ہے۔ ہمارے نزدیک یہی اقوال صحیح تر اور قابل ترجیح ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زانی کے علاوہ زانی کی اولاد اور مزنیہ اور اس کی اولاد کے مابین بھی حرمت مصاہرہ قائم ہو جاتی ہے۔

الجواب صورت مسئولہ میں زید کے لڑکے کا نکاح ہندہ کی لڑکی سے جائز ہے۔ کیونکہ مزنیہ کے فروع کے ساتھ اولاد زانی کا نکاح حلال ہے۔ ہاں خود مزنیہ کے ساتھ اصول زانی یا اس کے فروع کا نکاح درست نہیں۔

قال في البحر أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسبا ورضاعا كما في الوطئ الحلال ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها (شامی ص ۳۸۴ ج ۲)۔

۲۔ امام سرخسی نے ملک یمین نکاح اور زنا میں حرمت مصاہرہ کو مساوی قرار دیا۔ کہ تینوں صورتوں میں حرمات اربعہ لازم آئیں گے۔ امام سرخسی فرماتے ہیں۔

اذا وطئ الرجل امرأة بملك يمين او نكاح او فجور يحرم عليه امها وابنتها وتحرم هي على آبائه وابنائه الخ (ص ۲۰۴ ج ۴)

اور نکاح میں بلاشبہ منکوحۃ الاب کی سابقہ لڑکی سے واطی کی اولاد کا نکاح جائز ہے۔ ایک شخص اپنی سوتیلی والدہ کی سابقہ لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو حرام نہیں ہے۔

جیسا کہ حوالہ جات ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ تو مزنیہ کی اولاد سے اولاد زانی کا نکاح کیونکر حرام ہو سکتا ہے۔ حوالہ جات۔

واما بنت زوجۃ ابیہ او ابنہ فحلال قال الرملی ولا تحرم بنت زوج الام ولا امہ (شامی ص۲۸۳ ج ۲)

عالمگیریہ میں ہے لا بأس بان یتزوج الرجل امرأۃ و یتزوج ابنہ ابنتہا او امہا ص۲ ج ۲ الخ کذا فی البحر۔

مبسوط سرخسی میں ہے۔ وکذلک لا بأس بان یتزوج المرأۃ و یتزوج ابنہ امہا او بنتہا فان محمد بن الحنفیۃ تزوج امرأۃ و زوج ابنتہا ابنہ وھذا لان بنکاح الام تحرم الام ھی علی ابنہ فاما ابنتہا و امہا تحرم علیہ لا علی ابنہ فلھذا اجاز لابنہ ان یتزوج امہا او ابنتہا۔ واللہ سبحانہ اعلم ص۲۱۱-۲۱۲ ج ۴۔

مسئلہ اور تعلیل سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ واطی پر موطوءۃ کے اصول و فروع حرام ہیں۔ مگر واطی کی اولاد پر حرام نہیں۔ بصورت نکاح و ملک یمین بالاجماع حرمت مصاہرہ ثابت ہے اور بصورت زنا اس کا ثبوت مختلف فیہ ہے۔

احناف کے نزدیک سفاح مثل النکاح ہے اور امام شافعیؒ اس کے منکر ہیں۔ پس جب اجماعی صورت میں فروع مزنیہ اولاد زانی پر حرام نہیں۔ کما مر۔ تو مختلف فیہ صورت میں یہ فروع اولاد زانی پر کیسے حرام ہوں گے اور خاندان نبوت میں قرن ثانی میں ایسا نکاح ہوا ہے۔ محمد بن الحنفیہ صاحبزادہ علیؓ نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کی سابقہ لڑکی سے اپنے سابقہ لڑکے کا نکاح کر دیا۔ کما مر۔ قرن صحابہؓ و تابعین میں حلت نکاح کا جو مسئلہ خاندان نبوت میں موجود ہے۔ اس کی تردید کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ استفسار کے ہمراہ لاہور کا فتویٰ پیش کیا گیا ہے۔ جس میں ایسے نکاح کو ناجائز کہا ہے اور فقہاء کی تین عبارتوں سے استدلال کیا گیا ہے۔ ذیل میں بقدر ضرورت اس کی تردید کی جاتی ہے۔ فاضل مجتہد لکھتے ہیں۔ کہ حرمت مصاہرہ زانی کے اصول و فروع میں بھی متعدی ہوتی ہے۔ مبسوط ص۲۰۸ ج ۴ میں ہے۔ حرمۃ المصاھرۃ بھذا الاسباب

تتعدا الی أبائه وان علوا وابنائه وان سفلوا من قبل الرجال والنساء۔

تمہیدیہ فاضل مجتہد کو اس عبارت کے سمجھنے میں غلطی لگ گئی ہے۔ امام سرخسیؒ وہی بات فرمارہے ہیں جو تمام فقہاء کرام نے لکھی ہے۔ حرمت مصاہرہ سے مراد حرمات اربعہ ہیں۔ یعنی مزنیہ زانی کے اصول وفروع کے لئے حرام ہوگئی اور مزنیہ کے اصول وفروع زانی کے لئے حرام ہوگئے اور منکوحہ موطوءۃ واطی کے اصول وفروع پر حرام ہے۔ یہ مقصد نہیں کہ موطوءہ کے فروع واطی کے فروع پر حرام ہوگئے۔ امام سرخسیؒ کا اگر یہی مطلب ہوتا تو اس باب کے آخر میں سوتیلی والدہ کی لڑکی سے نکاح کو کیسے جائز قرار دیتے۔ امام سرخسیؒ کے یہ جملے اصل مسئلہ کی تشریح میں واقع ہوئے ہیں۔ اصل مسئلہ وہی ہے جو بحوالہ مبسوط پہلے ہم نقل کر آئے ہیں۔ اذا وطئ الرجل امرأة بملك یمین الخ جس میں صرف حرمات اربعہ کی تصریح ہے۔

۲۔ فاضل مجتہد نے دوسرے نمبر پہ اخت من الزنا کے ساتھ درمختار سے نکاح کا عدم جواز ثابت کیا ہے۔ اور اس طرح سے مسئلہ زیر بحث میں حرمت کے قائل ہوتے ہیں۔ یہ استدلال بھی غلط ہے۔ کیونکہ صورت مسئولہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے کہ درمختار کا یہ جزئیہ ہر مزنیہ کی ہر اولاد کے بارے میں نہیں۔ بلکہ خاص مزنیہ کے ایک خاص بچے کے متعلق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کسی نے غیر منکوحہ باکرہ عورت سے زنا کیا اور اس کو اپنے گھر میں محفوظ رکھا۔ کسی دوسرے مرد کو اس کے قریب نہیں آنے دیا۔ اس مزنیہ سے جو بچی پیدا ہوگی زانی کے لئے بمنزلہ بیٹی کے سمجھی جائے گی۔ اس کا نکاح شاید زانی کی اولاد سے جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ بنت من الزنا صرف اسی صورت میں متصور ہوگی۔ ولد من الزنا پہ شامی نقل کرتے ہیں۔

أی بأن یزنی الزانی ببکر ویمسکها حتی تلد بنتا بحر عن الفتح قال الحانوتی ولا یتصور کونها ابنته من الزنا الا بذلك اذ لا یعلم کون الولد الا به الخ أی لانه لو لم یمسکها یحتمل أن غیره زنی بها لعدم الفراش النافی لذلك الاحتمال (شامی بیروت ص۲۷۰ ج۲)

امام سرخسی نے بھی یہی خاص صورت نقل کی ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے دوسرے

کی منکوحہ سے زنا کرنے کی صورت میں جو اولاد پہلے سے موجود ہے یا بعد الزنا پیدا ہوئی ہے۔ وہ زانی کے لئے بنت من الزنا قرار نہیں دی جاسکتی بلکہ یہ ناکح کی جائز اولاد متصور ہوگی۔ الولد للفراش وللعاھر الحجر (الحدیث) خصوصاً وہ اولاد جو قبل الزنا موجود ہے وہ یقیناً ناکح کی ہے اور زانی کی قطعاً نہیں۔ پس اولاد زانی کے لئے ان کی حرمت کا سوال قطعاً پیدا نہیں ہوتا۔

۴۔ تجنیس کا جزئیہ لبن من الزنا کے بارے میں ہے۔ اس سے حرمت رضاعت ثابت ہے یا نہ؟ واضح رہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ شامی نے کتاب الرضاع میں اس کے بارے میں دو روایتیں نقل کی ہیں۔ اور علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں۔ عدم ثبوت اوجہ ہے۔ علامہ شامی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ پس تجنیس کا جزئیہ غیر اوجہ پر مبنی ہے۔ ثانیاً یہ ہے کہ لبن من الزنا کا تحقق اس خاص شکل میں ہوگا۔ جبکہ زانی باکرہ سے زنا کر کے گھر میں محفوظ رکھے۔ اور بچہ پیدا ہو۔ کمامر۔ اور صورت مسئولہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں منکوحہ سے زنا ہوا ہے جس کا فراش صحیح قائم و موجود ہے پس زیر بحث صورت میں لبن من الزنا کا تحقق متصور نہیں۔ ثالثاً یہ کہ زیر بحث صورت حرمۃ مصاہرہ کی ہے۔ اور جزئیہ تجنیس حرمت رضاعت کے بارے میں ہے اور دونوں کے احکامات الگ الگ ہیں۔ حرمت رضاعت رضیع کیلئے بھی ثابت ہوتی ہے اور اولاد رضیع کے لئے بھی ثابت ہوتی ہے۔ رضیع کی اولاد کا نکاح مرضعہ کی اولاد سے یا اولاد الاولاد سے جائز نہیں۔ اور اولاد زوج کا نکاح منکوحہ کی سابقہ اولاد سے جائز ہے۔ پس ایک حرمت کو دوسری حرمت پر قیاس کرنا ممنوع ہے۔

الغرض حرمۃ مصاہرہ حرمات اربعہ میں منحصر ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں زانی کے لڑکے کا نکاح مزنیہ کی لڑکی کے ساتھ درست ہوا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ ہرگز تردد نہ کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

باپ کے کیئے ہوئے جس نکاح کے بارے میں یقین ہو کہ بقصدِ اضرار کیا گیا ہے۔ وہ منعقد ہی نہیں ہوگا۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ حاجی اللہ وسایا اور مسمی پیر بخش کی آپس میں عداوت تھی۔ اللہ یار کے گھر حاجی اللہ وسایا کی لڑکی شادی شدہ گھر میں آباد تھی۔ پیر بخش نے اپنے عداوتی جذبہ کے ماتحت اللہ یار سے کہا کہ اگر میں تیری دوسری شادی فلانہ باکرہ بالغہ سے کرادوں تو کیا حاجی اللہ وسایا کی لڑکی کو گھر سے نکال دے گا۔ پھر نہ کبھی خرچ دینا ہوگا نہ کبھی طلاق۔ تادم زیست اس طرح کرنا ہوگا۔ اور یہ جو تیری لڑکی اس کے بطن سے ہے۔ جس کی عمر ایک دو ماہ ہے۔ میرے لڑکے سے نکاح کردے۔ العجیب جس لڑکی کی طرف اللہ یار کی شادی کے واسطے اشارہ کیا گیا تھا۔ وہ اس کی والدہ کے ساتھ قصور وار تھا۔ مگر دوسری شادی کی خوشی اور لالچ میں آکر حرمت مصاہرہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تمام شرائط محظورہ منظور کرلیں۔ چنانچہ شادی ہونے کے بعد ایفاء شرائط ہوا۔ بائیس سال حاجی اللہ وسایا کی لڑکی اپنی لڑکی سمیت حاجی اللہ وسایا کے گھر رہیں۔ اس مدت میں اللہ یار سے اپنی لڑکی کے واسطے خرچ وغیرہ کا ایک جوتک وصول نہ ہوا اور نہ ہی عورت کو طلاق دی۔ اس وقت عورت فوت ہوگئی۔ لڑکی بالغہ ہونے کے وقت حالات سے آگاہی پاکر اس نکاح سے متنفر تھی۔ اب دریافت اس امر کی ہے کہ مسمی اللہ یار ان منہیات کے ارتکاب کرنے سے فاسق متہتک بے باک بے غیرت ہوسکتا ہے۔ وہ بھی سیئ الاختیار کے حکم میں ہے۔ کما فی اداکل باب الولی من الحیلۃ الناجزہ ص۹۵ اور پھر فرمایا ہے۔ کہ دونوں شرطوں کا حاصل یہ ہے۔ کہ جب اس نے نکاح کیا ہے۔ اس وقت اس کی ظاہری حالت سے کم از کم خیر خواہی کی توقع ہوسکتی ہو۔ اللہ یار مذکور بالا پر بہت آدمی شاہد ہیں۔ کہ جب اس نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا تو لوگوں نے ملامت کی تو اس نے جواب دیا کہ لڑکی صغیرہ ہے۔ پتہ نہیں مرے گی یا بچے گی۔ کیا یہ لڑکی اپنے باپ کے فاسق متہتک ہونے کی بنا پر خیار بلوغ استعمال کرسکتی ہے۔

عدالت مسلمہ حکومت پاکستان سے یہ لڑکی فسخ کرا چکی ہے۔

الجواب بشرط صحت سوال لڑکی مذکورہ کا والد فاسق متہتک ہے۔اس لئے اس کا اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کر دینا صحیح نہیں۔یہ لڑکی اس شخص سے طلاق حاصل کیے بغیر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔کذا فی الحیلۃ الناجزۃ ص۹۵۔

فقط واللہ اعلم	الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ	بندہ عبداللہ عفی عنہ
۲ر۵ر۱۳۷۷ھ	مفتی خیر المدارس ملتان

جواب ادارۃ الافتاء جامعہ قاسم العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقول وباللہ التوفیق ھذا الجواب غیر صحیح لان الفاسق المتہتک وان کان فی حکم سیئ الاختیار لکن صرح فی الشامیۃ ان المعروف بسوء الاختیار لوزوجھا من کفو بمھر المثل صح لعدم الضرر المحض انتہی وفی الصورۃ المسئولۃ علی حسب بیان السائل الاب انما زوجھا نسبًا وحرفۃً ومالاً ودینًا فکیف یقال بعدم صحۃ النکاح ولو سلم فالشامی صرح بان المانع من النکاح ھو کون الاب مشہورا بسوء الاختیار قبل العقد فاذا لم یکن مشہورًا بذلک ثم زوجھا من فاسق صح وان تحقق بذلک انہ سیئ الاختیار واشتھر بہ عند الناس فلو زوج بنتًا اخری من فاسق لم یصح الثانی لانہ کان مشہورًا بسوء الاختیار قبلہ بخلاف العقد الاول لعدم وجود المانع قبلہ الخ وفی الصورۃ المسئولۃ یقول السائل لم یکن ھذا الرجل قبلہ مشہورا بسوء الاختیار ولم یکن زوج بنتا اخری من فاسق بل لم یزوج ھذہ البنت ایضًا

من فاسق او غیر کفو فکیف السبیل الی القول بعدم جواز النکاح وقال مولانا التھانوی قدس سرہ فی الحیلۃ الناجزۃ لفظہ ۔
اگر کوئی شخص لالچ یا ناعاقبت اندیشی میں مشہور و معروف ہو۔ وہ اگر نابالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح غیر کفو سے کر دے یا مہر میں غبن فاحش کرے الخ صفحہ ۸ وقال قبل ھذا بسطرتین ۔یعنی اس کے قبل کوئی واقعہ نہ ہوا ہو جس کی بنا رپر الخ فبناءً علی ھذا القول ھذا النکاح صحیح بلاریب واما الفسخ من الحاکم فلیس لہ وجہ شرعی لان الزوج یقبلھا وھی ناشزۃ متنفرۃ عنہ بلا وجہ شرعی فیلزمھا الذھاب الی بیت الزوج لا محالۃ والمعاونون لھا علی النشوز ممن یتعاون علی الاثم والعدوان فقط لہ اعلم ان الکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالھا بعدہ فلو کان وقتہ کفوًا ثم فجر لم یفسخ (درمختار باب الکفاءۃ) وھما الزوجان وقت النکاح کانا صغیرین معصومین وابواھما کانا فاسقین واما الآن ای بعد البلوغ لو سلم فسق الزوج فلا یضر والنکاح صحیح کما کان ۔

واللہ تعالیٰ اعلم
محمود عفا اللہ عنہ
مفتی قاسم العلوم ملتان

الجواب از خیر المدارس

جاننا چاہیے کہ نابالغ اولاد پر باپ کی ولایت نظریہ ہے ۔ بچوں کا معاملہ اور نکاح کی باگ ڈور باپ کے ہاتھ اس لئے سونپی گئی ہے ۔تاکہ ان کے مصالح کی حفاظت ہو سکے ۔چنانچہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جا بجا اس کی تصریح فرمائی ہے ۔ایک مقام پر صاحب ہدایہ فرماتے ہیں ۔ ولنا ان ھذہ ولایۃ نظریۃ ولیس من النظر التفویض الی من لا ینتفع برأیہ الخ ص ۲۹۹ ج ۲ ۔ اور ایک دوسرے مقام پر صاحب ہدایہ فرماتے ہیں ۔ ومعنی ھذا الکلام انہ لا یجوز العقد عندھما

لان الولایۃ مقیدۃ بشرط النظر فعند فواتہ یبطل العقد ص۳۰۱ ج ۲

یہ آخری عبارت صاحب ہدایہ نے ایک مسئلہ خلافیہ کے ضمن میں صاحبین کے مسلک کی دلیل میں پیش فرمائی ہے۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ باپ دادا اگر نابالغہ کا نکاح کریں۔ اور اس کا مہر کم کر دیں تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔ صاحبین نکاح مذکور کے عدم انعقاد کے قائل ہیں۔ دلیل مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ صاحبین نے فوات نظر کے ساتھ کس طرح سے بطلان عقد کا حکم دے دیا۔ امام صاحب نکاح مذکورہ کے جواز کے قائل ہیں۔ لیکن وہ بھی اس کی وجہ یہ نہیں بتلاتے کہ باپ کو اپنی نابالغ اولاد پر ولایت مطلقہ حاصل ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ممکن ہے کہ اس ظاہری ضرر سے بڑھ کر کوئی دوسری مصلحت باپ کے پیش نظر ہو۔ جب یہ ہے تو جن صورتوں میں نابالغ اولاد کا ضرر تحقق ہو ان میں باپ کا تصرف نافذ نہیں ہوگا۔ اور یقینی ضرر کے تحقق کی صورت میں باپ کی شفقت مظنونہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ نابالغ اولاد وغیرہ پر ولی کے نفاذ تصرف کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ تصرف مولیٰ علیہ کے لئے مضر نہ ہو۔ چنانچہ بدائع ص۲۴۵ ج ۲ میں ہے۔ واما الذی یرجع الی نفس التصرف فہو ان یکون التصرف نافعًا فی حق مولیٰ علیہ لاضارًا فی حقہ والاضرار لا یدخل تحت ولایۃ الولی لان اطلاق التصرف لہٰؤلاء مقید بالنظر اس سے آگے چل کر سابق الذکر مسئلہ خلافیہ پر بحث کرتے ہوئے صاحبین کی دلیل میں صاحب بدائع فرماتے ہیں۔

وجہ قولہما ان ولایۃ الانکاح تثبت نظرا فی حق المولیٰ علیہ ولا نظر فی الحط بل فیہ ضرر بہما والاضرار لا یدخل تحت ولایۃ الولی لسوء الاختیار۔

اور سکران والد کا کیا ہوا نکاح عام حالات میں درست تسلیم نہیں کیا جاتا۔ (جبکہ وہ غیر کفو میں ہو) یا غبن فاحش سے ہو۔ اس کی علت صاحب بحر تحریر فرماتے ہیں۔

لظہور سوء الاختیار فلا تعارضہ شفقۃ المظنونۃ

(بحر بحوالہ درمختار علی الشامیہ ص۴۱۹ ج ۲)

صاحب فتح القدیر اس قسم کے ایک مسئلہ کی تعلیل میں فرماتے ہیں۔

لان ترک النظر ههنا مقطوع فلا تعارضه شفقته المظنونة

انتہی بحاصلہ۔

عبارات بالا سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ولی کا جو تصرف مولی علیہ کے حق میں یقیناً مضر ہو۔ وہ تصرف مولی علیہ پہ نافذ نہیں ہوگا۔ تحریر بالا سے دو امر ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ باپ کی اپنی نابالغ اولاد پہ ولایت نظریہ ہے۔ دوم یہ کہ تحقق ضرر کی صورت میں باپ کو مسلوب الولایۃ قرار دیتے ہوئے اولاد کے حق میں اس کے تصرف کو کالعدم قرار دیا جائے گا۔ امر دوم کی تحقیق و تفصیل یہ ہے۔ کہ باپ کی دو حالتیں ہیں۔ جن کا صراحۃً تذکرہ فقہاء کی کلام میں ملتا ہے۔

۱۔ باپ کی عام حالت یعنی غیر معروف لسوء الاختیار اور غیر سکران ہونے کی حالت جس کو فقہاء نے صاحی سے تعبیر کیا ہے۔

۲۔ معروف لسوء الاختیار یا سکران ہونے کی حالت ان دونوں میں کئے گئے تصرفات کے اندر تحقق ضرر کا معیار علیحدہ علیحدہ ہے۔ صاحی والد کا کیا ہوا نکاح امام صاحب کے نزدیک ہر صورت میں درست تسلیم کیا جاتا ہے۔ اگرچہ غیر کفو میں ہو۔ یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کیا گیا ہو۔ گویا کہ اس صورت میں ان کے نزدیک ضرر متحقق ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ دلیل شفقت سکر اور سوء الاختیار سے خالی ہونے کی حالت میں موجود ہے۔ اور دلیل شفقت کا بدیں صفت موجود ہونا عقد مذکور کے بارہ میں یہ احتمال پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔ کہ اگرچہ یہ عقد بظاہر مفید نہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ اس میں مضرت ظاہرہ سے بڑھ کر کوئی مصلحت خفیہ موجود ہو۔ لہذا یہ مضرت ظاہرہ ثبوت اضرار کے لئے کافی دلیل نہیں۔ لیکن معروف لسوء الاختیار یا سکران والد کے تصرف کا یہ حکم نہیں بلکہ غیر کفو میں یا غبن فاحش کے ساتھ اس کا کیا ہوا نکاح نافذ نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ دلیل شفقت اگرچہ یہاں موجود ہے۔ لیکن والد کی ظاہری حالت سے مطلوبہ مصلحت بینی اور عاقبت اندیشی کی توقع نہیں۔ بلکہ اس کی حالت اپنی سفاہت یا طمع کی وجہ سے عدم تامل کی ہے۔ وہ اس حالت میں نابالغ اولاد کی

مصلحت نہیں سوچ سکتا۔ لہٰذا ایک صورت میں اس کو مسلوب الولایۃ قرار دیا جائے گا۔ اور ایک صورت میں نہیں۔ علامہ شامی لکھتے ہیں۔

لان الظاهر من حال السكران انه لا يتأمل اذ ليس له رأى كامل فتبقى النقصان ضررًا محضًا والظاهر من حال الصاحى انه يتأمل بحر عن الذخيرة۔

فقہاء کی عبارات کو بنظر غائر دیکھنے سے باپ کی ایک تیسری حالت بھی معلوم ہوتی ہے۔ وہ قصداً اضرار کی حالت ہے، ظاہر ہے کہ عدم تامل اور قصد اضرار دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اور باہم ان میں بہت بڑا تفاوت ہے۔ تو جب باپ کو دوسری حالت میں صرف اس کے عدم تامل کی بناء پر مسلوب الولایۃ قرار دے دیا جاتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ قصد اضرار کی حالت میں اسے مسلوب الولایت نہ قرار دیا جائے۔ ہاں یہ فرق لازماً ہونا چاہیئے کہ عدم تامل کی حالت چونکہ قصد ضرر کی حالت نہیں۔ (اس میں کئے ہوئے تصرف کے بارہ میں یہ امکان موجود ہے۔ کہ یہ تصرف حقیقت کے اعتبار سے اتفاقاً مفید پڑ جائے۔ یا کم از کم مضر نہ ہو۔ کیونکہ عدم تامل کی حالت میں احتمال نفع وضرر دونوں بدرجہ مساوی موجود ہیں۔ اس لئے نفاذ تصرف اور عدم نفاذ کا معیار (مفید اور مضر کی ظاہری علامات کو ٹھہرا دیا گیا) اس میں کیا گیا تصرف اگر بظاہر مضر نہیں تو نافذ ورنہ نافذ نہیں۔ بخلاف قصد ضرر کی حالت کے کہ اس میں کیا گیا تصرف کبھی نافذ نہ ہوگا۔ کیونکہ جب اس نے قصد ضرر کیا تو ولایت کہاں رہی۔ اس لئے کہ اضرار ضد ہے شفقت کی اور یہ ولایت شفقت ہی پر مبنی تھی۔ جیسے کہ پہلے محقق ہو چکا ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ عدم تامل کے ساتھ ضرر لازم نہیں۔ لیکن اضرار کے ساتھ ضرر لازم و متحقق ہے۔ استفتاء متنازعہ فیہ میں ہمارے نزدیک باپ کی تیسری حالت ہے۔ لہٰذا اس حالت میں باپ مذکور کا کیا ہوا نکاح منعقد نہیں خصوصاً جب کہ تا ایندم بھی لڑکی اور سسرال والوں کے مابین عداوت موجود ہے۔ اور ظاہری حالات سے معاشرۃ بالمعروف کی قطعاً کوئی توقع نہیں۔ باپ مذکور کا قصد اضرار سیاق استفتاء کے علاوہ استفتاء کی خط کشیدہ عبارت سے ظاہر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نکاح مذکور کو ضرر محض تسلیم کرتے ہوئے لوگوں کی ملامت

کو ایک احمقانہ جواب کے ذریعے اپنے سے ٹالنا چاہتا ہے تو اس صورت میں نکاح کے نفاذ کا فتویٰ دے دینا بہت مشکل اور تفقہ کے بالکل خلاف معلوم ہوتا ہے (واضح رہے شامی وغیرہ سے جو جزئیہ نکاح مذکورہ کے جواز میں پیش کیا گیا ہے اس کا صحیح محمل وہی ہے۔ جو ہم اوپر تفصیل سے بتلا چکے ہیں۔ یعنی یہ اس وقت ہے جب کہ باپ کی ظاہری حالت عدم تامل کی ہو نہ کہ قصد ضرر کی اور ان کا باہمی فرق اوپر واضح ہو چکا ہے) لہٰذا صورت مسئولہ میں لڑکی مذکورہ کا نکاح باطل ہے۔

فقط واللہ اعلم	الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	خادم دارالافتاء خیر المدارس ملتان
۲۹-۱۲-۱۳۷۸ھ	

جمعہ کی اذانِ اوّل کے بعد کیے جانے والے نکاح کا حکم

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اذان جمعہ کے بعد نکاح یا دوسرے مشاغل جو سعی الی الجمعہ میں مخل ہوں بالاتفاق مکروہ تحریمی ہیں اور احتیاطاً ان کا اعادہ ضروری ہے۔ ذیل میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن کریم میں جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت کو مطلقاً منع فرمایا ہے لیکن اس سے دوسرے مشاغل کو نکالنا کہ وہ سعی کو مخل نہیں درست نہیں۔ بلکہ وہ بھی اگر سعی کو مخل ہوں تو بیع کی طرح منع ہیں۔ کیونکہ اصل میں مقصود سارے مشاغل کا منع کرنا تھا۔ جن میں زراعت، تجارت، مزدوری مجلس نکاح وغیرہ سب معاملات و عقود شامل تھے۔ چنانچہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی مایہ ناز تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں۔

"اور باتفاق فقہاء امت یہاں بیع سے مراد فقط فروخت کرنا نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ کام ہے جو جمعہ کی طرف جانے کے اہتمام میں مخل ہو وہ سب مفہوم میں داخل ہے۔

اسی لئے اذان کے بعد کھانا پینا، سونا، کسی سے بات کرنا یہاں تک کہ کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ سب ممنوع ہیں، صرف جمعہ کی تیاری سے متعلق جو کام ہوں وہ کیئے جا سکتے ہیں۔

(معارف القرآن ص ۴۴۱، ۴۴۲ ج ۸)

علامہ ابن عربیؒ نے اپنی کتاب احکام القرآن میں اس کی صراحت کی ہے کہ بیع کی طرح نکاح وغیرہ تمام عقود منع ہو جاتے ہیں، کیونکہ بیع کی ممانعت سعی جمعہ میں مخل ہونے کی وجہ سے ہے تو عقود میں سے ہر وہ کام جو اس میں مخل ہوگا وہ حرام ہوگا۔

"والصحیح فسخ الجمیع لان البیع انما منع للاشتغال به فکل امر یشغل عن الجمعة من العقود کلها فهو حرام الخ"

(احکام القرآن لابن العربی ص ۱۷۹۴ ج ۴)

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں ابن عربی کی اس عبارت کو نقل کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مرحوم کے نزدیک بھی اذان جمعہ کے بعد نکاح نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہو احکام القرآن ص ۴۴ ج ۶۔

مذہب شافعی کی تحقیق

مذہب شافعی کے مشہور امام علامہ نوویؒ شرح المہذب میں لکھتے ہیں کہ جب ہم نے بیع کو حرام کیا ہے تو تمام عقود جو سعی الی الجمعہ میں مخل ہوں وہ بھی حرام ہوں گے، اور یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اور حرمت زائل نہیں ہوگی یہاں تک کہ جمعہ سے فارغ نہ ہو جائیں۔

"حیث حرمنا البیع حرمت علیه العقود والصنائع وکل ما فیه تشاغل عن السعی الی الجمعة وهذا متفق علیه ولا یزال التحریم حتی یفرغوا من الجمعة الخ"

(شرح المہذب ص ۵۰۱ ج ۴ بحوالہ اعلاء السنن)

مذہب حنبلی کے مشہور امام ابن قدامہ اپنی تصنیف "المغنی" میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بیع کے علاوہ دوسرے عقود حرام نہیں ہوتے اور قیل کے ساتھ اپنے مسلک کے بعض حضرات کا مسلک نقل کرتے ہیں کہ دوسرے عقود وغیرہ بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

" وقیل یحرم لانہ عقد معاوضۃ یشبہ البیع الخ ص۱۴۶ ج ۲)

مذہب مالکی کے مشہور امام علامہ ابن رشد اپنی کتاب بدایۃ المجتہد میں اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سارے عقود میں احتمال ہے کہ ان کا الحاق بیع کے ساتھ کر دیا جائے کیونکہ ان میں بھی وہی علت ہے جو بیع میں ہے کہ یہ بھی سعی الی الجمعۃ میں مخل ہیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کو بیع کے ساتھ ملحق نہ کیا جائے کیونکہ یہ اس وقت میں بہت کم واقع ہوتے ہیں بخلاف بیوع کے۔

" واما سائر العقود فیحتمل ان تلحق بالبیوع لان فیھا المعنی الذی فی البیع من الشغل بہ عن السعی الیھا ویحتمل ان لا تلحق بہ لانھا تقع فی ھذا الوقت نادرًا بخلاف البیوع الخ ص۱۰۲ ج ۲۔

مذہب مالکی کے ایک دوسرے امام ابی البرکات احمد بن محمد بن احمد شرح الصغیر میں لکھتے ہیں کہ بیع جیسے عقد کے حکم سے مفہوم ہوتا ہے کہ نکاح، ہبہ، صدقہ، کتابۃ فسخ نہیں ہونگے اگر اذان کے وقت واقع ہوں۔ اگرچہ ایسا کرنا حرام ہے۔

" ومفھوم بیع ونحوہ ان النکاح والھبۃ والصدقۃ والکتابۃ لا تفسخ ان وضعت عند الاذان الثانی وان حرم۔ ص۵۱۴ ج ۱ "

مذہب حنفی کی تحقیق :۔ مذہب حنفی کے مشہور امام علامہ ابن نجیم صاحب البحر الرائق رقمطراز ہیں کہ بیع سے مراد ہر وہ کام ہے جو سعی الی الجمعہ میں مخل ہو۔ اگر بیع کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول ہو جائے تو وہ بھی مکروہ ہوگا۔ مکروہ تحریمی کے ساتھ۔

والمراد من البیع ما یشغل عن السعی الیھا حتی لو اشتغل بعمل آخر سوی البیع فھو مکروہ ایضًا (الی ان قال) وتصریح الوجوب یفید ان الاشتغال بعمل آخر مکروہ کراھۃ تحریم الخ ص۱۵۶ ج ۲ ۔

مذہب حنفی کے مشہور محدث حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اعلاء السنن میں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ اذان جمعہ کے بعد بیع سے منع کی علت سعی الی الجمعہ میں مخل ہونا ہے۔ اور یہ علت دوسرے عقود میں بھی پائی جاتی ہے۔ لہذا جہاں علت پائی جائے گی وہاں حرمت کا حکم آجائے گا۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات صراحت کے ساتھ معلوم ہوگئی کہ اذان جمعہ کے بعد بیع کی طرح دوسرے عقود و معاملات مذہب شافعی میں حرام اور مذہب مالکی میں بھی منع بیع کے ساتھ ملحق کرنے کا احتمال ہے۔ اور مذہب حنفی میں بھی دوسرے عقود کراہت سے خالی نہیں۔ اور مکروہ تحریمی ہیں۔ جیسا کہ البحر الرائق کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نکاح اور دوسرے عقود کا اذان جمعہ کے بعد ہونا مکروہ ہے اور اس پر فقہاء امت کے اتفاق کا بھی اظہار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ ہر وہ کام جو سعی جمعہ میں مخل ہو وہ نہی عن البیع کے حکم میں ہے۔ جیسا کہ شرح المہذب کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ جن حضرات نے نکاح اور دوسرے عقود وغیرہ کو منع بیع کے حکم میں شامل نہیں کیا۔ ان کی دلیل ان عقود کا اذان جمعہ کے بعد واقع ہونا نادر بتایا گیا ہے۔ لیکن جب باوجود نادر ہونے کے منع کے وقت ان کا وقوع ہوگا۔ تو علت اصل منع کی طرف لوٹ آئے گی۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان حضرات کے وقت کا زمانہ اور وہ لوگ آج کل کی بنسبت بہت نیک ہوتے تھے۔ وہ لوگ جمعہ کے دن تمام کام چھوڑ کر صبح سے جمعہ کی تیاری کر کے مساجد میں چلے جاتے تھے۔ جیسا کہ آج کل لوگ جمعہ کو اس طرح کاموں کے لئے غنیمت سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ تمام ملازمین بآسانی مجلس نکاح میں شریک ہوجاتے ہیں۔ اگرچہ جمعہ کے دن شادی کرنا منع تو نہیں۔ لیکن جمعہ کے دن ہونے والی مجلس نکاح اور دعوت طعام وغیرہ اذان جمعہ کے بعد ہوتی ہیں اور تقریباً ہمارے دیار کا عرف عام بن چکا ہے۔ اس ساری تفصیل سے اس پر فقہاء کا اتفاق نظر آتا ہے۔ کہ اذان جمعہ کے بعد اگرچہ نکاح پڑھانے سے منعقد ہوجاتا ہے لیکن کراہت اس میں باقی رہتی ہے۔ چونکہ نکاح جہاں ایک عقد ہے وہاں عبادت بھی ہے۔ لہٰذا عوام الناس پر لازم ہے کہ اذان جمعہ کے بعد نکاح کی مجلس منعقد نہ کریں اور آئمہ حضرات کو ضروری ہے کہ اذان جمعہ کے بعد نکاح پڑھ لیں تو اگرچہ نکاح ہو جاتا ہے۔ لیکن احتیاطاً بعد الجمعہ دوبارہ نکاح پڑھا لیں تا آنکہ عام لوگ اس وقت مجلس نکاح منعقد ہی نہ کریں۔ لیکن اگر اذان جمعہ کے بعد پڑھائے ہوئے نکاح کا دوبارہ اعادہ نہ کیا جائے گا۔ اور اولاد ہوجائے۔ تو چونکہ اصلاً نکاح ہو گیا ہے۔ اس لئے اولاد ثابت النسب ہوگی۔

هذا عندی واللّٰه اعلم بالصواب علمه اتم واحکم۔

نوٹ:۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم۔ اور حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ بعد اذان الجمعۃ نکاح بعد الجمعۃ واجب الاعادہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

احقر عبدالشکور عفا اللہ عنہ

دارالافتاء مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

جمعہ کی اذان اوّل کے بعد مجلس نکاح کا انعقاد منع ہے۔ لیکن ایسی مجلس میں پڑھا گیا نکاح فاسد نہیں اور اعادے کی بھی حاجت نہیں۔ پس اولاد صحیح النسب تصور کی جائے گی۔

والجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

ولی اقرب کتنی مسافت پر ہو تو ولی ابعد اس کے قائم مقام ہو گا

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صغیر یا صغیرہ کا ولی اقرب یعنی باپ مثلاً لاہور ہے اسکی عدم موجودگی اور اسکی اجازت کے بغیر ولی ابعد نے اسکی لڑکی یا لڑکے کا نکاح کیا۔ ولی اقرب کو جب اس نکاح کی خبر اور اطلاع ہوئی تو اس نے اس نکاح پر ناراضگی کا اظہار کیا اگر ولی اقرب کو نکاح کی پہلے خبر دیتے یا بلاتے تو وہ ضرور آ بھی سکتا تھا اور اس کے آنے تک کفو بھی زائل نہ ہوتی، اور نہ ہی اس کے آنے کے انتظار میں رشتہ کے نقصان اور فوت ہونے کا اندیشہ تھا۔ اب اس صورت میں ولی اقرب کا لاہور رہنا غیبۃ منقطعہ میں داخل ہے یا نہیں۔ اگر اس کا لاہور رہنا غیبۃ منقطعہ میں داخل نہ ہو تو ولی اقرب کی عدم اجازت کی صورت میں ولی بعید نے جو اسکی لڑکی یا لڑکے کا نکاح کیا ہے وہ شرعاً ناجائز قرار دیا جائے گا یا نہیں؟

۲۔ ولی اقرب کا لاہور رہنا اگر غیبۃ منقطعہ میں داخل ہے اور ولی بعید نے جو اسکی اجازت کے بغیر اور اسکی عدم موجودگی میں اسکی لڑکی یا اس کے لڑکے کا نکاح کیا ہے وہ اسکی اجازت پر موقوف تھا تو اس صورت میں جب اس کو نکاح کی خبر ہوئی اور اس نے نکاح رد، جمع

ناراضگی اور عدم رضا کا اظہار کیا تو وہ نکاح شرعاً جائز قرار دیا جائے گا یا ناجائز ؟

(سائل مولوی محمد عالم جہلم)

الجواب ولی اقرب کا یہاں سے دُور ہونا اصح قول کے مطابق غیبتہ منقطعہ میں داخل نہیں جب ولی اقرب کا اتنے دور سفر پر غائب ہونا غیبتہ منقطعہ میں داخل نہیں تو اسکی عدم موجودگی میں اسکی لڑکی یا لڑکے نابالغ کا نکاح ولی بعید کرے تو شرعاً وہ نکاح ہرگز لازم نہ ہوگا جیسا کہ صاحب شامیؒ نے تصریح کی ہے شامی جلد دوم ص۳۴۲ پر مکتوب ہے۔ وقال فی الذخیرة الاصح انه اذا کان فی موضع لو انتظر حضوره او استطلاع رأیه فات الکفء الذی حضر فالغیبة منقطعة والیه اشار فی الکتاب الیٰ أن قال فینبغی ان ینظرها الی الکفء ان رضی بالانتظار مدةً یرجی فیها ظهور الاقرب المختفی لم یجز نکاح الابعد والاجاز پس شامی کی اس روایت سے ثابت ہوا کہ اتنے سفر پر ولی اقرب کا غائب ہونا غیبتہ منقطعہ نہیں اور صورت مذکورہ میں ولی بعید کا ولی اقرب کے لڑکے یا لڑکی نابالغہ کا نکاح کرنا ہرگز لازم نہیں ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۲۵/۵/۷۲ء

مرزائی کے پڑھائے ہوئے نکاح کا حکم

زید نے اپنی لڑکی نابالغہ کے نکاح کے لئے مجلس منعقد کروائی اور ایک مولوی صاحب کو برائے عقد نکاح بلایا۔ اس مولوی صاحب نے باپ سے اجازت لے کر نکاح کر دیا۔ اس وقت معلوم نہ تھا بعدہٗ معلوم ہوا کہ وہ مولوی مرزائی تھا۔ پھر نکاح بھی اسطرح کیا کہ گواہ وغیرہ بالکل متعیّن نہ کئے۔ ویسے اس مجلس نکاح میں باپ بھی موجود تھا اور سامعین ایجاب وقبول بھی موجود تھے فقط گواہوں کی تعیین نہیں کی گئی ۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں جبکہ ناکح ومنکوحہ ومتولیان وغیرہ مسلم ہیں تو اس مرزائی ملّاں کا باپ سے اجازت لے کر ایجاب

قبول کر دینے سے اور عدم تعیین گواہوں سے نکاح میں کوئی خلل آیا یا نہ یہ نکاح معتبر ہے، یا کالعدم ہے کہ دوبارہ کیا جاوے یا دوسری جگہ کر دیا جاوے۔

مستفتی : مولٰنا منظور الحق صاحب مدرس مدرسہ دار العلوم کبیر والہ

الجواب شامی میں ہے صـ ۲۹۷/۲ (قولہ لانہ یجعل عاقداً حکماً) لان الوکیل فی النکاح سفیر ومعبر ینقل عبارۃ الموکل فاذا کان الموکل حاضراً کان مباشراً لان العبارۃ تنتقل الیہ وھو فی المجلس ولیس المباشر سوی ھذا بخلاف ما اذا کان غائباً لان المباشر ماخوذ فی مفہومہ الحضور فظہر ان انزال الحاضر مباشراً جبری الخ اھ۔

صورتِ مسئولہ میں مذکور مرزائی مولوی زید کیطرف سے اسکی لڑکی مذکورہ کے نکاح کا وکیل تھا پس جب اس نے زید کی موجودگی میں نکاح پڑھایا ہے تو وہ سفیر محض تھا حقیقت میں نکاح پڑھانے والا زید خود ہی تھا (بحوالہ بالا) اس لئے اس کے نکاح پڑھانے سے نکاح کے انعقاد پر کوئی اثر نہیں پڑا اور نکاح کے لئے گواہوں کا مقرر اور متعیّن ہونا ضروری نہیں صرف مجلس نکاح میں دو گواہوں کی حاضری کا ضروری ہے اس لئے عدم تعیینِ گواہوں کی وجہ سے نکاح میں کوئی خلل نہیں آتا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ،
۳۰ / محرم الحرام ۱۳۸۰ھ

الجواب صحیح،
عبد اللہ غفر اللہ لہ،

صرف "میں نے بچہ دے دیا" کہنے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا بوجہ عدم تعیین کے

خدا بخش نے اپنی لڑکیوں کا نکاح اور شادی کے دن مقرر کر دیئے لوگوں نے اسکی مخالفت شروع کر دی حتیٰ کہ خدا بخش کو زبردستی بال بچے سمیت گھر سے نکال دیا ان کا یہ مطالبہ تھا کہ خدا بخش اپنی لڑکیوں کے معاوضہ میں ہم کو رشتہ لے کر دے خدا بخش نے اپنا گھر چھوڑ دیا ہے۔ لیکن رشتہ دلوانے سے انکار کر دیا ہے۔ خدا بخش نے زید سے کہا کہ میری لڑکیوں کے معاوضہ میں

رات لوگ تجھ سے مطالبہ کریں گے اگر مجھ کو زبردستی لے کر آئیں تو میں بھی ساتھ آؤں گا، لیکن تم رشتہ دینے سے صاف انکار کر دینا سوموار کی رات، کو مخالف پارٹی نے علماء گھڑ تھے کو بھیج دیا خدا بخش کو بھی ساتھ لے گئے زید نے رشتہ دینے سے صاف انکار کر دیا ——— غلام حیدر نے کہا زید سے بھی منواؤ کہ جس طرح تم نے صدیق سے منوایا تھا اس بات کے جواب سے زیادہ شرارت ہوگئی خدا بخش نے زید سے کہا کہ ان لوگوں سے خطرہ ہے کہ بوقت نکاح کوئی شور شرابہ کریں تاکہ زید کوئی نہ کوئی تدبیر نکالے لیکن زید نے اپنی مصلحت تمام لوگوں سے چھپا رکھی تھی وہ مصلحت یہ تھی کہ ایسے الفاظ زبان سے نکالوں گا جس سے نکاح کا تعلق ہی نہ ہوگا اور نہ ہی نکاح ثابت ہو سکے، جب خدا بخش کی تین لڑکیوں کے نکاح مکمل ہو گئے تو زید نے نکاح پڑھنے والے پر رعب ڈالا تاکہ حافظ کی ضرورت باقی نہ رہے جو الفاظ نکاح سے تعلق رکھتے ہیں ان کا مطالبہ نہ کرے زید نے کہا کہ میں نے اپنا بچہ دے دیا بچے کے الفاظ سے زید بکر کا پتہ نہیں چل سکتا اپنے بچے کا نام مذکر یا مؤنث نہیں لیا مخالف پارٹی کو اپنے بچے کا نام بتایا اور نہ کسی نے ان سے پوچھا دونوں فریق اپنے داؤ پر تھے زید نے بچے کا لفظ اپنے منہ سے اس لئے نکالا ہے کہ فتنہ فساد ختم ہو جائے اور اس کے ساتھ نکاح کے تمام فرض ختم کر دیئے ہیں، دونوں فریق کے دو، دو چار چار یا کم و بیش بچے ہیں اپنے اپنے بچوں کے نام بتانے کی بات چیت نہیں ہوئی اب آپ اس کا جواب فرمائیں کہ بچے کے لفظ سے نکاح ہو گیا یا نہیں، سائل نے بتایا کہ مخالف پارٹی کی طرف سے نہ قبول ہوا اور نہ مہر کا ذکر ہوا نہ خطبہ مسنونہ پڑھا گیا، خلاصہ یہ کہ زید نے صرف یہی الفاظ کہے کہ میں نے بچہ دے دیا، فریقین نے نہ بچے کی تعیین کی نہ بچی کی نہ پہلے سے کسی قسم کی تعیین تھی مخالف پارٹی کے کئی بچے ہیں

(المستفتی: محمود احمد موضع بیٹ خاروالا تحصیل و ضلع لیہ)

الجواب بر تقدیر صحتِ واقعہ صورتِ مسئولہ میں اگر زوجین کی یا کسی ایک کی تعیین نہیں کی گئی تو یہ نکاح شرعاً معتبر نہیں بلکہ صرف یہ لفظ (میں نے اپنا بچہ دے دیا) کہنے سے تعیین کی صورت میں بھی نکاح نہیں ہوتا صحتِ نکاح کی شرطیں بیان کرتے ہوئے عالمگیریہ میں لکھا ہے۔ ومنها أن يكون الزوج والزوجة معلومين إلى قوله أبو الصغيرة إذا قال زوجت بنتي فلانة من ابن فلان وقال فلان قبلت لابني ولم

یسم الا بن ان کان له ابنان لا یجوز الخ (ہندیہ ص۲۷۱ ج۱) ، فقط واللہ اعلم ،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ،

دوسری طرف سے قبول بھی نہیں پایا گیا لہذا حسب سوال نکاح نہیں ہوا ۔

د الجواب صحیح ،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۳ / ۱۰ / ۱۴۰۳ھ

لفظِ نکاح استعمال ہو تو نکاح ہی ہوگا خواہ مجلس منگنی کی ہو !

سمی زرداد خان فضل داد خان کے ہاں مہمان کی صورت میں آئے اور دو آدمیوں کو لے کر فضل داد خان کو کہنے لگے کہ زرداد خان کی کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے تم اپنی لڑکی زرداد خان کو دے دو اور زرداد خان کی لڑکی بلقیس اپنے لڑکے کے لئے لے لو چنانچہ وہاں زرداد خان مذکور نے کہہ دیا کہ میں نے اپنی لڑکی مسماۃ سکینہ جان آپ کے لڑکے کے لئے دی فضل داد خان نے کہا کہ میں نے اپنے لڑکے کے لئے قبول کی فضل داد خان نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکی تم کو نکاح میں دیدی مہر وغیرہ کچھ مقرر نہیں ہوا ۔ دوسرے دن زرداد خان گھر چلا گیا اور خط لکھا کہ میں نہ تمہاری لڑکی نکاح میں لیتا ہوں نہ اپنی لڑکی تمہارے لڑکے کے نکاح میں دیتا ہوں ۔ عرصہ تقریباً چار سال کا ہوگیا اب ایک مولوی صاحب نے کہا کہ فضل خان اپنی لڑکی کا جہاں چاہے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ یہ وعدہ ہے دوسرے مولوی صاحب نے کہا ہے کہ یہ نکاح ہے دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتا ۔ اب علماء سے استفسار ہے کہ صورت مذکورہ منگنی ہے یا نکاح ؟ دوسری جگہ عقد سکینہ اور بلقیس کا جائز ہے یا نہیں جو مسئلہ شرعاً ہو بحوالہ کتب مع عبارت تحریر فرمائیں تاکہ اس پر عمل کیا جائے ؟

الجواب از دار العلوم دیوبند

یہ مجلس جس میں ایجاب و قبول ہوا مجلس نکاح نہیں تھی بلکہ یہ مجلس اور یہ گفتگو رشتہ کی تھی جو دراصل وعدۂ نکاح ہے لہذا اس صورت میں نکاح نہیں ہوا ۔ اس لئے مسماۃ سکینہ اور بلقیس کا دوسری جگہ نکاح جائز ہے جیسا کہ فتویٰ انقرویہ میں ہے ۔

قال له هل اعطيتها فقال اعطيت فان كان المجلس للوعد

نوعد وان کان لعقد النکاح فنکاح ۔ فقط واللہ اعلم ،

مسعود احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی دار العلوم دیوبند

الجواب از جامعہ خیر المدارس ملتان

ہماری رائے میں دونوں نکاح لازم ہوگئے ہیں اسلئے کہ زرداد خان نے دو آدمیوں کے سامنے فضل داد سے درخواستِ نکاح کی اور اپنی لڑکی نکاح میں دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ یہاں تک یہ مجلس، مجلسِ خطبہ تھی اس کے بعد فضل داد نے یہ کہہ کر میں نے اپنی بیٹی سکینہ جان تم کو نکاح میں دی۔ زرداد نے کہا کہ میں نے قبول کی۔ اب یہ مجلس، مجلس نکاح ہوگئی بوجہ صراحتِ نکاح کے اس کے بعد زرداد نے اپنی لڑکی فضل داد کے لڑکے کو دی اور فضل داد نے اپنے لڑکے کے لئے قبول کر لیا۔ یہ دوسرا نکاح ہوگیا۔ اور ھل اعطیتیہا والا جزئیہ اسکے مطابق نہیں کیونکہ وہاں مجلس واحد ہے۔ اور اعطیتیہا محتمل نکاح اور خطبہ دونوں کے لئے ہے۔ برخلاف صورتِ مسئولہ کے کہ اس میں مجلس میں تغیر آچکا ہے مجلس کا پہلا حصہ خطبہ کا ہے اور مجلس کا آخری حصہ مجلسِ نکاح بن گیا ہے اور ایسا ہوسکتا ہے ایک شخص کھانا کھاتا ہے یہ مجلسِ اکل ہے اس کے بعد کھانے سے فارغ ہوکر تلاوت، قرآن کریم شروع کر دیتا ہے اب یہ مجلس، مجلس تلاوت ،، ہوگی ۔ نیز اس جگہ تصریح موجود ہے کہ میں نے اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دیدی زرداد خان نے کہا قبول کی اور اعطیتیہا میں نکاح کی تصریح موجود نہیں وہاں وعدۂ نکاح کا احتمال ہے لہٰذا مجلس کو قرینہ بنایا جائے گا اور جہاں تصریح ہو وہاں قرینہ کی ضرورت نہیں صریح کے منطوق پر عمل کیا جائے گا نیز شامی ص۲۶۵ ج۲ میں مرقوم ہے ۔

وانما یصح بلفظ التزوج والنکاح لانہا صریح ۲۔ وما ینعقد بہ النکاح نوعان صریح وکنایۃ فالصریح لفظ النکاح والتزویج ۔

ان دو عبارات سے معلوم ہوا کہ تزویج اور نکاح کا لفظ انعقادِ نکاح کے لئے صریح ہے پس اب مجلس مذکور کا مجلسِ خطبہ ہونا اثر انداز نہیں ہوگا جیسا کہ طلاق صریح میں۔ پس نکاح اول بوجہ صراحت کے منعقد ہوگیا اور عقدِ ثانی اگرچہ اس میں لفظِ نکاح صریح نہیں ہے۔ لیکن یہ عقدِ اول کے بدلہ میں کیا جا رہا ہے، اس لئے یہ بھی منعقد ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم ، محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ،

بیوی کو ماں بہن کہنے سے بیوی نکاح سے خارج نہیں ہوگی۔

کوئی آدمی بغیر ذکر حرف تشبیہ کے اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تو میری ماں ہے یا تو میری بہن ہے۔ اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں ؟

احسن الفتاویٰ میں ایک مفصل فتویٰ بعنوان "بیوی کو ماں کہنا طلاق بائن ہے" موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان الفاظ کے کہنے سے بلا نیت بھی طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔ احسن الفتاویٰ کا فتویٰ بھی پیش کرتا ہوں براہِ کرم اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں کہ بیوی کو ماں، بہن کہنے سے بلا نیت طلاق ہو جائے گی یا نہیں۔؟ بینوا توجروا،

المستفتی ! احقر عبدالقدیر ٹانکوی
متعلّم افتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

بیوی کو ماں کہنا طلاق بائن ہے:

سوال: ایک آدمی نے اپنی عورت کو کہا کہ تو میری ماں ہے، یا تو میری بہن ہے (انت امی وانت اختی) اور حروف تشبیہ میں سے کوئی حرف ذکر نہیں کیا، آیا طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا،

الجواب : طلاق واقع ہو جائے گی، قال فی شرح التنویر والا ینوشیئا اوحذف الکاف لغا، وفی الشامیۃ (قولہ لغا) لانہ مجمل فی حق التشبیہ فمالم یتبین مراد مخصوص لا یحکم بشئ فتح (رد المحتار ص۲۲۶ ج ۲) اس سے ثابت ہوا کہ تعین ارادۂ طلاق کی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی، اس کے بعد علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ "فتح القدیر" سے نقل فرماتے ہیں :۔۔۔۔۔

وفیہ حدیث رواہ ابوداود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلا یقول لامرأتہ یا اخیۃ فکرہ ذلک ونھی عنہ ومعنی النھی قربہ من لفظ التشبیہ ولولا ھذا الحدیث لامکن ان یقال ھو ظھار لان التشبیہ فی انت امی اقوی منہ مع ذکر الاداۃ ولفظ یا اخیۃ استعارۃ بلا شک وھی مبنیۃ علی التشبیہ لکن الحدیث افاد کونہ لیس ظھارا حیث لم یبین فیہ حکما سوی الکراھۃ والنھی فعلم انہ لا بد فی کونہ ظھارا من التصریح باداۃ التشبیہ شرعا۔ (رد المحتار ص۲۲۶ ج۲)

ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ حذف اداۃ تشبیہ کی صورت میں بمقتضائے قیاس بطریق اولیٰ وقوع طلاق یا ظہار کا حکم ہونا چاہیے، مگر حدیث کی وجہ سے قیاس کے مطابق حکم نہیں لگایا جائے گا، ابن

ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ کے استدلال میں یہ اشکال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کے بارے میں قرآن سے یہ علم تھا کہ اس نے یہ الفاظ بنیت طلاق نہیں کہے اور اس وقت ان الفاظ سے طلاق کا عُرف عام بھی نہیں تھا، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کا حکم نہیں فرمایا، طلاق کی نیت یا عُرف کی صورت میں حدیث سے عدم وقوع ثابت نہیں ہوتا، لہذا بمقتضائے قیاس تشبیہ بلیغ سے بطریق اولیٰ طلاق بائن واقع ہوگی کما یدل علیہ ما نقلنا عن الشامیۃ عن قول ابن الھمام نفسہ فما لم یتعین مراد مخصوص لا یحکم بشیٔ اھ، وقال الشیخ الانور رحمہ اللہ تعالیٰ قال العلماء لابد فی الظھار من التشبیہ، واذا قال انت امی لا یکون ظھارا بل لغو، اقول لابد من ان یکون طلاقاً بائناً عند النیۃ، وقد روی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فی العمدۃ (العرف الشذی ص۳۸۰) ۔۔۔۔

وقال الحافظ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت باب اذا قال لامرأتہ وھو مکرہ ھذہ اختی فلا شیٔ علیہ، قال ابن بطال اراد البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ بھذا التبویب رد قول من نھی ان یقول الرجل لامرأتہ یا اختی فمن قال لامرأتہ کذلک وھو ینوی ما نواہ ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فلا یضرہ شیٔ، قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ان لم یکن لہ نیۃ فھو تحریم وقال محمد بن الحسن ھو ظھار اذا لم یکن لہ نیۃ ذکرہ الخطابی ۔۔ (عمدۃ القاری ص۱۵ ج۲۰) ۔۔۔۔

وقال ایضاً فی باب الظھار اعلم ان الالفاظ التی یصیر بھا المرء مظاھرا علی نوعین، صریح نحو انت علی کظھر امی او انت عندی کظھر امی وکنایۃ نحو ان یقول انت علی کامی او مثل امی او نحوھما یعتبر فیہ نیتہ فان اراد ظھاراً کان ظھاراً وان لم ینو لا یصیر ظھاراً وعند محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ ھو ظھار وعند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ھو مثلہ ان کان فی الغضب وعنہ ان یکون ایلاء وان نوی طلاقا کان طلاقاً بائناً (عمدۃ القاری ص۲۸۱ ج۲۰) ۔۔۔۔

عمدۃ القاری کی عبارتِ اولیٰ میں اداۃ تشبیہ محذوف ہے اور عبارتِ ثانیہ میں مذکور ہے، معہذا دونوں میں حکم واحد ہے، اسی طرح حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی دونوں صورتوں میں حُرمت تحریر فرمائی ہے۔ ونصہ تحت قولہ تعالیٰ (وان اللہ لعفو غفور) ای عما کان منکم فی حال الجاھلیۃ وھکذا ایضاً عما خرج من سبق اللسان ولم یقصد الیہ المتکلم کما رواہ ابوداؤد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلا یقول لامرأتہ یا اختی فقال اختک ھی؟ فھذا انکار ولکن لم یحرمھا بمجرد ذلک لانہ لم یقصدہ ولو قصدہ لحرمت علیہ لانہ لا فرق علی الصحیح بین الام وبین غیرھا من سائر المحارم من اخت وعمۃ وخالۃ وما اشبہ ذلک (تفسیر ابن کثیر ص۳۲۰ ج۴ سورۃ المجادلۃ) غرضیکہ حذف اداۃ تشبیہ کی صورت میں بھی نیت یا عُرف طلاق

سے طلاق بائن ہوجاتی ہے، آج کل کے عُرفِ عام میں یہ الفاظ صرف طلاق ہی کے لئے متعین ہیں، لہٰذا بدوں نیت بھی طلاق بائن واقع ہوجائے گی بلکہ زوج کوئی دوسری نیت بتائے تو بھی طلاق ہی کا حکم دیا جائے گا، اس کا قول خلافِ ظاہر ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیا جائے گا ــــــ

العبارات المزيدة :

(۱) قال الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ تحت "باب اذا قال لامرأته وهو مكره هٰذه اختي فلا شئ عليه الخ" قال ابن بطال اراد بذلك رد من كره ان يقول لامرأته يا اختي وقد روى عبد الرزاق من طريق ابي تميمة الهجيمي مر النبي صلى الله عليه وسلم على رجل وهو يقول لامرأته يا اخية فزجره قال ابن بطال ومن ثم قال جماعة من العلماء يصير بذلك مظاهراً اذا قصد ذلك فارشده النبي صلى الله عليه وسلم الى اجتناب اللفظ المشكل ــــــ

ــــــ (فتح الباري شرح صحيح البخاري ص۳۲۴ ج۹)

(۲) وقال الشيخ محمد زكريا رحمہ اللہ تعالیٰ وقال الباجي ان قال انت عليَّ كامي فقد قال مالك وهو مظاهر قال ابو القاسم كانت له نية او لا قال ابن القاسم وكذلك ان قال انت امي خلافاً لابي حنيفة والشافعي في قوليهما ان لم ينوا الظهار فهو محمول على البر والكرامة

انتهى ــــــ (اوجز المسالك ص۵ ج۱۰)

(۳) وقال العلامة ابو الوليد الباجي رحمہ اللہ تعالیٰ وان اثبت للجملة حكم الجملة فقال انت عليَّ كامي فقد قال مالك رحمہ اللہ تعالیٰ هو مظاهر قال الشيخ ابو القاسم كانت له نية او لم تكن قال ابن قاسم وكذلك اذا قال لها انت امي قال القاضي ابو محمد خلافاً لابي حنيفة والشافعي رحمهما الله تعالیٰ في قوليهما ان لم ينوا الظهار فانه محمول على البر والكرامة وهذا يقتضي ان يكون مظاهراً ان لم تكن له نية جملة واما ان كانت له نية الاكرام والبر فيجب ان لا يكون مظاهراً (المنتقى ص۳۸ ج۴)

(۴) وقال العلامة السهارنفوري رحمہ اللہ تعالیٰ تحت "باب في الرجل يقول لامرأته يا اختي" ان يكون النهي عنده للكراهة سداً للباب فانه يحتمل انه اذا لم ينبه على ذلك يحتدون فيه ويمكن ان يتكلموا بلفظ يؤدي الى الظهار فتحرم عليه وتجب الكفارة والفراق اذا نوى الظهار، قال الحافظ قال ابن بطال ومن ثم قال جماعة من العلماء يصير بذلك مظاهراً

اذا قصد ذلك فارشده النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی اجتناب اللفظ المشکل، قال ولیس بین ھذ الحدیث وبین قصۃ ابراھیم معارضۃ لان ابراھیم علیہ السلام انما اراد بھا اختہ فی الدین فمن قال ذلك ونوی اخوۃ الدین لم یضرہ (بذل المجہود ص ۴۵)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب وھو الموفق للصواب

الفاظ ظہار کی دو قسمیں ہیں (۱) صریح جیسے کہ انت علی کظہر امی او انت عندی کظہر امی۔ (۲) کنایہ جیسے کہ انت علی کامی او انت علی مثل امی۔ کنایہ میں نیّت کا اعتبار ہوگا۔ اگر نیّت ظہار کی ہے تو ظہار ہوگا طلاق کی نیّت کی تو طلاق بائن واقع ہوگی۔ عمدۃ القاری میں ہے:۔

اعلم ان الالفاظ التی یصیر بھا المرأ مظاھرا علی نوعین صریح نحو انت علی کظہر امی او انت عندی کظہر امی وکنایۃ نحو ان یقول انت علی کامی او مثل امی او نحوھما یعتبر فیہ نیتہ فان اراد ظہارا کان ظہارا وان لو ینو لا یصیر ظہارا وعند محمد بن الحسن ھو ظہار وعن ابی یوسف ھو مثلہ ان کان فی الغضب وعنہ ان یکون ایلاء وان نوی طلاقا کان طلاقا بائنا۔ (عمدۃ القاری ص ۲۸۱ ج ۲۰)

عالمگیریہ میں ہے: لوقال لامرأتہ انت علی کظہر امی کان مظاھرا سواء نوی الظہار اولا نیۃ لہ اصلا ولو قال لھا انت علی مثل امی او کامی ینوی فان نوی الطلاق وقع بائنا وان نوی الکرامۃ او الظہار فکما نوی ھکذا فی فتح القدیر (عالمگیریہ ص ۵۰۷ ج ۱)

اور بلا حرف تشبیہ انت امی کہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی خواہ نیّتِ طلاق سے کہے یا بلا نیّت طلاق، کیونکہ یہ لفظ نہ طلاق وظہار کے صریح الفاظ میں شامل ہے نہ کنایات میں بلکہ حضراتِ فقہاءؒ نے اسے الفاظ کنایہ کے مقابلہ میں ذکر کرتے ہوئے اس کی لغویت کی تصریح کی ہے ـــــ

درمختار میں ہے:۔ وان نوی بأنت علی مثل أمی أو کامی وکذا لو حذف علی خانیۃ برا أو ظہارا أو طلاقا صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ والا ینو شیاء أو حذف الکاف لغا وقال الشامیؒ تحت قولہ أو حذف الکاف بأن قال أنت أمی ـــ

ـــــ (درمختار مع الشامیۃ ص ۹۳۶ ج ۲)

اس تقابل اور لغویت کی تصریح کا بالکل واضح مطلب یہی ہے کہ نیت کرنے سے بھی اس لفظ کے ساتھ طلاق واقع نہ ہوگی ــــــ

حضرات فقہاء کے علاوہ اکابر علماء جو مدارِ فتویٰ ہیں۔ ان اکابر نے بھی اس لفظ انت امّی کے لغو ہونے کی تصریح کی ہے۔ ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ ص۴۸۰ ج۲، مجموعۃ الفتاویٰ ج۲ ص۹۶، عزیز الفتاویٰ ج۲ ص۶۲۹، کفایت المفتی ج۶ ص۴۲۰، امداد المفتین ص۴۲۵ ــــــ

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں: "اس لفظ کہنے سے نہ طلاق ہوئی نہ ظہار لغو اور مہمل لفظ تھا بیکار گیا" ــــــ اگر اس میں نیت کا اعتبار ہوتا تو یہ لفظ کنایات طلاق و ظہار میں شامل ہوتا اور اسے لغو نہ قرار دیا جاتا ــــــ

الفاظ کنایات کو کسی نے لغو قرار نہیں دیا، لغو ہونے کا معنیٰ ہی یہی ہیں کہ نیت یا بلانیت کسی طرح سے اس لفظ کے ساتھ طلاق و ظہار نہ ہوگا۔ جیسے بیوی کی طرف سے ظہار لغو ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ قال فی الدر المختار وظهارها منه لغو فلا حرمة ولا كفارة ــــ

لغو ہونے کے علاوہ حضرات فقہاء نے انت امّی کے بطلان کی بھی تصریح کی ہے اگرچہ نیت بھی کی ہو۔ چنانچہ علامہ شامیؒ نے صاحب درمختار کے قول تشبیہ المسلم کے تحت ذکر کیا ہے واحترز به عن نحو أنت أمي بلا تشبيه فانه باطل وان نوى الخ (شامی ج۲ ص۶۲۶)

پس لغو اور باطل لفظ میں نیت طلاق کا معتبر نہ ہونا ظاہر ہے۔ جب تک حرف تشبیہ ذکر نہیں کیا جائے گا باوجود نیت کے بھی ان الفاظ سے ظہار یا طلاق واقع نہ ہوگی تقریباً سب فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے ــــ

علامہ شامیؒ رد المحتار میں فرماتے ہیں۔ بأن قال أنت أمي ومن بعض الظن جعله من باب زيد أسد درمنتقى عن القهستاني قلت ويدل عليه ما نذكره عن الفتح من أنه لا بد من التصريح بالاداة ــــ (شامی ج۲ ص۶۲۶)

علامہ شامیؒ نے چند سطر بعد فتح القدیر سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ فعلم أنه لا بد فی کونه ظهارا من التصريح بأداة التشبيه شرعا ــــ (شامی ج۲ ص۶۲۶)

بحر الرائق میں بھی یہی الفاظ ہیں ــــ (بحر الرائق ج۴ ص۱۰۷)

الغرض انت امّی میں معنوی تشبیہ سے انکار نہیں ــــــ لیکن یہ تشبیہ مؤثر نہیں۔ طلاق و ظہار بننے کے لئے لفظی تشبیہ کا پایا جانا ضروری ہے۔ جیسا کہ عبارات بالا سے ظاہر ہے ــــ

عبارات حضرات فقہاءؒ

(۱) درمختار میں ہے:۔ وان نوی بأنت علی مثل أمی أو کامی و کذا لوحذف علیّ خانیة براً أو ظهاراً أو طلاقاً صحت نیته ووقع مانواه لانه کنایة والا ینو شیأ أو حذف الکاف لغا وتعین الادنی أی البر یعنی الکرامة ویکره قوله أنت أمی ویا ابنتی ویا أختی ونحوه وقال الشامی تحت (قوله ویکره) جزم بالکراهة تبعاً للبحر والنهر والذی فی الفتح وفی أنت أمی لا یکون مظاهراً وینبغی أن یکون مکروهاً فقد صرحوا بأن قوله لزوجته یا أخیة مکروه وفیه حدیث رواه أبو داؤد ان رسول الله صلی الله علیه وسلم سمع رجلاً یقول لامرأته یا أخیة فکره ذلک ونهی عنه ومعنی النهی قربه من لفظ التشبیه ولولا هذا الحدیث لامکن أن یقال هو ظهار لان التشبیه فی أنت أمی أقوی منه مع ذکر الاداة ولفظ یا أخیة استعارة بلاشك وهی مبنیة علی التشبیه لکن الحدیث أفاد کونه لیس ظهاراً حیث لم یبین فیه حکما سوی الکراهة والنهی فعلم أنه لابد فی کونه ظهاراً من التصریح بأداة التشبیه شرعاً ومثله أن یقول لها یا بنتی أو یا أختی ونحوه اھ ——— (شامی ص ۶۲۶ ج ۲)

(۲) فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:۔ لو قال لها أنت أمی لا یکون مظاهراً وینبغی أن یکون مکروهاً ومثله أن یقول یا ابنتی ویا اختی ونحوه ولو قال لها أنت علی مثل أمی أو کامی ینوی فان نوی الطلاق وقع بائناً وان نوی الکرامة أو الظهار فکما نوی هکذا فی فتح القدیر وان لم تکن له نیة فعلی قول أبی حنیفة (رحمه الله تعالیٰ) لایلزمه شئ حملا للفظ علی معنی الکرامة کذا فی الجامع الصغیر والصحیح قوله هکذا فی غایة البیان وان نوی التحریم اختلفت الروایات فیه والصحیح أنه یکون ظهاراً عند الکل قال لها أنت مثل أمی ولم یقل علیّ ولم ینو شیأ لایلزمه شئ فی قولهم کذا فی فتاوی قاضی خان۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱)

(۳) صاحب بحر الرائق علامہ زین الدین ابن نجیمؒ انت علی مثل امی کے تحت فرماتے تھے۔ وقید بالتشبیه لانه لو خلا عنه بان قال أنت أمی لایکون مظاهراً لکنه مکروه لقربه من التشبیه وقیاساً علی قوله یا اخیة المنهی عنه فی حدیث أبی داؤد المصرح بالکراهة ولولا التصریح بها لامکن القول بالظهار فعلم انه لابد فی کونه ظهاراً من التصریح باداة التشبیه شرعاً ومثله قوله یا ابنتی یا أختی ونحوه اھ

——— (بحر الرائق ص ۱۰۱ ج ۴)

فتاویٰ اکابرؒ

حضرت مولانا عبدالحیؒ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ظہار نہ ہوگا اگرچہ نیت بھی کی ہو ابوالمکارم شرح نقایہ میں لکھتے ہیں: ولو قال أنت أمی بدون اداۃ التشبیہ فالظاہر انہ مثل کامی علی ما عرف فی زید اسد لکن فی فتاویٰ صدر الاسلام انہ لو نوی بہ الظہار فھو باطل لانہ کذب وھکذا یروی عن محمد رحمہ اللہ وفی العالمگیریۃ انت امی لا یکون مظاھرا وینبغی ان یکون مکروھا ومثلہ ان یقول یا ابنتی ویا اختی ونحوہ الخ ——— (مجموعۃ الفتاویٰ ص۶۲ ج۲)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے محض لغو ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا"

(امداد الفتاویٰ ص۴۸۰ ج۲)

عزیز الفتاویٰ میں ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ قول اس شخص کا لغو ہے۔ طلاق کسی قسم کی واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہ لفظ نہ کنایات طلاق سے ہے کہ نیت طلاق سے اس میں طلاق واقع ہو جائے اور نہ الفاظ ظہار میں سے ہے کہ ظہار ہو جائے اور نہ ایلاء ہے۔ شامی میں ہے ویدل علیہ ما ذکرہ عن الفتح من انہ لابد من التصریح بالاداۃ الخ وفیہ ایضا والذی فی الفتح وفی أنت أمی لا یکون مظاھرا وینبغی أن یکون مکروھا ومثلہ ان یقول لھا یا ابنتی أو یا أختی ونحوہ، ——— (عزیز الفتاویٰ ص۶۲۹ ج۲) ———

کفایت المفتی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی منکوحہ بیوی کو غصہ کی حالت میں یہ کہہ دیا۔ کہ میری ماں ادھر سے ادھر آجا ———

الجواب اس لفظ کے کہنے سے نہ طلاق ہوئی نہ ظہار، لغو اور مہمل لفظ تھا بیکار گیا۔ (کفایت المفتی ص۲۰۲ ج۶)

عبارات فقہا اور اکابر کے فتاویٰ سے انت امی کے بارے میں امور ذیل معلوم ہوئے ———

(۱) یہ طلاق یا ظہار کے صریح الفاظ میں سے ہے نہ کنایہ میں سے (۲) محض لغو ہے (۳) باطل ہے۔ (۴) اس میں نیت کا اعتبار نہیں ورنہ یہ کنایہ ہوتا (۵) صریح یا کنایہ بننے کے لئے حرف تشبیہ کا لفظ مذکور ہونا ضروری ہے۔ (۶) اگر حدیث ابی داؤد نہ ہوتی تو اس کا کنایہ بننا ممکن تھا۔ یعنی اس حدیث نے اس کے کنایہ بننے کا امکان بھی ختم کر دیا ہے۔ ان امور کی روشنی میں یہ امر قطعی طور پر واضح ہوگیا کہ انت امی محض لغو ہے۔ اس کے کہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ اگرچہ نیت طلاق کی ہو یا اس کا عُرف ہو ———

اس لئے احسن الفتاویٰ میں مذکور یہ فتویٰ صحیح نہیں کہ بدوں نیت طلاق کے طلاقِ بائن واقع ہو جائیگی بلکہ

زوج کوئی دوسری نیت بھی بتائے تو بھی طلاق ہی کا حکم کیا جائے گا احسن الفتاویٰ کے مطابق انت امی کا لفظ گویا صریح الفاظ طلاق سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ طلاق صریح میں تو غیر طلاق کی نیت فی الجملہ معتبر ہے۔ لیکن انت امی میں بالکل معتبر نہیں جس لفظ کو تمام فقہاءؒ اور اکابرؒ نے بالکل لغو قرار دیا ہے احسن الفتاویٰ کے مطابق وہ طلاق صریح سے بھی زیادہ سخت ہے۔ یہ اَمر ناقابلِ فہم ہے ــــــ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احسن الفتاویٰ کے ان دلائل کا بھی سرسری جائزہ لے لیا جائے جو فتویٰ بالا کے سلسلہ میں ذکر کیے گئے ہیں ــــــ

احسن الفتاویٰ کا اہم استدلال

علامہ شامیؒ کی نقل کردہ تعلیل سے ہے۔ قولہ لغا لانہ مجمل فی حق التشبیہ فما لم یتعین مُراد مخصوص لا یحکم بشیء فتح تعلیل ہٰذا کے پیشِ نظر حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں "کہ اس سے ثابت ہوا کہ تعیین ارادہ طلاق کی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی"۔ (احسن الفتاویٰ ص۱۸۵ ج۵)

الجواب مذکورہ استدلال محلِ نظر ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ کی مذکورہ تعلیل کو حرفِ تشبیہ اور عدم حرف تشبیہ والی دونوں صورتوں کے لئے عام سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ اس عموم کی کوئی دلیل نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس تعلیل کا تعلق صرف حرف تشبیہ والی صورت کے ساتھ ہے (اور اس صورت کا مُراد کے تعین کے بغیر غیر مؤثر ہونا متفق علیہ ہے) اور یہ تعلیل حذفِ تشبیہ والی صورت (انت امی) کو شامل نہیں۔ اس کی چند وجوہ ہیں۔

(الف) لفظ لغا تنویر الابصار کی عبارت ہے جس کے اثبات کے لئے علامہ شامیؒ یہ تعلیل نقل کر رہے ہیں۔ اور تنویر الابصار میں صرف حرف تشبیہ والی صورتیں مذکور ہیں حذف تشبیہ والی صورت مذکور نہیں ــــــ

(ب) علامہ شامیؒ نے یہ تعلیل بحوالہ فتح القدیر نقل کی ہے۔ اور فتح القدیر میں یہ تعلیل انت علی مثل امی (حرف تشبیہ والی صورت) کے متعلق ذکر کی گئی ہے۔ انت امی کے بارے میں نہیں۔ انت امی کا مفصل حکم کراہت اور عدم وقوع ظہار وغیرہ ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن الھمامؒ لکھتے ہیں وفی مثل أمی أو کامی ینوی فان نوی الطلاق وقع بائنا کقولہ أنت علی حرام وان نوی الکراھۃ أو الظھار فکما نوی کما فی الکنایات وأفاد انہ کنایۃ فی الظھار فعلوان صریحہ بکون التشبیہ لعضو وان لم یکن لہ نیۃ فلیس بشیء عندھما وھو ظھار عند محمد رحمہ اللہ (الی ان قال) فما لم یتبین مراد مخصوص لا یحکم بشیء خصوصا والحمل علی الظھار حمل علی المعصیۃ ولا یجوز الزام المسلم المعصیۃ من غیر قصد الیھا ولا لفظ صریح فیھا وما أمکن صرف تصرفاتہ عنھا وجب اعتبار ذلک فی حقہ وان

نوی به التحریم لاغیر ـــــ (فتح القدیر ج ۴ ص ۹۱)

معلوم ہوا کہ ابن الھمامؒ کے نزدیک اس تعلیل میں عموم نہیں ـــــ

ج ـــــ علامہ شامیؒ کے نزدیک اس تعلیل کو عموم پر محمول کرنا ممکن نہیں، ورنہ ان کی دو عبارتوں میں تناقض لازم آئے گا۔ علامہ شامیؒ پہلے تصریح کر کے آئے ہیں کہ انت امی نیت ظہار وغیرہ کرنے کی صورت میں بھی لغو ہے، اگر علامہ شامیؒ کے نزدیک یہ تعلیل (حرف تشبیہ اور حذف تشبیہ والی دونوں صورتوں کو شامل ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ انت امی سے بصورت نیت طلاق واقع ہو جائے گی حالانکہ خود پہلے اس کی صراحۃً نفی کر چکے ہیں اور یہ کھلا تناقض ہے ـــــ

الغرض اصل معلل ابن الھمامؒ اور اس کے ناقل علامہ شامیؒ دونوں کے نزدیک یہ تعلیل حذف تشبیہ والی صورت انت امی کے ساتھ متعلق نہیں ہے۔ پس مسئلہ زیر بحث کے لئے اس تعلیل سے استدلال کرنا درست نہیں ـ (د) اگر بالفرض اس تعلیل سے بصورتِ نیت وقوعِ طلاق مفہوم بھی ہوتا ہو۔ تو بھی استدلال محلِ نظر ہے کیونکہ صریح منطوق کے مقابلہ میں ضمنی مفہوم کو کسی طرح قابلِ عمل اور باعثِ ترجیح قرار نہیں دیا جا سکتا یا اُخیۃ کہنے والے شخص کے متعلق یہ کہنا "کہ حضور علیہ السلام نے قرائن سے جان لیا تھا کہ اس کی نیت طلاق کی نہیں ہے" یہ دعویٰ خیالِ محض ہے جس کے لئے کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی اور احتمال محض کافی نہیں خصوصاً جبکہ یہ خیال حضرات فقہاء کی واضح تصریحات کے خلاف بھی ہے ـــــ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل سے نیت دریافت نہ کرنا یہ سب اس امر کی دلیل ہے کہ کراہت اور عدمِ وقوعِ طلاق کا حکم مطلق ہے خواہ نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ محل استفصال میں ترک تفصیل کو اطلاق حکم کی دلیل تصور کیا جاتا ہے، حضرت مفتی صاحب کا عدمِ عُرف کا دعویٰ کہ بیوی کو ماں بہن کے الفاظ سے طلاق دینے کا عُرف نہ تھا بلادلیل ہے جو قابلِ قبول نہیں بظاہر عہدِ رسالت بلکہ زمانہ جاہلیت میں بھی اس نوعیت کے الفاظ کو طلاق کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اسلام نے اسے حرمت موقتہ ظہار سے بدل دیا ـــ

قال سعید بن جبیرؓ کان الایلاء والظہار من طلاق الجاھلیۃ فوقت اللہ للایلاء اربعۃ اشھر وجعل فی الظہار الکفارۃ ـــــ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۲۱)

جبکہ حدیث شریف کی رو سے بلاتشبیہ یا اختی وغیرہ کے الفاظ لغو ہیں ـــ کما مر ـــــ

اگر عدمِ عُرف کو تسلیم کر لیا جائے تو گویا صاحب بحر، ابن الھمامؒ، علامہ شامی، حضرت تھانویؒ مولانا عزیز الرحمٰن مولانا مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ حضرات کے وقت تک یہ عُرف معدوم رہا ـ اور احسن الفتاویٰ کے وقت یہ عُرف

یکبارگی تبدیل ہو گیا ۔۔۔

عرف شذی میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے صرف اپنا خیال ظاہر کیا ہے ۔ انت امی سے وقوع طلاق کا فتویٰ نہیں دیا اور نہ ہی عرف شذی کتب فتاویٰ میں شامل ہے ۔ علاوہ ازیں یہ ہے کہ بظاہر شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے اس قول کا ماخذ امام ابو یوسفؒ کی وہ روایت ہے ۔ حضرت شاہ صاحب نے عمدۃ القاری سے جس کا حوالہ دیا ہے اور عمدۃ القاری کی اس عبارت کا مفصل جواب آگے آ رہا ہے جو یہ ہے ۔۔۔

عمدۃ القاری کی پہلی عبارت مجمل ہے بظاہر علامہ خطابی کی مذکورہ عبارت انت علی مثل امی حرف تشبیہ والی صورت پر محمول ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ خطابیؒ نے اس صورت کے بارے میں امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا اختلاف نقل کیا ہے کہ نیت نہ کرنے کی صورت میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ تحریم بن جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک ظہار بنے گا ۔۔۔

قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ان لم یکن لہ نیۃ فھو تحریم وقال محمد بن الحسن ھو ظھار اذا لم یکن لہ نیۃ ۔۔۔ ذکرہ الخطابی (عمدۃ القاری ص ۲۵ ج ۲۰) ۔۔۔

اور صاحبینؒ کا باہمی اختلاف انت علی مثل امی کے بارے میں تو حضرات فقہاء نے ذکر کیا ہے ۔ لیکن انت امی بلا حرف تشبیہ کے متعلق صاحبینؒ کا ایسا کوئی اختلاف کسی فقیہ نے قطعاً ذکر نہیں کیا کہ انت امی بلا نیت کہنے سے بھی ایلاء یا ظہار ہو جائے گا ۔ امام قاضی خانؒ پہلے اختلاف کے بارے میں لکھتے ہیں : ولو قال أنت علی کامی أو مثل أمی ونوی به البر والکرامة لا یلزمه شیء

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علامہ خطابیؒ کو ان الفاظ کے بارے میں اشتباہ واقع ہوا ہے انت امی اور مثل امی کو برابر تصور کرتے ہوئے دوسرے لفظ کا اختلاف پہلے میں ذکر کر دیا ۔ علاوہ ازیں یہ ہے کہ جب انت امی کا مسئلہ کتب حنفیہ میں واضح طور پر مذکور ہے تو فتویٰ کے لئے اسی پر اعتماد کیا جائے گا ۔ کسی شافعی المذہب کی نقل غریب کو مفتیٰ بہ قرار دینا خلاف اصول ہے ۔۔۔

انت علی مثل امی اور انت امی چونکہ مفہوماً قریب قریب ہیں اس لئے علامہ خطابیؒ نے انت امی میں انت مثل امی کا حکم ذکر کر دیا ۔ چنانچہ تفسیر عثمانی میں حضرت خولہؓ کا واقعہ نقل کرتے ہوئے بیوی کو ماں کہدیا نقل کیا ہے ۔ اور حضرت تھانویؒ بیان القرآن میں " الذین یظھرون کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں ۔" اور وہ لوگ جو بیویوں کو ماں کہتے ہیں بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات ہے " (ص ۱۱۱)

حالانکہ اصل واقعہ انت علی کظہر امی کا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں لفظ مفہوماً قریب قریب ہیں ۔ اس لئے علامہ خطابیؒ نے " انت مثل امی " والا حکم واختلاف " انت امی " میں ذکر کر دیا ۔

عمدۃ القاری کی عبارت سے استدلال اس لئے بھی درست نہیں کہ اس میں بلانیت طلاق، تحریم کا حکم ذکر کیا گیا ہے۔ احسن الفتاویٰ کی تحریر کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نیت طلاق کرنے کی صورت میں انت امی کے الفاظ سے "طلاق بائن" واقع ہوگی ورنہ نہیں ــــ

اگر کہا جائے کہ احسن الفتاویٰ میں بلانیت بھی وقوع طلاق کا حکم لگایا گیا ہے تو جواب یہ ہے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں کیونکہ احسن الفتاویٰ کی تحریر کا حاصل یہ ہے کہ عُرف عام کی وجہ سے ارادہ و نیت خود بخود متعیّن ہے اور اس میں نیّت طلاق خواہ مخواہ ہوتی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی شخص اکرام و احترام کی نیّت سے انت امّی کہے اور فی الواقع نیّت طلاق بالکل نہ ہو اور وہ قبل ازیں اس کے گواہ بھی بنا چکا ہو تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ ہرگز ایسا نہیں ــــ اس لئے عمدۃ القاری کی عبارت سے استدلال صحیح نہیں ــــ

علاوہ ازیں خود عمدۃ القاری کی دوسری عبارت میں اس کی وضاحت موجود ہے کہ صاحبینؒ کا یہ باہمی اختلاف کن الفاظ کے بارے میں ہے ــــ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں ــــ

اعلوان الالفاظ التی یصیر بھا المرأ مظاهرا علی نوعین، صریح نحو أنت علی کظهر أمی وکنایة نحو ان یقول أنت علی کامی أو مثل أمی أو نحوهما یعتبر فیه نیته فان اراد ظهارا کان ظهارا وان لم ینوِ لا یصیر ظهارا وعند محمد بن الحسنؒ هو ظهار وعند ابی یوسف رحمه الله هو مثله ان کان فی الغضب وعنه ان یکون ایلاء وان نوی طلاقا کان طلاقا بائنا (عمدۃ القاری ص۲۸۱ ج ۲۰)

تفصیل بالا سے یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ صاحبینؒ کا باہمی اختلاف انت علیّ مثل امّی کے بارے میں ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علامہ خطابیؒ یا ابن بطال کے کلام میں اشتباہ واقع ہوا ہے یا اختی کو حرف تشبیہ والی صورت کے مساوی سمجھتے ہوئے اس میں بھی صاحبینؒ کا باہمی اختلاف نقل کر دیا ہے تو ایسی مبہم اور مشتبہ عبارت پر ہرگز فتویٰ نہیں دیا جا سکتا خصوصاً جب کہ فقہاء احنافؒ کی واضح تصریحات اس کے خلاف ہیں۔ آخر اس کی کیا ضرورت پیش آئی کہ اپنے مذہب کی واضح تصریحات چھوڑ کر شافعیہ کی مبہم عبارات کو مدار فتویٰ بنایا جائے

دوسری بات یہ ہے کہ حنفی مسلک کا مسئلہ شافعیؒ حضرات یا دوسرے مسلک والوں سے پوچھنے کی بجائے حنفیوں سے پوچھنا چاہیئے، شامی، بحر، فتح القدیر وغیرہ کتب مذہب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے علامہ خطابی شافعی المسلک ہیں ان کی نقل کتب حنفیہ پر حجّت نہیں ہو سکتی

تیسرا حوالہ تفسیر ابن کثیرؒ کا ہے وہ بھی شافعی المسلک ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ بھی شافعی ہیں اور انہوں نے حکم طلاق یا ظہار کو حنفیہ کی طرف منسوب بھی نہیں کیا۔ تو ان کی عبارات مفید مدعیٰ نہیں اور نہ ہی احناف پر حجت

ہیں ـــــ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمہ اللہ کی نقل کردہ عبارت مفید مدعی نہیں کیونکہ ان کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سدًّا للباب یا اُختی کہنے سے منع فرمایا کیونکہ لوگ تجاوز کرتے کرتے کوئی ایسا لفظ نہ بول دیں جس سے عند البعض ظہار مُراد لیا جا سکتا ہو، پھر ظہار بن کر عورت حرام ہو جائے اور کفارہ دینے کی نوبت آئے ـــــ عبارت درج ذیل ہے ـــ

قال العلامۃ السہارنفوری رحمہ اللہ تحت "باب فی الرجل یقول لامرأتہ یا اختی" ویحتمل ان یکون النھی عنہ والکراھۃ سدًا للباب فانہ یحتمل انہ اذا لم ینبہ علی ذلک یحتدون فیہ ویمکن ان یتکلموا بلفظ یؤدی الی الظہار فتحرم علیہ وتجب الکفارۃ او الفراق اذا نوی الظہار۔ (بذل المجہود ص۳۹ ج۳)

عُرف عام کی بات اس لئے بھی معتبر نہیں۔ اگر بالفرض ایسا عُرف ہو بھی تو بھی زیادہ سے زیادہ یہ تصور کیا جائے گا کہ "انت اختی" کہنے والے نے بظاہر نیتِ طلاق کی ہو گی کیونکہ لوگ اسی نیت سے یہ الفاظ کہتے ہیں۔ صرف "بظاہر" ہی نہیں بلکہ قائل نے جب قطعی طور پر طلاق کی نیت کی ہو ـــــ تو ایسی صورت میں بھی حسب تصریحات فقہاء رحمہم اللہ اجمعین، طلاق واقع نہیں ہوتی۔ تو "بظاہر نیت" کی صورت میں کیونکر طلاق واقع ہو جائے گی ـ ؟

ھذا ما عندنا واللہ اعلم بالصواب ـ

بندہ عبدُالستّار عفی عنہ

۲۶ / ۵ / ۱۴۱۷ھ

نابالغہ کا نکاح باپ کر دے تو اسے خیارِ بلوغ نہ ہونے کے حدیث سے دلائل ـ

اگر باپ صغیرہ کا نکاح کرے تو کیا بالغ ہونے کے بعد اسے فسخ نکاح کا اختیار ہے یا نہیں۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں ـــــ (السائل، عبدالصمد لودھروی متعلم الافتاء)

الجواب حامدًا و مُصلیًا و مُسلمًا۔ امّا بعد! صاحب ہدایہ فرماتے ہیں :۔

ویجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ اذا زوجھا الولی بکرًا کانت الصغیرۃ او ثیبًا ـــــ	نابالغ لڑکے اور نابالغ لڑکی کا نکاح اگر ان کا وَلی کر دے تو جائز ہے خواہ وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی بکر ہوں یا ثیب ـ

بکر کا معنی کنواری ہے اور بکارت دوشیزگی اور کنوارے پن کو کہتے ہیں (مصباح اللغات ص۶۹) اور ثیب بکر کی ضد ہے یعنی شادی شدہ خواہ بالغ ہو یا نابالغ۔ اور شرح وقایہ میں ہے :۔ جو عورت بکر ہے اور نابالغہ ہے تو اس پر

ولی جبر کرسکتا ہے۔ واسطے نکاح کے اتفاقاً اور اس پر اجماع ہے مجتہدین کا۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر ولی کو نابالغہ کے نکاح کا حق ہے

اور شرح وقایہ میں ہی ہے کہ "اگر نکاح کردیا باپ یا دادا نے اپنے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا اگرچہ ثیب ہو تو یہ نکاح لازم ہوگیا" (ف) یعنی وقت بالغ ہونے کے ان کو اختیار نکاح کے فسخ کا نہیں (نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ ص۱۳ ج۲) اس مسئلہ پر اجماع ہے۔ چنانچہ امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: اما البکر الصغیرۃ فلا خلاف فیھا کہ نابالغہ، کنواری کے اس نکاح کے لازم ہونے اور فسخ کا اختیار نہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، اور امام ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اجمع کل من نحفظ عنہ من اھل العلم ان نکاح الاب ابنتہ البکر الصغیرۃ جائز ۔ یعنی تمام اہل علم جن کے مذاہب محفوظ ہیں کا اجماع ہے کہ باپ اپنی نابالغہ کنواری بیٹی کا نکاح کردے تو جائز ہے (اوجز المسالک ص۲۳۹ ج۴) اور امام مالکؒ ۱۷۹ھ "موطا مالک" میں روایت کرتے ہیں۔

مالک انہ بلغہ ان القاسم بن محمد وسالم بن عبد اللہ وسلیمان بن یسار کانوا یقولون من البکر یزوجھا ابوھا بغیر اذنھا ان ذالک لازم لھا۔ (موطا مع الاوجز ص۲۴۵ ج۴)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ اور سلیمان بن یسار فرمایا کرتے تھے کہ کنواری کی شادی اس کا باپ اس سے اجازت لئے بغیر کردے تو یہ نکاح اس کو لازم ہوجاتا ہے یعنی اب اسے فسخ نکاح کا اختیار نہیں رہتا۔

حضرت سالمؒ آپ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے اور مدینہ منورہ کے نامور فقیہ ہیں۔ آپکا قول حجت ہے۔ اور آپ کی ذات میں علم و عمل اور زہد و شرف جیسے صفات عالیہ مجتمع ہیں۔ ۱۰۶ھ میں وصال فرمایا۔ (تذکرۃ الحفاظ اردو ص۸۸ ج۱) ———

حضرت سلیمان بن یسارؒ آپ مدینہ منورہ کے رہنے والے چوٹی کے فقیہ ہیں۔ آپ کا شمار آئمہ مجتہدین میں ہوتا ہے۔ کوئی شخص حضرت سعید بن المسیبؒ کے پاس فتویٰ لینے جاتا تو فرماتے سلیمان بن یسارؒ کے پاس جاؤ۔ ۱۰۷ھ میں وصال فرمایا (تذکرۃ الحفاظ ص۹۱ ج۱) ———

حضرت امام قاسم بن محمدؒ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے ممتاز فقیہ ہیں۔ اپنی پھوپھی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پائی۔ انہیں سے فقہ اور حدیث سیکھی ۱۰۸ھ میں وصال فرمایا حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرمایا کرتے تھے۔ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں ان کو خلیفۃ المسلمین نامزد کردیتا۔ (تذکرۃ الحفاظ ص۹۵ ج۱) یہ تینوں حضرات مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے

ہیں مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۳۶ ج۴ پر ان کے فتوی کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔ وہ نکاح لازم ہے۔ وان کرہت اگرچہ وہ اس کو ناپسند کرے۔ ان تینوں کے فتوی کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ یہ تو مدینہ منورہ کے فقہاء کا اجماع ہوا مدینہ منورہ کے بعد خیر القرون میں کوفہ بہت بڑا علمی مرکز تھا ——— امام شعبیؒ جنہوں نے پانچصد صحابہ کرامؓ کی زیارت کی۔ فرماتے ہیں۔ لا یجبر علی النکاح الا الاب۔ نکاح پر باپ کے علاوہ کوئی جبر نہیں کر سکتا۔ (مصنف عبدالرزاق ص۱۶۵ ج۶) یعنی کوئی اور ولی نکاح کرے تو نابالغہ کو خیار بلوغ حاصل ہوگا جیسا کہ اسی صفحہ پر عطاء اور طاؤس سے مروی ہے مگر باپ کے نکاح کے بعد خیار بلوغ نہ ہوگا۔ امام شعبیؒ کے بعد کوفہ میں امام حمادؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی فتوی تھا: عن ابی حنیفۃؒ عن حماد قال النکاح جائز ولا خیار لھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۳۶) کہ نکاح جائز ہے اور اس صغیرہ کو خیار نہیں۔ اور کسی بھی فقیہ نے اس فتوی کی مخالفت نہیں کی۔ اسی طرح مرکز علمی بصرہ میں امام حسن بصریؒ بھی فتوی دیتے تھے۔ عن الحسن انہ کان یقول نکاح الاب جائز علی ابنتہ بکراً کان او ثیباً کرھت اولم تکرہ (ابن ابی شیبہ ص۱۳۶ ج۴) ——— امام حسنؒ فرماتے تھے کہ باپ کا نکاح بیٹی پر جائز ہے خواہ وہ کنواری ہو یا ثیبہ، وہ اس نکاح کو پسند کرے یا نہ کرے۔ اور یہاں بھی کسی فقیہ نے ان کے اس فتوی کی مخالفت نہیں کی، جس سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں اس مسئلہ پر اجماع تھا۔ اسی لئے آئمہ اربعہ کا بھی اس مسئلہ پر اجماع ہی رہا۔ صاحب ھدایہ اس کی یوں وضاحت فرماتے ہیں کہ ولی کو ولایت نکاح حاصل ہے۔ اس لئے ولی جو نکاح نابالغہ کا کرے گا وہ نکاح ہو جائے گا۔ البتہ سب اولیاء میں وہ کامل شفقت نہیں ہوتی جو باپ اور دادا میں ہوتی ہے، اس لئے باپ اور دادا کے علاوہ کوئی اور نکاح کرے تو ان کو ولایت حاصل ہے اس لئے نکاح ہو جائے گا، لیکن قصور شفقت کی وجہ سے اس لڑکی پر جبر نہیں ہوگا جب وہ بالغ ہوگی تو اس کو خیار بلوغ کا حق ہوگا۔ اس کے برعکس باپ دادا میں جس طرح ولایت کامل ہے۔ شفقت بھی کامل ہے۔ اس لئے ولایت کے کامل ہونے کی وجہ سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اور چونکہ شفقت بھی کامل ہے۔ اس میں کوئی قصور نہیں اس لئے خیار بلوغ کا حق نہیں ہوگا (ہدایہ ص۳۱۶ ج۲)

البتہ امت کے اس اجماع کے خلاف غیر مقلدین نابالغہ کے نکاح میں اگرچہ باپ نے کیا ہو، خیار بلوغ دیتے ہیں اس بارے میں نہ تو ان کے پاس کوئی آیت قرآنی ہے۔ اور نہ ہی کوئی حدیث نبوی جس میں صراحت ہو کہ نابالغہ بیٹی کا نکاح اگر باپ نے بھی کیا ہو تو بالغ ہونے پر اسے فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ البتہ حضرت خنساء بنت خذامؓ کی روایت سے دھوکا دیتے ہیں۔ کہ ان اباھا زوجھا وھی ثیب فکرھت ذالک کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کیا حالانکہ وہ ثیبہ تھی۔ اس نے اس نکاح کو ناپسند اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا فرد نکاحھا تو آپ نے اس نکاح کو رد فرما دیا (بخاری ص۷۷۱ ج۲) حالانکہ اس حدیث میں ثیب کا لفظ ہے۔ اس سے ان کی مطلب براری نہیں ہوتی۔ تو کہتے ہیں کہ بخاری کی یہ روایت

غلط ہے، صحیح نسائی کی روایت ہے جس میں بکر کا لفظ ہے۔ اور بکر کا لفظ بالغہ اور نابالغہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس لئے دونوں کا ہی حکم ہے تو غرض یہ ہے کہ یہ خالص دھوکا ہے۔ اس حدیث میں آپ نے کوئی عام قانون تو بیان نہیں فرمایا بلکہ یہ ایک خاص عورت کا واقعہ ہے اور وہ یقیناً ایک ہی وقت میں بکر اور ثیب دونوں نہیں ہو سکتی جب تک غیر مقلدین اُس کے نابالغہ ہونے کی صراحت نہ دکھائیں اُن کی دلیل نہیں بن سکتی۔ پھر حدیث کے مفہوم میں اگر فقہاء اور سفہاء میں اختلاف ہو تو فقہاء کے بیان کردہ مفہوم کا اعتبار ہے جیسا کہ حدیث مشہور "رُبّ حامل فقہ غیر فقیہ" سے ثابت ہے۔ اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں :۔

قال امام الحرمين الذى اليه ذهب اهل التحقيق ان منكرى القياس لايعتدون من علماء الامة وحملة الشريعة لانهم معاندون مباهتون فيما ثبت استفاضة وتواتراً لان معظم الشريعة صادرة عن الاجتهاد ولاتفى النصوص بعشر معشارها وهؤلاء ملتحقون بالعوام

امام الحرمین ؒ فرماتے ہیں۔ علماء محققین کا کہنا ہے کہ منکرین کا شمار علماء اُمت میں نہیں اور نہ ہی حاملین شریعت میں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ عناد و مُباحثہ پر اُتر کر مستفیض اور متواتر کا انکار کر رہے ہیں۔ کیونکہ احکام شریعہ کا بڑا حصہ اجتہاد سے صادر ہوا ہے اور نصوص سے تو دسویں کا دسواں حصہ مسائل میں ثابت نہیں اس لئے یہ منکرین قیاس عوام میں شامل کئے جائیں گے (نہ کہ علماء میں)"۔

علامہ نوویؒ کے ارشاد سے ثابت ہوا کہ قیاس پر عمل اُمت میں مستفیض اور متواتر ہے۔ اور متواتر و مستفیض کے انکار سے اکثر احکام شریعت کا انکار لازم آتا ہے۔

(۳) منکرینِ قیاس کا شمار علماء میں سرے سے ہی نہیں، اس لئے اُن کے اختلاف سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لہٰذا غیر مقلدین کے فتویٰ سے منکوحہ کا نکاح آگے کر دینے سے نکاح نہیں ہوتا ساری عمر کا گناہ ہے اور اجماع کی مخالفت کی وجہ سے آخرت میں جہنمی بنیں گے اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق ہوں گے، خدا تعالیٰ فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ فقط محمد امین صفدر

۶ رجمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح
محمد انور عفا اللہ عنہ

کسی عورت سے اس لئے نکاح کرنا کہ یہ پہلے کے لئے حلال ہو جائے۔

کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو غصہ میں آ کر تین طلاقیں دے دی ہیں لیکن بعد میں دونوں میاں بیوی پریشان ہیں اور آباد ہونا چاہتے ہیں تو چونکہ بغیر حلالہ کے اب دوبارہ آباد نہیں ہو سکتے اس لئے شخص مذکور کا ایک دوسرا بھائی ہے جو چاہتا ہے کہ میں اس عورت کے ساتھ نکاح کر لوں اور پھر بعد میں طلاق دیدوں تاکہ میرے بھائی کا گھر آباد ہو جائے۔ اس شخص پر شرعاً کوئی گناہ ہے یا نہیں ۔۔؟

الجواب ایسی صورت میں حلالہ کی شرط لگا کر نکاح کرنا اور بعد میں ناکح کو طلاق دینے پر مجبور کرنا یہ تو مکروہ تحریمی ہے۔ حدیث میں ایسے شخص پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ لعن المحلل والمحلل لہٗ ہاں البتہ اگر حلالہ کی شرط نہ لگائی جائے اور نہ ہی ناکح کو طلاق پر مجبور کیا جائے۔ بلکہ اپنی مرضی سے طلاق دے دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں خصوصاً جبکہ وہ اپنے بھائی کی خیر خواہی اور اصلاح کی غرض سے یہ کام کرے گا تو یہ اس کے لئے موجبِ اجر ہوگا۔ (کما فی الدر من الشامیہ ص۴۳ ج۲)

کرہ تحریماً بشرط التحلیل وان حلت للاول وأما اذا أضمر ذلک لا یکرہ و

کان الرجل مأجوراً ـــــــ

لہذا شخص مذکور واقعی اپنے بھائی کی خیر خواہی اور اصلاح کے لئے یہ کام کرنا چاہتا ہے کہ میرے بھائی کا گھر آباد ہو جائے تو اس پر اس کو کوئی گناہ نہیں بلکہ ثواب کی امید ہے بشرطیکہ نکاح میں حلالہ وغیرہ کی شرط نہ لگائی جائے ـــــــ اور نہ بعد میں اس شخص کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے، بلکہ اس کو اپنی مرضی پر چھوڑ دیا جائے اور اس شخص کے لئے بھی مناسب یہ ہوگا کہ اس بات کو ظاہر نہ کرے اور عورت کو پانچ دس دن اپنے پاس رکھ کر اپنی خوشی سے اصلاح کی نیت سے طلاق دے دے۔ یہ یاد رہے کہ عورت کے ساتھ زوجِ ثانی کا ہمبستری کرنا ضروری ہے خواہ ایک ہی مرتبہ ہو ورنہ عورت پہلے کے لئے حلال نہ ہوگی ـــــــ

فقط واللہ اعلم ـــــــ

بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد اللہ غفرلہٗ

خاوند نکاح کے گواہ پیش کرے اور عورت عدمِ نکاح کے تو کس کے گواہ معتبر ہونگے؟

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص (گودر خان) کہتا ہے کہ میرا نکاح شرع محمدی کی رُو سے مسماۃ شفیعہ بیگم کے ساتھ پڑھا ہوا ہے اور مسماۃ شفیعہ بیگم نکاح کی منکرہ ہے اور ہر دو فریق اپنے اپنے مُدعیٰ پر اگر مجلسِ قضا میں شہادت پیش کریں اور قاضی بھی تراضیٔ طرفین سے مقرر کیا ہو تو قاضی کے نزدیک مُدعی کی شہادت معتبر ہے یا کہ مُدعیٰ علیہ کی۔ شرع محمدی کی رُو سے قاضی کو ہر دو فریق کی شہادت سے کس فریق کی شہادت سماعت کرکے فیصلہ کرنے کا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب صورت مذکورہ میں مسمیٰ گودر خان اثباتِ نکاح کا مدعی ہے اور مسماۃ شفیعہ بیگم نکاح سے منکرہ ہے اور مدعیٰ علیہ ہے۔ از رُوئے قواعد شرعیہ اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر کے شہادت گودر خان مدعی کی جانب سے معتبر ہے نہ کہ شفیعہ بیگم کی طرف سے جو نکاح سے منکرہ اور مدعیٰ علیہ ہے۔ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہادت اثبات کے لئے مقرر کی ہے نہ کہ انکار و نفی کے لئے جیسا کہ مجمع الانہر صفحہ ۱۶۲ ج ۲ پر مرقوم ہے لان البینۃ للاثبات لا للنفی یعنی شہادت اثبات کے لئے ہوا کرتی ہے نہ کہ نفی اور انکار کے لئے۔ نفی اور انکار کی شہادت شرعاً ہرگز قابلِ سماعت نہیں۔ جیسا کہ شامی صفحہ ۱۱۵ ج ۲ پر مرقوم ہے۔

قولہ لان شہادۃ النفی لا تعارض الاثبات لان البینات للاثبات لا للنفی فتقبل شہادۃ المثبت لا النافی بحر أی لان المثبت معہ زیادۃ علم الخ

اور اسی طرح شامی صفحہ ۳۲۹ ج ۲ پر مرقوم ہے۔

ان الشہادۃ علی النفی غیر مقبولۃ مطلقا أحاط بہ علم الشاہد أولا

اور اسی طرح مجمع الانہر صفحہ ۲۶۴ ج ۲ پر لکھا ہوا ہے۔

شارع علیہ السلام نے انکار کے لئے قسم اور اثبات کے لئے شہادت وضع اور مقرر کی ہے پس ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں قاضی کو گودر خان کی شہادت سماعت کرنے

کا حق حاصل ہے جو کہ نکاح کے اثبات کا مدعی ہے اور شفیعہ بیگم کی شہادت اس مقام میں ہرگز قابلِ قبول نہیں۔ اور نہ وہ غور کرنے کے قابل ہے۔ اس لئے کہ وہ نکاح کی نفی اور انکار کرنے والی ہے۔ اور نفی اور انکار پر جو شہادت قائم کی جائے۔ وہ شرعاً ہرگز قابلِ قبول نہیں ہوسکتی ہے۔

فقط واللہ اعلم ، بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح ، بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

مُتعہ کے بارے میں تحقیق انیق قائلین جواز کا مدلل و مسکت جواب

متعہ کیوں جائز نہیں ہے جبکہ آج کل کے دور میں جائز ہونا چاہیئے؟ اور شیعہ متعہ کو کیوں جائز قرار دیتے ہیں اور ہماری طرف سے ان کا جواب کیا ہے؟ وضاحت فرما کر مستفید فرمائیں ــــــ جزاکم اللہ خیراً المستفتی عبدالبصیر سول سیکرٹیٹ پشاور

الجواب حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس کی بنیادی ضرورتیں دو قسم کی ہیں جلب منفعت اور دفع مضرت۔ جلب منفعت کا مطلب ہے کہ انسان کو جن ضروریات سے چارہ نہیں اُن کو حاصل کیا جائے۔ اور دفع مضرت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو نقصان پہنچانے والی یا حصول ضروریات میں رکاوٹ بننے والی چیزیں ہیں۔ اُن سے کس طرح بچا جائے۔ ان دونوں قسم کی ضروریات کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو قسم کی قوتیں عطا فرمائیں۔ قوت شہویہ جلب منفعت کے لئے اور قوت غضبیہ دفع مضرت کے لئے۔ ان کو جذبات بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ قوتیں انسان کو دفع مضرت یا جلب منفعت کے لئے آمادہ کرتی اور کھینچتی ہیں پھر قوتِ شہویہ کی بھی دو قسمیں کر دی گئیں۔ ایک شہوتِ بطن جو انسان کی بقائے اصل کے لئے ہے۔ انسان کو بھوک لگتی ہے۔ پیاس لگتی ہے۔ وہ کھاتا پیتا ہے۔ اور اس سے اُس کی زندگی قائم رہتی ہے۔ دوسری شہوت شرمگاہ جو انسان کی بقائے نسل کے لئے رکھی گئی۔ انسان اس شہوت کی تسکین کے لئے نکاح کرتا ہے۔ اور اسی سے توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہو کر خدا کی زمین بھی آباد ہوتی ہے۔ ان جذبات میں افراط و تفریط اور بے راہ روی سے انسان بلکہ اس کا پورا معاشرہ برباد ہوتا ہے۔ اور ان جذبات کے فوائد پیچھے رہ جاتے

پیں۔ اور مفاسد سے پورا معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس بے راہ روی کا بعض اوقات اتنا شدید ردِ عمل ہوتا ہے کہ دین و دنیا دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ اخلاقیات تباہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اِن جذبات کو بے راہ روی سے بچانے کے لئے عقل اور شریعت کی لگام دینا نہایت ضروری ہے۔

نکاح اِس شہوت کی تسکین کے لئے شریعت نے دو طریقے بتائے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں۔

والذین ھم لفروجھم حافظون	اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں۔
الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت	مگر اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال
ایمانھم فانھم غیر ملومین	باندیوں پر۔ سو اُن پر نہیں کچھ الزام۔
فمن ابتغٰی وراء ذٰلک فاولٰئک	پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوا۔
ھم العادون (المؤمنون ۵-۷، المعارج ۲۹، ۳۱)	سو وہی ہیں حد سے بڑھنے والے۔

یعنی اپنی منکوحہ عورت اور باندی کے سوا کوئی اور راستہ قضائے شہوت کا ڈھونڈے۔ وہ حلال کی حد سے آگے نکل جانے والا ہے۔ اس میں متعہ، زنا، لواطت، استمنار بالید وغیرہ سب صورتیں آگئیں۔ خداوند قدوس نے ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی راہ راستہ تلاش کرنے والے کو حد سے گزرنے والا فرمایا۔ مگر شیعہ نے علی الاعلان اس حد کو توڑ کر دو کو چار کر لیا۔ چنانچہ ابن بابویہ لکھتا ہے۔ اسباب حل المرأۃ عندنا اربعۃ النکاح وملک الیمین والمتعۃ والتحلیل (اعتقادت ابن بابویہ) ہمارے ہاں عورت کے حلال ہونے کے چار اسباب ہیں۔ ۱۔ نکاح ۲۔ ملک یمین یعنی باندی ہونا ۳۔ متعہ ۴۔ تحلیل۔ اس کو عاریۃ الفرج بھی کہتے ہیں۔ یعنی اپنی بہن، بیٹی وغیرہ کو ادھار کھاتے میں مفت بطور احسان کسی اور کے لئے حلال کر دینا۔ شیعہ نے اس مسئلہ میں قرآن پاک کی کھلی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے۔ وہ نہ تو بیوی ہے۔ کیونکہ نہ مرد پر اُس کا نان ونفقہ فرض ہے نہ ہی اس کے لئے طلاق نہ عدت اور نہ میراث۔ اور نہ وہ باندی ہے نہ اُس کی خرید و فروخت جائز نہ کسی کو ہبہ کرنا درست نہ اُس کو آزاد کرنا صحیح۔ جب یہ عورت نہ بیوی ہے نہ باندی۔ تو لامحالہ فمن ابتغٰی وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون میں شامل ہوئی۔ اس لئے متعہ احکام شرعیہ سے تجاوز کرنا اور حلال کو چھوڑ کر حرام میں

پڑتا ہے۔ اسی لئے متعہ کے حرام ہونے پر صحابۂ کرام اور تابعین کا اجماع ہے۔ اور چاروں آئمہ مجتہدین اس کے حرام ہونے پر متفق ہیں۔ دوسری جگہ خدا وند لایزال فرماتے ہیں۔ ولاتکرھوا فتیٰتکم علی البغاء (النور۔۳۳) اور نہ زبردستی کرو اپنی چھوکریوں پر بدکاری کے واسطے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے پاس کئی لونڈیاں تھیں۔ جن سے بدکاری کرا کر روپیہ حاصل کرتا تھا۔ اسی بدکاری کو جس کو قرآن نے بغا کہا ہے اس کا نام شیعہ کے ہاں متعہ ہے۔ اور قرآن پاک کے خلاف ان کا کہنا ہے کہ "متعہ سنت مؤکدہ ہے۔ مگر مخالفین نے ظلم و عناد سے منع کیا۔ اس بارہ میں احادیثِ صحیحہ وارد ہوئی ہیں۔ منجملہ ان کے یہاں ایک حدیث کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔ جو حضرت سلمان فارسیؓ، مقداد بن اسود الکندیؓ۔ اور عمار بن یاسرؓ رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔ راویانِ حدیث کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن خدمت باسعادت حضرت سرورِ اصفیار محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے۔ کہ آپؐ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ حمد وثنا مخصوص خدائے پاک کے لئے ہے۔ پھر اپنے اوپر درود بھیج کر ازراہِ التفات اپنا روئے مبارک ہماری طرف پھیر کر ارشاد فرمایا۔ اے گروہِ مردم تحقیق کہ آیت فما استمتعتم الخ کا تحفہ لے کر پروردگار عالم کی طرف سے میرے بھائی جبریلؑ مجھ پر نازل ہوئے۔ خدائے واحد نے ایسی نعمت سے ہمیں سرفراز کیا۔ جو پیغمبران ماسبق میں سے کسی کو نہیں بخشی گئی۔ میں تم کو متعہ کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ تاکہ میرے بعد اور میرے زمانے میں میری سنت رہے۔ جو میرا قول قبول کر کے اس پر عامل ہوگا اور اسے رواج دے گا وہ مجھ سے ہے۔ جس نے امورِ متعہ میں اختلاف کیا اس نے حکم خداوندی کی مخالفت کی۔ جتنے لوگ اس مجلس میں ہیں۔ آگاہ ہو جائیں۔ کہ مجھ سے عداوت رکھنے کی وجہ سے جو اس کی تکذیب یا اُسے معطل اور برطرف کرے۔ میں اُس پر حضرتِ ربّ العزت کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ کہ وہ اہل جہنم سے ہے اور خدا کی لعنت اُس پر ہے۔ جس نے احکامِ متعہ میں میری مخالفت کی گویا وہ خدا کا مخالف ہے اور دشمنِ خدا دوزخی ہے۔ واضح ہو کہ مخصوص کیا خدا تعالٰے نے متعہ کرنا میرے اور میری امت کے لئے۔ اس شرف کی وجہ سے جو دوسروں کے مقابلہ میں مجھے حاصل ہے (عجالۂ حسنہ ترجمہ رسالۂ متعہ ملا باقر مجلسی ص۱) شاید یہی روایت پڑھ کر کسی منچلے نے کہہ دیا تھا۔

۵ منظور ہے کہ سیم تنوں کا وصال ہو مذہب وہ چاہیئے کہ زنا بھی حلال ہو

بات دور نکل گئی۔ اصل یہی تھا کہ اس شہوت کی تسکین کے لئے نکاح تمام ادیان میں رائج ہے۔ اور انسان کے لئے حیوانات سے مابہ الامتیاز نکاح اور حفاظتِ نسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچ چیزوں کی حفاظت کا اہتمام ہر ملت و مذہب میں ضروری ہے۔ ۱۔حفاظتِ نفس ۔۲۔حفاظتِ دین ۔۳۔حفاظتِ عقل ۔۴۔حفاظتِ نسب ۔۵۔حفاظتِ مال۔ تاہم اسلام چونکہ دین کامل ہے۔ اس میں ان کی حفاظت کا سب سے زیادہ اہتمام ہے۔ اس لئے حفاظتِ نفس کے لئے قصاص ۔حفاظتِ دین کے لئے حدِ ارتداد حفاظت عقل کے لئے حدِ خمر حفاظتِ نسب کے لئے حدِ زنا۔ اور حفاظتِ مال کے لئے حدِ سرقہ مقرر کی ہے۔ اور انسان کی عزت کی حفاظت کے لئے حدِ قذف زائد کی ہے۔ نکاح کے بعد اب متعہ کا مطلب بھی سمجھنا چاہیئے۔

متعہ متعہ کا لفظ متاع سے مشتق ہے۔ جس کے معنیٰ تھوڑا فائدہ حاصل کرنے کے ہیں۔ چنانچہ آخرت کی ابدی زندگی کے مقابلہ میں اس دنیا کی چند روزہ زندگی کو قرآن نے متاع فرمایا ہے۔ "انما ھذہ الحیوۃ الدنیا متاع"۔ مطلقہ عورت کو جو کپڑوں کا جوڑا دیا جاتا ہے۔ اُس کو بھی متعہ اُس لئے کہتے ہیں کہ بمقابلہ مہر کے وہ نفع قلیل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ومتعوھن اور فرمایا وللمطلقات متاع بالمعروف اسی طرح نکاح جو زندگی کا معاہدہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں عورت سے تھوڑا نفع حاصل کرنے کو بھی متعہ کہتے ہیں۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔نکاحِ مؤقت کہ ایک مدتِ معینہ کے لئے گواہوں کے سامنے کسی عورت سے ازدواجی تعلق قائم کر لیا جائے۔ اور مدتِ معینہ گزرنے کے بعد بلا طلاق مفارقت ہو جائے۔ لیکن مفارقت کے بعد استبراء رحم کے لئے ایک ماہواری کا انتظار کرے۔ تاکہ دوسرے کے نطفہ کے ساتھ اختلاط سے محفوظ رہے۔ یہ نکاحِ مؤقت کا طریقہ عرب میں اسلام سے پہلے رائج تھا۔ لمبے سفر یا دوسرے ملک میں تجارت یا جنگ وغیرہ کی وجہ سے کچھ عرصہ قیام کے لئے یہ طریقہ استعمال کر لیتے تھے۔ جس طرح اسلام سے قبل لوگ سود لیتے تھے۔ شراب پیتے تھے۔ مگر ان کی حرمت اسلام میں بھی شروع میں ہی نازل نہ ہوئی۔ تو بعض لوگ اسلام لانے کے بعد بھی اُس

عادت پر رہے۔ بالآخر اسلام نے ان کو حرام قرار دے دیا۔ اسی طرح یہ متعہ یعنی نکاح مؤقت جو جاہلیت سے رائج تھا۔ اس سے ابتدائے اسلام میں ہی منع نہ کیا گیا۔ بلکہ بعد میں اس متعہ کی حرمت کا اعلان ہوا۔ اور اب باجماع امت یہ قیامت تک حرام ہے۔

دوسری قسم متعہ کی یہ ہے کہ جیسے آج کل بعض عورتیں متعہ کا لائسنس لے کر بازارِ حسن میں بیٹھ جاتی ہیں یا اپنا الگ کاروبار چلاتی ہیں۔ چونکہ اُن سے بھی لوگ منکوحہ کے مقابلہ میں بہت تھوڑا نفع اٹھاتے ہیں۔ اس لئے اس کو بھی متعہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ متعہ خالص زنا ہے۔ صرف نام کا دھوکا ہے۔ جیسے کوئی خنزیر کا نام بکرا۔ شراب کا نام شربت اور سود کا نام غنیمت رکھ لے۔ کیونکہ زنا اسی کو کہتے ہیں کہ ایسی عورت سے جنسی تسکین کرنا جو نہ بیوی ہو نہ باندی۔ اور متعہ والی عورت نہ بیوی ہے اور نہ باندی۔ متعہ کی یہ قسم جو زنا کا دوسرا نام ہے یہ کسی دین میں بھی جائز نہ تھی۔ اسلام نے سود، جُوا اور شراب کو تو کچھ مدت تک برداشت کیا۔ مگر اس متعہ کو اسلام نے کبھی بھی برداشت نہیں کیا۔

فضائلِ متعہ

اس متعہ سے سب دین بیزار ہیں۔ مگر روافض کے ہاں یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ ایک بہت بڑی عبادت ہے۔ اور اس کے ثواب کو نہ نمازیں پہنچ سکتی ہیں نہ روزے نہ زکوٰتیں نہ حج۔ چنانچہ جناب ملّا باقر مجلسی نقل کرتے ہیں۔

"حضرت سلمان فارسی و مقداد بن اسود کندی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم حدیث صحیح روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب ختم المرسلین نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی زندگی میں ایک دفعہ متعہ کرے گا وہ اہل بہشت میں سے ہے۔ جب متعہ والی عورت کے ساتھ متعہ کے ارادہ سے کوئی بیٹھتا ہے۔ تو ایک فرشتہ اترتا ہے۔ اور جب تک اس مجلس سے وہ باہر نہیں جاتے اُن کی حفاظت کرتا ہے۔ دونوں کا آپس میں گفتگو کرنا تسبیح کا مرتبہ رکھتا ہے۔ جب دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑتے ہیں تو اُن کی انگلیوں سے اُن کے گناہ ٹپک پڑتے ہیں۔ جب مرد عورت کا بوسہ لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہر بوسہ پر اُنہیں ثواب حج و عمرہ کا بخشتا ہے۔ جس وقت وہ عیشِ مباشرت میں مصروف ہوتے ہیں ــــ پروردگار عالم ہر ایک لذت اور شہوت پر اُن کے حصّہ میں پہاڑوں کے برابر ثواب عطا کرتا ہے۔ جب فارغ ہو کر غسل کرتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اس کا بھی یقین رکھتے ہوں۔ کہ ہمارا

خدا حق سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ اور متعہ کرنا سنتِ رسول ہے۔ تو خدا تعالیٰ ملائکہ کی طرف خطاب کرتا ہے۔ کہ میرے اِن بندوں کو دیکھو۔ جو اُٹھے ہیں۔ اور اِس علم ولیقین کے ساتھ غسل کر رہے ہیں۔ کہ میں اُن کا پروردگار ہوں۔ تم گواہ رہو۔ میں نے ان کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔ وقتِ غسل جو قطرہ اُن کے موئے بدن سے ٹپکتا ہے ہر ایک بوند کے عوض دس دس ثواب عطا۔ دس دس گناہ معاف۔ اور دس دس درجہ مراتب اُن کے بلند کیئے جاتے ہیں۔ راویانِ حدیث (حضرت سلمانؓ وغیرہ) بیان کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین علیؓ بن ابی طالب نے متعہ کی فضیلتیں سن کر عرض کیا۔ اے حضرت ختمی مرتبت میں آپ کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ جو شخص اِس کارِ خیر میں سعی کرے (کمیشن ایجنٹ) اُس کے لئے کیا ثواب ہے۔ آپؐ نے فرمایا جب وہ فارغ ہو کر غسل کرتے ہیں۔ تو باری تعالیٰ عزّ اسمہ ہر قطرہ سے (جو اُن کے بدن سے جُدا ہوتا ہے) ایک ایک فرشتہ پیدا کرتے ہیں۔ جو قیامت تک خدا کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے۔ اور اُس کا ثواب اِن (کمیشن ایجنٹوں) کو پہنچتا ہے۔ جناب امیر المؤمنین فرماتے ہیں جو اِس سنت کو دشوار سمجھے اور اسے قبول نہ کرے۔ وہ میرے شیعوں سے نہیں ہے۔ میں اس سے بیزار ہوں۔ حضرت سیّد عالمؐ نے فرمایا۔ جس نے زنِ مؤمنہ سے متعہ کیا گویا اس نے ستّر مرتبہ خانہ کعبہ کی زیارت کی۔ جنابِ سیّد البشر شفیع محشر نے فرمایا۔ اے علی۔ مؤمنین اور مؤمنات کو رغبت دلانی چاہیئے کہ دنیا سے اٹھنے سے پہلے متعہ کرلیں۔ اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو۔ خدائے پاک نے اپنے نفس کی قسم کھائی ہے۔ کہ آتشِ دوزخ سے اُس مرد اور عورت پر عذاب نہ کروں گا جس نے متعہ کیا ہو۔ پس ایک دفعہ متعہ کرنے والا نارِ جہنّم سے بے خوف رہے گا۔ جو دو مرتبہ کرے گا اُس کا حشر نیک بندوں کے ساتھ ہوگا۔ تین مرتبہ متعہ کرنے سے جنّت کی سیر نصیب ہوگی۔ جس نے اِس کارِ خیر میں زیادتی کی ہوگی۔ پروردگارِ عالم اُس کو مدارج اعلیٰ عطا کرے گا۔ اے علیؓ۔ قیامت کے دن اس مرد اور عورت کے لئے ایسی نورانی سواریاں لائی جائیں گی۔ جن کے پاؤں مروارید کے۔ کان زبرجد سبز۔ آنکھیں یاقوت شکم لولوٴ اور مرجان کے ہوں گے۔ یہ لوگ بجلی کی طرح پُل صراط سے گزر جائیں گے۔ اِن کے ساتھ ستر ستر صفیں فرشتوں کی ہوں گی۔ دیکھنے والے کہیں گے یہ لوگ

شاید خدا کے مقرب فرشتے ہیں۔ یا نبی اور رسول ہیں۔ فرشتے جواب دیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سنّتِ پیغمبرؐ (متعہ) کی اجابت کی ہے۔ اور وہ بہشت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔ یا علیؑ۔ برادرِ مومن کے لئے جو (کمیشن ایجنٹ بن کر) کوشش کرے گا۔ اُس کو بھی انہیں کی طرح ثواب ملے گا۔ یا علیؑ جب وہ غسل کریں گے کوئی قطرہ اُن کے بدن سے جدا نہ ہوگا مگر یہ کہ خدا تعالیٰ ہر بوند کی تعداد میں ایسے فرشتے پیدا کرے گا۔ جو تسبیح تقدیس باری تعالیٰ بجا لا کر اُس کا ثواب انہیں بخشیں گے۔ (عجالۂ نافعہ ص۱۴ تا ص۱۷)

ایک ذاکر نے یہ احادیث سنا کر کہا کہ لوگو غور کرو۔ سب نبی اور آئمہ معصومین میدان قیامت میں ہاتھ ملتے رہ جائیں گے اور ایران کی طوائفیں اور بھڑوے کس شان سے پُل صراط پار کر کے جنت میں داخل ہوں گے۔ دوسرے صاحب بولے انجیل سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ کسبیاں سب سے پہلے خدا کی بادشاہت میں داخل ہوں گی۔ تیسرا بولا اس عمل کا نام متعہ کسی دشمن نے رکھا ہے۔ متعہ کے معنی تھوڑا فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ یہاں تو اتنا فائدہ ملا۔ کون ہے جو ایک ہی پیشہ ور طوائف کے حج اور عمروں کو شمار کر سکے۔ اور خانہ کعبہ کی ہر دفعہ ستر بار زیارت کے ثواب کا شمار کر سکے ایک طوائف جس نے اس کارِ خیر کے لئے زندگی وقف کر دی ہے۔ اُس کے عمر بھر کے غسلوں کے ہر قطرے سے جو فرشتے پیدا ہوئے۔ اُن کا شمار کون کر سکتا ہے۔ چوتھے صاحب بولے ابھی تو آپ نے وہ حدیث ہی سنی ہے۔ جس میں جناب نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب وہ غسل کرتے ہیں۔ تو اُن کے جسم سے گرنے والے پانی کے ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر بعد میں آئمہ کرام کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اِس ثواب میں مزید اضافہ فرما دیا۔" امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص متعہ کرے پھر غسل جنابت کرے۔ پانی کے ہر قطرہ سے جو اُس کے بدن سے گرے۔ خدا تعالیٰ ستر ستر فرشتے پیدا کرتا ہے۔ جو اُس شخص کے لئے قیامت تک دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

(برہان المتعہ ص۵ مؤلفہ سید علی الحائری)

درجاتِ عالیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ایک دفعہ متعہ کرے درجہ امام حسنؑ کا پائے۔ جو دو دفعہ متعہ کرے تو درجہ

امام حسینؑ کا حاصل ہو۔ تین دفعہ متعہ کرنے سے علیؑ کا مرتبہ ملے۔ اور چار مرتبہ متعہ کرنے والا رسولِ پاکؐ کا ہم مرتبہ ہو جاتا ہے۔ (تفسیر منہج الصادقین ص۲۹۳ ج۲)

یہ روایت سن کر ایک لطیفہ گو کہنے لگے۔ اس روایت میں ایک کمی رہ گئی۔ آخر میں یہ اضافہ ہونا چاہیئے تھا کہ جو پانچ مرتبہ متعہ کرے۔ اُس کا درجہ اللہ تعالیٰ جیسا ہوگا۔ تاکہ متعہ کی عظمت وشان پورے طریقے سے ثابت ہو۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص۱۵۷)

اس پہ دوسرے صاحب بولے کہ جو طوائف عمر بھر متعہ میں مصروف رہی وہ کب حضرت امام حسینؓ یا حضرت علیؓ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاطر میں لائے گی۔ یہ حضرات تو جنت میں اُس کا مقام دیکھنے کو ترس جائیں گے۔ خیر اس متعہ کا ثواب تو ختم ہونے والا نہیں۔ بس ایک حدیث اور سن لیں تفسیر منہج الصادقین میں ہے۔ کہ "جو اس دنیا سے فوت ہو گیا۔ اور اُس نے ایک دفعہ بھی متعہ نہیں کیا۔ تو روزِ قیامت وہ نہایت بدشکل اٹھایا جائے گا۔ اُس کے کان اور ناک کٹے ہوئے ہوں گے۔ (ص۲۹۴ ج۲)

خدا معاف کرے روایات کی روشنی میں تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حضرات معاذ اللہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور حضرات آئمہ معصومین ہوں گے۔ جن سے یہ کارِ خیر ایک دفعہ بھی ثابت نہیں۔ ڈاکٹر تیجانی جس کی کتابیں آج کل شیعہ خوب پھیلا رہے ہیں کہ وہ پہلے سنی مالکی تھا۔ اور اب بڑی تحقیق کے بعد شیعہ ہو گیا۔ اُس نے اپنے شیعہ ہونے کی اصل وجہ یہی لکھی ہے۔ کہ میں جب کالج میں پڑھتا تھا۔ اور وہاں مخلوط تعلیم تھی۔ شب و روز نوجوانوں کا میل جول۔ تو میرے دل میں یہ بات بار بار اٹھتی تھی۔ کہ ایسے معاشرے میں جنسی تعلقات پہ حدود وغیرہ اور پابندی ایک ظلم ہے۔ اُس کے دل میں یہ بات تھی۔ اب اس نے کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ اُسے اس جنسی آزادی کی اتنی کھلی چھٹی۔ اور اتنا اجر وثواب نہ یہود کے ہاں ملا نہ ہنود کے ہاں۔ نہ سکھوں میں نہ عیسائیوں میں۔ اس سخاوت اور عبادت میں شیعہ مذہب دنیا میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر تیجانی صاحب فوراً شیعہ ہو گئے۔ اس پہ شیعہ حضرات نے متعہ زندہ باد کے نعرے لگائے۔ اور سنیوں نے خس کم جہاں پاک کہے۔

شیعہ کی دلیل شیعہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن پاک میں متعہ کا حکم ہے۔ فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة (الآية)

"کہ جن سے تم متعہ کرو اُن کو متعہ کی اُجرت دے دو۔ مگر اس استدلال میں شیعہ نے آیت کو سیاق وسباق سے بالکل کاٹ کر ایسا ہی استدلال کیا ہے۔ جیسے ایک بے نماز نے استدلال کیا تھا۔ کہ قرآن پاک میں صاف اور صریح آیت ہے کہ لاتقربوا الصلوٰۃ نماز کے قریب کبھی نہ جاؤ۔ اور لفظ استمتاع سے خاص متعہ مراد لینا ایسا ہی ہے جیسے عیسائی قرآن پاک سے حضرت اسماعیلؑ کا غلام ہونا اس آیت سے ثابت کرتے ہیں۔ فبشرناه بغلام حليم۔ حالانکہ یہاں غلام بمعنی زرخرید کسی نے نہیں کہا اس آیت سے پہلے نکاح اور محرمات کا بیان چلا آرہا ہے۔ جن عورتوں سے نکاح حرام ہے۔ اُن کی تفصیل بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واُحل لكم ما وراء ذالكم ان تبتغوا باموالكم محصنين غير مسافحين اور حلال ہیں تم کو سب عورتیں ان کے سوا بشرطیکہ طلب کرو اُن کو اپنے مال کے بدلے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو۔ علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں۔ "یعنی جن عورتوں کی حرمت بیان ہو چکی۔ اُن کے سوا سب حلال ہیں۔ چار شرطوں سے اول یہ کہ طلب کرو۔ یعنی زبان سے ایجاب قبول دونوں طرف سے ہو جائے۔ دوسری یہ کہ مال یعنی مہر دینا قبول کرو۔ تیسری یہ کہ اُن عورتوں کو قید میں لانا مقصود ہو۔ صرف مستی نکالنا اور شہوت رانی مقصود نہ ہو۔ جیسا کہ زنا میں ہوتا ہے۔ یعنی ہمیشہ کے لئے وہ اُس کی زوجہ ہو جائے۔ چھوڑے بغیر کبھی نہ چھوٹے۔ مطلب یہ کہ کوئی مدت مقرر نہ ہو۔ اس سے متعہ کا حرام ہونا معلوم ہو گیا۔ جس پہ اہل حق کا اجماع ہے۔ اور چوتھی شرط دوسری آیت (ولا متخذات اخدان) میں ہے۔ کہ مخفی طور پہ دوستی نہ ہو۔ یعنی کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس معاملہ کی گواہ ہوں۔ اگر بدوں گواہوں کے ایجاب وقبول ہو گا تو وہ نکاح درست نہ ہو گا زنا سمجھا جائے گا"۔

الغرض جب آیت سے پہلے نکاح کا ذکر اور متعہ جو صرف مستی نکالنے کے لئے کیا جاتا ہے اُس کی حرمت ہے تو اب استمتاع سے مستی نکالنے والا متعہ کیسے مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بیوی کا ذکر چل رہا ہے۔ فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة

یعنی جب بیویوں کو تم قید میں لاچکے ہو" پھر جن کو تم کام میں لائے اُن (منکوحہ) عورتوں میں سے تو اُن کو اُن کے حق (مہر) جو مقرر ہوئے ہیں" یعنی نکاح کے بعد جب ایک دفعہ ہی وطی یا خلوت صحیحہ ہوگئی تو اب اُس بیوی کا مہر پورا لازم ہوگیا۔ پھر اس حق مہر کی بات ختم کرکے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔" اور جو کوئی تم میں نہ رکھے مقدور کہ نکاح میں لائے بیبیاں مسلمان۔ تو نکاح کرلے اُن سے جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں۔ جو تمہاری آپس کی لونڈیاں ہیں مسلمان" یعنی جس کو اس بات کا مقدور نہ ہو کہ آزاد عورت سے نکاح کرسکے۔ اور اُس کے مہر اور نفقہ کا تحمل کرسکے تو بہتر ہے کہ ایسا شخص آپس میں کسی کی مسلمان لونڈی سے نکاح کرلے کہ اُس کا مہر کم ہوتا ہے اور نفقہ میں بھی یہ سہولت ہے کہ مالک نے اگر اُس کو اپنے یہاں رکھا جیسا کہ اکثر ہوتا ہے۔ تو زوج اُس کے نفقہ سے فارغ البال رہے گا۔ اور اگر زوج کے حوالہ کردیا تو بھی بہ نسبت حرّہ کے تخفیف ضرور رہے گی۔

اس سے تو صاف معلوم ہوا کہ جو آزاد عورت کے مہر و نفقہ کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ اُس کے لئے ایک ہی طریقہ ہے کہ مسلمان لونڈی سے نکاح کرے۔ جس کا مہر و نفقہ کم ہے۔ اگر متعہ کی بھی گنجائش ہوتی تو اُس طرف رہنمائی ضروری تھی۔ جہاں سرے سے نفقہ کا بوجھ ہے ہی نہیں۔ اور اس سے آگے ان عورتوں سے منع کیا جو صرف مستی نکالنے والی اور چھپی یاریاں کرنے والی ہیں۔ اور سب جانتے ہیں۔ کہ متعہ والی عورت صرف مستی نکالنے والی اور چھپی یاریاں کرنے والی ہوتی ہے۔ جب آیت کے سیاق میں بھی متعہ کی حرمت ہے۔ اور سباق میں بھی تو درمیان سے ایک ٹکڑا کاٹ کر سیاق و سباق کے خلاف متعہ کا جواز نکالنا کلام الٰہی کی تحریف ہے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ یہود کی عادت تھی۔ اُسی عادت کی مشق یہ لوگ کررہے ہیں۔ جب قرآن پاک کی اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے سیاق و سباق سے متعہ کی حرمت واضح ہوتی ہے۔ تو متواتر قرآن کو چھوڑ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک شاذ قرأۃ کا سہارا لے کر متعہ کی خرمستیوں کا جواز نکالا جاتا ہے۔ حالانکہ امام نوویؒ ۶۷۶ھ فرماتے ہیں۔

وقرأۃ ابن مسعود ھذہ شاذۃ لا یحتج بھا قرآنا ولا خبرا (نووی صفحہ ۴۵۰ ج ۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ قرأت (جس میں لاجلٍ مسمّٰی ہے) شاذ ہے نہ اس سے

بحیثیت قرآن دلیل لی جا سکتی ہے نہ بحیثیت حدیث" کیونکہ نہ شاذ قرأت بمقابلہ متواتر مقبول ہے۔ نہ ہی شاذ حدیث بمقابلہ قرآن و اجماع امت۔

قال محمد اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ فی متعۃ النساء قال انما رخصت لاصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی غزاۃ لھم شکوا فیھا العزوبۃ ثم نسختھا آیۃ النکاح والمیراث والصداق۔ (کتاب الآثار ص۲۶۳)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے ہمیں خبر دی حماد سے انہوں نے ابراہیم نخعی اور انہوں نے ابن مسعودؓ سے کہ عورتوں سے متعہ کی رخصت صحابہ کے لئے ایک غزوہ میں ملی جس میں انہوں نے مجرد ہونے کی شکایت کی۔ تو آیت نکاح، آیت میراث اور آیت صداق نے اس کو منسوخ کر دیا۔

اس سے تو معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ قرآن پاک کی تین آیات سے متعہ کو منسوخ مانتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ متعہ سے نکاح کے مقاصد برباد ہوتے ہیں۔ کیونکہ نکاح کا مقصد حفاظتِ نفس کے ساتھ حفاظت نسب و حفاظت نسل بھی ہے۔ جب کوئی شخص محلہ محلہ بستی بستی۔ ملک ملک متعہ کرتا پھرے گا تو ظاہر ہے کہ اوّل تو اُسے پتہ ہی نہ چلے گا۔ کہ اس کے نطفہ کے گل بوٹے کہاں کہاں کھلے۔ پتہ چل بھی جائے۔ تو سب کو اپنی زیر تربیت رکھ کر اُن کی حفاظت کیسے کرے گا۔ لامحالہ ایسے بچے آوارہ گردوں کی طرح بلیں بڑھیں گے جو معاشرہ کے لئے مستقل ناسور ہوں گے۔ اور اُن میں یقیناً لڑکیاں بھی ہوں گی۔ تو اور بھی مصیبت کہ ان کے لئے ہم قوم۔ ہم نسل اور ہم کفو شوہر ملنا تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ نکاح میں اولاد کی تربیت کی ذمہ داری تھی۔ متعہ میں اولاد کی تباہی و بربادی ہے۔ پھر متعہ کی صورت میں خود نکاح بھی تو خراب ہوں گے۔ ایک آدمی سفر میں گیا ہر جگہ متعہ کرتا گیا۔ پندرہ بیس سال بعد وہ لڑکیاں جوان ہو چکی ہیں جو اُس کے نطفہ سے پیدا ہوئیں۔ لیکن کس کو یاد ہے یہ کون ہے۔ اُس کا بیٹا جا کر نکاح کرے۔ خود باپ ہی متعہ کے وسیلہ سے اُس سے جا ٹکرائے۔ اب باپ کی بیٹی سے بھائی کی بہن سے چچا کی بھتیجی سے ماموں کی بھانجی سے مڈبھیڑ ہو رہی ہے۔ محرمات کی حرمتیں پامال ہو رہی ہیں۔ نکاح برباد ہو رہے ہیں۔ یہ ہیں متعہ کے شگوفے۔ اسی لئے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ

آیت نکاح سے متعہ کو منسوخ مان رہے ہیں۔ اور عورت کا مہر بھی اس کی شرافت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ متعہ نے اس کا بھی ستیاناس کر دیا۔ اور میراث کا مسئلہ ہی ناقابل عمل ہو گیا۔ کیونکہ متعہ کی اولاد نہ وارث بن سکے گی نہ مورث۔ اُس کو معلوم ہی نہیں اُس کے باپ بھائی کون کون ہیں اور کہاں کہاں ہیں۔ اور جب تک تمام ورثاء کی تعداد کا پتہ نہ چلے تو میراث کیسے تقسیم ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اُن وارثوں کی جنس کا حال معلوم نہیں کہ کون عورت ہے کون مرد۔ اور وہ کہتے ہیں۔ جب تک یہ تفصیل معلوم نہ ہو تو میراث کیسے تقسیم ہو گی۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس ارشاد میں متعہ کو نکاح۔ صداق اور میراث کا برباد کرنے والا قرار دے کر حرمت متعہ پر ایسی دلیل قائم فرمائی کہ سب کے سب بنون متعہ اور بنات متعہ مل کر بھی اس کا جواب نہیں دے سکتے۔ اور حیرانی ہے کہ اس کے بعد بھی شیعہ دھوکا دیتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جوازِ متعہ میں اُن کے ہمنوا ہیں۔

متعہ وطن میں یا سفر میں

انسان وطن میں رہتے ہوئے نکاح بھی کرتا ہے اور بوقت ضرورت ملک یمین سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ لیکن کسی صحابی سے ابتداء اسلام میں بھی ثابت نہیں کہ کسی نے وطن میں رہتے ہوئے متعہ کیا ہو۔ حالانکہ مکہ و مدینہ میں حالتِ قیام میں ابتدائے اسلام میں شراب پینا ثابت ہے۔

قال الامام ابوجعفر الطحاوی کل ھٰؤلاء الذین رووا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اطلاقھا اخبروا انھا کانت فی سفر وان النھی لحقھا فی ذالک السفر بعد ذلک فمنع منھا ولیس احد منھم یخبر انھا کانت فی حضر۔	امام ابوجعفر طحاوی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں کہ جتنے لوگوں نے بھی متعہ کی رخصت کا بیان کیا ہے۔ سب نے بالاتفاق یہی بیان کیا ہے کہ یہ وقتی رخصت فقط حالت سفر میں پیش آئی ہے۔ اور پھر یہ بھی بیان کیا کہ پھر اسی سفر میں رخصت کے بعد متصل فوراً ہی متعہ کی ممانعت کا اعلان ہوا ہے۔ اور ایک راوی بھی ایسا نہیں کہ جو یہ بیان کرتا ہو کہ متعہ کا واقعہ حضر میں پیش آیا ہو۔
(تفسیر قرطبی ص۱۳۱ ج ۵)	

اسی طرح امام حازمی ۵۸۴ھ بھی بحث متعہ کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

وانما کان ذلك فی اسفارھم ولم یبلغنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اباحہ لھم و ھم فی بیوتھم۔
(کتاب الاعتبار ص۱۷۹)

متعہ کا جو واقعہ کبھی ہوا وہ جز ایں نیست کہ سفر میں ہوا۔ اور ہم کو کسی ایک راوی سے یہ خبر نہیں پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر اور وطن میں رہنے کی حالت میں بھی متعہ کی اجازت دی ہو۔ یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وطن میں رہ کر کسی نے متعہ کیا ہو۔

حرمتِ متعہ کا بار بار اعلان

متعہ کی حرمت کی تاکید کے لئے اس کا بار بار اعلان کیا گیا۔

محمد قال اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام غزوۃ خیبر عن لحوم الحمر الاھلیۃ وعن متعۃ النساء وما کنا مسافحین۔
(کتاب الآثار ص۲۶۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے سال گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا۔ اور عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمایا۔ حالانکہ ہم مستی نکالنے والے نہیں تھے۔ غزوہ خیبر محرم ۷ھ میں واقع ہوا۔

حضرت علیؓ:۔ امام بخاریؒ اپنی صحیح بخاری میں باب باندھتے ہیں۔ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نکاح المتعۃ اخیرًا۔ آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ یعنی نکاح مؤقت سے منع فرمادیا۔ چنانچہ امام محمد بن حنفیہ سے روایت لائے ہیں۔

ان علیًا قال لابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن المتعۃ وعن لحوم الحمر الاھلیۃ زمن خیبر۔ (بخاری ص۷۶۷ ج۲)

حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے زمانہ خیبر میں منع فرمایا تھا۔

اس کے بعد امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے وضاحت فرمادی کہ نبیؐ نے متعہ کو منسوخ فرمایا (بخاری ص۷۶۷ ج۲)

پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ خیبر میں متعہ کا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ البتہ خیبر میں

مالِ غنیمت بکثرت ہاتھ آیا۔ اور بہت سی لونڈیاں ہاتھ آئیں۔ تو احتمال وقوع متعہ کا تھا۔ اِس لئے وقوع سے قبل ہی حرمت کا اعلان کروا دیا۔

عن علیؓ بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من المتعۃ قال وانما کانت لمن لم یجد فلما انزل النکاح والطلاق والعدۃ والمیراث بین الزوج والمرأۃ نسخت۔	حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا۔ یہ تو اُس وقت تھا جب مقدرت نہ تھی۔ جب میاں بیوی کے درمیان نکاح۔ طلاق۔ عدت۔ میراث کی وضاحت ہوگئی۔ تو متعہ منسوخ قرار دے دیا گیا۔

(کتاب الاعتبار صـ۱۳۹)

ان احادیث سے صاف طور پر معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ متعہ کو منسوخ مانتے تھے۔ لیکن متعہ کے شیدائی اپنی مستی کے جوش میں نہ علیؓ کی سنتے ہیں۔ نہ نبی کی۔ اور نہ ہی خداوند قدوس کی۔

عن ثعلبۃ بن الحکم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی یوم خیبر عن المتعۃ رواہ الطبرانی فی الاوسط۔	حضرت ثعلبہ بن الحکم سے روایت ہے کہ نبیؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ سے منع فرمایا۔ روایت کیا اس کو طبرانی نے اوسط میں۔

(مجمع الزوائد صـ۲۶۵ ج ۴)

عن ربیع بن سبرۃ الجہنی عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن المتعۃ وقال الا انہا حرام من یومکم ھذا الی یوم القیامۃ۔	حضرت ربیع بن سبرۃؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع فرمایا۔ اور فرمایا خبردار متعہ آج کے دن سے قیامت تک کے لئے حرام ہے۔

(صحیح مسلم صـ۴۵۲ ج ۱)

یہ اعلان آپؐ نے فتح مکہ کے دن رمضان ۸ھ میں باب کعبۃ اللہ اور رکن یمانی کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا۔ (صحیح مسلم صـ۴۵۱ ج ۲)

اور چونکہ اسی سال یکے بعد دیگرے غزوۂ حنین اور غزوہ اوطاس پیش آئے۔ تو

بعض راویوں نے اِن دونوں کا بھی ذکر کر دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بار بار حرمت کا تاکیدی اعلان فرمایا ہو۔

غزوۂ تبوک رجب ۹ھ کے بارہ میں حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت جابرؓ سے احادیث مروی ہیں کہ آپؐ نے خیموں کے پاس کچھ عورتوں کو دیکھا۔ پوچھا یہ کون عورتیں ہیں۔ ہم نے عرض کیا۔ ہم نے ان سے متعہ کیا تھا (کبھی پہلے) قال فغضب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتّٰی احمرت وجنتاہ وتغیر لونہ واشتد غضبہ وقام فینا خطیباً فحمد اللّٰہ واثنٰی علیہ ثم نہٰی عن المتعۃ (کتاب الاعتبار ص۱۷۹)

پس غصہ میں آگئے آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم یہاں تک کہ آپؐ کے رخسار مبارک سرخ ہو گئے۔ اور غصہ سے آپؐ کا رنگ مبارک متغیر ہو گیا۔ اور غصہ میں بہت شدت آگئی تو آپؐ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور اللّٰہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد متعہ سے منع فرمایا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بھی متعہ کی حرمت کا اعلان فرمایا۔ گویا ۷ھ سے ۱۰ھ تک ہر سال آپ بار بار متعہ کی حرمت کا اعلان فرماتے رہے۔ بعض راویوں کو تحریم متعہ کے اس بار بار اعلان سے یہ گمان ہو گیا کہ متعہ دو یا تین مرتبہ حلال کیا گیا اور دو تین مرتبہ حرام کیا گیا۔ حالانکہ دوبارہ اور سہ بارہ کوئی جدید تحریم نہ تھی۔ بلکہ تحریم قدیم اور نہی سابق کا اعادہ اور تاکید تھی۔ کیونکہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوتے تھے۔ تو اُس کی حرمت کو بار بار یاد دلایا جاتا تھا۔

بعد ازاں حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں اسلام خوب پھیلا۔ بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ جو متعہ کی حرمت سے ناواقف تھے۔ اور بعض کے ناواقفیت کی وجہ سے جن کو تحریم متعہ کی خبر نہ پہنچی تھی۔ اس فعل کا ارتکاب کر بیٹھے تو حضرت فاروق اعظمؓ کو جب یہ خبر پہنچی تو سخت ناراض ہوئے اور منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا اور متعہ کی حرمت کا اعلان فرمایا۔ تاکہ اس کی حرمت میں کوئی شبہ نہ رہے۔ اور فرمایا کہ میرے اِس اعلان کے بعد اگر کوئی متعہ کرے گا تو میں اُس پر زنا کی حد جاری کر دوں گا۔ اُس وقت سے متعہ بالکل موقوف ہو گیا۔ اور اسی پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہو گیا۔

چنانچہ علامہ حازمی ۵۸۴ھ فرماتے ہیں۔

فلم يبق اليوم في ذلك خلاف بين فقها الامصار وآئمة الامة الاشيئاً ذهب اليه بعض الشيعة۔

اب تمام شہروں کے فقہاء اور اُمت کے اماموں میں متعہ کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سوائے چند شیعہ کے۔

(کتاب الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ص ۱۳۹)

حکایت جاء عبد الله بن عمير الليثي الى ابي جعفر فقال له ما تقول في متعة النساء فقال احل الله في كتابه وعلى لسان نبيه فهي حلال الى يوم القيامة فقال يا ابا جعفر مثلك يقول هذا. وقد حرمها عمرؓ ونهى عنه فقال وان كان فعل فقال اعيذك بالله من ذلك ان تحل شيئاً حرمه عمر قال فقال له فانت على قول صاحبك وانا على قول رسول الله صلى الله عليه وسلم. فهلم الاعنك فان القول ما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وان الباطل ما قال صاحبك قال فاقبل عبد الله بن عمير فقال ايسرك ان نساءك وبناتك واخواتك وبنات عمك يفعلن فاعرض عنه ابو جعفرؒ

عبد اللہ بن عمیر لیثی امام باقر کے پاس آیا اور پوچھا کہ آپ متعہ کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے اپنی کتاب میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے عورتوں سے متعہ کرنے کو حلال کیا ہے اور یہ قیامت تک حلال ہے۔ اس نے کہا حضرت آپ ایسا فرماتے ہیں جب کہ حضرت عمرؓ نے متعہ کو حرام فرمایا۔ اور منع کیا فرمایا اگرچہ اُس نے ایسا کیا۔ اُس نے کہا۔ میں تجھے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تو اس چیز کو حلال کہے جسے عمرؓ نے حرام کیا ہے۔ امام نے فرمایا تو اپنے ساتھی کے قول پہ ہے۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر ہوں۔ آؤ مباہلہ کریں۔ بےشک بات وہی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اور عمرؓ کا قول باطل ہے۔ تو عبد اللہ بن عمیر امام کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا کیا آپ کو پسند ہے۔ کہ آپ کی عورتیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں یہ فعل کریں۔ تو امام باقر نے اس سے منہ پھیر لیا۔

حسین ذکر نساءہ وبنات جب اُس نے آپ کی عورتوں اور پھوپھیوں
عمہ۔ (فروع کافی صفہ ۱۹۱ ج ۲) کا ذکر کیا۔

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ قصہ یار لوگوں کی بناوٹ ہے اور محض غلط ہے۔ اگر امام باقرؒ معاذ اللہ متعہ کے اتنے قائل ہوتے کہ اس کو سنتِ رسول اور قیامت تک جائز سمجھتے۔ تو پھر عورتوں کا ذکر آجانے پر کیوں خفگی آجاتی۔ کہ ایسے خاموش ہوئے کہ کوئی جواب بن نہ پڑا۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو فعل اتنا بڑا ثواب کا ہو۔ وہ مردوں کے لئے قیامت تک حلال ہو اور باعث ثواب ہو۔ اور عورتوں کے لئے باعث شرم و عار ہو۔ کوئی حکم اسلام میں ایسا نہیں کہ مرد کے لئے مباح اور عورت کے لئے حرام ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ متعہ مرد و عورت کے لئے یکساں حرام ہے۔ نہ عقل اسے درست مانتی ہے اور نہ نقل سے اس کا ثبوت ہے۔ بہر حال امام باقرؒ ایسے لاجواب ہوئے۔ کہ اس کا اثر اُن کے صاحبزادہ پر بھی رہا۔

چنانچہ مفضل روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا۔ وہ فرماتے تھے۔ متعہ چھوڑ دو۔ کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ کسی عورت کی شرمگاہ دیکھو اور اُس کا ذکر اپنے بھائیوں اور احباب سے جاکر کرو۔ (فروع کافی صفہ ۱۹۲ ج ۲)

اور امام ابوالحسنؒ نے اپنے بعض خدام کو لکھا کہ متعہ پر اصرار نہ کرو صرف سنت بجالاؤ اور اس میں مصروف مت ہو جاؤ۔ تاکہ تم اپنی منکوحہ عورتوں اور کنیزوں سے ہٹ جاؤ۔ اور وہ معطل رہیں۔ اور وہ ہمارا گریبان پکڑیں اور ہم پر لعنت برسائیں (کیونکہ ہم نے متعہ کا حکم دے کر اُن پاکبازوں کے حقوق تلف کرائے (فروع کافی صفہ ۱۹۲ ج ۲)

فطرتِ سلیمہ آپ نے پڑھا کہ حضرت باقرؒ اپنی عورتوں کے بارہ میں متعہ کا ذکر آتے ہی خاموش ہوگئے۔ امام جعفر صادقؒ بھی تسلیم فرماتے ہیں۔ کہ متعہ بے شرمی اور بے حیائی ہے۔ اور حدیث پاک میں ہے الحیاء شعبۃ من الایمان۔ حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ اور امام ابوالحسن بھی اپنا تجربہ یہی بتاتے ہیں۔ کہ متعہ باز اپنی بیویوں کے حقوق تلف کرتے ہیں۔ اور وہ بیچاری تنگ آمد بجنگ آمد کے ماتحت شیعہ مقتیان کرام کا گریبان پکڑتی اور اُن پر لعن طعن کرتی ہیں۔

آج بھی آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ کہ ہر شریف الطبع سلیم الفطرت باغیرت انسان اپنی بیٹی اور بہن کے نکاح کے اعلان کو فخر سمجھتا ہے۔ اور غایت مسرت اور انبساط کے ساتھ ولیمۂ نکاح پر اقارب اور احباب کو مدعو کرتا ہے۔ بخلاف متعہ کے۔ کہ اس کو چھپاتا ہے۔ اور اپنی بیٹی۔ بہن اور ماں کی طرف متعہ کی نسبت کرنے سے عار محسوس کرتا ہے۔ آج تک کسی ادنیٰ غیرت مند بلکہ کسی بے غیرت کے متعلق بھی یہ نہیں سنا گیا کہ اس نے کسی مجلس میں بطورِ فخر یا بطورِ ذکر ہی یہ کہا ہو کہ میری بیٹی اور بہن اور میری ماں نے اتنے متعے کرائے۔ نیز تمام عقلاء نکاح پر مرد عورت کو اور اس کے والدین کو مبارک باد دیتے ہیں۔ مگر متعہ کے متعلق کہیں مبارک باد دیتے نہیں سنا گیا۔ النجم رسالہ میں ایک واقعہ پڑھا کہ لکھنؤ میں ایک شیعہ لڑکی کی شادی تھی۔ بارات آئی۔ بہت تکلف کیا گیا تھا۔ نکاح پڑھا گیا۔ کھانے پینے سے فارغ ہوئے۔ بارات والوں نے کہا کہ دلہن کو جلد تیار کر دیں تاکہ ہم جلد گھر پہنچ جائیں۔ کئی بار یہ کہا مگر وہاں کوئی تیاری نظر نہ آتی تھی۔ آخر بار بار کے اصرار پہ دلہن کے والد نے بارات والوں سے معذرت کی۔ کہ آپ حضرات آج واپس تشریف لے جائیں۔ کیونکہ دلہن متعہ کے مقدس حمل سے حاملہ ہے۔ جب وضع حمل ہو جائے پھر آکر لے جانا۔ یہ سنتے ہی بارات پہ تو سناٹا چھا گیا۔ اور دلہا میاں کے تو تن بدن کو آگ لگ گئی۔ اس نے کہا۔ کہ اب اس کو متعہ ہی کے لئے رکھو۔ وہ نکاح کے قابل نہیں رہی۔ ایک دو ساتھیوں نے کہا۔ اتنا غصہ تو نہیں چاہیئے۔ آخر متعہ بھی تو سنّتِ رسول ہے۔ دولہا میاں نے کہا۔ میں ایسے مذہب پر لعنت بھیجتا ہوں۔ جس میں معاذ اللہ رسول اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بھی بے غیرت ثابت کیا جاتا ہے۔ اور اس نے مذہب اہل سنت والجماعت قبول کر لیا۔ حقیقت یہی ہے کہ کسی کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ اس کی بیٹی، بہن، ماں متعہ کراتی پھرے۔

بحث و مناظرہ ایک دفعہ ایک شیعہ ڈاکٹر نے متعہ پہ مناظرہ طے کر لیا۔ وہ اپنے ذاکر صاحب کو لے آیا۔ اس نے کہا۔ میں تین دلیلیں دوں گا۔ ایک فرمان خداوندی سے دوسری عمل نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے۔ اور تیسری

فقہ حنفی سے۔ پہلی دلیل میں اُس نے قرآن کی وہی آیت پڑھی جس کی تفصیل گزر چکی اور سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کی۔ جیسے کسی کھوکے سے پوچھا گیا تھا۔ دو اور دو کتنے اُس نے کہا چار روٹیاں۔ جب میں نے بتایا کہ اس آیت کے سیاق میں متعہ کی حرمت ہے اور سباق میں بھی اور یہ تو نکاح اور مہر کا ذکر ہے۔ تو سب لوگ سمجھ گئے کہ یہ قرآن پر جھوٹ بول رہا ہے۔ اب شیعہ صاحبان نے شور مچایا کہ اگر قرآن نے متعہ کو حرام کہا ہوتا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود متعہ کیوں کرتے۔ کیا حضور پاکؐ کو قرآن نہیں آتا تھا۔ یہ سن کر لوگ دم بخود ہو گئے۔ کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود متعہ کیا۔ ہم نے پوچھا کب کیا۔ کہاں کیا۔ کس سے کیا۔ کتنی دفعہ کیا۔ اُس نے کہا میں تمہاری صحاح ستہ سے دکھاؤں گا۔ چنانچہ اس نے حدیث پڑھی۔ تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ہم نے کتابیں پیش کیں۔ کہ ذرا نکال کر پڑھیں۔ وہ کہنے لگا۔ پہلے لکھ کر دو۔ کہ یہ حدیث ان کتابوں میں نہیں ہے۔ اور اگر ہم نے دکھا دی تو تمہیں شیعہ ہونا پڑے گا۔ ہم نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت سے کبھی متعہ نہیں کیا۔ نہ ہی صحاح ستہ میں کوئی ایسی حدیث ہے۔ اگر کوئی صاحب دکھا دیں تو ہم ان کی بات مان لیں گے۔ آخر میں نے کہا کبھی یہ حدیث نکال کر نہیں دکھائیں گے۔ ہاں پورے علاقے میں شور مچائیں گے۔ کہ ہم صحاح ستہ کی حدیث سنا آئے ہیں۔ میں نے بخاری۔ مسلم۔ ترمذی سے کھول کر دکھایا۔ کہ یہ حدیث کتاب الحج میں ہے اور ابوداؤد اور نسائی میں کتاب المناسک میں ہے۔ خود قرآن پاک میں ہے۔ فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الھدی (۲-۱۹۶) اور جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ کو ملا کر حج کے ساتھ۔ تو اُس پر ہے جو کچھ میسر ہو قربانی سے۔ تو یہ تمتع حج کی ایک قسم ہے۔ آپؐ نے حج تمتع فرمایا تھا۔ نہ کہ کسی عورت کے ساتھ معاذ اللہ متعہ کیا تھا۔ اس پر تو ہر طرف سے لعنت لعنت۔ جھوٹے جھوٹے۔ دیکھو متعہ کی محبت میں نبی پاکؐ پر بھی جھوٹ بولنے سے نہیں شرمائے۔ میں نے کہا لوگو۔ متعہ کے شیدائی نے متعہ کے شوق میں خداوند قدوس پر جھوٹ بولا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا۔ اب یہ فقہ حنفی پر بھی جھوٹ بولے گا۔ اب

وہ تو جان چھڑا رہا تھا۔ مگر ہمارے ساتھیوں نے کہا کہ حوالہ بتاؤ۔ اُس نے کہا میں حوالہ صرف بتاؤں گا دکھاؤں گا نہیں۔ ہم نے کہا چلو بتا ہی دو۔ اس نے کہا فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں لکھا ہے۔ کہ متعہ واجب ہے۔ میں نے ہدایہ شریف کھولی۔ اور سب کو مسئلہ دکھایا۔ کہ یہاں لکھا ہے کہ کسی عورت سے نکاح ہوا لیکن مہر مقرر نہیں تھا۔ اور رخصتی سے قبل اس کو طلاق ہوگئی۔ تو اس عورت کو ایک جوڑا کپڑوں کا دینا واجب ہے۔ اس جوڑے کو متعہ کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے۔ فمتعوھن۔ اس کا اُس متعہ سے کیا تعلق۔ بس اب کیا تھا یہ جا وہ جا۔ اُنہوں نے اپنی خیر اسی میں سمجھی۔

اہل حق اُن کے دھوکوں سے اچھی طرح آگاہ ہوگئے۔ اور اُن کے پلّے ذلّت اور رسوائی کے سوا کچھ نہ رہا۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کا نظارہ لوگوں نے آنکھوں سے کرلیا۔

آخری سہارا

چند روز بعد وہی ڈاکٹر صاحب آئے۔ کہنے لگے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ تو جواز متعہ کے قائل تھے۔ میں نے کہا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی پیدائش ہجرت سے ایک یا دو سال پہلے کی ہے۔ اور آٹھ یا نو سال کی عمر تک وہ اپنے والدین کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ہی رہے۔ فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں جب حضرت عباسؓ نے مع اہل وعیال ہجرت فرمائی تو ابنِ عباسؓ اپنے والدِ محترم کے ساتھ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ اور غزوۂ خیبر (جس میں حرمت متعہ کا اعلان ہوا تھا۔ وہ آپ کے مدینہ منورہ آنے) سے پہلے ہوچکا تھا۔ اس لئے انہوں نے متعہ کے بارہ میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا دوسرے صحابہ سے سنا۔ اور قرآن پڑھا۔ ترمذی شریف میں ہے۔

عن ابن عباسؓ قال انما کانت المتعۃ فی اول الاسلام کان الرجل یقدم البلدۃ لیس لہ بھا معرفۃ فیتزوج المرأۃ بقدر مایری انہ یقیم فتحفظ لہ متاعًا وتصلح لہ شیئہٗ حتّٰی اذا	حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ متعہ شروع اسلام میں تھا۔ کوئی آدمی ایسے شہر میں جاتا۔ جہاں کوئی واقفیت نہ ہوتی۔ تو وہ عورت سے متعہ کرلیتا وہ اس کے سامان کی بھی حفاظت کرتی اس کی ضروریات بھی تیار کرتی پھر جب آیت نازل ہوئی۔ کہ بیوی یا

نزلت الآیة إلا علیٰ أزواجهم أو ما ملکت أیمانهم قال ابن عباس فکل فرج سواهما حرام (۱۵-۲۱۳)

باندی کے علاوہ زیادتی ہے۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا۔ ان دونوں کے علاوہ سب فرج حرام ہیں۔

توحضرت عبداللہ بن عباسؓ تو قرآنی حکم کے موافق متعہ کو حرام فرماتے تھے۔ البتہ وہ یہ قیاس کرتے تھے۔ کہ جس طرح قرآنی فیصلہ کے مطابق مردار حرام ہے۔ خنزیر کا گوشت حرام ہے۔ مگر جان بچانے کے لئے بوقت اضطرار بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت ان کا استعمال مباح ہے۔ اسی طرح متعہ بھی مردار اور خنزیر کی طرح حرام ہے۔ مگر حالت اضطرار میں مباح ہے۔ اس پر بھی حضرت علیؓ اُن کے خلاف تھے۔ یہاں تک کہ رجل تائہ تک فرمایا۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے تو بہت ہی سخت جملے ارشاد فرمائے۔ جو صحیح مسلم میں ہیں۔ چنانچہ اُن کے اس قیاس کو کسی صحابی نے نہ مانا۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے تو فرمایا کہ بعد میں انہوں نے اس قیاس سے رجوع فرمالیا تھا۔ امام حازمی لکھتے ہیں۔

قال الخطابی فهذا یبین لك أنه سلك فیه مذهب القیاس وشبهه بالمضطر الی الطعام الذی به قوام الانفس وبعدمه یکون التلف وانما هذا من باب غلبة الشهوة ومصابرتها ممكنة وقد تحسم مادتها بالصوم والعلاج ولیس احدهما فی حکم الضرورة کالآخر والله اعلم (کتاب الاعتبار ص۱۴۱)

خطابی نے کہا کہ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ حضرت ابن عباسؓ اس مسئلہ میں قیاس پر چلے ہیں اور اس کو مضطر الی الطعام کے ساتھ تشبیہ دی ہے حالانکہ طعام بقائے حیات کا ذریعہ ہے اور اس کے بغیر موت واقع ہو جاتی ہے۔ مگر یہ مسئلہ غلبۂ شہوت سے متعلق ہے۔ جس پہ صبر بھی ممکن ہے اور اس غلبۂ شہوت کے مادہ کو روزہ اور علاج سے توڑا بھی جاسکتا ہے اس لئے ان دونوں مسئلوں میں فارق موجود ہے۔ ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ روافض میں رائج الوقت متعہ خالص زنا ہے۔ اس کی کسی دین اور کسی زمانہ میں اجازت نہیں رہی۔ یہ پوچھنا کہ متعہ کیوں جائز نہیں جبکہ آج کل کے

دور میں جائز ہونا چاہیئے؟ ایسا ہی ہے جیسے کوئی پوچھے کہ زنا کیوں جائز نہیں؟ جبکہ آج کل کے دور میں جائز ہونا چاہیئے۔ حالانکہ خدائے بصیر نے زنا و متعہ کو حرام فرمایا ہے۔

فقط واللہ اعلم،
محمد امین صفدر
۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

واضح رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بعد میں مضطر کے لئے بھی اس کے جواز سے رجوع کر لیا تھا۔

چنانچہ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واما ما یحکی فیھا عن ابن عباس فانہ کان یتأول اباحتھا للمضطر الیھا بطول الغربۃ وقلۃ الیسار والجدۃ ثم توقف وامسک عن الفتوی بھا (نصب الرایہ ص۱۸۱ ج۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو جوازِ متعہ کا قول منقول ہے وہ بھی مضطر کے لئے ہے اور بعد میں انہوں نے اس سے بھی رجوع کر لیا تھا اور اس کو جائز کہنے سے رک گئے تھے۔

والجواب صحیح،
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،

حرمتِ مصاہرہ کے مسائل

بہت کمسن بچی کو ہاتھ لگانے سے حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی

۱۔ ہمبستری کے وقت جبکہ اپنی لڑکی شیرخوار چیخ رہی ہو اس کا باپ خاموش کرانے کے لئے تھپکیاں دے تو کیا اس صورت میں حرمت مصاہرہ ثابت ہوجاتی ہے۔

۲۔ عورت بچے کو دودھ پلارہی ہو اور خاوند ہمبستری میں مشغول ہوجائے تو اس صورت میں حرمت مصاہرہ ثابت ہوجائیگی؟ جبکہ شیرخوار بچی کو بوسہ دینا یا سونے کی وجہ سے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب دونوں صورتوں میں حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی۔

كما في الدر المختار على هامش رد المحتار هذا اذا كانت حية مشتهاة ولو.... أما غيرها يعني الميتة وصغيرة لم تشته فلا تثبت الحرمة بها أصلاً اھ (ص۳۰۵ ج۲) فقط واللہ اعلم۔ محمد انور عفا اللہ عنہ

سُسر نے بہو کے بوسے لئے اور کہتا ہے کہ شہوت نہیں تھی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شادی شدہ عورت کو اس کے حقیقی سُسر نے زبردستی دبوچ کر چھیڑ خانی کی۔ منہ پر دانتوں سے کاٹا اور پستانوں سے پکڑا۔ حتیٰ کہ اس کا بیٹا (یعنی عورت مذکورہ کا شوہر) اچانک آگیا اور اس نے بھی دیکھ لیا۔ از روئے شریعت اس عورت کے لئے کیا حکم ہے اور کیا اس کا نکاح برقرار ہے؟ سُسر کہتا ہے کہ میں نے یہ سب کچھ محبت میں کیا ہے۔ مجھے شہوت نہیں تھی۔

الجواب صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحتِ واقعہ مذکورہ عورت اپنے خاوند پر حرام ہوچکی ہے۔ خاوند کو چاہیئے کہ زبان سے بھی کہہ دے کہ میں نے اسے چھوڑا تاکہ وہ عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کرسکے۔

لو مس أو قبل وقال لم أشته صدق الا اذا كان المس على الفرج والتقبيل في الفم ـــــ (شامیہ ص ۳۰۶ ج ۲) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

سوتیلی ماں سے زنا کرنے والے کا اپنی بیوی کے ساتھ نکاح کا حکم

زید کو اس کی بیوی ہندہ نے اپنی سوتیلی ماں خالدہ کے ساتھ بدفعلی کرتے ہوئے پکڑا اور پھر حلفاً اس بات کو لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ دوسری دفعہ بیوی کے علاوہ ہمسایہ اور پڑوس کے لوگوں نے بھی مذکورہ شخص کو اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ بدفعلی کا مرتکب پایا۔ پھر جیپ میں کے پاس لے گئے۔ جس نے مذکورہ شخص کو سرعام بھرے بازار میں رسوا کیا اور جوتے لگائے۔ اب مذکورہ شخص کا اپنی بیوی ہندہ کے ساتھ نکاح باقی ہے یا نہیں؟ جو کہ اس کی چچازاد بہن بھی ہے۔

۲۔ اپنی سوتیلی ماں سے بدفعلی کرنے کی وجہ سے اب مذکورہ شخص کے والد بکر کا اس کی سوتیلی ماں سے نکاح باقی ہے یا نہیں۔؟

الجواب ہندہ اور زید کا باہمی نکاح باقی ہے کیونکہ ہندہ خالدہ کے اصول فروع میں سے نہیں۔ لیکن خالدہ بکر کے گھر آباد نہیں ہو سکتی۔ بشرطیکہ بکر مذکورہ واقعہ کو تسلیم کرتا ہو۔ یا شہادت شرعیہ موجود ہو۔

قال في البحر أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه نسبا ورضاعا (شامی ص ۲۷۹ ج ۲) قال في الفتح وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها الى قوله و على هذا ينبغي أن يقال في مسه اياها لاتحرم على أبيه وابنه الا أن يصدقاه

فقط واللہ اعلم (شامی ص ۲۸۰ ج ۲)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۴ / ۶ / ۱۴۰۶ ھجری

بیٹی سے وطی کرنے سے اس کی ماں حرام ہو جاتی ہے

ایک شخص بوجہ بدبختی اپنی آٹھ سالہ بچی کے ساتھ کئی بار مرتکب زنا ہوا اور اب نادم ہو کر صورت خلاصی چاہ رہا ہے ۔ کوئی صورت ہے ۔ کیا وہ حد شرعی کا سزاوار ہے یا نہیں؟ اس کی زوجہ اس کے لئے حلال ہے یا حرام اور کیا کوئی صورت توبہ ہے ۔؟

الجواب بیٹی سے وطی زنا محض ہے اور موجب حد ہے ۔ ثبوت شرعی کے بعد قاضی حد شرعی جاری کرے گا ۔

ولو وطی أمة المحرمة علیه برضاع او نسب او صهریة کاختہ و بنتہ منهما او امة من الرضاع وموطوءة ابیه او ابنته یجب الحد علی الاظهر (فتح القدیر ص۵۸۸ ج۴) قاضی کے پاس مقدمہ جانے سے پہلے اگر اس فعل کو چھپا لے تو جائز ہے ، مگر توبہ و استغفار ضروری و لازم ہے ۔ امید ہے کہ عذاب اخروی سے بچ جاوے گا

وفی البحر عن الظهیریة رجل اتی بفاحشة ثم تاب واناب الی الله تعالیٰ عزوجل فانه لایعلم القاضی بفاحشته لاقامة الحد علیه لان الستر مندوب الیه وفی شرح الاشباه للبیری عن الجواهر رجل شرب الخمر وزنی ثم تاب ولم یحد فی الدنیا هل یحد له فی الاٰخرة قال الحدود حقوق الله الا انه تعلق بها حق الناس وهو الانزجار فاذا تاب توبة نصوحا أرجوان لایحد فی الاٰخرة اھ (شامیہ ص۱۴۰ ج۳)

بیٹی سے وطی کرنے والے کی زوجہ یعنی بیٹی کی والدہ قطعی حرام ہو گی واطی پر ۔

وتثبت بالوطیٔ حلالاً کان او عن شبهة اوزنا کذا فی فتاوی قاضیخان فمن زنی بامرأة حرمت علیه امها وان علت اھ (عالمگیری ص۲۷۴ ج۱)

فقط واللہ اعلم ،

محمد انور عفا اللہ عنہ ،

ساس کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام ہوگئی

بیوی نے خاوند کو اپنی ماں سے زنا کرتے دیکھ لیا۔ اور وہ آٹھ سال سے نہ اپنے خاوند کے گھر آباد ہوئی اور نہ ہی حقوق زوجیت ادا کئے۔ تو کیا اب دوبارہ آباد ہو سکتی ہے۔ یا بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ یا ویسے ہی بیٹھی رہے؟

الجواب اگر خاوند بھی اس کا اعتراف کرتا ہے تو اہل اثر و رسوخ کو چاہیئے کہ خاوند کو مجبور کریں۔ کہ وہ کہہ دے میں نے اس عورت کو چھوڑا۔ تاکہ وہ عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کر سکے۔ اگر اس طرح دباؤ سے کوئی کامیابی نہ ہو۔ تو عدالتی چارہ جوئی کر لی جائے۔ بہر حال خاوند کے متارکہ یا عدالت کے فیصلے کے بغیر دوسری جگہ عقد صحیح نہ ہوگا۔

وأم زوجته وأن لم توطأ الزوجة لما تقرر أن وطئ الامهات يحرم البنات ونكاح البنات يحرم الامهات كذا في الشامية ص۳۸۲ ج ۲۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ

فعلِ بد سے حرمتِ مصاہرہ ثابت نہیں ہوگی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک نابالغ لڑکے سے بدفعلی کی ہے۔ تو کیا مفعول کو فاعل مذکور اپنی لڑکی دے سکتا ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا ——— مستفتی حافظ عبد اللہ کریم بخش میانوالی۔

الجواب فعلِ بد سے حرمتِ مصاہرہ متحقق نہیں ہوتی۔ لہذا صورت مذکورہ میں عقد نکاح جائز ہے۔

اتی رجل رجلا له أن يتزوج ابنته لان هذا الفعل لو كان في الاناث لا يوجب حرمة المصاهرة ففي الذكر أولى اھ (شامی ص۳۸۶ ج۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔ بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۹۸/۱۲/۲۳ھ

خاوند حرمۃ مصاہرہ کا اقرار کرے تو تفریق ضروری ہے

ایک عورت نے مشہور کیا کہ فلاں نے اپنی بہو کے ساتھ زنا کیا ہے۔ جب کہ سسر اور بیوی انکار کرتے ہیں۔ شوہر نے صرف ایک مرتبہ اقرار کیا ہے۔ اب وہ بھی انکار کرتا ہے۔ خاوند کے اس اقرار پر تین گواہ موجود ہیں۔ عورت حاملہ ہے نکاح باقی ہے یا نہیں۔

الجواب برتقدیر صحت سوال صورت مسئولہ میں خاوند کے اقرار کی بنا پر عورت اس پر حرام ہو چکی ہے۔

رجل قبل امرأة أبيه بشهوة أو قبل الاب امرأة ابنه بشهوة وهي مكرهة وانكر الزوج أن يكون بشهوة فالقول قول الزوج وان صدقه الزوج وقعت الفرقة ويجب المهر۔ (عالمگیری ص ۵ ج ۲)

اقرار کے بعد خاوند کا انکار حکم مذکور پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ خاوند پر لازم ہے کہ وہ زبانی طور پر کہہ دے کہ میں نے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ عدت گزرنے پر یعنی وضع حمل کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکے گی۔ اگر خاوند اس پر آمادہ نہ ہو۔ تو کسی عدالت سے تفریق کرالے۔ ان دونوں صورتوں کے بغیر عورت دوسری جگہ نکاح نہیں کرا سکتی۔ اگرچہ خاوند پر حرام ہو چکی ہے اور اس کے قریب نہیں جا سکتی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نو سال سے کم عمر بچی کو چھونے سے حرمۃ مصاہرہ ثابت نہیں ہوگی

زید نے اپنی بیوی کی اس لڑکی کو جو اس کے پہلے خاوند سے ہے۔ دو مرتبہ پشت پر ہاتھ لگایا۔ جب دوسری مرتبہ ہاتھ لگایا تو خیال پیدا ہوا کہ کہیں گناہ تو نہیں؟ لڑکی کی والدہ نے بتلایا کہ لڑکی کی عمر چار ماہ کم نو سال ہے۔ تو کیا اس چھونے سے حرمت ثابت ہوئی یا نہیں؟ میاں جند وڈہ قصبہ سمینہ

الجواب اگر لڑکی کی عمر نو برس نہیں ہوئی ہے یا درمیان میں کپڑا حائل تھا۔

تو حرمتِ مصاہرہ ثابت نہیں ہوتی۔

وفیما بین الخمس والتسع اختلاف الروایۃ والمشائخ والاصح انہا لاتثبت الحرمۃ اھ (شامی ص ۴۸۹ ج ۲)

الجواب صحیح فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ محمد انور عفا اللہ عنہ

۲۶/۱/۱۴۰۰ھ

اپنی بیوی کی بھتیجی سے زنا کرنے کی وجہ سے اسکی بیوی اس پر حلال رہتی ہے

ایک شخص کے گھر اس کی بیوی کی حقیقی بھتیجی ملنے کے لئے گئی۔ لیکن اس آدمی کا دل بے ایمان ہو گیا۔ اس نے رات کے گیارہ بجے کے قریب اس کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنی خواہش ظاہر کی۔ مگر اس لڑکی نے شور مچانا شروع کر دیا جس سے باقی عورتیں جو اس کے قریب سوئی ہوئی تھیں جاگ اٹھیں۔ اس لئے وہ شخص اپنے ناپاک ارادے میں ناکام ہو گیا۔ صبح کو لڑکی نے والدین کو بتایا اس نے اقرار بھی کر لیا ہے جس سے ان کے درمیان رنجش پیدا ہو گئی ہے۔ الغرض اس آدمی کا نکاح بیوی کے ساتھ باقی ہے یا نہیں۔

الجواب شخص مذکور کا فعل ناجائز اور خلافِ شریعت ہے۔ اس سے توبہ استغفار کرنی چاہیئے۔ لیکن اس فعلِ بد کی وجہ سے اس کا نکاح نہیں ٹوٹا۔ بلکہ نکاح اس کا باقی ہے اور بیوی اس کی اس پر حلال ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ اصغر علی غفرلہ

خیر محمد عفی عنہ معین مفتی خیر المدارس۔ ۲۷/۱۱/۹۳ھ

بیوی کی رضاعی ماں سے زنا کرنا بھی موجبِ حرمت مصاہرہ ہے

زید کی دو بیویاں تھیں۔ اللہ وسائی اور مہر مائی۔ مہر مائی کی دختر سرور مائی نے اپنی سوتیلی والدہ کا دودھ پیا۔ پھر سرور مائی کا نکاح ایک شخص مسمی حاجی سے ہو گیا۔

اس کے بعد مسمّی حاجی کا ناجائز تعلق سرور مائی کی سوتیلی و رضاعی والدہ سے ہوگیا یعنی اس نے زنا کیا گواہوں نے بھی تصدیق کر دی۔ اب سرور مائی بالغ ہو چکی ہے۔ لہٰذا از روئے شریعت سرور مائی کا نکاح مسمّی حاجی سے ہو سکتا ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں سرور مائی اپنے خاوند مسمّی حاجی پر حرام ہو گئی ہے۔ کیونکہ اللہ دسائی حاجی کی بیوی کی رضاعی والدہ ہے اور اپنی بیوی کی رضاعی والدہ سے نکاح کرنا بھی موجب حرمتِ مصاہرہ ہے جیسے کہ نسبی کے ساتھ۔

قال فی البحر أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علی اصول الزانی وفروعه نسبًا و رضاعًا الخ (شامیہ صفحہ ۲۸ ج ۲)

لہٰذا صورت مسئولہ میں سرور مائی حاجی پر حرام ہو چکی ہے اور ان کی تفریق کسی مسلمان حاکم سے کرائی جائے۔ کیونکہ اس میں قضاء قاضی شرط ہے۔ ھکذا فی الحیلة الناجزہ ص۵۵

فقط واللہ اعلم	الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	خیر محمد عفی عنہ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان	مہتمم خیر المدارس ملتان
۷ محرم ۱۳۷۴ھ	

محض جسم دیکھنے سے حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوگی

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حامد نے اپنے بیٹے زید کی بیوی کو جب کہ وہ غسل خانہ میں غسل کر رہی تھی۔ جھانک کر ایک نظر سے دیکھ لیا۔ اور حامد کے بیٹے کی بیوی نے غسل کرتے ہوئے حامد کو دیکھ لیا۔ حامد نہایت دیندار صوم و صلوٰۃ کا پابند تہجد گزار ہے۔ وہ اپنے اس عمل پر نہایت پشیمان اور شرمندہ ہے۔ کہ یہ فعل مجھ سے کیسے ہو گیا۔ جبکہ اس کے دل میں کبھی بھی بہو کے متعلق برا خیال تک نہ آیا تھا۔ بلکہ وہ اپنی بیٹی ہی تصور کرتا آیا ہے۔ غیر اختیاری طور پر یہ فعل سرزد ہو گیا ہے۔ حامد اس وقت زُود زُود کر استغفار کر رہا ہے۔ کہ میری سابقہ زندگی برباد ہو گئی۔ اور میں ہلاک ہو گیا۔ دیگر یہ کہ اپنے بیٹے کی بیوی اور بیٹے سے معافی مانگی جائے اگر وہ معاف کر دیں پھر کیا صورت ہے؟

الجواب زید پر اسکی بیوی حرام نہیں ہوئی۔ کیونکہ حرمت کا ثبوت فرج داخل کی

طرف نظر کرنے سے ہوتا ہے۔ شامیہ میں ہے۔

انہم اتفقوا علی ان النظر بشہوۃ الی سائر أعضاءها لا عبرۃ بہ ماعدا الفرج (الی قولہ) لان ھذا حکم تعلق بالفرج والداخل فرج من کل وجہ والخارج فرج من وجہ والاحتراز عن الخارج متعذر فسقط اعتبارہ۔ (فصل فی المحرمات ص۳۰۴ ج۲)

حامد کو چاہیئے توبہ کے ساتھ ساتھ حسبِ توفیق خیرات بھی کردے۔ اللہ پاک معاف فرمانے والے ہیں۔ توبہ کے بعد ذھن کو اس گناہ کی طرف نہ لائیں۔ خالدہ اور زید سے تذکرہ کرنے سے کشیدگی ہوسکتی ہے اس لئے تذکرہ نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۸/ ۱۲/ ۱۴۰۶ھ

فرجِ داخل کو شہوت سے دیکھنے سے حرمۃ مصاہرہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عورت کے اندام نہانی کو عمداً دیکھا بلکہ دیکھنے میں ڈاکٹر کی طرح معائنہ کیا۔ لیکن زنا نہیں کیا۔ تو کیا اس عورت کی بچی سے نکاح کرسکتا ہے۔ مستفتی رحیم بخش منڈی یزمان

الجواب: اگر شرم گاہ کا اندرونی حصہ شہوت سے دیکھا ہے یا شہوت سے بلا حائل جسم کو چھوا ہے۔ جیسا کہ اس صورت میں ظاہر ہے کہ ہوا ہوگا تو حرمتِ مصاہرہ ثابت ہوگی۔ مذکورہ عورت کی بچی سے نکاح درست نہیں ہے۔

وحرم أصل مزنیتہ وأصل ممسوستہ بشہوۃ والمنظور الی فرجہا الداخل ولو من زجاج او ماء ھی فیہ وفروعہن (درمختار علی الشامیۃ ص۳۸۴ ج۲)

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

۵/ ۱۲/ ۱۳۹۸ھ

ڈاکٹر یا حکیم کو مریضہ کی نبض دیکھتے وقت شہوت پیدا ہو جائے تو حرمت کا حکم

جناب محترم المقام حضرت مولانا مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع صاحب

امّا بعد۔ مندرجہ ذیل مسئلہ کی وضاحت کا طالب ہوں۔

صورت حال یہ ہے کہ زینب جو عمرو کی خالہ زاد بہن ہے۔ اس نے عمرو خالہ زاد بھائی کو کوئی کھانے کی چیز بطور ہدیہ اپنے ہاتھ سے دی۔ محض صلہ رحمی کی بنا پر اور کسی قسم کی نیت اور بُرا ارادہ طرفین میں موجود نہیں تھا۔ جب عمرو نے ہاتھ بڑھایا ہدیہ پکڑنے کے لئے تو اچانک دل میں یہ تصور کر لیا کہ اگر یہ خالہ زاد بہن بنام زینب میرے نکاح میں ہوتی۔ اور اس طرح اشیاء اپنے ہاتھ سے بوجہ زوجیت دیتی تو کیا خوب ہوتا۔ اس تصور کے دوران طبع میں سرور پیدا ہوا۔ اور انتشار انگیزی بھی وجود میں آئی۔ اس وقت عمرو نے سوچا کہ زینب کے ہاتھ سے ہدیہ لوں۔ کیونکہ شہوت سے ہاتھ لگ جائے گا تو گناہ ہوگا۔ اور مصاہرت ثابت ہوگی۔ لیکن ماحول اور زینب کی رنجیدگی کی وجہ سے ہدیہ زینب سے عمرو نے وصول کیا اور کچھ ہاتھ کی انگلیوں کے سرے زینب کے ہاتھ کو لگ گئے۔ بس فوراً ہاتھ ہٹالیا۔ شہوت اور سرور کی حالت بعد میں تدریجاً ہٹ گئی۔ کیا اتنے مس کرنے سے اور تصور کرنے سے زینب کے ساتھ حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے گی۔ اور زینب کی لڑکی کے ساتھ عمرو کا نکاح جائز ہو گا یا نہ۔ یا کوئی حکیم یا ڈاکٹر عورت کو نبض سے پکڑتے وقت شہوت کا خیال کرے اور اسے انتشار پیدا ہو جائے تو اس ڈاکٹر کی بھی اس مریضہ عورت کے ساتھ حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے گی یا نہ۔

سائل کی زبانی معلوم ہوا کہ شخص مذکور کو لمس سے شہوت کا ازدیاد نہیں ہوا۔ البتہ تصور سے بتدریج شہوت کا بڑھتا گیا۔ شرم کے مارے مجھ کو وہ ہدیہ لینا نصیب نہ ہوا۔

الجواب (۱) فی الدر المختار (وحدّها) لا ی الشھوۃ فیھما ای المس والنظر تحرک آلتہ او زیادتہ .... بہ یفتی وفی رد المحتار وفرع علیہما لو انتشر وطلب امرأتہ الی قولہ لا تحرم أمہا مالم یزدد الانتشار۔ ص۳۵۸ ج۲

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورۃ مذکورہ میں حرمۃ مصاہرہ نہ ہوگی۔

۲۔ حکیم یا ڈاکٹر کو اجنبیہ عورت کی نبض پکڑتے وقت ایسی شہوت ہوئی کہ جس میں تحرک آلہ اور انتشار میں ازدیاد تھا۔ تو حرمت مصاہرہ ثابت ہوگی۔

الجواب صحیح — فقط واللہ اعلم

ولی حسن غفر اللہ لہ — احقر العباد محمد صابر غفر اللہ لہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی — نائب مفتی دارالعلوم کراچی

الجواب صحیح۔ بندہ عبداللہ غفر اللہ لہ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان شہر۔ ۵ ۶/۶ ھ

جواب دارالعلوم کراچی والا صحیح ہے۔ خیر محمد عفا اللہ عنہ ۵ ۶/۶ ھ

محض شبہ سے حرمتِ مصاہرہ ثابت نہ ہوگی

ایک شخص موسم سرما میں پلنگ پر اس طرح سویا کہ پاؤں کی طرف اس کی بیوی اور لڑکی سو گئی۔ رات کے وقت نیند سے بیدار ہوا۔ تو بیوی کی پنڈلی کو پکڑا۔ بعد میں شبہ ہوا۔ کہ یہ لڑکی کی پنڈلی ہے۔ اس حادثہ کو چودہ ۱۴، پندرہ ۱۵ سال گزر گئے۔ اتنا یاد ہے کہ پنڈلی کے پکڑتے وقت شہوت کا درجہ میلان قلب تھا۔ اور ممکن ہے کہ حرکت قلب ہو یا د نہیں۔ انتشار آلہ اور ازدیاد انتشار بالکل یاد نہیں۔ ظن غالب ہے کہ انتشار کا درجہ نہ تھا۔ صرف میلان تھا۔ اس حادثہ کے بعد قریب زمانہ میں بیوی سے دریافت کیا۔ کہ فلاں رات تمہاری پنڈلی کو پکڑا تھا۔ اس نے کہا کہ میری پنڈلی تھی۔ الغرض یہ شبہ رہا کہ پنڈلی بیوی کی تھی یا کہ لڑکی کی۔ مس کے وقت شہوت کا درجہ غالباً میلان قلب تھا۔ اس سے زیادہ موہوم ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ لڑکی کی عمر اس وقت نو سال تھی۔ یا کم یا زیادہ۔ دریافت اب یہ ہے۔ کہ ان حالات میں حرمت مصاہرہ ثابت ہوگی یا نہیں۔ بیوی حرام ہوگی یا نہ۔ بیوی حرام ہونے کی صورت میں متارکت فرض ہے یا نہیں۔ یا احتیاطاً بیوی کو علیحدہ رکھے یا پاس رکھے۔ وہ صاحب اولاد ہے اور عمر رسیدہ ہے۔

المستفتی محمد حسن بانی و مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور۔

الجواب صورت مسئولہ میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔ بایں وجوہ کہ

شہوت کا درجہ میلان قلب ہے۔ اور اس سے زائد توہم کے درجہ میں ہے شریعت میں موہوم کا اعتبار نہیں۔ غلبۂ ظن ہونا ضروری ہے۔

قال فی الفتح ثم هذا الحد فی حق الشاب أما الشیخ والعنین فحدهما تحرك قلبه أو زیادته ان كان متحركا لامجرد میلان النفس فانه یوجد فیمن لاشهوة له أصلا كالشیخ الفانی (شامیہ ص ۳۸۶ ج ۲)

ثانیاً جب قریب زمانہ میں بیوی سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ پنڈلی بیوی کی تھی۔ تو اب شبہ کرنا موہوم اور وسواس ہے۔ شریعت میں وساوس اور توہمات کا اعتبار نہیں۔ بلکہ غلبۂ ظن کا اعتبار ہے۔ چنانچہ عورت کے مس کرنے میں لکھا ہے۔

وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن یصدقها ویقع فی اکبر رأیه صدقها۔ (شامیہ ص ۳۸۵ ج ۲)

بہر حال صورت مسئولہ میں از روئے قواعد فقہیہ حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوئی۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ۳/۱۲/۱۳۷۶ھ

بیٹی سے متہم کو شرعاً کیا تعزیر لگائی جائے

ایک شخص پر ایک شخص نے شہادت دی۔ قرآن شریف کو سر پر رکھ کر کہا۔ کہ فلاں شخص نے اپنی لڑکی سے زنا کیا اور زنا کرتے خود میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ لیکن اس کی لڑکی اور وہ خود منکر ہے۔ اور نیز اس شخص پر اس کے پوتے کی زوجہ نے مجمع عام میں کہا اور خطیب شہر کے پاس شہادت دی کہ ایک رات میں اور میرے خاوند کے دادا اکیلے تھے۔ نصف رات مجھ کو کہا کہ چارپائی اندر ڈالو۔ اور جب مجھے کہا تو اس کا آلہ منتشر تھا اور مجھے اس کی بُری نیت کا خیال ہو گیا تو میں نے انکار کیا۔ کہ اندر چارپائی نہیں ڈالتی۔ انکار پر اس نے مجھ پر گھونسے چلائے اور وہ شخص گھونسے مارنے اور چارپائی اندر ڈلوانے کا اقراری ہے۔ لیکن بُرے ارادے کا منکر ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں قلبہ رانی کے لئے جا رہا تھا۔ کوٹھا اکیلا تھا۔ حفاظت مال کے لئے

اندر سونے کے لئے کہا۔ میری نیت بد نہ تھی۔ اس کے علاوہ ایک عورت جو اس کی پڑوسی ہے وہ شہادت دیتی ہے کہ اس کی زوجہ مرگئی ہے۔ کئی مدت سے اس کی لڑکی اس کی حویلی میں اکیلی اس کے ساتھ رہتی ہے۔ اور کئی دن صبح کو اس شخص اور اس کی لڑکی کو غسل کرتے دیکھا ہے۔ ان شہادتوں کی بنا پر اب اس شخص پر شہر کے مفتی نے بائیکاٹ کا حکم دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا ان شہادتوں کی بنا پر عدم برتاؤ کا حکم صحیح ہے یا نہ۔ اس مفتی کے خلاف اور مفتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب تک چار گواہ شہادت نہ دیں تو اس پر حد نہیں آسکتی۔ لہٰذا ان گواہوں کی شہادت زور ہے اور یہ قابل حد قذف ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر اس سے عدم برتاؤ نہ کیا جائے۔ تو عوام کی جرأت اس قسم کے گناہ پر بڑھ جائے گی۔ اور اب صاف کہہ رہے ہیں کہ مولوی رشوت لے کر لڑکی کے ساتھ جماع کو جائز کہہ رہے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں از روئے سیاست مفتی ایک یا دو سال کے لئے حکم عدم برتاؤ اور مالی جرمانہ کا کر دے ———

تو کیا لیا جاسکتا ہے۔ شخص مذکور نے سات لڑکیوں کو رقم لے کر فروخت کیا ہے۔ عام شہر کے لوگ اس سے بدظن ہیں۔

الجواب حد اور تعزیر میں رات دن کا سا فرق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ زنا کے معاملہ میں جب تک چار گواہ شہادتیں نہ دیں کسی پر حد نہیں آسکتی۔ لیکن تعزیر میں اتنی شہادتیں ضروری نہیں ہیں۔ بلکہ ایک شخص محض اتہام اور شبہ کی بنا پر بھی قابل تعزیر ہوسکتا ہے۔ الاشباہ والنظائر ص ۱۵۲۔ التعزیر یثبت مع الشبہۃ درمختار علی ہامش ردالمحتار ص ۱۹۳ ج ۳ میں ہے۔ للقاضی تعزیر المتہم و ان لم یثبت علیہ اور تہمت کا اثبات ایک ہی عادل کی شہادت اور مستورین کی شہادتوں سے ہوسکتا ہے۔ درمختار کے مذکورہ قول کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں۔

ذکر فی کتاب الکفالۃ ان التہمۃ تثبت بشہادۃ مستورین او واحد عدل۔ نیز درمختار میں ہے۔ وکل تعزیر للہ تعالیٰ یکفی فیہ خبر العدل لانہ فی حقوقہ تعالیٰ یقضی فیہا بعلمہ اتفاقاً بناء علیہ۔

صورۃ مسئول عنہا میں جس شخص پر سنگین بدکاری کی تہمت مذکور ہے وہ

محض تہمت و شبہ کی بنا پر بھی لائق تعزیر ہو سکتا ہے۔ لیکن وہاں تو عینی شاہد بھی موجود ہے۔ جس نے حلف اٹھا کر شہادت دی ہے تو اب اس کے قابل تعزیر ہونے میں کون سا تردد ہو سکتا ہے۔ تہمت اتنی سنگین ہے کہ اس سے درگزر کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا سوال میں جس تعزیر کو تجویز کیا گیا ہے وہ ہرگز شرعاً قابل اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ یہ تعزیر ایسے شخص کے لئے اقل درجہ کی تعزیر ہے۔ علاوہ ازیں عدم برتاؤ کی تعزیر ماثور بھی ہے۔ کتب حدیث و تفسیر میں اس سلسلہ کی ایک حدیث موجود ہے۔ جس کا مختصر مضمون بطور واقعہ کے یہ ہے کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوہ تبوک میں شامل نہ ہو سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آکر ان کے لئے یہی عدم برتاؤ کی تعزیر مقرر فرمائی اور مسجد کے ستون سے باندھے بھی رہے (خازن زیر آیت واٰخرون اعترفوا بذنوبھم) تو اس مقام پر تفسیر خازن کے لفظ یہ ہیں۔ فارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیھم فاطلقھم وعذرھم تو معلوم ہوا۔ کہ عدم برتاؤ کی تعزیر ایک ایسی تعزیر ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ تعزیر ہے۔ لیکن عدم برتاؤ کے لئے میعاد مقرر کرنا اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ عدم برتاؤ کا حکم اس وقت تک بحال رہنا چاہیئے۔ جب تک متہم کے اس جرم سے تائب ہونے کا بہمہ وجوہ یقین نہ ہو جائے۔ اگر ذرہ بھی اشتباہ اور اثبات کا ہو۔ کہ اس نے یہ جرم تا حال نہیں چھوڑا۔ اور اس نے جرم کے مطابق توبہ نہیں کی تو اس وقت تک اس پر تعزیر جاری رکھی جائے۔ بہرحال یہ تعزیر ماثور و شرعی تعزیر ہے۔ جس سے شرعاً انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ المسکین غلام فخر الدین گانگوی بمقام میانوالی

الجواب مالی تعزیر جرمانہ وغیرہ کرنا ناجائز ہے۔ شامی ص ۱۷۸ ج ۳ میں ہے۔ لا یاخذ مال فی المذھب قال فی الشرح ای رد المحتار والحاصل ان المذھب عدم التعزیر باخذ المال۔ باقی جواب صحیح ہے۔

فقط بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان مورخہ ۲/۱۲/۱۳۷۱ھ

حرمت مصاہرہ ثابت ہوجانے کی صورت میں حضرت امام شافعیؒ کے مسلک پر عمل کی گنجائش ہے یا نہیں۔

زید شادی شدہ ہے۔ اس کی بیوی کو زید کے والد نے بشہوت مس کیا۔ کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ اس صورت میں نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ اور عورت خاوند پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے۔ اس نے اپنی بیوی سے یہ مسئلہ بیان کیا۔ تو وہ بہت روئی اور پریشان ہوئی۔ کیونکہ اس کو خاوند سے بے حد محبت ہے۔ ایسی صورت میں عورت کیا خاوند کے نکاح میں رہ سکتی ہے یا نہیں۔ فقہ حنفی سے تو مسئلہ اسی طرح معلوم ہوتا ہے۔ لیکن شوافع وغیرہ کے ہاں کچھ توسع معلوم ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت بتلائی جائے کہ ان دونوں کی جدائی نہ ہو۔ اور دونوں خاوند بیوی بن کر رہیں۔

الجواب صورت مسئولہ میں جب عورت مس بشہوت کی مدعیہ ہے اور خاوند کے نزدیک وہ جھوٹ بھی نہیں بول رہی بلکہ غلبۂ ظن اس کے صادق اور سچے ہونے کے ساتھ متعلق ہے۔ تو حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی اور عورت دائماً حرام ہوگئی۔ اب خاوند کو لازم ہے کہ بیوی سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے اور زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا یا تجھے طلاق دے دی۔ اور اس مسئلہ پر آج تک کسی حنفی عالم نے فقہ شافعی پر فتویٰ نہیں دیا اور نہ ہی اس کو ضرورت تسلیم کیا گیا ہے۔ ایسی ضرورتیں تو ہر مستفتی کو پیش آتی ہیں۔ ایسی ضرورتوں کی بنا پر دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دینا دین کو لہو ولعب قرار دینا ہے۔ جو کہ حرام ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح۔ خیر محمد

بندہ محمد عبداللہ ۱۴ شوال ۱۳۷۱ھ

خاوند حرمت مصاہرہ کا اقرار کرنے کے بعد انکار کرتا ہے تو حرمت ثابت ہوگی یا نہیں

اللہ دسایا کاروبار کے لئے باہر گیا ہوا تھا۔ گھر میں بیوی والد اور بھائی تھے۔ رات کے وقت اللہ دسایا کا والد اور اس کی بیوی ایک مکان میں سوئے تو اس کے والد نے اللہ دسایا کی بیوی سے زنا کیا اور بھائی کو پتہ چل گیا۔ واپسی پر بھائی نے اس کو اطلاع دی۔ اللہ دسایا

نے اپنی زوجہ سے پوچھا۔ تو پہلے تو وہ خاموش رہی پھر اقرار کر لیا۔ اس پر اللہ دسایا ناراض ہو کر بیوی کو لے کر سسرال چلا گیا۔ اور اپنے سسر سے دونوں نے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس واقعہ کی حاجی کریم بخش اور موسیٰ کو بھی اطلاع ہو گئی۔ اللہ دسایا کا باپ چالاک آدمی تھا وہ اپنے بیٹے کو واپس لانے کی کوشش کرتا رہا۔ تو برادری نے ایک عالم کو بلایا۔ اس نے بیوی سے بیانات لیے مگر کوئی فیصلہ نہ کیا۔ اب اللہ دسایا اپنے باپ کے پاس واپس آ گیا اب اللہ دسایا کا والد اس فعل سے منکر ہے اور لڑکی بھی اپنے خاوند کے پاس رہنا چاہتی ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب صورت مسئولہ میں حرمت مصاہرہ ثابت ہونے کی وجہ سے عورت اپنے خاوند پر حرام ہو چکی ہے۔ خاوند کو چاہیے کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ وہ دوبارہ اس کے گھر آباد نہیں ہو سکتی۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد صدیق غفرلہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۲۳ر ۴ر ۷۲ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

۲۵ر ۳ر ۷۲ھ

جواب مذکور پر حضرت مولانا فیض اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ ملتان کا شبہ

صورت مسئولہ میں حرمت مصاہرہ کے ثبوت کی کوئی وجہ عبارت مرقومہ بالا سے ظاہراً معلوم نہیں ہوتی۔ لہٰذا نائب مفتی صاحب خیر المدارس کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے۔ کہ تحریر فرماویں وجہ ثبوت کی مدعی علیہ پر بینہ ہیں یا اس کا اقرار ہے یا کوئی اور وجہ ثبوت کی ہے۔ ناراضگی معاف۔

فیض اللہ صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ ملتان

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ

مستفتی کے بیانات مستفتی سے معلوم ہوا کہ اللہ دسایا خاوند نے حاجی موسیٰ اور کریم بخش کے سامنے متعدد مرتبہ اقرار کیا کہ میرے والد نے میری زوجہ کے ساتھ زنا کیا ہے۔ لیکن اب والد کے سمجھانے کی وجہ سے منکر ہے۔ حاجی موسیٰ نے کہا کہ یہ لڑکی تمہارے اوپر حرام ہے۔

تم دوسرا نکاح کرلو۔ تو اس نے کہا کہ تم اس بات کو اخفا میں رکھو اور ایسے ہی رہنے دو۔
مستفتی اس شخص کو لانے کے لئے تیار ہے جس کے سامنے اس نے اقرار کیا ہے یعنی حاجی موسیٰ
نیز اس کے اقرار پہ دوسرا گواہ کریم بخش موجود ہے۔

باسمہٖ تعالیٰ

بجواب حضرت مولانا فیض اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ ملتان شہر۔

معروض ہے کہ اگرچہ اللہ دسایا اب اپنے اقرار سے منحرف ہوچکا ہے۔ لیکن اس کے اقرار پہ دو گواہ موجود ہیں۔ حاجی موسیٰ، کریم بخش اور دوسرے لوگ بھی اور وہ خود بھی اپنے اقرار کو مانتا ہے۔ اگرچہ تاویل کرتا ہے کہ میں نے بہکانے سے اقرار کیا وغیرہ۔ بہر حال اقرار اللہ دسایا کا موجب حرمۃ مصاہرہ ہے۔

عالمگیری میں ہے صـ۲۸ ج۲ لواقر بحرمة المصاهرة يواخذ به ويفرق بينهما الخ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ والاصرار على هذا الاقرار ليس بشرط حتى لو رجع عن ذلك وقال كذبت فالقاضى لا يصدقه ولكن فيما بينه وبين الله تعالىٰ ان كان كاذبا فيما اقر لا تحرم عليه امرأته
نیز واضح رہے کہ اقرار سابق کے لئے علم یقینی شرط نہیں ہے بلکہ غلبۂ ظن بھی کافی ہے شامی میں ہے۔ تحت قوله شرى امة أبيه لم تحل له ان علم انه وطئها اھ

قال العلامة الشامى فى شرح هذا القول المراد بالعلم ما يشمل غلبة الظن اذ حصول العلم اليقينى فى ذلك نادر ومنه اخبار الاب بانه وطئها وهى فى ملكه الخ (شامی مصری صـ۳۸۴ ج۲ ـ فصل فی المحرمات)

بحر الرائق میں ہے صـ۱۰۱ ج۳ تزوج امرأة على انها بكر فلما أراد مجامعتها وجدها مفتضة قال لها من افتضك فقالت أبوك ان صدقها الزوج بانت منه ولا مهر لها وان كذبها فهى امرأته۔
اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ زوج کا اپنی بیوی کے قول کی تصدیق کر لینا اور اس کے کہنے پر اقرار کر لینا اقرار صحیح ہے۔ اور موجب حرمۃ مصاہرہ ہوجاتا ہے
فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
خادم الافتاء

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

حرمتِ مصاہرہ کے گواہوں کی گواہی ایک دفعہ رد کردی جائے تو دوبارہ انہی کی گواہی کی وجہ سے حرمت کا حکم نہیں لگا سکتے۔

ایک اہم مفصّل فتویٰ

مسمّی دلمیر ولد محمد نے الزام لگایا ہے کہ مسمّی زید ولد عنایت کا ناجائز تعلق اپنی ساس کے ساتھ ہے۔ یہ واقعہ پنچائیت کے سپرد کیا گیا۔ پنچائیت کے اشخاص سات ہیں۔ مذکورہ بالا اشخاص کی پنچائیت کے سامنے واقعہ پیش ہوا۔ پس پنچائیت مذکور نے مسمّی دلمیر سے گواہ طلب کئے۔ مسمّی دلمیر نے اس پر امیر ولد شاہ محمد قوم موچی مسمّی غلام رسول ولد شاہ محمد کو بطور گواہان پیش کیا۔ پنچائیت نے فیصلہ کیا کہ مدعی دلمیر پنچائیت کے سامنے حلف اٹھائے کہ میرا الزام سچ ہے اور گواہان امیر اور غلام رسول قسم اٹھائیں کہ ہم الزام مذکور کے بچشم گواہ ہیں۔ تو ہم پنچائیت والے ملزم زید سے طلاق لیتے ہیں۔ تو مدعی دلمیر اور گواہ غلام رسول اور گواہ امیر تینوں نے قسم اٹھانے سے انکار کر دیا۔ تو پنچائیت نے فیصلہ کیا۔ کہ چونکہ دعوٰی شرعاً گواہوں سے ثابت ہوتا ہے۔ اور نہ تم اور نہ تمہارے گواہ حلف اٹھاتے ہیں۔ اس واسطے ہم پنچائیت والے تجھے جھوٹا تصور کرتے ہوئے مقدمہ خارج کرتے ہیں۔ یہ واقعہ ۲۶/۱۰/۷۸ کا ہے۔ اب ایک سال گزر جانے کے بعد مدعی مذکور دلمیر دوبارہ کہتا ہے۔ کہ میں قسم اٹھاتا ہوں کہ میرا الزام سچ ہے۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ اب ایک سال گزر جانے کے بعد قسم اٹھانا شرع شریف میں قابل قبول ہے اور جائز ہے یا ناجائز۔

تنقیح۔ سائل سے زبانی معلوم ہوا کہ دلمیر اور اس کے گواہ چشم دید بات پر بیان نہیں دیتے۔ بلکہ یوں ہی کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے۔

الجواب صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ حرمت مصاہرہ کے ثبوت کے لئے مدعا علیہ کا اقرار یا دو گواہ عادل کا ہونا ضروری ہے۔ جو کہ صورت مسئولہ میں متحقق نہیں ہے۔ اس لئے زید مذکور کی عورت بدستور اس کے نکاح میں ہے۔ لیکن یہ معاملہ چونکہ حلت و حرمت

کلمہ ہے لہٰذا اگر زید مذکور سے حقیقت میں یہ گناہ سرزد ہوا ہے۔ تو پھر اس پر لازم ہے کہ اس عورت کو طلاق دے کر اپنے سے علیحدہ کرے اور فعل مذکور سے توبہ تائب ہو۔

الجواب صحیح — فقط واللہ اعلم

عبداللہ غفر اللہ لہٗ — بندہ محمد اسحٰق غفر اللہ لہٗ

۲۱ / ۴ / ۱۳۷۸ھ

مذکورہ بالا جواب پر کچھ دنوں کے بعد ایک تحریر موصول ہوئی جو درج ذیل ہے۔

آج بتاریخ ۲۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۹ھ کو مسمی دلمیر قوم موچی ساکن حرمل پور ضلع جھنگ اور مسمی زید ولد عنایت قوم موچی ساکن حرمل پور ضلع جھنگ مدعی علیہ حاضر ہوئے۔ مدعی مذکور نے قسم کے ساتھ بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے زید مدعی علیہ کو دیکھا ہے۔ کہ مسماۃ عنایت، ساکنہ خسانہ ضلع جھنگ کے ساتھ زنا کر رہا تھا۔ جس پر میں نے زید کی ہمشیرہ کو (جو کہ مدعی کی عورت ہے) سارا قصہ بیان کیا اور مسمی غلام رسول ولد شاہ محمد قوم موچی ساکن خسانہ ضلع جھنگ اور اللہ دتہ قوم موچی ساکن نکھیانہ نے قسم اٹھا کر بلفظ اشہد کہا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہ مذکور عنایت مذکورہ کے ساتھ بدکاری کر رہا تھا۔ ہم نے دونوں کو خوب پہچانا۔ لہٰذا فیصلہ دیا جاتا ہے۔ کہ عنایت مذکورہ کی لڑکی زید مذکور پر ابداً حرام ہے۔ حرمتِ مصاہرہ کی وجہ سے اس کے نکاح میں نہیں رہ سکتی ہے۔

تحریر مذکور کا خیر المدارس کی طرف سے یہ جواب دیا گیا۔

الجواب صورت مسئولہ کے بارے میں ایک دفعہ مقدمہ خارج ہو چکنے کے بعد جناب مولانا قمر الدین صاحب کا دوبارہ اس کے متعلق گواہی لینا اور فیصلہ کرنا شرعاً درست نہیں۔ کیونکہ پہلی مرتبہ دلمیر کے گواہوں کی گواہی رد کی جا چکی ہے اور شہادت کے متعلق اصول ہے۔ کہ ایک دفعہ مردود ہونے کے بعد اس حادثہ میں دوبارہ شہادت قابل سماعت نہیں ہوتی۔ قال صدر الشریعۃ

اذا ردت مرۃ فی حادثۃ لاتقبل فیہا ابداً (شرح وقایہ ص ۲۹۵ ج ۲)

نیز یہ حرمت مصاہرہ حقوق اللہ میں سے ہے۔ جس میں بلا دعویٰ شہادت

مسموع ہے (شامی ص۳۸۶ ج۴) اور ان میں تقادم حادثہ ایک قول کے مطابق مُسقطِ شہادت ہے، اور تقادم ایک شبہ کے ساتھ مقید ہے۔ تو گواہان مذکور کی گواہی اگر قبل ازیں مردود نہ بھی ہوتی تو بوجہ تقادم کے ساقط ہو جانی چاہیئے تھی چہ جائیکہ وہ پہلے سے مردود ہے۔ لہٰذا جناب موصوف کا فیصلہ قواعد کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ التفات اور غیر صحیح ہے اور ہمارا سابقہ فتویٰ بالکل درست ہے کہ حرمتِ مصاہرۃ ثابت نہیں۔ مخفی نہ رہے کہ ہمارے زمانہ میں استحلافِ شہود جائز ہے
(صرح بہ فی البحر ص۶۹ ج۷)

وفی التہذیب للقلانسی وفی زماننا لما تعذرت التزکیۃ بغلبۃ الفسق اختار القضاۃ کما اختار ابن ابی لیلیٰ استحلاف الشہود بغلبۃ الظن ۱ھ قلت ولا یضعفہ ما فی الکتب المعتبرۃ کالخلاصۃ والبزازیۃ من انہ لا یمین علی الشاہد لانہ عند ظہور عدالتہ والکلام عند خفائہا خصوصاً فی زماننا الخ

اور پنچایت کا دلمیر کے گواہوں کی گواہی کو رد کرنا بوجہ انکار حلف درست متصور ہوگا۔ نیز واضح رہے کہ قضاءً یہی فیصلہ ہے۔ جو مذکور ہوا۔ لیکن اگر فی الواقع زید سے یہ فعل شنیع واقع ہوا ہے۔ تو دیانتاً اس پر واجب ہے کہ فوراً اپنی بیوی کو طلاق دے کر الگ ہو جائے۔ ورنہ سخت گنہگار ہوگا۔ گواہوں کو علم ہونا الگ بات ہے۔ لیکن خود زید تو اپنی حرکات کو خوب جانتا ہے اور حق تعالیٰ سبحانہ کو بھی پورا علم ہے۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۲ / ۷ / ۱۳۷۹ھ

الجواب صحیح
عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اس کے بعد حضرت مولانا خواجہ قمر الدین سیالوی دامت برکاتہم کی طرف سے پھر ایک تحریر موصول ہوئی۔ جو درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصورة النفس الامرية هذه انه لما جائتني حاه ال القرطاس الذى نمقت فيه اولاً قال ان المدعى نكل عن دعواه كما امتنع عن الحلف وكذ الشهود فبنكولهم كتب ان حكم پنچايئت صحيح ولما ارسلوا الى المدعى ومن ادعى عليه والشهود وثبت ان المدعى امتنع عن الحلف فقط كما ان الشهود امتنعوا عن الحلف فقط واما عن الدعوى والشهادة فلانهم باقون مستبدّون مستقلون عليها الى الآن وقد ادعى المدعى المذكور حسب ما ادعى عند پنچائت واشهد الشهود على المدعى عليه بعد انكاره حكم بثبوت حرمة المصاهرة هٰذا هو الواقع ۔ واما من ردقولى فلا يعلم ان رد الشهادة لايعتبر الا بوجه صحيح كما فى فتاوى الامام الغزى على صفحة ۲۰۰ وامتناع المدعى والشهود عن الحلف ليس لله وجه شرعى حتى يرد الشهادات والدعوى بذلك وفى المناقب الكردرى اعلم ان تحليف المدعي والشاهد امر منسوخ بطلانه والعمل بالمنسوخ حرام وقد ذكر فى فتاوى القاعدى وخزانة المفتين ان السلطان اذا امر قضاته بتحليف الشهود يجب على العلماء ان ينصحوا السلطان ويقولوا له لاتكلف قضاتك امرًا ان اطاعوك يلزم منه سخط الخالق وان عصوك يلزم منه سخطك الى اخر ما فيها (الاشباه والنظائر وشرحه للحموى ص۳۳۸ ج۲ ص۳۳۹ ج۲) فالعجب كل العجب بمن يجعل الامر الباطل الحرام الموجب سخط الخالق وجها شرعيًا لرد الدعوى والشهادة الحق ان حرمة المصاهرة ثابتة قطعًا يقينًا ومن قال خلاف ذالك فلا يصغى اليه ولا يعبأ بما يقول ۔

حرره المفتقر قمر الدين السيالوى

۲۹ رجب المرجب سنہ ۱۳۷۹ھ

الجواب ہمارے سابقہ فتویٰ کے بارے میں بعض علماء نے جو عربی میں رد تحریر فرمایا ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ اگر بالفرض گواہوں کو پنچایت کے رد کی بنا پر مردود الشہادۃ نہ بھی قرار دیا جائے تو بھی تقادم حادثہ کے سبب ان کی شہادت مردود ہوگی (جیسا کہ ہم اپنے سابقہ فتویٰ میں تحریر کر چکے ہیں) اس لئے کہ حرمت مصاہرت حقوق اللہ میں سے ہے (شامی ص۳۸۶ ج۴) اور تقادم حادثہ حقوق اللہ میں مسقط شہادت اور موجب تفسیق شہود ہے۔ خصوصاً جبکہ زوجین بدستور اکٹھے رہ رہے ہوں۔ اور شاہدین یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود عدالت میں پہنچ کر ان میں تفریق نہ کرائیں۔

کما صرح به غیر واحد۔ علامہ ابن نجیم بحر الرائق میں فرماتے ہیں۔

وانما قیدنا بحقوق العباد لما فی القنیة اجاب المشائخ فی شهود شهدوا بالحرمة المغلظة بعد ما اخروا شهادتهم خمسة ايام من غير عذر انها لا تقبل ان كانوا عالمين بانهما يعيشان عيش الازدواج ثم نقل عن العلاء الحمانی والخطيب الانماطی و كمال الائمة البياضی شهدوا بعد ستة اشهر باقرار الزوج بالطلقات الثلاث لا تقبل اذا كانوا عالمين بعيشهم عيش الازدواج وكثير من المشائخ اجابوا كذلك فی جنس هذا وان كان تاخيرهم بعذر تقبل مات عن امرأة وورثته فشهد الشهود انه كان اقر بحرمتها حال صحته ولم يشهدوا بذلك حال حياته لا تقبل اذا كانت هذه المرأة مع هذا الرجل وسكتوا لانهم فسقوا (البحر ص۶۳ ج۷)

۲۔ درمختار میں ہے۔ متی اخر شاهد الحسبة شهادة بلا عذر فسق فترد (درمختار علی حاشیۃ ابن عابدین ص۳۸۶ ج۴)

وجہ اس رد شہادت کی یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اب کسی دنیوی عداوت کے سبب مدعا علیہ کے خلاف گواہی دے رہے ہوں۔ ورنہ اتنی مدت تک تاخیر کی کیا وجہ۔ مخفی نہ رہے کہ بعض مقامات میں جو تقادم کو پندرہ سال وغیرہ سے محدود کیا گیا ہے یہ اس وقت

ہے کہ جب دعویٰ حقوق العباد کے بارے میں ہو۔جن میں سماعت شہادت کے لئے تقدم دعویٰ شرط ہے۔ حقوق اللہ میں ایسا نہیں۔ جیسا کہ بحر الرائق کی عبارت سے ظاہر ہے۔ اور دیگر کتب فقہ میں مصرح ہے۔نیز متنازعہ ہذا کا ایک دفعہ پنچایت میں پیش ہو جانا مانع تقادم نہیں۔جبکہ دوبارہ موصوف کے پاس پورے سال بھر کے بعد پیش کیا گیا۔ کیونکہ دونوں دعواجات کی درمیانی مدت ایک ماہ سے زائد ہے۔جس سے تقادم کو مقدر کیا گیا ہے۔

كما صرح به في الشامي في بحث الرابع عدم سماعها حيث تحقق تركها هذه المدة فلو ادعى في اثنائها لا يمنع بل تسمع دعواه ثانيا مالم يكن بين دعوى الاولى والثانية هذه المدة (شامي ص۳۹۳ ج۴ بحث من الدعوى في حقوق العباد خمس عشر سنة)

خواجہ قمرالدین صاحب نے تحلیف شہود کو جو امر ممتنع باطل اور اس پر عمل کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔سواولاً تو گزارش ہے کہ اگر یہ صحیح ہے۔تو موصوف نے پنچایت کے فیصلہ کی تصدیق کیسے کی۔حالانکہ وہاں بھی امتناع عن الحلف تھا رجوع نہ تھا۔عربی تحریر میں نکول مدعی اور شہود کا تذکرہ بھی غلط ہے۔نیز بعد میں جو فریقین متنازعہ موصوف کے پاس لے گئے ہیں۔تو خود موصوف اس حرام یعنی تحلیف شہود کے کیوں کر مرتکب ہوئے۔اور کیا موصوف کے اس دانستہ ارتکاب حرام کے بعد متذکرہ فیصلہ پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ثانیاً یہ درست ہے کہ اصل مذہب میں تحلیف شہود نہیں۔جیسا کہ اصل کتب مذہب میں مسطور ہے۔البتہ تزکیۂ شہود کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔لیکن جب بوجہ غلبہ فسق تزکیہ متعذر ہو جائے تو بعض فقہاء نے تحلیف شہود کو اختیار فرمالیا ہے۔جیسا کہ بحوالہ بحر سابقہ فتویٰ میں ہم لکھ چکے ہیں۔اور صاحب درمختار نے بھی اسے نقل کیا ہے اور فرمایا۔

اقره المصنف ثم نقل عنه عن الصيرفية تفويضه للقاضي قلت فلا تنافيه ما مر عن الاشباه (ص۳۸۸ ج۴)

شامی میں سابقہ فتویٰ میں خود صاحب بحر کی طرف سے دونوں لفظوں میں

تطبیق بھی ذکر کی گئی تھی تاکہ دوسری عبارات سے کسی کو دھوکہ نہ ہو کہ عدم تحلیف شہود ظہور عدالت کے وقت ہے اور تحلیف اس کے خفاء کے وقت۔ تو اب جو عبارات تحلیف شہود کے عدم جواز پر پیش کی گئی ہیں وہ ہمارے خلاف نہیں۔ پس ہمارے زمانے میں اگر کوئی قاضی وغیرہ کسی مقدمہ میں تحلیف شہود کو ضروری سمجھے تو شاہدین کو قسم کھانا ضروری ہوگا اور انکار حلف کی صورت میں اگر قاضی کا غلبہ گمان یہ ہو کہ گواہ جھوٹے ہیں تو اسے گواہان مذکورکو رد کرنے کا بھی حق حاصل ہے۔ تو پنچائت کی شہادت کو بوجہ انکار حلف رد کرنا درست متصور ہوگا۔ نیز موصوف نے جو عبارت اشباہ سے نقل کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سلطان کے لئے تحلیف شہود کا قانون بنانا درست نہیں۔ کہ ہر گواہ سے قسم لینا ضروری ہو اور حاکم اس کا مکلف ہو۔ اور یہ مطلب نہیں کہ کسی خاص مقدمہ میں اگر کوئی قاضی حلف لینا ضروری سمجھے تو اس کی بھی اجازت نہیں

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہٗ	بندہ عبد الستار عفی عنہ
	۲۹/۸/۱۳۷۹ھ

هذا الجواب وما اشبهه حق والحق احق ان يتبع وما عارض الحق الا صاحب الفساد فلا يكون على قوله الاعتماد ربنا لا تزغ قلوبنا بالتعنت والالحاد وانا الاذقر الراجي الى رحمة ربه الاحد

خیر محمد
مدیر المدرسہ خیر المدارس ملتان
۳۰/۸/۱۳۷۹ھ

جمہور فقہاءِ امت حرمتِ مصاہرۃ کے قائل ہیں اور اس کے حوالہ جات

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے سگے بیٹے کی بیوی کے پستان خواہشاتِ نفسانی کے ساتھ کھینچے یعنی مسلے۔ اور بیٹا خود اس عمل کو دیکھ کر اپنی بیوی کو گھر رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ کیا معافی کی کوئی صورت ہے؟ اور باپ کے اوپر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ عورت کے پانچ بچے ہیں، بڑے کی عمر سات سال ہے۔

الجواب یہ عورت اپنے خاوند پر حرام ہو چکی ہے۔ خاوند کو چاہیئے کہ یہ کہہ دے میں نے اس عورت کو چھوڑا۔ تاکہ بعد از عدت وہ دوسری جگہ نکاح کر سکے۔ ولا تذروها كالمعلقة كذا في عامة كتب الفقه۔ ہر چند دلائل لکھنا ضروری تو نہیں کیونکہ دلائل کو سمجھنا اور ان کے ضعف و قوت کو معلوم کرنا عام آدمی کا کام نہیں۔ لیکن چونکہ سوال کے متعلق کسی غیر مقلد کا فتویٰ بھی بھیجا گیا ہے۔ لہٰذا ہم فتویٰ کی قابل جواب عبارتوں پر مختصر سا تبصرہ کرتے ہیں۔

(۱) مجیب مذکور نے حرمتِ مصاہرہ کے مسئلہ کو کوئی شرعیت قرار دیا ہے ان کا دعویٰ ہے کہ اس کو فقی مذہب کا جمہور علماء اسلام نے انکار کیا ہے۔ ہم یہ بدگمانی تو نہیں کرتے کہ مجیب مذکور کو پتہ ہونے کے باوجود کہ یہ مذہب احناف کے علاوہ کس کس کا ہے، پھر بھی اس کو صرف حنفیہ کا مذہب قرار دیا ہے۔ بلکہ حسنِ ظن کی بنا پر یہی سمجھتے ہیں کہ مجیب مذکور کو چونکہ پتہ نہیں ہوگا۔ اس لئے اسے صرف حنفیہ کا مذہب کہا ہے۔ یہ بتانے سے قبل کہ جمہور امت میں سے حرمت مصاہرہ کا کون کون قائل ہے۔ یہ گزارش ضرور کریں گے۔ کہ اگر علمی معلومات اس درجہ کم ہوں تو شریعت کے ایسے اہم مسائل میں فتویٰ دینے اور بحث کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم اجرأكم على الفتيا اجرأكم على النار او كما قال۔

بہرحال یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ صحابہ کرام میں سے حضرت عمرؓ، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، عمران بن حصینؓ، جابرؓ، اُبیؓ، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا یہی مسلک ہے۔

جمہور تابعین مثلاً حسن بصری، شعبی، نخعی، اوزاعی، طاؤس، مجاہد، سعید بن المسیب، سلیمان بن یسار، حماد، ثوری، اسحٰق بن راہویہ رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اسی کے قائل ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے امام مالکؒ کی ایک روایت اور امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔

مجیب مذکور کو ان اسماء گرامی سے اندازہ ہو جائے گا کہ جمہور فقہاء کس مسلک کے پیرو کار تھے۔

(۲) مجیب مذکور فرماتے ہیں کہ شریعت محمدیہ میں ان مسائل کا نام و نشان ہی نہیں ہے اور ان پر کوئی دلیل موجود نہیں۔ یہ لکھنے کے بعد کہ یہ مسلک اتنے جلیل القدر صحابہ و تابعین اور ائمہ کا ہے۔ کسی دلیل کی حاجت تو نہیں رہتی مگر پھر بھی فاضل مجیب کی علمیت میں اضافہ کرنے کے لئے چند دلائل لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ قولہ تعالیٰ ولاتنکحوا ما نکح اٰباءکم الآیۃ نکاح کا حقیقی معنی وطی ہے۔ یعنی جن عورتوں سے تمہارے آباء نے وطی کی ہے۔ تم ان سے وطی نہ کرو۔ حاصل یہ ہے کہ باپ کی موطوءہ بیٹے کے لئے حرام ہے۔ باپ نے وطی حلال کی ہو یا حرام۔ کیونکہ اصل سبب حرمت وطی ہے نہ کہ نکاح۔ نکاح صحیح میں جو حرمت ثابت ہوتی ہے اس کا سبب بھی وطی ہے نہ کہ نفس نکاح۔ اور اثبات حرمت کے لئے وطی کو مقید بحلال کرنا زیادۃ علی الکتاب ہے۔

۲۔ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے جاہلیت میں ایک عورت سے زنا کیا تھا۔ کیا میں اس عورت کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس کو جائز نہیں سمجھتا (فتح ص ۱۱۹ ج ۳)

۳۔ عن ابن جریج ان النبی علیہ السلام قال فی الذی یتزوج المرأۃ فیغمز ولا یزید علی ذلک لا یتزوج ابنتہا۔ اھ

۴۔ روی الجوزجانی باسنادہ عن وھب بن منبہ قال ملعون من نظر الی فرج امرأۃ وابنتہا۔ اھ

۵۔ اخرج ابن ابی شیبۃ مرفوعاً من حدیث ام ھانی من نظر الی فرج امرأۃ لم تحل لہ امہا ولا بنتہا اھ

۶۔ اخرج ابن ابی شیبۃ بسندہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ھکذا اھ

۷۔ بیہقی نے یہی روایت حجاج بن ارطاۃ کے واسطہ سے ام ہانی سے نقل کی ہے۔

اور حجاج مسلم کے رواۃ میں سے ہیں مزید احادیث و آثار کتب میں موجود ہیں۔ ہم خوف طوالت کی وجہ سے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ تعجب ہے کہ فاضل مجیب نے اتنے دلائل کے ہوتے ہوئے کیسے کہہ دیا۔ کہ اس پر کوئی دلیل نہیں، مسلک کے خلاف دلائل کا نقل نہ کرنا تو ایک بات بھی ہے گو انصاف کے خلاف ہے۔ مگر فریق مخالف کے دلائل کا سرے سے انکار ہی کر دینا یہ جرأت تو فاضل مجیب میں ہی دیکھی ہے۔

(۳) فاضل مجیب نے جن دلائل کی بنا پر فتویٰ دیا ہے۔ اب ذرا ان کی حقیقت بھی ملاحظہ ہو۔ سب سے پہلے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما نقل کی ہے۔ اس کی سند میں اسحٰق بن ابی فروہ موجود ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی ہے۔ اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث ہی نہیں۔ بلکہ عراق کے کسی قاضی کا کلام ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے جو روایت نقل کی جاتی ہے۔ اس میں عثمان بن عبد الرحمٰن وقاصی موجود ہے۔ اس کے بارے میں یحییٰ ابن معین فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ امام بخاری، امام ابوداؤد، اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں۔ ھو لیس بشئی۔ فاضل مجیب نے جن دلائل کی بنا پر اتنا طویل و عریض فتویٰ لکھا ہے۔ ان میں سے سند کے اعتبار سے کوئی بھی صحیح نہیں۔ اب بتائیں کہ دلائل ان کے پاس نہیں ہیں یا احناف کے پاس۔

الحاصل مذکورہ عورت اپنے خاوند پر حرام ہو چکی ہے۔ اس پر عمل کرنا ضروری ہے جبکہ مس بلا حائل ہوا ہو اور انزال بھی نہ ہوا ہو۔ اس غلط فتویٰ سے وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ فتویٰ میں جواب کم اور احناف پر اعتراضات زیادہ کئے گئے ہیں، ہم ایسی باتوں کو فتویٰ اور عالمانہ شان کے منافی سمجھتے ہوئے ان کے جواب سے گریز کرتے ہیں۔

ع۔ گفتگو آئین درویشی نبود۔ ورنہ با تو ماجرا ہا داشتیم۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ — ۲/۱۲/۱۳۹۸ھ

حرمتِ مصاہرہ میں گواہ نہ ہوں تو خاوند کا تصدیق کرنا ضروری ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس بارے میں۔ کہ ایک عورت ہندہ مسمی زید کی منکوحہ مدخولہ ہے۔ اس کے بطن سے دو بچے بھی پیدا ہوئے ہیں۔ جو کہ بقید حیات ہیں۔ زید کے والد حقیقی نے ہندہ (اپنی بہو) کے ساتھ زنا بالجبر کیا۔ خدا اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آیا ہندہ زید کے حق میں رہ سکتی ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔ اس واقعہ میں زید اپنی بیوی کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اس کا غالب گمان یہ ہے کہ میرے باپ نے یہ فعل بد کیا ہے۔

اللہ بچایا ولد حاجی ملک وزیر احمد

الجواب برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں مسمات ہندہ مسمی زید پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی ہے۔

قال فی الفتح وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن یصدقها ویقع فی اکبر رأیه صدقها وعلی هذا ینبغی أن یقال فی مسه ایاها لاتحرم علی ابیه وابنه الا أن یصدقاه اویغلب علی ظنهما صدقه ثم رأیت عن ابی یوسف مایفید ذلك اھ (ص۲۸۰ ج۲ شامی)

زید کو چاہیے کہ وہ ہندہ کو فوراً علیحدہ بھی کر دے اور اسے کہہ دے کہ میں نے ہندہ کو چھوڑ دیا (طلاق دی) اس کے بعد ہندہ عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

درمختار میں ہے۔ وبحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لها التزوج بآخر الا بعد المتارکة وانقضاء العدة (ص۲۸۳ ج۲ شامیہ)

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۶ / ۷ / ۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ
خیر المدارس ملتان

رضاعت کے مسائل

بیوی کی رضاعی ماں سے نکاح کر لیا جائے تو دونوں حرام ہو گئیں دونوں کو چھوڑنا ضروری ہے

مسماۃ پیراں مائی میری سرپرستی میں ہے میری ماموں زاد بہن بھی ہے اب وہ جوان ہے۔ متوفی والد مسماۃ مذکورہ نے اپنے پیچھے دو بیوگان کو چھوڑا ہے متوفی نے مذکورہ کا نکاح بوقت نابالغی باز محمد سے پڑھ دیا۔ نکاح کے رجسٹر میں اس لڑکی کا انگوٹھا رضامندی کا ابھی تک نہیں لگا ہے۔ مسمّی باز محمد نے اس لڑکی کی رضاعی ماں سے شادی کر لی ہے۔ مذکورہ اپنی ماں کا دودھ بھی پی چکی ہے۔ تو مذکورہ لڑکی مسمی باز محمد کے نکاح میں رہی ہے یا نہیں۔

الجواب صورت مسئولہ میں پیراں جو کہ اپنی سوتیلی ماں کی رضاعی بیٹی ہے کا نکاح چونکہ اس کے باپ نے حالت نابالغی میں کر دیا تھا اس لئے نکاح صحیح ہوا اور دوسرا نکاح جو کہ باز محمد نے اس کی سوتیلی ماں جو کہ اس لڑکی مذکورہ کی رضاعی ماں بھی ہے سے کیا صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ رضاعی ماں اور رضاعی لڑکی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔ (والدلیل علیہ قول العالمگیریہ ص۲)

والاصل ان کل امرأتین لو صورنا احداھما من ای جانب ذکراً لم یجز النکاح بینھما برضاع او نسب ـــــ اور جن دو کو جمع کرنا جائز نہیں انمیں سے جس سے بعد میں نکاح کیا ہوا سے نکاح فاسد ہوتا ہے۔ والدلیل علیہ وان تزوجھما فی عقدین فنکاح الاخیرۃ فاسدۃ۔

نوٹ: باز محمد پر لازم ہے کہ دوسری بیوی کو علیحدہ کر دے اور اس عورت پر عدت لازم ہے اور نسب اسی خاوند سے ثابت ہوگا اور عورت کے لئے مہر مقررہ اور مہر مثل میں سے جو اقل ہو وہ دینا پڑے گا۔ بشرطیکہ باز محمد دوسری عورت سے دخول کر چکا ہو۔ والدلیل علیہ قول العالمگیریہ وان فارقھا بعد الدخول فلھا المھر و یجب الاقل من المسمی ومن المھر المثل وعلیھا العدۃ ویثبت النسب۔ (نوٹ) صورت مسئولہ میں پہلی بیوی بھی حرام ہو گئی، حرمت مصاہرہ ثابت ہونے کی وجہ سے کیونکہ جب اس نے اس کی رضاعی ماں سے جماع کر لیا تو اب اس کی پہلی بیوی حرام ہو گئی۔ لہٰذا جس طرح دوسری بیوی کو چھوڑنا لازم ہے پہلی کو بھی چھوڑنا لازم ہے حرمت مصاہرہ کے لئے فسخ یا طلاق کی ضرورت ہوتی ہے، اسی لئے خاوند کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ طلاق دے ورنہ عدالت سے فسخ کرا لیا جائے ـــــ فقط واللہ اعلم بندہ محمد عبداللہ

رضاعت میں نفی کی گواہی قبول نہیں۔

زوجہ نے شہادت میں رضاع بین المتناکحین کو ثابت کیا اور زوج نفی رضاع پر شہادت پیش کرے تو کیا یہ شہادت شرعاً صحیح و مقبول ہے۔؟

الجواب شہادتِ نفی غیر معلوم بالتواتر پر مقبول نہیں۔ شامی باب الیمین فی البیع میں ہے۔

(قولہ لو تقبل الخ) حاصلہ ان لا یفصل فی النفی بین ان یحیط بہ علم الشاھد فتقبل الشہادۃ والا فلا بل لا تقبل علی النفی مطلقاً۔

الجواب صحیح ، سراج محمد | حررہ عبدالواحد خانپوری

صورت مسئولہ میں اگر رضاع پر دو گواہ مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عادل ہیں تو رضاع ثابت ہوجائے گی اور نفی رضاع پر گواہی معتبر نہیں۔ والجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ غفراللہ لہٗ

سفید پانی سے بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی

بڑی بہن اور چھوٹا بھائی ممتاز اکٹھے سو رہے تھے جبکہ بڑی بہن کی لڑکی عرصہ تقریباً دو ماہ سے فوت ہوچکی ہے تو ممتاز نے اپنی بڑی بہن کے پستانوں کو چوسا جبکہ اس کی بڑی بہن کا بیان ہے میرا دودھ خشک ہوچکا تھا سفید پانی آتا تھا۔ مسمی ممتاز احمد کی عمر تقریباً دو سال تھی۔ کیا مسمی ممتاز احمد کی رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں، اگر ہوتی ہے تو کیا ممتاز احمد کی لڑکی ناصرہ اس کی بڑی بہن کے لڑکے طارق کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؛ وضاحت فرمائیں۔

الجواب مسماۃ ناصرہ اور طارق کا آپس میں نکاح نہ کیا جائے۔ یہ سفید پانی درحقیقت دودھ ہے جو کسی وجہ سے متغیر ہوگیا ہے لہذا یہ رشتہ نہیں ہوسکتا۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الحدیث، فقط واللہ اعلم، بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ۔

اگر ممتاز نے دودھ ۲½ سال کے اندر پیا ہے تب تحریم ثابت ہوگی۔

فی الجوھرۃ انہ فی الحولین ونصف ولو بعد الفطام محرم وعلیہ الفتوی۔ (درمختار علی الشامیہ ص۲۲)

والجواب صحیح۔ بندہ عبدالستار عفی عنہ

رضیعہ کا نکاح رضاعی باپ کی دوسری بیوی کی اولاد سے بھی درست نہیں

ہندہ، خالدہ کی رضیعہ ہے، خالدہ کے خاوند کی دوسری بیوی زینب ہے، کیا ہندہ کا نکاح خالدہ کے خاوند کی دوسری بیوی زینب کی اولاد سے ہوسکتا ہے۔

الجواب ہندہ کا نکاح خالدہ کے خاوند کی دوسری بیوی زینب کی اولاد سے بھی جائز نہیں۔

یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع وأصولھما وفروعھما من النسب والرضاع جمیعاحتی ان المرضعۃ لو ولدت من ھذا الرجل أوغیرہ قبل ھذا الارضاع أوارضعت امرأۃ من لبنہ رضیعافالکل اخوۃ الرضیع وأخواتہ وأولادھم أولاد اخوتہ وأخواتہ الخ۔ (عالمگیری ص۳۴۳ ج۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
۶/ ۲/ ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح
بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہ

رضاعت کے عادل گواہ موجود ہوں تو غیر مدخولہ ہونے کی صورت میں فسخ قاضی کی کوئی ضرورت نہیں

غیر شادی شدہ (غیر مدخولہ) عورت کے ہاں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت رضاعت گزری جس پر اس نے اپنا نکاح فسخ کر کے بذریعہ درخواست مجسٹریٹ سے تفریق کی طالب ہوئی جس نے گواہ نفی رضاعت مقدم رکھ کر فیصلہ عدم رضاع دیا۔ کیا شرعاً نکاح رہا یا نہ؟

الجواب بوجہ غیر مدخولہ ہونے کے تفرق ابدان سے نکاح فسخ ہوگیا۔ قضاء قاضی کی یہاں ضرورت نہیں کیونکہ رضاعت سے نکاح فاسد ہوا جس میں غیر مدخولہ کے فسخ نکاح کے لئے تفریق ابدان کافی ہے اور مدخولہ کے لئے قضاء قاضی ضروری ہے جبکہ زوج متارکہ نہ کرے، فیصلہ قانونی برخلاف فتویٰ شرعیہ ہونے کے کالعدم ہے مگر دفع جرم قانونی ازدواج مکرر سے بچنے کے لئے تجدید نکاح کی اجازت لینا ضروری ہے۔ شامی ص۵۶۹ ج۲ میں ہے:۔

قولہ وحجتہ حجۃ المال وھی شھادۃ عدلین او عدل وعدلتین لکن لا تقع الفرقۃ الا بتفریق القاضی لتضمنھا حق العبد الخ الحاصل ان المذھب عندنا ان النکاح لا یرتفع بحرمۃ الرضاع والمصاھرۃ بل یفسد وفی الفاسد لا بد من تفریق القاضی او المتارکۃ بالقول واللہ اعلم ــــــ (از دارالافتاء سراج العلوم خان پور)

اگر رضاعت کا ثبوت علیٰ شہادت سے ہو جاوے اور شہادت میں تمام شرائط ملحوظ ہوں تو ثابت ہوا کہ عورت نکاح کے وقت محرمات میں سے تھی اور نکاح محارم باطل ہے کما ھو قولھما وھو المفتی بہ تو تفریق کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر اس نکاح کو فاسد بھی کہا جائے۔ کما ھو قول الامام تو بھی علیٰ وفق جواب المجیب، عورت مذکورہ کو فسخ نکاح اوّل اور تجدید نکاح کا اختیار حاصل ہے۔

الجواب صحیح
محمد عبداللہ غفرلہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان

واللہ اعلم
محمود عفا اللہ عنہٗ
مفتی قاسم العلوم ملتان

تین سال کی عمر میں دودھ پینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک لڑکے نے کچھ دن اپنی نانی کا دودھ پیا اس وقت لڑکے کی عمر تین سال تھی اور اسکے ساتھ اسکی خالہ نے بھی دودھ پیا جس کی عمر ۵ یا ۶ دن تھی اس لڑکے کا نکاح بڑی خالہ کی لڑکی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں دودھ پینے والے لڑکے کا نکاح خالہ کی لڑکی سے شرعاً درست ہے کیونکہ تین سال کی عمر میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

فی وقت مخصوص ھو حولان و نصف عندہ و حولان فقط عندھما وھو الاصح، فتح: وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری عن العون (در مختار علی الشامیۃ ص ۴۴۷ ج ۲) فقط واللہ اعلم

محمد انور

رشتہ نہ ملنے کی وجہ سے رضاعت کی گواہی دینا

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ میں اپنے لڑکے کا نکاح اپنی بھانجی سے کرنا چاہتا ہوں ایک شخص کچھ دنوں سے یہ کہہ رہا ہے کہ اس لڑکے اور لڑکی نے اپنی نانی کا دودھ پیا تھا۔ اس بات کا قائل شخص مذکور کے علاوہ اور کوئی نہیں اور ان بچوں کی نانی بھی فوت

ہوگئی ہے اس شخص نے یہ باتیں اسوقت کہنی شروع کیں جب اس کو یہ رشتہ مانگنے پر نہ ملا۔ آیا اس ایک شخص کے کہنے سے حرمت ثابت ہو گی یا نہ ؟

الجواب برتقدیر صحت واقعہ اگر آپکے لڑکے اور بھانجی نے نانی کا دودھ نہیں پیا تو ان کا عقدِ نکاح شرعاً درست ہے محض ایک آدمی کے کہنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ والرضاع حجتہ حجۃ المال وھی شہادۃ عدلین او عدل وعدلتین (درمختار علی الشامیۃ ص ۴۴۸ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم ،

محمد انور

مزنیہ کی رضیعہ سے نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کے ہندہ سے ناجائز تعلقات تھے خالدہ نے ہندہ کا دودھ پیا تھا تو کیا زید ہندہ کی رضیعہ خالدہ سے نکاح کرسکتا ہے؟

الجواب زانی مزنیہ کی رضاعی اولاد سے نکاح نہیں کرسکتا کیونکہ مزنیہ عورت زانی کے اصول وفروع پر خواہ وہ نسبی ہوں خواہ رضاعی حرام ہے اسی طرح مزنیہ کے اصول وفروع خواہ نسبی ہوں یا رضاعی زانی پر حرام ہیں لہذا زید خالدہ سے نکاح نہیں کرسکتا۔ أراد بحرمۃ المصاھرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المرأۃ علی أصول الزانی وفروعہ نسباً ورضاعاً وحرمۃ أصولھا وفروعھا علی الزانی نسباً ورضاعاً کما فی الوطء الحلال (بحر الرائق ص ۱۰۸ ج ۳ فی فصل المحرمات) فقط واللہ اعلم ،

محمد انور
مفتی خیر المدارس ملتان

سوئے ہوئے بچے کے منہ میں پستان دے دیا تو حرمت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بچہ نیند کی حالت میں سویا ہوا تھا

کہ ایک عورت نے اسی حالت میں پستان اس کے منہ میں دے دیا بچے کی طرف سے دُودھ چوسنے کے بارے میں کوئی حرکت نہیں ہوئی بچہ بدستور سویا رہا پستان منہ سے نکالنے کے بعد بھی بچہ سویا ہوا تھا۔ تو کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی؟

الجواب حرمتِ رضاعت اسوقت تک ثابت نہیں ہوتی جب تک قطعی طور پر دودھ کے حلق تک پہنچنے کا یقین نہ ہو جائے۔

فلو التقم الحلمة ولم يدر أدخل اللبن في حلقه أم لا لم يحرم لان في المانع شكا (الدر المختار ص۴۲۹ ج۲)

لو أدخلت الحلمة في في الصبي وشكت في الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشك. (رد المحتار ص۴۳۹ ج۲) فقط واللہ اعلم، محمد انور

۱۴۰۶/۲/۱۱

دُودھ پینے کے بعد قے کر دی تو بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میری والدہ نے میری پھوپھی زاد بہن کو دو مرتبہ دُودھ پلایا اور اس نے قے کر دی اب میرے والدین اس لڑکی سے میرا نکاح کرنا چاہتے ہیں، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب برتقدیر صحت واقعہ جس بچی نے آپ کی والدہ کا دودھ پیا ہے اس سے آپ کا نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ دُودھ پینے کی وجہ سے وہ لڑکی آپ کی رضاعی بہن ہے اور رضاعی بہن سے شرعاً نکاح درست نہیں قے کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا بشرطیکہ یہ دودھ پینا مدتِ رضاعت میں ہوا ہو۔

ويثبت به وان قل ان علم وصوله لجوفه من فمه أو أنفه (در مختار علی الشامیۃ ص۴۳۹ ج۲)

فقط واللہ اعلم۔

محمد انور ۵/۱۲/۱۴۱۲ھ

ناک کان میں دودھ ڈالنے سے رضاعت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دریں مسئلہ کہ کسی مرض کی وجہ سے عورت کا دودھ بچے کے کان : ناک : آنکھ میں ڈالا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر استعمال کر لیا تو ایسا کرنے سے رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

الجواب بغیر کسی عذر کے عورت کا دودھ استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ البتہ بطور دواء اسوقت استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جب مسلمان حاذق حکیم تجویز کرے کہ اس کے علاوہ کوئی دواء کارگر نہ ہوگی۔

والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح (درمختار) ص ۴۳۸ / ۲

وفي الشامية قيل يرخص اذ علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوىٰ۔ ص ۴۳۸ ج ۲

اگر مدتِ رضاعت میں منہ اور ناک کے ذریعے دودھ استعمال کیا تو رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ مگر کان کے ذریعے استعمال کرنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

ويثبت به وان قل ان علم وصوله لجوفه من فمه او انفه لا غير۔ (درمختار باب الرضاع) (ص ۴۳۹ ج ۲)

ثم أجاب بان المراد بالمص الوصول الى الجوف من المنفذين

(شامی ص ۴۳۷ / ۲)

ولا الاحتقان والاقطار في أذن واحليل وجائفة وآمة

(در مختار ص ۴۴۴ ج ۲ على الشامية باب الرضاع) فقط واللہ اعلم

محمد انور

حرمت کے لئے وقتِ رضاعت ایک ہونا ضروری نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ کیا حرمتِ رضاعت کے لئے ضروری ہے کہ لڑکی اور لڑکے نے اکٹھے دودھ پیا ہو اگر لڑکی نے بیس سال پہلے اور لڑکے نے بیس سال بعد

دُودھ پیا ہو تو کیا حرمتِ رضاعت پھر بھی ثابت ہو گی۔؟

الجواب جب دو بچوں نے ایک عورت کا دُودھ پیا ہے تو ان میں حرمتِ رضاعت ثابت ہو گئی تقدیم و تاخیر کا اعتبار نہیں۔

ولا فرق فی التحریم بین الرضاع الطارئ والمتقدم کذا فی المحیط (عالمگیری ص۳۴۵ ج۱)

قولہٗ وان اختلف الزمن کأن أرضعت الولد الثانی بعد الاول بعشرین سنة مثلاً وکان کل منهما فی مدة الرضاع

(شامی ص۴۴۳ ج۲) فقط واللہ اعلم،

محمد انور ، ۱۱/۲/۱۴۰۷ھ

مُردہ عورت کا دُودھ پینے سے بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک بچی کو مردہ عورت کا دودھ پلا دیا جائے تو کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ بدلیل جواب دیں۔

بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا" ، المستفتی ، محمد ارشاد جھنگوی

الجواب برتقدیرِ صحتِ واقعہ صُورتِ مسئولہ میں جس بچی نے مُردہ عورت کا دودھ پیا ہے اُس کی حرمتِ رضاعت ثابت ہو گئی۔

ولبن الحیة والمیتة سواء فی التحریم کذا فی الظهیریة۔

(عالمگیری ص۳۴۴ ج۱ مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ)

واذا حلب لبن المرأة بعد موتها فأوجر الصبی تعلق به التحریم

(ہدایہ ص۳۳۲ ج۲) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور ۲۷/۱۲/۱۴۱۷ھ

از خود دودھ اُتر آئے تو حرمت صرف مرضعہ سے ثابت ہوگی

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ اصغر نے کبریٰ سے نکاح کیا ایک عرصہ تک کوئی اولاد نہ ہوئی بدوں اولاد ہی کبریٰ کو دودھ اُتر آیا اور اس نے وہ دودھ ایک بچی کو پلایا کیا مذکورہ بچی کا نکاح اصغر کے اس لڑکے سے ہو سکتا ہے جو پہلی بیوی سے ہے۔

الجواب بدوں ولادت دودھ اُتر آنے تو حرمت کا تعلق صرف مرضعہ سے ہوگا لہٰذا اس لڑکی کا نکاح خاوند کی پہلی بیوی کے لڑکے کے ساتھ جائز ہے

رجل تزوج امرأة ولم تلد منه قط ثم نزل لها لبن فارضعت صبیا کان الرضاع من المرأة دون زوجها (عالمگیری ص ۳۴۳ ج ۱)

فقط واللہ اعلم، بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

۱۴۱۱/۹/۲ھ

بیوی کا دودھ پینے سے بیوی حرام نہیں ہوتی

کوئی خاوند جوش محبت میں اپنی بیوی کی چھاتیوں کو چوسنے لگے۔ اور اس وجہ سے ان سے دودھ نکل کر خاوند کے منہ میں چلا جائے تو اس کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے کیا اس شخص کا نکاح ٹھیک رہے گا یا نہیں، برائے مہربانی اس مسئلے کے بارے میں جلد از جلد لکھیں۔

الجواب بیوی کا دودھ پی لینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ اور بیوی حرام نہیں ہوتی۔ البتہ دانستہ بیوی کا دودھ پینا حرام ہے اور دودھ آنے کا اندیشہ ہو تو چوسنے سے بھی پرہیز کی جائے جو ہو چکا اس کے لئے استغفار کیا جاوے۔

مص رجل ثدی زوجته لم تحرم۔ (درمختار ص ۴۲۹ ج ۲)

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم، محمد انور ۱۴۰۱/۱۰/۸ھ

رضیعہ کا نکاح مرضعہ کے پوتے کے ساتھ

مسماۃ ساجدہ دختر غلام رسول نے سرداں خاتون زوجہ اللہ بخش کا دودھ پیا ہے جبکہ اسوقت ساجدہ کی عمر ایک سال ہوگی سرور خاتون کا لڑکا اسلم اور مسماۃ ساجدہ دونوں نے ملکر مسماۃ سرور کا دودھ پیا ہے اب سرور خاتون مسماۃ ساجدہ کا رشتہ اپنے پوتے ارشد بن رضا حسین کے لئے مانگ رہی ہے کیا مسماۃ ساجدہ کا نکاح ارشد کے ہمراہ جائز ہے یا نہیں۔ طارق، محلہ قدیر آباد۔ ملتان

الجواب درمختار علی الشامیہ ص ۴۳۹ ج ۲ میں ہے۔ ویثبت به ابوة المرضعة للرضيع الى قوله فيحرم منه اى بسببه ما يحرم من النسب۔

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ مسماۃ ساجدہ کا عقد نکاح مسمی ارشد بن رضا حسین سے شرعاً درست نہیں ہے رشتہ میں ارشد مذکور مسماۃ ساجدہ کا رضاعی بھتیجا ہے جس سے عقد نکاح درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم، بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفی عنہ ۱۱/۵/۱۴۱۵ھ

رضاعی ماموں اور بھانجی کا نکاح درست نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک عورت شرمن نامی کی ایک بہن حمیدہ ہے اور شرمن کا ایک بیٹا عبد الحمید ہے۔ ان دونوں نے شرمن کا دودھ پیا ہے۔ اب حمیدہ کی بھی شادی ہوگئی ہے۔ اور لڑکی پیدا ہوگئی ہے اور شرمن کی دوسری جگہ شادی ہوگئی ہے اور لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اب شرمن کے دوسرے گھر والے لڑکے سے حمیدہ کی لڑکی کی شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مذکورہ میں شرمن کے دوسرے گھر والے لڑکے سے حمیدہ کی لڑکی کا نکاح جائز نہیں ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان بھانجی اور

ماموں کا رشتہ ہے۔ ولا حل بین الرضیعة و ولد مرضعتها أی التی أرضعتها وولد ولدها لانه ولد الاخ " درمختار ص۲۱۳"

فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص۲۲۸ ج۸) فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد اسحاق غفرلہ،

رضاعت کے لئے کس طرح کی گواہی ضروری ہے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں صورت حال یہ ہے کہ اکرم کی شادی ہوئی ہاجرہ سے جس کو تقریباً پندرہ سال ہو گئے ہیں۔ ایک بچہ بھی اسوقت موجود ہے۔ دوسرا بچہ فوت ہو چکا ہے کندن ایک بوڑھی عورت ہے۔ جو کہ اکرم کی نانی اور ہاجرہ کی دادی ہے کہتی ہے کہ میں نے اکرم کو اکرم کے بچپن میں اپنی چھاتی پر لگایا ہے لیکن دودھ نہیں پلایا اور میں اس بارے میں قرآن اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ کیونکہ اسوقت میرا سب سے چھوٹا بچہ کئی سال کا تھا اور میرے پستانوں میں دودھ خشک ہو چکا تھا۔

لیکن ہاجرہ کے گھر والے کندن کے اس قول کی آڑ میں (کہ میں نے چھاتی پر لگایا) اپنا مقصد (ہاجرہ کو چھڑانا) پورا کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم زنا کروانا نہیں چاہتے آپ فرمائیں کہ کیا محض بچہ کو چھاتی پر لگانے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے؟

الجواب اوّل تو محض عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی پھر وہ بھی دودھ پلانے کی نفی کرتی ہے لہذا اس کو بنیاد بنا کر کوئی فیصلہ کرنا درست نہیں ہاں اس کے علاوہ کوئی ثبوت ہو تو ذکر کریں۔

والرضاع حجته حجة المال وهي شهادة عدلين أو عدل و عدلتين اھ (درمختار علی الشامیة ص۲۲۸ ج۲ ، فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح ، محمد انور

بندہ عبدالستار عفی عنہ ، غرۃ رجب ۱۴۱۵ھ

مرضعہ حالتِ نیند میں دُودھ پلادے تو رضاعت کا حکم

گزارش ہے ناصرہ کی والدہ اپنی بچی ناصرہ کے ساتھ سوئی ہوئی تھی ساتھ ہی اس کا بھتیجا سویا ہوا تھا اچانک وہ رونے لگا تو ناصرہ کی والدہ نے اس بھتیجے کو دُودھ پلا دیا نیند کی حالت میں، اور اسی حالت میں سوئی رہی نہ معلوم بچّہ نے کتنا دودھ پیا، کتنی دیر پیا کہ اس عورت کی بھابی یعنی لڑکے کی والدہ نے اس کو آکر جگایا۔ اب ناصرہ اور اس لڑکے کی شادی ہو رہی ہے کیا نکاح کرنا مذکورہ صورت میں جائز ہوگا؟ نیز اہلِ محلہ کے لئے اس بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا شرکت کریں یا کہ شرکت نہ کریں۔ والسلام،

قاری محمد عرفان

اقراٗ مسجد محبوب آباد ملتان شہر

الجواب صورتِ مسئولہ میں ناصرہ مذکورہ لڑکے کی رضاعی بہن ہے لہذا شرعاً ان کا آپس میں نکاح جائز نہیں اگر کریں گے تو جائز نہ ہوگا اور بدکاری کے مرتکب گردانے جائیں گے اہلِ محلہ کو چاہیئے کہ ان کی شادی میں شرکت نہ کریں۔

كما في الهندية يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعاً (ص۳۴۲ ج۱) فقط والله اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ محمد انور

رضاعت کی شہادت میں تناقض کا حکم

زید اور خالدہ کا آپس میں رشتہ ہو رہا ہے۔ عبدالغفور گواہی دیتا ہے۔ کہ زید اور خالدہ آپس میں رضاعی بہن بھائی ہیں۔ جبکہ یہی عبدالغفور پہلے اس رشتہ کا حامی تھا اور جو لوگ رضاعت کا دعوٰی کرتے تھے ان کی تردید کرتا تھا۔ ویسے عبدالغفور کے علاوہ ایک عورت اور ایک مرد بھی گواہ ہیں۔ (سائل: زین العابدین کرنالوی)

الجواب قاضی خان کے مطابق مسئلہ رضاع میں قبل النکاح ایک عادل معتمد شخص کی گواہی قابلِ قبول ہے اور نکاح کی شرعاً اجازت نہیں۔

لکن فی محرمات الخانیۃ ان کان قبلہ ای النکاح والمخبر عدلٌ ثقۃ لا یجوز النکاح (ص ۲۱۳ ج ۲)

صورتِ مسئولہ میں دو مردوں اور ایک عورت کی گواہی موجود ہے مسمی عبدالغفور کی شہادت شرعاً قابلِ قبول ہے تناقض کی وجہ سے رد نہیں کی جاسکتی کیونکہ فقہائے تصریح کی ہے کہ مسئلہ رضاعت میں تناقض مؤثر نہیں درمختار میں ہے۔

قال لزوجتہ ھذہ رضیعتی ثم رجع عن قولہ صدق لان الرضاع مما یخفی فلا یمنع التناقض فیہ (درمختار علی الشامیہ مطبوعہ کوئٹہ ص ۴۴ ج ۲)

لہذا سابقہ مسئلہ ہی درست ہے۔ فقط واللہ اعلم،

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۲ / ۶ / ۱۴۰۶ھ

رضاعی بہن سے نکاح حرام ہے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ خالدہ اور ساجد نے ہندہ نامی عورت کا دودھ پیا ہے۔ آیا خالدہ اور ساجد کا نکاح باہم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: برتقدیر صحت واقعہ صورتِ مسئولہ میں خالدہ اور ساجد کا باہم نکاح جائز نہیں کیونکہ ہندہ کا دودھ پینے کی وجہ سے یہ رضاعی بہن بھائی ہیں۔

لقولہ تعالیٰ واخواتکم من الرضاعۃ (الآیۃ)

فقط واللہ اعلم، محمد انور

مدتِ رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہ ہوگی

مسئلہ۔ ایک لڑکی نے تین یا چار سال کی عمر میں ایک اجنبیہ عورت کا دودھ پیا اور

وہ عورت ایک لڑکے کی بھی والدہ ہے اور لڑکا بعمر ڈیڑھ سال یا دو سال کا ابھی تک دودھ پیتا ہے۔ تو انکا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ کیا یہ آپس میں رضاعی بہن بھائی بن گئے یا نہیں۔ اور دودھ پلانے والی رضاعی ماں بن گئی؟ شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب اڑھائی سال کے بعد کوئی بچہ کسی عورت کا دودھ پیئے تو بالاتفاق اس سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی لہذا جس لڑکی نے تین چار سال کی عمر میں اس عورت کا دودھ پیا ہے وہ عورت اس کے لئے رضاعی ماں نہیں بنی اس کے لڑکے کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح درست ہے۔

ویثبت التحریم فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغناء

(درمختار علی الشامیۃ) ص۴۲۵ ج۲ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

دوا سے اُترنے والے دودھ سے رضاعت کا حکم

گل محمد نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے اس حال میں کہ اسکی دادی کی آخری اولاد کی عمر دس بارہ سال تھی یعنی اس کا دودھ ختم ہو گیا تھا دوا، وغیرہ کرنے سے دودھ اُترا اب اس جدہ کی لڑکی کی بیٹی سے یعنی جدہ کی نواسی سے گل محمد کی شادی کرنا جائز ہے؟

الجواب اس صورت میں یہ نواسی گل محمد کے لئے بھانجی بن گئی ہے رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں ہے دوا وغیرہ کے ذریعے سے جو دودھ اُترے وہ بھی حرمت پیدا کرتا ہے۔ فقط محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

الجواب صحیح، خیر محمد عفی عنہ بانی و مہتمم خیر المدارس ملتان ۸ / ۲ / ۷۱ھ

رضاعی بھتیجی سے نکاح درست نہیں

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ میرے چھوٹے

بھائی عبدالشکور کے بچے محمد مدنی نے میرے سب سے چھوٹے بھائی اقبال کے ساتھ مل کر میری والدہ کا دودھ پیا ہے۔ اب کیا میرے لئے عبدالشکور کے اس لڑکے (محمد مدنی) سے اپنی لڑکی کا عقدِ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟ المستفتی، عبدالعزیز۔ نیو ملتان

الجواب مذکورہ صورت میں یہ نکاح دُرست نہیں ہے۔ اس لئے کہ محمد مدنی ولد عبدالشکور دادی کا دُودھ پینے کی وجہ سے آپ کا رضاعی بھائی بن گیا ہے اور آپ کی لڑکی اسکی بھتیجی ہے

یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع وأصولھما وفروعھما من النسب والرضاع جمیعا ..... الی قولہ: فالکل اخوۃ الرضیع وأخواتہ وأولادھم أولاد اخوتہ وأخواتہ الخ عالمگیری ص ۳۴۳ ج ۱

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفی عنہ، بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

نسبی بھائی کی رضاعی بھانجی سے نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اور علماء شرع شریف کہ ایک شخص افضل نامی نے اپنی خالہ (ماسی) کے ساتھ ملکر دونوں نے ایک ہی عورت کا دُودھ پیا یعنی افضل نے اپنی نانی کا اور خالہ نے اپنی والدہ کا دودھ پیا تو ایسی صورت میں افضل خود تو خالہ کی بیٹی کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا۔ افضل کا ایک حقیقی چھوٹا بھائی اصغر ہے۔ وہ اپنی خالہ کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے یا نہیں، مسئلے کا جواب جلدی عنایت فرمادیں۔ شکریہ والسلام۔

المستفتی محمد رمضان غفرلہٗ خطیب جامع مسجد ربنڑہ

الجواب رضاعت سے افضل کی رشتہ داری ثابت ہوگی اصغر کی نہیں، اصغر اپنے بھائی کی رضاعی بہن اور خالہ کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے۔

للقاعدۃ المعروفۃ وتحل اخت اخیہ رضاعا اھ۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ محمد انور عفا اللہ عنہ،

مرضعہ کی نواسی سے نکاح جائز نہیں

دادی نے زید کو دودھ پلایا۔ یہ دودھ علاج معالجہ سے اُتارا گیا۔ کیونکہ دادی کا خاوند پندرہ سال سے فوت ہو چکا ہے۔ دُودھ مدتِ رضاعت کے اندر پلایا گیا۔ زید اپنی پھوپھی کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے؟

الجواب زید کا نکاح پھوپھی کی لڑکی سے جائز نہیں کیونکہ وہ رشتہ میں اسکی رضاعی بھانجی ہے اور رضاعی بھانجی کے ساتھ نکاح درست نہیں۔

فقط واللہ اعلم
بندہ اصغر علی غفرلہ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

بوجہ مجبوری دو سال کے بعد بھی دُودھ پلانا

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک بچہ بہت کمزور ہے حکماء کہتے ہیں دو سال کے بعد بھی اس کو دودھ پلاؤ۔ کیا شریعتِ مطہرہ میں اسکی گنجائش ہے؟

الجواب اگر عذر اور ضرورت شدیدہ ہو تو اڑھائی سال تک دُودھ پلایا جا سکتا ہے اس سے زیادہ قطعاً جائز نہیں ہے۔

ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی والانتفاع بہ لغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح اھ درمختار (قولہ ولم یبح الارضاع بعد مدتہ) اقتصر علیہ الزیلعی وھو الصحیح کما فی شرح المنظومۃ بحر لکن فی القھستانی عن المحیط لو استغنی فی حولین حل الارضاع بعدھما الی نصف ولا تأثم عند العامۃ خلافا لخلف بن ایوب۔ اھ (رد المحتار ص ۴۳۸ ج ۲)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

بیٹے کی رضاعی بہن سے نکاح کا حکم

عبدالستار کے لڑکے منیر احمد نے منظور مائی کا دودھ مدت رضاعت میں پانچ چھ روز پیا۔ پھر منیر احمد چند دن کے بعد فوت ہو گیا عبدالستار منظور مائی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ لڑکی منیر احمد سے بڑی ہے۔ سائل نے بتایا کہ عبدالستار کا منظور مائی کے ساتھ یا اسکی لڑکی کے ساتھ اس کے علاوہ اور کوئی رشتہ محرم نہیں ہے۔

الجواب اگر کوئی اور شرعی مانع نہ ہو۔ تو عبدالستار کا نکاح منظور مائی کی لڑکی کیساتھ درست ہے۔ وقس علیہ اخت ابنہ وبنتہ اھ درمختار وفی الشامیۃ بان تقول انما حرمت علیہ اخت ابنہ وبنتہ نسباً لکونہا بنتہ او بنت امرأتہ وھذا المعنی مفقود فی الرضاع۔ الخ ص۴۰۲ ج۲ مطبوعہ بیروت

الجواب صحیح، فقط واللہ اعلم،

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — محمد انور عفا اللہ عنہ،

سوتیلے رضاعی ماموں سے نکاح کا حکم

سائلہ رفیعہ زہراں بی بی کا بیان ہے کہ میں دو تین ماہ کی تھی کہ میری والدہ فوت ہو گئی۔ میرے چچا ملک موسیٰ کی دختر مسماۃ لعل خاتون جو کہ میرے ماموں شیر محمد کی بیوی ہے نے مجھے اپنا دودھ پلایا یہاں تک کہ میں سات آٹھ برس کی تھی کہ میری رضاعی ماں فوت ہو گئی۔ میں اپنے والد کے گھر واپس آ گئی۔ جب بالغ ہوئی تو میرے چچا نے میرا رشتہ اپنے بیٹے کیلئے طلب کیا تو مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھا گیا۔ انھوں نے کہا کہ زہراں ملک موسیٰ کی رضاعی نواسی ہے اس کی اولاد پر حرام ہے میرے ماموں شیر محمد نے دور سے ایک قوم کی جھنڈیرنی عورت خرید کے شادی کی اس سے احمد یار پیدا ہوا تو زہراں کی دختر مہر خاتون سے احمد یار کا نکاح کر کے شادی کر دی کہتے ہیں کہ احمد یار تو غیر عورت جھنڈیرن کے پیٹ سے پیدا ہوا زہراں رفیعہ کی دختر مہر خاتون اس کے لئے کیسے حرام ہو سکتی ہے۔ دودھ پینے کی بہت سی عورتیں اور بہت سے مرد بلکہ زہراں کا شوہر بھی چشم دید شہادت دیتا ہے۔

مسئلہ پوچھنے کا بہت ساری برادری کو انتظار ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے۔ رضاعت ثابت ہے یا نہیں، اور جو تسلیم نہ کریں ان پر شرعاً کیا جرم ہے۔ برادری اور مقامی مولویوں پر اور زمینداروں پر شرعاً کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب مہر خاتون، احمد یار کی رضاعی بھانجی ہے۔ ان کا نکاح باہم جائز نہیں۔ نکاح کرنے والوں نے سخت ترین غلطی کی ہے۔ سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ فوراً ان میں تفریق کرائیں۔

حتی أن المرضعة لو ولدت من هذا الرجل أو غيره قبل هذا الارضاع أو بعده أو أرضعت رضيعاً أو ولد لهذا الرجل من غير هذه المرأة قبل هذا الارضاع أو بعده أو أرضعت امرأة من لبنه رضيعاً فالكل أخوة الرضيع وأخواته وأولادهم أولاد أخوته وأخواته اھ عالمگیری ص ۳۴۳ ج ۱

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲ صفر ۱۴۰۲ھ

پندرہ برس کی عمر میں دودھ پیا تو رضاعت کا حکم

مؤدبانہ گزارش ہے کہ میرے کل پانچ بچے ہیں جب میرا بڑا بیٹا پانچ ماہ کا تھا تو میری چھوٹی بہن نسیم اختر جو تقریباً پندرہ برس کی کنواری تھی۔ دودھ کی زیادتی کی وجہ سے میرا دودھ تقریباً" ایک دو گھونٹ پیالی میں پی گئی۔ میں اپنے دوسرے نمبر کے بیٹے ندیم کا اس کی تیسرے نمبر کی بیٹی امینہ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ نہیں۔ الحاصل نسیم کی لڑکی مسمات امینہ کا نکاح مسمات زینب کے لڑکے ندیم سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ سائل ندیم اسحاق نواں شہر ملتان

الجواب صورت مسئولہ میں مسمی ندیم اور مسمات امینہ کا آپس میں نکاح شرعاً جائز ہے اس عمر میں دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ... ہوتی۔ در مختار میں ہے۔

ویثبت التحریم فی المدۃ (شامیہ ص۴۰۴ ج۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بھابی کی بھائی سے اولاد ہونے سے پہلے جس لڑکی نے بھابی کا دودھ پیا اس سے نکاح کا حکم

ایک عورت نے ایک جگہ نکاح کیا۔ وہاں سے طلاق کے بعد وہ میرے بھائی کے نکاح میں آئی۔ اس کی پہلے خاوند سے ایک لڑکی تھی۔ نکاح ثانی کے وقت لڑکی شیر خوار تھی اور نکاح کے کافی عرصہ تک شیر خوار رہی۔ اب اس لڑکی سے میرا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں نیز اسکی لڑکی نے میرے دوسرے بھائی کے لڑکے کے ساتھ ایک دو دفعہ دودھ بھی پیا ہے یعنی وہ لڑکی میرے حقیقی بھتیجے کی رضاعی بہن بھی ہے۔

۲۔ زید .... نے اپنی خالہ کا دودھ پیا ہے۔ کیا زید اپنی اس خالہ کی کسی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔؟

الجواب مذکورہ بھائی کے نطفہ سے اس بھابی کے اولاد ہونے سے پہلے پہلے اگر اس بچی نے دودھ پینا ختم کر دیا تھا۔ تو اس لڑکی کے ساتھ نکاح درست ہے۔ ایسے ہی دوسری وجہ بھی مانع نہیں۔ اذا طلق الرجل امرأتہ ولھا لبن فتزوجت بزوج آخر بعد ما انقضت عدتھا ووطئھا الثانی أجمعوا انھا اذا ولدت من الثانی فاللبن من الثانی وینقطع من الاول واجمعوا علیٰ انھا اذا لم تحبل من الثانی فاللبن من الاول واذا حبلت من الثانی ولکن لم تلد منہ قال ابو حنیفۃؒ اللبن یکون من الاول حتی تلد من الثانی۔ (عالمگیری ص۳۴۳ ج۱)

۲۔ زید مذکورہ خالہ کی کسی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

زرد رنگ کے پانی سے رضاعت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا بچہ پیدا ہوا اور وہ بچہ پیدا ہونے کے چھ مہینہ بعد فوت ہوگیا۔ تو اس بچے کی نانی جس کی عمر ۶۵ سال ہے وہ بچے کا دل بہلانے کے لئے اپنے پستان بچے کے منہ میں ڈالتی تھی تقریباً دو سال تک اور پستانوں سے دودھ کی بجائے پانی آتا تھا۔ وہ پانی کچے (زرد) رنگ کا تھا۔ کبھی کبھی کچھ پانی آتا تھا۔ اور اس عورت کے کئی سالوں سے بچہ بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ جس لڑکے کی والدہ فوت ہوگئی تھی اسکی عمر اب ۱۸-۱۹ سال ہے کیا وہ لڑکا اپنے ماموں یا خالہ کی اولاد سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں۔ العارض،

محمد حنیف ولد اللہ بخش

تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر

الجواب اگر وہ پانی بچے کے حلق سے نیچے اتر گیا تھا تو وہ اپنے ماموں یا خالہ کی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اس کے رضاعی بھائی بہن ہیں۔ دخل فی فم الصبی من الثدی مائع لونه أصفر تثبت حرمة الرضاع لانه لبن تغیر لونه اھ (عالمگیری ص۳۴۴ ج۱) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۴۱۰/۲/۲۵ھ

دادی کا دودھ پینے والی بچی کا نکاح باپ کے بھانجے سے درست نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے متعلق کہ زید کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اور اس لڑکی نے زید کی والدہ کا دودھ پیا یعنی اپنی دادی کا۔ اب زید اس اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بھانجے سے کرنا چاہتا ہے کیا از روئے شرع یہ نکاح جائز ہے کہ نہیں بینوا توجروا۔

الجواب یہ نکاح جائز ہے کیونکہ صرف زید اپنی دادی کا رضاعی بیٹا ہے نہ کہ اسکی بہن لہذا زید کی رضاعت کا اسکی بہن پر کوئی اثر نہیں ہے تو قانونِ شریعت

کے مطابق یہ بھائی بہن ہیں اور بہن اپنے بھائی سے اپنے لڑکے کے لئے رشتہ لے سکتی ہے کما فی عامۃ الکتب

احمد سدیدی عفی عنہ

خادم الافتاء مدرسہ اسلامیہ جامعہ خیر المعاد ملتان

الجواب صورت مسئولہ میں مذکورہ بالا جواب درست نہیں۔ زید کی لڑکی کا نکاح زید کے بھانجے سے نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ دادی کا دودھ پینے کی وجہ سے یہ لڑکی اپنی پھوپھی کی رضاعی بہن ہو گئی اور اس لڑکے کی جس سے نکاح طے کیا جا رہا ہے رضاعی خالہ ہو گئی۔ اس لئے یہ نکاح نہیں ہو سکتا۔

ویثبت به وان قل أمومیتها لمرضعة للرضیع و ابوة زوج مرضعة لبنها منه له فیحرم منه مایحرم من النسب (تنویر الابصار کتاب الرضاع) ویحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعاً حتی ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل او غیره قبل هذا الارضاع او بعده او ارضعت رضیعا او ولد لهذا الرجل من غیر هذه المرأة قبل هذا الارضاع أو بعده او ارضعت امرأة من لبنه رضیعا فالکل اخوة الرضیع واخواته واولادهم أولاد اخوته واخواته الخ ۔ (فتاوی عالمگیری ج ا ص ۳۴۳ کتاب الرضاع۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح،
بندہ عبدالستار غفر لہ،
رئیس دار الافتاء خیر المدارس ملتان

دادی کا دودھ پینے والا چچا یا پھوپھی کی کسی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا

من فیض احمد ولد میاں حامد قوم لاہریچ سکنہ محلہ پیرانوالہ جھنگ صدر کا ہوں۔ نمبر۱۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں۔ من حالف کے پسر م طارق جواد حسین کے پیدا ہونے کے

تین دن بعد اسکی والدہ بقضائے الٰہی فوت ہوگئی۔ پسر م مذکور کو من حالف کی والدہ پسر م کی دادی نے دُودھ پلایا۔ چونکہ اس وقت من حالف کی ایک ہمشیرہ پیدا ہوئی تھی۔ مگر بعد میں فوت ہو گئی۔

نمبر ۲:۔ مَیں دریافت کرتا ہوں کہ من حالف کا پسر م مذکور اپنے چچا یا پھوپھی کی دختران سے نکاح کر سکتا ہے۔؟

الجواب طارق مذکور کا نکاح اس کے چچا یا پھوپھی کی کسی لڑکی کے ساتھ جائز نہیں کیونکہ یہ لڑکی طارق کی رضاعی بھتیجی یا بھانجی بنتی ہے۔

یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع واصولھما وفروعھما من النسب والرضاع جمیعا۔ (حوالہ عالمگیری ص ۳۴۳ ج ۱) فقط واللہ اعلم

۱۲ / ۶ / ۱۴۰۲ھ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نانی کا دُودھ پینے والا خالہ زاد سے نکاح نہیں کر سکتا

مسئلہ:۔ ایک شخص نے اپنی نانی کا دودھ پیا۔

نمبر ۱:۔ اسکی خالہ رضاعی بہن بن جائے گی یا نہیں؟

نمبر ۲:۔ وہ شخص اپنی خالہ کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے؟

الجواب مدت رضاع میں ارضاع حرمت کا سبب ہوتا ہے۔ اگر مذکورہ شخص نے مدتِ رضاع میں دودھ پیا ہے تو نانی رضاعی والدہ ہوئی۔ اور خالہ رضاعی بہن بن جائے گی۔ لہٰذا مذکورہ خالہ کی لڑکی سے نکاح جائز نہ ہوگا۔

ارضعت امرأۃ من لبنہ رضیعاً فالکل اخوۃ الرضیع واخواتہ واولادھم أولاد اخوتہ واخواتہ (عالمگیری ص ۳۴۲ ج ۲) فقط واللہ علم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

رضاعی پھوپھی سے نکاح کا حکم

زید نے مسماۃ جمیلہ کا دودھ پیا ہے۔ اب وہ جمیلہ کے شوہر مسمی بکر کی حقیقی بہن مریم سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا زید کا نکاح مریم سے درست ہے۔

الجواب زید کا نکاح اپنے رضاعی باپ بکر کی بہن سے درست نہیں۔
وأخو الرجل عمه وأخته عمته اھ عالمگیری (ص ۳۴۳ ج ۲)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۳ ر ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

حقیقی بیٹے کی رضاعی ماں اور رضاعی بیٹے کی نسبی ماں سے نکاح کا حکم

زید کے بیٹے عیسیٰ نے عمرو کی بیوی کا دودھ پیا اور عمرو کے بیٹے مغیرہ نے زید کی بیوی کا دودھ پیا۔ بنا بریں چند صورتوں میں حکم کی وضاحت تحریر فرمادیں کہ کون سی صورتوں میں نکاح جائز ہے اور کون سی صورت میں ناجائز ہے۔؟

۱۔ زید کا نکاح عمرو کی بیوی سے۔ (جب کہ وہ مطلقہ یا بیوہ ہوجائے۔)
۲۔ عمرو کا نکاح زید کی بیوی سے۔ (جبکہ وہ مطلقہ یا بیوہ ہوجائے۔)
۳۔ زید کے بیٹے عیسیٰ کا نکاح عمرو کی بیٹی زینب سے۔
۴۔ عمرو کے بیٹے مغیرہ کا نکاح زید کی بیٹی طاہرہ سے
۵۔ زید کے بیٹے طاہر کا نکاح (جس نے عمرو کی بیوی کا دودھ نہیں پیا) عمرو کی بیٹی آسیہ سے
۶۔ عمرو کے بیٹے اسلم کا نکاح (جس نے زید کی بیوی کا دودھ نہیں پیا) زید کی بیٹی حفصہ سے

الجواب نمبر ۱، ۲: زید وعمرو کے لئے ایک دوسرے کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح کرنے میں مذکورہ رضاعت حرمت کا سبب نہیں بنے گی۔ کیونکہ ہر ایک کی بیوی دوسرے کے لئے اس کے حقیقی بیٹے کی رضاعی ماں اور رضاعی بیٹے کی حقیقی ماں ہے اور ان میں سے کوئی رشتہ بھی سبب حرمت نہیں۔ علامہ شامی رحمہ اللہ۔ جدۃ الولد من الرضاع

کی حلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

واحترز بجدة الولد عن ام الولد لانها حلال من النسب وکذا من الرضاع اھ (شامی ص ۴۴۰ ج ۲)

الحاصل ہر طرح کے بیٹے کی ہر طرح کی ماں حلال ہے

نمبر۳، ۴: عیسیٰ کا نکاح زینب سے اور مغیرہ کا نکاح طاہرہ سے جائز نہیں کیونکہ زینب عیسیٰ کی رضاعی بہن ہے اور ایسے ہی طاہرہ مغیرہ کی۔ ولا حل بین الرضیعة وولد مرضعتها اھ (شامی ص ۴۴۳ ج ۲)

نمبر ۵-۶۔ طاہر کا نکاح عمرو کی ہر بیٹی سے اور ایسے ہی اسلم کا نکاح زید کی ہر بیٹی سے جائز ہے۔ قال المعرفة وتحل أخت اخیه رضاعًا یصح اتصاله بالمضاف کان یکون له اخ نسبی رضاعیة وبالمضاف الیه کان یکون لاخیه رضاعًا اخت نسبًا وبهما وهو ظاهر ھ (الدر المختار علی رد المحتار ص ۴۴۲ ج ۲)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

بلا ضرورت دوسرے کے بچے کو دودھ نہ پلایا جائے

ہمارے ہاں کپاس چننے کے وقت عورتیں اکٹھی ہوتی ہیں۔ بچوں کو اکٹھے ایک جگہ لٹا دیتی ہیں۔ کوئی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہو تو دوسری کا بچہ بھی رو رہا ہو تو اسے بھی پلا دیتی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ (مستفتی محمد ارشد اوکاڑوی متعلم افتاء خیر المدارس ملتان)

الجواب یوں بلا ضرورت شدیدہ دودھ نہ پلایا جائے اگر کبھی ایسا اتفاق ہو جائے تو اسے باقاعدہ یاد رکھا جائے بلکہ لکھ لیا جائے تاکہ آئندہ چل کر غلطی سے اس کا نکاح کسی ایسے شخص کے ساتھ نہ ہو جائے جو رضاعاً اس کے لئے حرام ہو۔

والواجب علی النساء ان لا یرضعن کل صبی من غیر ضرورة وان فعلن ذلك فلیحفظن او یکتبن اھ (عالمگیری ص ۳۴۵ ج ۱) فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

رضاعی باپ کی بیٹی سے نکاح کا حکم

زید عمرو دونوں بھائی ہیں زید کی بیوی ہندہ سے زید کا ایک لڑکا بکر پیدا ہوا کچھ دن بعد ہندہ فوت ہوگئی تو اس لڑکے کو عمرو کی بیوی زینب نے دودھ پلایا اس کے بعد زینب بھی فوت ہوگئی تو عمرو نے دوسری شادی خالدہ سے کی اسکی اس خالدہ سے بچی ناصرہ پیدا ہوئی تو کیا زید کے لڑکے کا نکاح عمرو کی بیوی خالدہ سے جو بچی پیدا ہوئی اس سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں بکر کے ساتھ ناصرہ کی شادی نہیں ہوسکتی جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔

یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولہما وفروعہما من النسب والرضاع جمیعاً الخ (عالمگیری ص۳۴۳ ج۱) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

رضاعی پھوپھی کی بیٹی سے نکاح کا حکم

زید اور بکر دو حقیقی بھائی ہیں۔ زید چھوٹا ہے اور بکر کا رضاعی بیٹا بھی ہے۔ کیا بکر کی نواسی کا نکاح زید کے لڑکے سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ زید نے چھ ماہ کی عمر میں بکر کی بیوی کا دودھ پیا تھا اور کئی بار پیا۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں بکر کی نواسی کا نکاح زید کے لڑکے سے درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفی عنہ

الجواب صحیح، عبدالستار عفی عنہ

مرضعہ کی جو اولاد دوسرے خاوند سے پیدا ہو اس کا حکم

ایک عورت صفیہ خاتون نے اپنی چھوٹی بہن دلشاد بیگم کو جس کی عمر تقریباً ۸ یا ۹ ماہ

تھی مجبوری کی وجہ سے یعنی چُپ کرانے کے لئے اپنا پستان اس کے منہ میں ڈال دیا۔ جس سے وہ چپ ہو گئی۔ بعد میں صفیہ خاتون کا سابقہ خاوند مر گیا۔ بعد عدت کے دوسرا نکاح ہوا اور دوسرے خاوند سے اولاد پیدا ہوئی اور لڑکے بھی پیدا ہوئے کیا صفیہ خاتون کے ان لڑکوں کی شادی اس کی بہن دلشاد بیگم کی لڑکیوں سے ہو سکتی ہے؟

الجواب جب ایک دفعہ صفیہ خاتون کا دودھ دلشاد بیگم کے پیٹ میں پہنچ گیا تو وہ اسکی رضاعی بیٹی بن گئی۔ اب صفیہ کے کسی بھی لڑکے کا نکاح دلشاد بیگم کی کسی لڑکی کیساتھ درست نہیں۔ کیونکہ وہ ان لڑکوں کی رضاعی بھانجیاں ہیں۔

قلیل الرضاع وکثیرہ اذا حصل فی مدۃ الرضاع تعلق بہ التحریم
قال فی الینابیع والقلیل مفسر بما یعلم أنہ وصل الی الجوف

(عالمگیری ص ۳۴۲ ج ۱)۔ فقط واللہ اعلم، محمد انور عفرلہ

الجواب صحیح، نائب مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ عبدالستار عفی عنہ ۱۰ / ۵ / ۱۴۰۳ھ

مدتِ رضاعت دو سال ہے یا اڑھائی سال

صورتِ مسئولہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں آتا ہے کہ بچہ کو دودھ دو سال (حولین کاملین) تک پلانا چاہیئے۔ لیکن امام صاحب کے نزدیک اڑھائی سال تک پلا سکتے ہیں۔ امام صاحب کی دلیل، قرآن وحدیث سے واضح فرمائیں۔

الجواب حنفیہ کے نزدیک مفتی بہ قول حولین کا ہے۔ اگرچہ امام صاحبؒ کا قول اڑھائی سال کا ہے۔ عدم لزوم اجرت بعد الحولین پر صاحبین اور امام صاحب کا اتفاق ہے۔ آیت حولین کا ایک جواب یہی دیا گیا ہے۔ دوسرا جواب حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن کے حاشیہ میں دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حولین والی مدت تام ہے اور حولین ونصف اتم ہے۔ اگرچہ حنفیہ کا مفتی بہ قول یہی ہے لیکن اس کے باوجود امام

صاحب کا قول دلائل عقلیہ ونقلیہ سے مُبرہن ہے صرف ایک دو دلیلوں پر اکتفا کیا جاتا ہے

نمبرا: قولہ تعالیٰ وحملہ وفصالہ ثلاثون شہرا (الآیۃ)

طریق استدلال - اللہ پاک نے حمل اور دودھ چھڑانے کو ذکر کرکے ایک مدت بیان فرمائی ہے یہ مدت تیس ماہ ہے۔ یہ ہر ایک کے لئے مستقل ہوگی۔ جیسا کہ کسی نے کہا کہ لفلان علی الف درھم وخمسۃ اقفزۃ حنطۃ الی شھرین۔ تو اس مثال میں شہرین دونوں چیزوں کی الگ الگ مدت ہوتی ہے دونوں پر تقسیم نہیں ہوتی۔ اسی طرح آیۃ کریمہ میں ثلاثون شہرا بھی تقسیم نہ ہونا چاہیئے اور مدتِ حمل کے لئے حدیثِ عائشہ مخصص ہے۔ لہذا وہ اس سے خارج ہو جائے گی۔ اگر حمل سے مراد ہی حمل علی الید لے لیا جائے تو کوئی اشکال نہیں۔

دلیل عقلی : دو سال تک دودھ پلانا یہ بچے کا حق ہے، اور والدہ پر دیانۃً واجب ہے اگر دو سال کے بعد فوری طور پر دودھ چھڑا کر دوسری غذا شروع کی جائے تو یہ مفضی الی الھلاک ہوگی۔ اسلئے عادت بالتدریج تبدیل کرائی جانے اس تبدیلی کیلئے چھ ماہ مدت مقرر کی گئی ہے حمل کی ادنیٰ مدت پر قیاس کرتے ہوئے کیونکہ جنین کی غذا خون تھی۔ چھ ماہ کے بعد رضیع کے لئے لبن غذا بنی تو اسطرح رضیع کو فطیم بنانے کے لئے بھی یہی مدت مقرر کی گئی ہے۔ بعض حضرات نے فان ارادا فصالا سے بھی استدلال کیا ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ،

بچی کے ناک میں دودھ ڈالنے سے بھی رضاعت ثابت ہو جائیگی

ایک عورت نے اپنی یک سالہ بھتیجی ہندہ کے ناک میں درد ہونے کی بنا پر اسکے ناک میں دودھ ڈالا۔ اس سے وہ بچی ٹھیک ہو گئی۔ اب مذکورہ عورت اس بچی ہندہ کا نکاح اپنے لڑکے زید سے کرنا چاہتی ہے۔ کیا ان دونوں کا نکاح آپس میں درست ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں زید اور ہندہ کا نکاح آپس میں درست نہیں وکما یحصل الرضاع بالمص من الثدی یحصل بالصب والسعوط والوجور۔ کذا فی فتاوی قاضی خان (عالمگیری ص۳۴۲ ج۲)

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ فقط واللہ اعلم

پیالی سے دودھ پیا تو رضاعت کا حکم

ایک لڑکی جس کی عمر ایک یا ڈیڑھ سال تھی اس عمر میں اس نے اپنی بہن کا دودھ پیالی کے ذریعہ پیا۔ کچھ عرصہ بعد اسکی بہن فوت ہو جاتی ہے۔ کیا اس لڑکی کا نکاح اسکی بہن کے خاوند کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ ایک عالم دین نے فتویٰ دیا کہ یہ نکاح جائز ہے۔ چنانچہ سائل نے اس فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے نکاح کر لیا۔ اس لڑکی سے تین بچے ہو چکے ہیں۔ اب پھر سائل کو کسی طریقہ سے یہ شبہ پیدا ہوا۔ اب پھر فتویٰ طلب کر رہا ہے کہ آیا یہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں، اور بصورت عدم جواز مذکورہ تین بچوں کا نسب ثابت ہو سکے گا یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں دودھ پینے والی بچی کا نکاح شخص مذکور کے ساتھ جائز نہیں۔ کیونکہ وہ اسکی رضاعی بیٹی ہے۔ لہذا علی الفور اس سے یہ رشتہ ختم کر دے۔ اور اس سے پہلے پیدا ہونے والے بچے ثابت النسب ہوں گے اور اسکی طرف منسوب ہوں گے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

رجل مسلم تزوج بمحارمه فجئن بأولاد یثبت نسب الاولاد منه عند ابی حنیفة (عالمگیری باب ثبوت النسب ج۲ ص۵۴۰) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح،	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ،
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ،	نائب مفتی خیر المدارس ملتان

اپنی بیوی کو رضاعی بہن کہنے پر مصر کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے

رضامندی سے ایک عورت سے شادی کرلی۔ بعد ازاں اس کو مارتا پیٹتا رہا۔ اور اس کے حقوق ادا نہیں کئے۔ نیز وہ آدمی کمیونسٹ خیال کا آدمی ہے اور خدا کی ذات پر گستاخانہ لہجہ میں بکواسات کرتا ہے۔ اور لڑکے کے والدین اور لڑکا خود بھی اس کا معترف ہے کہ میں نے اور اس نے بچپن میں اکٹھا دودھ پیا ہے۔ لہذا یہ میری رضاعی بہن ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر لڑکا اپنے اس اقرار پر مصر ہے کہ یہ میری رضاعی بہن ہے تو آپ اسی کو بنیاد بنا کر عدالت سے نکاح فسخ کرالیں۔ اس کے بعد عدت گزار کر عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

ولو تزوج امرأة ثم قال بعد النکاح ھی اختی من الرضاعة او ما اشبهه ثم قال اوھمت لیس الامر کما قلت لا یفرق بینهما استحسانا ولو ثبت علیٰ ھذا المنطق وقال ھو حق کما قلت فرق بینهما ولو جحد بعد ذلک لا ینفعه جحوده (عالمگیری ص ۴۵ ج ۲)

اور اگر خاوند کمیونسٹ ہے تو کمیونسٹ ہونے کی وجہ سے اگر نکاح کے وقت بھی خیالات کافرانہ تھے تو نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، محمد انور عفا اللہ عنہ،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

محض پستان منہ میں لینے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میری والدہ اسوقت فوت ہوئیں جب میری عمر ایک سال تھی۔ میں دودھ پی رہا تھا۔ والدہ کے بعد اور کوئی ایسی عورت نہیں تھی جو مجھے دودھ پلاتی۔ پھر نانی صاحبہ نے پرورش شروع کردی۔ جب میں روتا تو میرے منہ میں پستان دے دیتی۔ دودھ وغیرہ کچھ نہ آتا۔ حتیٰ کہ بقول نانی صاحبہ میں دانتوں سے پستانوں کو کاٹتا۔ جب میں جوان ہوا تو میری شادی میرے سگے ماموں محمد خان کی لڑکی سے کر

دی گئی۔ جس سے تین بچے پیدا ہوئے۔ بیوی فوت ہو گئی۔ اب جب دوبارہ نکاح کا پروگرام بنا تو میرے بڑے ماموں سلطان خان کی لڑکی سے پروگرام بنا۔ اب مجھے شک ہوا ہے کہ شاید ماموں صاحب رضاعی بھائی نہ ہوں۔ نیز ریڈیو اسٹیشن کے پروگرام سے بھی مطلع ہوا ہوں۔ برائے مہربانی اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب اگر واقعۃً دودھ نہیں آتا تھا اور کوئی زرد رنگ کا پانی وغیرہ خارج نہیں ہوتا تھا تو آپ اپنے ماموں کی لڑکی سے شادی کر سکتے ہیں۔ محض پستان منہ میں لینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

امرأة كانت تعطى ثديها صبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن فى ثدى لبن حين ألقمتها ولم يعلم ذلك إلا من جهتها جاز لابنها أن يتزوج بهذه الصبية۔ (شامی ص ۴۰۵ ج ۲) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس۔ ملتان

رضاعی بھائی کی نسبی بہن کے ساتھ نکاح کا حکم

گزارش ہے کہ ایک لڑکی نے ایک لڑکے کے ساتھ دودھ پیا ہے اور اس لڑکے کا جس نے دودھ پیا ہے ایک بڑا بھائی ہے یہ لڑکی اس بڑے لڑکے کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں اگر آسکتی ہے تو لکھ دیں اگر نہ آتی ہو تو بھی فتویٰ لکھ دیں۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں لڑکی کا نکاح اپنے رضاعی بھائی کے نسبی بھائی سے جائز ہے جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔

اخت اخيه رضاعاً يصح اتصاله بالمضاف كأن يكون له اخ نسبى له اخت رضاعية۔ (درمختار علی الشامیہ ص ۴۰۸ ج ۲) فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح، بندہ محمد عبداللہ غفر لہ

بندہ محمد صدیق غفر لہ خیر المدارس ملتان

رضاعی بھانجی کی نسبی بہن سے نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک لڑکی زید کی پدری بہن کی رضاعی بیٹی ہے جو کہ اس کے خاوند کی دوسری بیوی سے ہے۔ اسی بیوی سے اسکی ایک اور لڑکی ہے زید کا ارادہ ہے کہ وہ بہن کی رضاعی بیٹی کی دوسری حقیقی بہن سے نکاح کرے تو کیا یہ ہو سکتا ہے یا کہ نہیں ؟

الجواب زید رضاعی بھانجی کی حقیقی بہن سے نکاح کر سکتا ہے۔

فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ،

۱۳۹۸/۴/۳ھ

الجواب صحیح،

بندہ محمد صدیق عفرلہ، مدرس خیر المدارس

ولایت وکفاءت کے مسائل

بے نمازی صالحہ کا کفو نہیں ہو سکتا۔

ایک شخص نے اپنی نابالغہ چچازاد بہن کا نکاح اپنے بیٹے سے کر دیا۔ وہ خود اور اس کا بیٹا دونوں اس قدر مسکین تھے کہ اگر اس کا مکان سکنیٰ اور جائیداد کو فروخت کر دیتے۔ تو پھر بھی اس کے مہر معجل کے ادا کرنے پر قادر نہ تھے۔ لڑکی یتیمہ بڑی جائیداد کی مالکہ تھی۔ فقط دنیاوی لالچ اور جائیداد سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس لڑکی کا نکاح اپنے بیٹے سے کر دیا۔ اگر اس لڑکی یتیمہ سے نکاح اسی طریقہ سے نہ کرتے۔ تو قطعاً وہ نکاح نہ کر سکتا۔ اور نہ اب اس لڑکی کے سوا کر سکتا ہے۔ گذارہ کرتا رہتا ہے۔ مالیت میں لڑکی کا کفو نہیں نیز لڑکا بسا اوقات نماز ترک کرتا رہتا ہے اور پہلے سے ہی ایسا ہے۔ اور لڑکی اس وقت نابالغہ تھی جسکی عدالت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا صغر سنی سے اس وقت تک برابر نکاح سے انکار کرتی رہتی ہے۔ کیا شرعاً یہ نکاح ہو چکا ہے یا نہیں۔ لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**.....

الجواب باسمہٖ تعالیٰ: سوال میں صرف چار ہی نکات ہیں۔ ۱؎ عدم قدرت بر نفقہ ۲؎ عدم قدرت بر مہر معجل ۳؎ انکار منکوحہ ۴؎ نکاح ثانی۔

سب کی تفصیل ۱؎ کفائت کے لئے مالاً قدرت کم از کم ایک مہینہ کے نفقہ پر ضروری ہے۔ جیسا کہ تقریباً فقہ کی ہر کتاب میں موجود ہے۔ مگر یہ تب ضروری ہے کہ عورت جماع کی طاقت رکھتی ہو۔ اور چونکہ صورت مسئول عنہا میں عورت صغیرہ ہے۔ جماع کی طاقت نہیں رکھتی۔ لہٰذا قدرت نفقہ ایک ماہ پھر بھی ضروری نہیں۔ تو نکاح مذکورہ اس اعتبار سے صحیح ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارات سے صراحۃً ثابت ہے۔ (شامی ص ۳۴۸ ج ۲)

قولہ لو تطیق الجماع فلو صغیرۃ لا تطیقہ فھو کفؤ وان لم یقدر علی النفقۃ لانہ لا نفقۃ لھا فتح ومثلہ فی الذخیرۃ۔ (شرح الیاس ص۲۵ ج۲) قولہ فللغنیۃ وفی الذخیرۃ ھذا فی الکبیرۃ واما الصغیرۃ التی لا تطیق الوطئ فالعاجز عن النفقۃ کفؤ لھا لانہا لا نفقۃ لھا وکذا لو کان یجد نفقتھا ولا یجد نفقۃ نفسہ یکون کفؤا لھا ۱۲ شمنی (وفی مجمع الانہر ص۳۴۱ ج۱) ولو کانت الزوجۃ صغیرۃ لا تطیق الجماع فھو کفؤ وان لم یقدر علی النفقۃ وکذا لو کان یجد نفقتھا ولا یجد نفقۃ نفسہ یکون کفؤا لھا کما فی التمنی یہ تو معلوم ہوا کہ قدرت مہر معجل پر بوقت نکاح ضروری ہے۔ نہ مہر مؤجل پر اگرچہ کل مہر حالاً کیوں نہ ہو۔ لما فی الفتح القدیر وبین ان المراد من المھر ملک ما تعارفوا تعجیلہ وان کان کلہ حالا۔ اور اگر عرف میں کل کا کل مہر مؤجل ہو۔ تو وہاں کسی قسم کی قدرت کی ضرورت نہیں، لما فی الفتح القدیر وفی المجتبی قلت فی عرف اھل خوارزم کلہ مؤجل فلا تعتبر القدرۃ علیہ۔ اور صورت مسئول عنہا میں مہر پورے کا پورا شرعاً مؤجل ہے۔ اور عرفاً بھی شرعاً اس لئے کہ لڑکی صغیرہ یتیمہ ہے اور صغیرہ کا مہر سوائے باپ، دادا اور وصی کے کوئی قبض نہیں کرسکتا۔ لما فی فتاوی تنقیح الحامدیۃ ولیس لغیر الاب والجد من الاولیاء قبض المھر الا ان یکون اوصیاء (من ادب الاوصیاء) اور شامی جلد ثانی میں مذکور ہے۔ للاب والجد والقاضی قبض صداق البکر صغیرۃ کانت او کبیرۃ الا اذا نھتہ وھی بالغۃ صح النھی ولیس لغیرھم ذلک وشمل قولہ لیس لغیرھم الام فلیس لھا القبض الا اذا کانت وصیۃ۔ (شامی ص۴۶ ج۲) فعلم ان مھر تلک المرأۃ المسئولۃ عنھا مؤجل شرعا حتی البلوغ لعدم وجود الاب والجد والوصی۔ وکذا مؤجل عرفا ایضا لان عرف بلدتھا ھکذا ________ اور جو مٹھائی تقسیم کرنے کا رواج ہے، وہ ناکح مذکور نے بھی ادا کیا ہے۔ تو صغیرہ مذکورہ کا مہر شرعاً بھی مؤجل ہے۔ اور عرفاً بھی

اور عمدۃ الرعایۃ میں ہے قولہ واحترز بہ عن المؤجل فان العجز عن ادائہ فی الحال لا یغیر فی الکفاءۃ وکذا فی فتح القدیر۔ تو ثابت ہوا کہ مرد مذکور عورت مذکورہ کا کفو ہے۔ اور نکاح از روئے شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور مذہب حنفی بالکل صحیح ہے، رہا انکار منکوحہ اور فسخ نکاح بخیار بلوغ ۳ انکار منکوحہ غیر معتبر ہے۔ ہاں اسے خیار بلوغ ہے۔ لیکن بشرط غیر القضاء (۴) دوسری جگہ شادی کرنا اس عورت کے لئے جائز نہیں کیونکہ پہلا نکاح بالکل صحیح ہو چکا ہے۔ فقط واللہ اعلم...

الجواب جواب مذکور بالکل غلط ہے۔ اور ہمارا اس سے اتفاق نہیں ہے۔ ایک تو اس لئے کہ لڑکا بے نمازی ہونے کی وجہ سے فاسق ہے۔ اور فقہاء نے تصریح کی ہے۔ والفاسق لا یکون کفوًا الصالحۃ (شامی ص۴۲۲ ج۲) اور لڑکی نابالغہ ہے جس کی صالحیت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ علاوہ ازیں سوال میں یہ تصریح نہیں کہ لڑکی ایسی چھوٹی ہے جو کہ لا تطیق الجماع کا مصداق ہو، ہو سکتا ہے لڑکی مراہقہ تطیق الجماع ہو۔ پھر خاوند اس کا بوجہ عدم قدرت علی النفقہ بھی غیر کفو ہوگا۔ بہر حال نکاح لڑکی مذکورہ کا غیر کفو میں ہونے کی وجہ سے غیر صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ

۲۰ / ۷ / ۱۳۷۶ھ

ولد الزنا صحیح النسب کا کفو نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء کہ دو خواتین جن کا تعلق بازارِ حسن سے ہے ان دونوں نے توبہ کر لی ہے اور بازارِ حسن سے مکمل ناطہ توڑ دیا ہے اور دونوں بہنوں نے نکاح کر لیا ان میں سے ایک کے تین لڑکے ہیں اور دوسری کی اولاد نہیں ہے اور یہ تین لڑکے بازارِ حسن میں ہی پیدا ہوئے تھے نکاح سے پہلے۔ ان کے والد کا کچھ پتہ نہیں کہ کون ہے۔ دوسری بہن کی لڑکی پیدا ہوئی۔ نکاح کے بعد اس کے والد کا پتہ ہے۔ دونوں بہنوں نے بچوں کا رشتہ آپس میں کر دیا۔ کیا اب

وسنت کی روشنی میں یہ جواب دیں کہ یہ نکاح درست ہے یا نہیں ؟

(۲) دوسرے لڑکے کی شادی اسی بازار حسن کی ایک عورت کی بیٹی سے ہوئی ہے اس لڑکی کے والد کا بھی پتہ نہیں کہ کون ہے۔ اب ان دونوں سے جو اولاد ہوئی کوئی شریف آدمی ان سے اپنی بچی یا بچے کا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں ؟

(۳) ایک آدمی اپنی بیوی کو بار بار طلاق دے چکا ہے اور پھر وہ رجوع بھی کر لیتا ہے جبکہ اس نے تین چار مرتبہ ایسا کیا ہے۔ طلاق سے پہلے کی اولاد سے رشتہ کر سکتے ہیں یا نہیں اور طلاق کے بعد والی اولاد سے رشتہ کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب (۱) صورت مسئولہ میں ابن الزنا کا صحیح النسب لڑکی سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ وہ لڑکی اور اس کا ولی اس نکاح پر رضامند ہوں۔ (امداد الفتاوی ص۲۴۳ ج۲) لیکن ابن الزنا صحیح النسب لڑکی کے کفو میں سے نہیں ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند عزیز الفتاوی مکمل ص۴۹۰ ج۲)

(۲) صورت مذکورہ میں ابن الزنا اور بنت الزنا میں نکاح ہوا پھر ان سے جو اولاد ہو ان سے نکاح کرنا جائز ہے۔ (۳) صورت مذکورہ میں جو اولاد طلاق سے پہلے کی ہے یہ ثابت النسب ہے لہذا یہ صحیح النسب کا کفو ہے اور اس سے نکاح کرنا بھی جائز ہے اور جو اولاد طلاق کے بعد پیدا ہوئی ہے ان سے نکاح کرنا تو جائز ہے لیکن یہ صحیح النسب کا کفو نہیں کیونکہ یہ زنا کی اولاد ہے

فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

خاندانی مسلمان لڑکی کا نومسلم سے نکاح کرنے کا حکم

ایک مسلمان بچی جو کہ عاقلہ، بالغہ، بی اے پاس حنفی العقیدہ، اہل سنت والجماعت ہے۔ اس کا ناجائز تعلق کسی عیسائی لڑکے سے ہو جائے اور وہ لڑکی اس عیسائی لڑکے کو مسلمان ہونے کے لئے کہے۔ اور وہ مسلمان ہو جائے۔ لڑکی مذکورہ بغیر والدین کی رضامندی کے عدالت میں جا کر مذکورہ نومسلم لڑکے سے نکاح کر لے۔ جبکہ لڑکا محض نکاح کے لئے مسلمان ہوا ہو۔ عیسائی والدین کے گھر میں رہتا

ہو اور ارکانِ اسلام سے بھی واقف نہ ہو اور نماز و دیگر اسلامی اعمال سے بھی واقف نہ ہو۔ اِس صورتِ حال میں والدین پر کیا فرض ہے؟ کیا والدین مذکورہ لڑکی کو اس نومسلم لڑکے کے ساتھ رخصت کر سکتے ہیں؟ شرعی و قانونی حکم سے مطلع فرمائیں سیاق و سباق کے ساتھ تاکہ اگر عدالت سے رجوع کرنا پڑے تو آسانی ہو۔ شکریہ

الجواب: صورتِ مسئولہ میں عند الاحناف مفتی بہ قول کے مطابق یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔ لڑکی بدستور آزاد ہے کیونکہ عورت اولیاء کی رضامندی کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے تو وہ منعقد نہیں ہوتا اور نومسلم خاندانی مسلمان کا کفو نہیں نیز فاسق نیک اور نیکوں کی لڑکی کا کفو نہیں بن سکتا۔

واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما فمسلم بنفسہ او معتق غیر کفء لمن ابوھا مسلم اھ (درمختار علی الشامیۃ ص۳۴۷ ج۲) وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوًا لصالحۃ اھ (درمختار) والظاھر أن الصلاح منھا اومن آبائھا کاف لعدم کون الفاسق کفوًا لھا اھ۔ (شامیہ ص۳۴۷ ج۲) فھی العالمگیریۃ ومنھا اسلام الآباء من اسلم بنفسہ ولم یکن لہ اب فی الاسلام لا یکون کفوًا لمن لہ اب واحد فی الاسلام کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

۱۶ / ۸ / ۱۴۱۱ھ

مغل اور اعوان تقریباً ہم کفو ہیں۔

ایک بیوہ بالغہ عورت نے بغیر اجازت اپنے بھائی کے غیر کفو میں نکاح کر لیا اس عورت کا باپ فوت ہو چکا تھا اور دو تین برس اپنے خاوند کے گھر آباد رہی پھر کسی رنجش کی وجہ سے بھائی کے گھر واپس آگئی تین برس کے بعد ایک مولوی صاحب سے غیر کفو میں بغیر اجازت ولی والے نکاح کے بطلان پر فتویٰ حاصل کر کے بغیر طلاق لئے اس بیوہ مذکورہ کا نکاح حامل رقعہ ہذا سے کر لیا اب وہ عورت

اس حامل رقعہ کے پاس ہے اور فتویٰ بھی حاضر ہے حدیث ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل الحدیث ، اس مولوی نے کچھ لکھا ہے ملاحظہ فرما کر جواب عنایت فرمادیں کہ شرعاً کیا حکم ہے۔ نیز یہ بیوہ مغل خاندان سے ہے اور جس سے نکاح کیا تھا بلا اذن وہ اعوان خاندان سے ہے۔

المستفتی مولانا عبدالعزیز صاحب جامع مسجد توحیدیہ ، چوک اعظم۔

الجواب مذکورہ عورت کا نکاح ثانی جائز نہیں ہے خاوند سے طلاق لینا ضروری ہے مغل اور اعوان تقریباً ہم کفو ہیں بہتر یہی ہے کہ نکاح ولی کرائے لیکن اگر بالفرض عورت بدون اذن ولی نکاح کرے تو منعقد ہو جاتا ہے۔ ینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضائھا وان لم یعقد علیھا ولی بکرا کانت او ثیبا... الخ۔ (ہدایہ ص۲۹۳ ج۲) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۱/۱۰/۹۷ھ	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

قصائی راجپوت کا کفو نہیں

مسئلہ ، مسماۃ جعفری خانم کا والد فوت ہو چکا ہے۔ وہ لڑکی عاقل بالغ ہے۔ اس کا حقیقی بھائی بھی ہے جو کہ اس سے بڑا ہے۔ وہ بھی عاقل بالغ ہے۔ یہ لڑکا اور لڑکی مسلم راجپوت قوم سے ہیں۔ اس کے پڑوس میں ایک قصاب یعنی قصائی ذات سے متعلق ہے۔ اس قصائی لڑکے نے جعفری خانم لڑکی کو اپنے دام میں پھانس لیا اور اس سے خفیہ طور پر نکاح رجسٹر میں درج کرالیا۔ جب لڑکی کے بھائیوں اور ماں کو پتہ چلا۔ انہوں نے سخت برا منایا۔ اور لڑکی کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے کیونکہ یہ نکاح قصائی لڑکے نے بغیر ولی کی اجازت سے کیا۔ یہ نکاح ہی منعقد نہ ہوا جیسا کہ بہشتی زیور حصہ چہارم میں ولی کے بیان میں مسئلہ ۳ پر یوں درج ہے: "بالغ یعنی جوان عورت خود مختار ہے چاہے نکاح کرے یا نہ کرے۔ خود اپنا نکاح کسی سے کرے تو نکاح ہو جائے گا۔ چاہے ولی کو خبر ہو چاہے نہ ہو۔ اور ولی چاہے خوش ہو یا نہ ہو۔ ہر طرح نکاح درست ہے۔ ہاں البتہ اگر نکاح اپنے میل میں نہیں کیا۔ اپنے کم سے ذات والے سے نکاح کیا۔ اور ولی

ناخوش ہے۔ فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح درست نہ ہوگا ۔ ۔ ۔ بحوالہ عالمگیری صفحہ ۳۰۰ ج ۲ ، راجپوت ذات بڑی ہے، قصائی ذات چھوٹی شمار ہے۔ اس صورت میں اس راجپوت لڑکی کا نکاح قصائی لڑکے سے بغیر ولی کی رضامندی کے نکاح نہیں ہوگا۔ آیا یہ صحیح ہے۔ نکاح کے بعد کوئی تنہائی نہیں ہوئی۔

الجواب برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں مسمات جعفری اور عبدالقدیر کا نکاح شرعاً منعقد ہی نہیں ہوا۔ کیونکہ عبدالقدیر جعفری کا ہم کفو نہیں ہے۔ ھندیہ میں ہے۔ روی الحسنؒ عن ابی حنیفۃؒ ان النکاح لا ینعقد وبہ اخذ کثیر من مشائخنا کذا فی المحیط والمختار فی زماننا للفتوی روایۃ الحسن (صفحہ ۲۹۳ ج ۱) لہٰذا حصول طلاق کے بغیر دوسری جگہ نکاح کی شرعاً اجازت ہے

فقط واللہ اعلم بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۳/ ۲ / ۱۴۱۲ھ

جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ، اپنا غیر کفو میں کیا ہوا نکاح بھی صحیح ہے

ایک عورت سیدہ ہاشمیہ عاقلہ بالغہ عمر ۲۵ سال نے اپنا نکاح غیر سید سُنی مسلمان سے کیا ہے عورت کا باپ اور تمام خاندان شمسی شیعہ ہے جو کہ حضرت علی کو خدا کا رتبہ دیتے ہیں وہ اس پر راضی نہیں ہیں کیا یہ نکاح صحیح ہے ؟ (سائل محمد ارشد اوکاڑوی)

الجواب مذکورہ عورت کے اولیاء اگر واقعۃً کافر ہیں تو انہیں اس عورت پر ولایت حاصل نہیں اور سیدہ کا نکاح غیر سید سے جائز ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ کا نکاح حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادی ام کلثوم سے ہوا جس کا ثبوت شیعہ سنی سب کتابوں میں موجود ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا نکاح صحیح ہوگیا۔

وقد مرّ اول الباب ان من لا ولی لہا فنکاحہا صحیح نافذ مطلقاً ولو من غیر کفء او بدون مہر المثل اھ (شامی صفحہ ۴۲۹ ج ۲)

الجواب صحیح فقط واللہ اعلم محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲ / ۹ / ۱۴۰۰ھ

طویل عرصہ تک خبر گیری نہ کرنے سے حق ولایت ختم نہیں ہوتا

ایک شخص نے گھریلو جھگڑے کی بنا پر بیوی اور لڑکے لڑکی کو گھر سے نکال دیا اور سولہ۱۶ سال تک خبر گیری نہ کی اور نہ طلاق دی اور دوسری شادی کرلی۔
اس نے سابقہ بیوی کی بچی کا نابالغی کی حالت میں ایک جگہ نکاح کردیا عدالت سے رجوع کیا گیا تو عدالت نے اس نکاح کو کالعدم قرار دیا کیا یہ درست ہے؟

الجواب اتنا طویل عرصہ بچوں کی خبر گیری نہ کرنا سخت گناہ ہے اس کے باوجود باپ کا حقِ ولایت ختم نہیں ہوا۔ لہٰذا اس نے بچی کا بحالتِ نابالغی جو نکاح کیا ہے وہ منعقد و لازم ہے۔ باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیارِ بلوغ نہیں ہوتا لہٰذا عدالت کا فسخ معتبر نہیں۔

ویجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ اذا زوجھما الولی بکراً کانت الصغیرۃ او ثیباً (الی قولہ) فان زوجھما الاب او الجد فلا خیار لھما بعد البلوغ اھ (ھدایہ ص۲۹۶ ج۲)

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

سیدہ، میو سے بدون اجازتِ اولیاء نکاح کرے تو نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسمی محمد اختر میو ساکن نیو ملتان۔ وزٹ ویزہ پر امریکہ گیا وہاں مسماۃ خرم شاہ سے دوستی لگالی۔ جب محمد اختر کے ایک دوست کو پتہ چلا تو اس نے محمد اختر کو گناہ سے بچانے کے لئے چار گواہ ساتھ لئے اور محمد اختر و خرم شاہ کو ساتھ لے کر امام مسجد کے پاس گئے اور شرعی طریقہ سے

نکاح کرا دیا۔ جبکہ محمد اختر کی عمر ۱۹ سال تھی اور خرم شاہ کی عمر ۱۷ سال تھی۔ لیکن مولوی صاحب اور چار گواہوں اور زوجین کے علاوہ کسی کو نکاح کا علم نہیں حتیٰ کہ زوجین کے والدین کو بھی علم نہیں۔ اور پھر جب محمد اختر کے والد کو پتہ چلا تو وہ ناراض ہوا اور لڑکی کی والدہ کو بھی بتا دیا۔ تو اس لڑکی کی والدہ نے کہا کہ ٹھیک ہے اگر نکاح ہو گیا ہے تو ہماری لڑکی چھ ماہ بعد سکول سے فارغ ہو جائے گی تو اس کو اپنے گھر (پاکستان) لے جانا۔ اب لڑکا (محمد اختر) جب واپس پاکستان آنے لگا تو اس نے ——

اپنی بیوی کو کہا کہ اگر تو پاکستان آنا چاہتی ہے تو میرے بھائی جو یہاں امریکہ میں ہیں ان سے بات کر لینا وہ تجھے پاکستان پہنچا دیں گے۔ اب محمد اختر پاکستان آگیا اور لڑکی امریکہ میں ہے۔ نیز نکاح میں پچاس ہزار ڈالر مہر مقرر ہوا تھا مگر محمد اختر نے اپنی بیوی خرم شاہ سے کل مہر معاف کرا لیا اور وصول کے دستخط کروا لئے کہ خرم شاہ نے مہر وصول کر لیا ہے۔ اب لڑکی (خرم شاہ) نے امریکہ میں کسی مفتی سے مسئلہ پوچھا تو اس نے کہا کہ تمہارا نکاح نہیں ہوا تم نے گناہ کیا ہے۔ لہٰذا توبہ واستغفار کرو اور دوسری جگہ شادی کر سکتی ہو۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً صورت مذکورہ میں نکاح ہوا یا نہیں اور بغیر محمد اختر کے طلاق دینے کے وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔ نیز امریکہ کے مفتی کا جاری کردہ فتویٰ بھی ارسال خدمت ہے وہ بھی پڑھ لیں کہ صحیح ہے یا نہیں۔ جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب صورت مسئولہ میں پیش کردہ نکاح نامہ کے مطابق چونکہ لڑکی سیدہ ہے اور لڑکا اس سے کم درجہ قوم کا ہے۔ لہٰذا مفتیٰ بہ روایت کے مطابق یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ بعد میں اولیاء کی اجازت سے بھی صحیح نہیں ہوا کیونکہ اجازت موقوف کے لئے ہوتی ہے غیر منعقد کے لئے نہیں۔

كما في الهندية ثم المرأة اذا زوجت نفسها من غير كفؤ صح النكاح في ظاهر الرواية عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى وهو قول ابي يوسف رحمه الله تعالى آخرا وقول محمد

رحمہ اللہ تعالیٰ اٰخرا ایضًا حتی ان قبل التفریق یثبت فیہ حکم الطلاق والظہار والایلاء والتوارث وغیر ذلک ولکن للاولیاء حق الاعتراض وروی الحسن عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ان النکاح لا ینعقد وبہ اخذ کثیر من مشایخنا رحمہم اللہ تعالیٰ کذا فی المحیط۔ والمختار فی زماننا للفتوی روایۃ الحسن اھ ہندیہ ص۲۹۲ ج۱ الباب الخامس فی الاکفاء) فقط واللہ تعالیٰ اعلم محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفی عنہ

عصبات کے ہوتے ہوئے نانا کو ولایت نہیں ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اِس مسئلہ میں کہ غلام محمد و غلام سرور دونوں چچازاد بھائی تھے۔ غلام محمد فوت ہوا تو ایک نابالغہ لڑکی مسماۃ راجن مائی چھوڑ گیا جسکی عمر چھ سال ہے۔ غلام محمد کی بیوہ (رحمت مائی) اور خسر نے لڑکی کا نکاح ولی حقیقی غلام سرور کے اذن کے بغیر کردیا بوقت نکاح غلام سرور چھ میل دُور تھا۔ اس کو جب علم ہوا تو کئی آدمی لے کر لڑکی کی ماں و نانے کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں اور نہ ہی اجازت ہے آیا غلام سرور کی اجازت کے بغیر نکاح شرعاً جائز ہوا یا نہیں المستفتی مفتی محمد کلیم اللہ دہاڑی

الجواب عصبات کے ہوتے ہوئے والدہ اور نانا کو ولایت نکاح حاصل نہیں لہٰذا اِن کا کیا ہوا نکاح موقوف ہوگا غلام سرور کی اجازت پر اور اس کے رَد کردینے سے ختم ہوگا۔

فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ

درمختار علی الشامیۃ ص۳۴۴ ج۲ ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ محمد انور عفا اللہ عنہ

زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی کا زانی ولی نہیں بن سکتا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک عورت طوائف ہے۔ اس عورت کا تعلق ناجائز زید سے رہا۔ زید سے ہی اسے حمل حرام ٹھہر گیا۔ پھر زید نے اس طوائف سے قطع تعلق کر لیا۔ عورت نے پھر بکر سے ناجائز تعلق قائم کر لیا۔ عورت کے بطن سے ایک حرامی لڑکی پیدا ہوئی۔ سن صغر میں ہی بکر نے طمع نفسانی کی وجہ سے باوجود اس کی والدہ کے چیخنے چلانے کے اس لڑکی کا نکاح عمرو سے کر دیا۔ اب لڑکی جوان ہو گئی ہے۔ اب نہ تو لڑکی اس ناطہ پر رضامند ہے۔ اور اس کی والدہ کی پہلے سے ہی ناراضگی ہے۔ کیا ایسی صورت میں ولایت بکر جائز متصور ہو کر نکاح درست ہوگا۔ یا کالعدم۔ بینوا توجروا

الجواب شخص مذکور لڑکی مذکورہ کے نکاح کا متولی ہی نہیں تھا۔ اس لئے اس کا کیا ہوا نکاح لازم نہیں پس یہ لڑکی اپنی صوابدید کے موافق دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ غفرلہٗ

بندہ محمد اسحٰق غفر اللہ لہٗ
۱۳/ ۹/ ۱۳۸۰ھ

کیا ولایت میں چھوٹا بڑا بھائی برابر ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی نابالغہ ہے اس کے دو بھائی ہیں چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کی عدم موجودگی میں نکاح کر دیا۔ اب بڑا بھائی اس نکاح پر راضی نہیں ہے کیا شرعاً چھوٹا بھائی اور بڑا بھائی ولایت میں برابر ہیں یا نہیں؟

الجواب لڑکی کا بھائی جو نکاح میں شامل تھا اگر وہ اس وقت عاقل بالغ تھا تو پھر یہ نکاح منعقد ہو گیا کیونکہ چھوٹا اور بڑا بھائی ولایت میں مساوی ہیں۔

ھکذا مفھوم من کتب الفقہ۔ لہٰذا بغیر طلاق حاصل کئے لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کرنا درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ

بندہ اصغر علی عفی عنہٗ
۱۳۷۲/۳/۳ھ

کوئی عصبہ نہ ہو تو ولایت نکاح کس کو ہوگی۔

محمد بخش ولد اللہ بخش جو کہ اللہ یار مرحوم کی خالہ زاد بہن کا بیٹا ہے۔ اس نے اللہ یار مرحوم کی نابالغ لڑکی مسماۃ منظور الٰہی کا عقد مسمی محمد بخش ولد خدا بخش سے کر دیا۔ عقد کے وقت لڑکی کی والدہ کرم خاتون کو نکاح کے لئے راضی کیا تو اس نے کہا کہ اگر میری بڑی لڑکی اور داماد کو راضی کر لو تو میں راضی ہو جاؤں گی مگر محمد بخش ولد اللہ بخش انہیں رضامند کرنے میں ناکام ہوا۔ اس لئے اللہ یار کی بیوی نہ تو نکاح کے وقت راضی ہوئی نہ بعد میں، لیکن نکاح زبردستی کر دیا۔ اور لڑکی کی والدہ کو مار پیٹ کر الگ ایک کمرہ میں بند کر دیا۔ لڑکی کی والدہ کرم خاتون کہتی ہے کہ میں اس نکاح سے نہ راضی تھی اور نہ اس وقت راضی ہوں نہ اپنی لڑکی دینا چاہتی تھی اور نہ اب چاہتی ہوں اور نہ کبھی دوں گی۔ اسی طرح منظور الٰہی کا بھائی جو عقد کے وقت نابالغ تھا اب وہ بالغ ہے وہ بھی اس نکاح پر اپنی عدم رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔ شرعاً نکاح ہو گیا ہے یا نہیں اگر نہیں ہوا۔ تو وہ لڑکی اپنا کسی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب محمد بخش ولد اللہ بخش کو مسماۃ منظور الٰہی نابالغہ کے نکاح کی ولایت حاصل نہ تھی بلکہ نکاح مذکورہ کی ولایت شرعاً والدہ کو تھی پس محمد بخش کا کیا ہوا نکاح لڑکی کی والدہ کی اجازت پر موقوف تھا جب اس نے رد کر دیا تو یہ نکاح ختم ہو گیا۔ پس صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ لڑکی کو یہ حق حاصل ہے کہ دوسری جگہ جہاں چاہے نکاح کرے۔ سابقہ نکاح کالعدم ہے۔

قال فی الدر المختار فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ... الخ (ص ۴۲۹ ج ۲)

ونکاح عبدٍ وامۃٍ بغیر اذن السید موقوفٌ علی الاجازۃ کنکاح الفضولی سیجئ فی البیوع توقف عقودہ کلھا ان لھا مجیزٌ حالۃ العقد والا تبطل (ص ۴۴۹ ج ۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد عبداللہ غفر لہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ عبدالستار عفی عنہ
۷/ ۵/ ۱۳۸۱ھ

باپ نابالغہ کے نکاح کی ولایت نانا کو دے دے تو اس سے باپ کی ولایت ختم نہیں ہوتی (ایک اہم فتویٰ)

ہمارے بلوچستان کے اکثر خاص کر بلوچ پختون قبائل کے لوگ عورتوں کو بھیڑ بکری جیسے فروخت کرتے ہیں۔ اور اس کے ثمن کو اس عرف میں ''لب'' سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن جو علماء دیانتدار متقی لوگ کہلائے جاتے ہیں یہ بجائے ''لب'' کے حق مہر مقرر کرکے وہ مال واقعی بچی کے حوالے کر دیتے ہیں۔ لیکن انہوں نے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ایک تیسری صورت بھی اختیار کی ہے اور اسی کو مباح کا درجہ دے دیا۔ اور اس کا نفع صرف صرف باپ یعنی سسر کے حق میں ہے وہ مباح کی تیسری صورت یعبر فی عرفنا بلفظ ''گٹ کمی'' یعنی پیٹ کا بچہ ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ بوقت منگنی لڑکی کا باپ اپنے داماد کے ساتھ حق مہر مقرر کرنے کے علاوہ یہ شرط بھی لگاتا ہے کہ جس وقت میری لڑکی کا نکاح یعنی خلوت صحیحہ وجود میں آجاوے تو چار لڑکیاں پیٹ والی میری ہیں۔ چاہے میری لڑکی کے بطن سے یا اس کی دوسری بیوی کے بطن سے یا آپ کے بھائی کی بیوی کے بطن سے جب بھی پیدا ہوں۔ تو میری ہیں یعنی چار لڑکیاں پیٹ والی آپ نے پیدا کرکے مجھے دینی ہیں۔ بغیر کسی عوض کے۔ پھر جب یہ بچیاں پیدا ہو جاتی ہیں تو سسر اس کی یوم پیدائش کے چالیس دن کے بعد داماد کے گھر جاکر کہتا ہے

کہ آپ کی بچی اب میری ہے۔ یعنی میرا قبضہ ہوگیا۔ اور داماد کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور اس شرط کو ہمارے قومی رسم ورواج بلکہ صوبائی حکومت کی قانونی بالادستی حاصل ہے۔ اگر داماد یعنی باپ اپنی بچی کو حوالے کردینے سے انکار کرے تو عدالت کے ذریعے اس سے تسلیم کرایا جائے گا غرضیکہ بچیوں کے پیدا ہونے کے بعد باپ یعنی داماد کی رضا اور عدم رضا کا کوئی اعتبار نہیں۔ خلاصۃ الکلام داماد یعنی باپ کی ولایت من کل الوجوہ اپنی بچی سے منقطع ہوجاتی ہے۔ اور یہی ولایت بعینہ نانا یعنی بیوی کے باپ یا اسی کے خاندان کے کسی فرد کی طرف منتقل ہوجاتی ہے۔ بچی کا نانا جہاں چاہے نکاح کرائے۔ یا فروخت کرے۔ حق مہر مقرر کرے یا نہ کرے۔ باپ کا کوئی اختیار نہیں۔ اب شق نمبر 1 "لب" کی حرمت، شق نمبر ۲ حق مہر کی حلت پر کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن شق ۳ (گٹکئی) بتفصیلہا میں مقامی علماء کا اختلاف ہے۔

الطبقۃ الاولیٰ من العلماء الکرام والصلحاء جو کہ اس فعل کے عملی طور پہ مرتکب ہیں۔ وہ اس شرط کو جس کا نتیجہ گٹکئی بن جاتا ہے۔ مباح قرار دیتے ہیں۔ بلکہ بوقت منگنی اس شرط کو مباح صرف وعدہ اور بوقت ولادت بچی اس حیلہ کو جائز اور واجب التسلیم ایفائے عہد بتاتے ہیں۔ اور خلاف وعدہ جرم ہے ممکن ہے الکریم اذا وعد وفی سے استدلال کرتے ہوں گے۔ غرضیکہ ان کے ہاں یہ تدبیر اختیار کرکے جبری طور پہ بھی ولایت باپ کو بچی کے حق میں سلب کرنے میں کوئی بڑا گناہ یا کراہت نہیں۔

الطبقۃ الثانیہ من العلماء الکرام اس شرط کو کہ جس کا نتیجہ صورت گٹکئی والی بن جاتی ہے۔ ناجائز بتلاتا ہے وہ فیصلہ عدالت کو ظلم سے تعبیر کرتے ہیں۔ بلکہ بلا رضائے باپ یعنی داماد کے نکاح منعقد نہیں ہوسکتا۔ اور ہر وہ وعدہ جو خلاف شرع ہو۔ اس کا ایفاء ضروری نہیں۔ اور یہ علماء اس شرط گٹکئی کی حرمت کو شق ۱ "لب" سے زیادہ حرام بتلاتے ہیں۔ بایں معنی کہ لب میں بیع الحر کی حرمت ہے۔ اور شق نمبر ثالث میں گٹکئی میں بیع الحر کے ساتھ بیع المعدوم والی صورت بھی پائی جاتی ہے۔

جناب مفتی صاحب حوالہ کے ساتھ فتویٰ بتائیں کیونکہ ہمارے ہاں بااثر علماء کے ذریعہ شق

ثالث یعنی گٹکمئی والی صورت کو مباح قرار دیکر اس پر عمل کیا جارہا ہے۔ گویا یہ ایک حیلہ شرعی بن چکا ہے۔ اگر یہ واقعی ناجائز ہے تو اوروں کے لئے قابل تقلید اور حامل نفع دنیوی پر مشتمل ہے۔ ورنہ ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے تفصیلی یا مختصر دلیل کی ضرورت ہے۔ اگر یہ صورت ناجائز ہے۔ تو کیا یہ گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ تو کیا داماد کے انکار پر خلاف وعدہ کا گناہ ہے یا نہیں کیا بصورتِ عدم رضا داماد یعنی باپ کا نکاح جائز ہوگا یا نہیں۔ تو کیا یہ کوئی حیلہ شرعی ہے یا نہیں۔

الجواب اس قسم کے عقد کی جانوروں میں بھی ممانعت ہے چہ جائیکہ انسانوں میں اسے جائز کیا جائے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے:

عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ نھی عن بیع حبل الحبلۃ۔ قال النووی فی شرحہ واختلف العلماء فی المراد بالنھی عن بیع حبل الحبلۃ فقال جماعۃ ھو البیع بثمن موجل الی ان تلد الناقۃ ویلد ولدھا......... وقال آخرون ھو بیع ولد الناقۃ الحامل فی الحال......... وھذا البیع باطل علی التفسیرین اما الاول فلانہ بیع بثمن الی اجل مجھول......... واما الثانی فلانہ بیع معدوم ومجھول وغیر مملوک البائع وغیر مقدور علی تسلیمہ واللّٰہ اعلم اھ (النووی ص۳ ج۲)

امام نووی کی کلام کے مطابق اس بیع میں ممانعت کی کئی وجوہ پائی گئیں ہیں ۱۔ بیع معدوم ہے۔ ۲۔ بیع غیر مملوک ہے۔ ۳۔ بیع غیر مقدور التسلیم ہے۔ اور صورت مسئولہ میں مزید دو وجہوں کا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ یہ بیع الحر ہے۔ نیز یہ کہ بوقت عقد حمل بھی معدوم ہے۔ تو جب حیوانات میں بیع الحمل ممنوع ہے۔ تو انسانوں میں ایسی بیع کیونکر جائز ہوسکتی ہے۔ بلکہ یہ صریح البطلان ہے۔ لا یشک فیہ عاقل منصف اور اسے صرف وعدہ قرار دینا لغو ہے۔ کیونکہ نفس وعدہ پر عدالتی کارروائی اور حکومتی

جبر جاری نہیں ہوسکتا پس ایسی لڑکیوں کی ولایت نکاح بدستور ان کے والد کو حاصل رہے گی۔ سلب ولایت غلط ہے۔ فقط واللہ اعلم بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

کفاءۃ میں صرف اسلام کا اعتبار ہے یا باقی امور کا بھی ؟

کفؤ سے کیا مراد ہے اور مہر مثل سے کیا مراد ہے۔ زید کفؤ کی تفسیر یوں کرتا ہے کہ کفؤ مشتق ہے کفاءۃ بالفتح سے بمعنی مساوات اور کہا کہ الکفاءۃ معتبرۃ فی النکاح قال علیہ السلام الا لا یزوج النساء الا الاولیاء ولا یزوجن الا من الاکفاء۔ (ھدایہ اولین ص۳۲۵) واذا تزوجت المرأۃ نفسھا من غیر کفؤ فللاولیاء ان یفرقوا بینھما اھ والاصل فیہ قولہ علیہ السلام قریش بعضھم اکفاء لبعض بطن ببطن الخ۔ تو زید نے کہا کہ کم قوم والا اعلیٰ قوم والے کا ہم نسب نہیں، جیسے غیر ہاشمی، ہاشمی کا کفو نہیں ہے البتہ عورت نیچی قوم والی ہو۔ اور مرد اونچی قوم والا ہو۔ تو یہ صورت کفؤ سے بھی اونچی ہے اس لئے یہ جائز ہے، لیکن بکر کہتا ہے کہ کفو اور غیر کفؤ کے الفاظ جہاں آتے ہیں وہاں اسلام اور غیر اسلام کا فرق ہے مسلمان سب ایک دوسرے کے کفؤ ہیں لیکن زید کہتا ہے کہ کفو اور غیر کفؤ کا ذکر مسلمانوں کے اعتبار سے ہے کس کا قول صحیح ہے۔ نیز زید کہتا ہے کہ مہر مثل کی تشریح ھدایہ والی مھر مثلھا یعتبر باخواتھا وعماتھا وبنات اعمامھا۔ الخ صحیح ہے لیکن بکر کہتا ہے۔ یہ صحیح نہیں بلکہ مہر ہستی (طاقت) پر ہے، زید کہتا ہے درست ہے مگر دس درہم چاندی سے کم نہ ہو۔ کس کا قول صحیح ہے ——— (عبد الرشید علی پوری متعلم افتاء)

الجواب دونوں امور میں زید کا قول درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ: عبدالستار عفا اللہ عنہ

عالم باعمل سیّد زادی کا کفؤ ہے۔

واضح ہو کہ ایک سیّد زادی فواحش سے بچنے کے لئے بخواہش خود ایک نامرد شخص سے نکاح کرے تو کیا شرع شریف میں کوئی رکاوٹ تو نہیں۔ اس کا نکاح کر دیا جاوے یا نہ ———

الجواب اگر وہ غیر سیّد مرد عالم باعمل ہے۔ تو پھر وہ اس سیّد زادی کا ہم کفو ہے اور اس کا نکاح اس شخص کے ساتھ ہوسکتا ہے اور ورثاء میں سے بھی کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ اور اگر وہ عالم نہیں

ہے تو پھر اس سیدزادی کا کفوتو نہیں ہے لیکن نکاح پھر بھی اس شخص کے ساتھ صحیح ہے۔ مگر اس صورت میں ورثاء کی رضامندی ضروری ہے۔ اگر اس شخص کے ساتھ وارث نکاح کرنے پر راضی نہ ہوں گے تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔ کما فی الشامی ص۲۲۳ ج۲ فالعالم العجمی یکون کفواً للجاہل العربی والعلویۃ لان شرف العلم فوق شرف النسب۔

فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہٗ ۱۴/۲/۲۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ

غیر کفو میں نکاح کرنے سے رشتہ دار ناراض ہوں تو بھی کرسکتے ہیں۔

زید، اپنی اولاد کے رشتے غیر برادری اور غیر قوم میں اس بنا پر کرتا ہے کہ اپنی قوم میں نیک ذی علم نہیں ملتے اور اس بارے میں زید کے حقیقی بھائی اور بہن بھی اس کے ہمنوا ہیں لیکن حقیقی چچا اس بات کی وجہ سے ناراض ہوتا ہے اور قطع رحمی اختیار کرتا ہے اور بنا محض دنیا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر زید ایسا کرے تو گنہگار تو نہیں ہوگا۔

الجواب ولو زوج ولدہ الصغیر من غیر کفوٍ بان زوج ابنہ اَمَۃً او ابنتہ عبدا .... جاز، وھذا عند ابی حنیفۃؒ، کذا فی التبیین (ھندیہ ص۱۵ ج۲)

بنا بریں جزئیہ مذکورہ والد کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی اولاد کا نکاح غیر کفو میں کردے اور والد کا یہ استحقاق کسی دیگر رشتہ دار کی رضامندی کے ساتھ مقید نہیں، جیسا کہ اطلاق جزئیہ سے ظاہر ہے۔ پس والد کا یہ اقدام دونوں صورتوں میں معصیت نہیں، دیگر رشتہ دار رضامند ہوں تو بھی، ناراض ہوں تو بھی۔ پس صورت مسئولہ میں اس جائز اقدام سے ناراض ہو کر اگر کوئی رشتہ دار چچا وغیرہ قطع تعلق کرے تو یہ قطع اسی رشتہ دار کی جانب سے تصور کیا جائے گا زید کی جانب سے نہیں ہوگا لیکن زید کو چاہیئے کہ رشتہ دار مذکور کے ساتھ سابقہ تعلقات بدستور رکھنے میں اپنی طرف سے کوتاہی نہ کرے۔ قال علیہ السلام صِلْ من قطعک (الحدیث) نیز واضح رہے کہ ہر غیر قوم کا غیر کفو ہونا ضروری نہیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ

الجواب صحیحٌ، بندہ خیر محمد عفا اللہ عنہٗ

فاسق، فاسقہ بنت صالح کا کفو بن سکتا ہے

ایک شریف خاندان کی عورت بغیر اجازت والد کے ایک جاہل اور رذیل خاندان میں نکاح کرلے تو کیا شریعت

مطہرہ اس نکاح کو (جو غیر کفوء میں ہوا ہے) جائز کرتی ہے یا نہیں جبکہ عورت کا خاندان علمی پیشہ اور ہر لحاظ سے اعلیٰ خاندان شمار ہوتا ہے۔ البتہ عورت مذکورہ کا چال چلن اچھا نہیں ہے۔ احکام دین کی پابندی نہیں کرتی وغیرہ ـــ

الجواب صورت مسئولہ میں یہ نکاح بوجہ خیار کفائت کے قابل فسخ نہیں۔ کیونکہ یہ عورت خود فاسقہ ہے۔ اور فاسقہ بنت صالح فاسق شخص کی کفو ہوتی ہے پس عورت مذکورہ کا شخص مذکور سے اپنی رضا و رغبت سے نکاح کرنا کفوء میں ہے۔ والدلیل علیہ ما فی الشامیۃ قلت والحاصل أن المفهوم من کلامهم اعتبار صلاح الکل وان من اقتصر علی صلاحها أو صلاح آبائها نظر الی الغالب من ان صلاح الولد والوالد متلازمان فعلی هذا فالفاسق لا یکون کفوا لصالحۃ بنت صالح بل یکون کفوا لفاسقۃ بنت فاسق وکذا الفاسقۃ بنت صالح کما نقله فی الیعقوبیۃ فلیس لا بیها حق الاعتراض لان ما یلحقه من العار ببنته أکثر من العار بصهره اھ (باب الکفارۃ ص۳۲۸ ج۲)

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

نیک عالمِ دین اچھے خاندان کا کفوء ہے

ایک بیوہ نے اپنا نکاح ایک عالم دین دار آدمی سے کیا بیوہ نے کہا کہ اس نکاح کو میرے اولیاء سے مخفی رکھیں کیونکہ وہ کسی دنیا دار سے کر دیں گے۔ اس طرح میرے بچوں کا مستقبل خراب ہو جائے گا۔ اب اس بیوہ کے بھائی اس نکاح کو قبول نہیں کرتے، اس عالم دین دار کا تعلق ایک اچھے خاندان سے ہے جبکہ بیوہ کے خاندان کی کئی لڑکیاں اس عالم دین کے خاندان میں بیاہی گئی ہیں۔ مزید یہ کہ اکثر لوگ بیوہ کے خاندان کو قریشی تسلیم کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ اس دین دار عالم کے پاس جائیداد بھی بیوہ سے زیادہ ہے۔ اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ ـــــ (عبدالرحمن میاں چنوی)

مستفتی اختیار

الجواب صورتِ مسئولہ میں یہ نکاح لازم ہو چکا ہے اور درست ہوا ہے، عورت کے اولیاء اسے فسخ نہیں کرا سکتے کیونکہ یہ کفوء میں ہوا ہے۔ فی جامع قاضی خان الحسیب یکون کفوا للنسیب فالعالم العجمی یکون کفوء للجاهل العربی الی ان قال وزادوا العالم الفقیر یکون کفوا للغنی الجاهل والوجه فیه ظاهر لان شرف العلم فوق شرف النسب فشرف المال أولی اھ (شامی ص۳۲۶ ج۲) فقط واللہ اعلم احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

کوئی شیعہ اپنے آپ کو سُنی ظاہر کر کے نکاح کر لے تو پتہ چلنے پر اولیا فسخ کرا سکتے ہیں۔

ایک شخص نے اپنی لڑکی کا رشتہ دیتے وقت اُن کے مذہب شیعہ ہونے پر انکار کر دیا مگر رشتہ لینے والے نے چند آدمیوں کے سامنے حلفاً اقرار کیا کہ میں شیعہ ہرگز نہیں ہوں اس کے بعد اس نے رشتہ کیا۔ دونوں طرف سے نکاح ہو گئے یعنی رشتہ دینے والے نے اپنی نابالغہ لڑکی کا رشتہ ان کو دیدیا، بعدہٗ کچھ عرصہ وہ زوجہ کو اُپنے والدین کے پاس لے جانے کے بہانے سے اُسے گھر لے گیا اور پھر زوجہ کو بالکل محصور رکھا اور اُسے شیعیت پر بھی مجبور کیا اور صحابہ کرامؓ پر سب وشتم ولعنت کرنے لگے اور زوجہ کو کہنے لگے کہ تو بھی سب وشتم کر۔ چونکہ وہ اہل السنّت والجماعت تھی وہ انکار کرتی رہی وہ لڑکی کو اس کے والدین سے کبھی نہیں ملنے دیتے تھے بہت کوشش سے اس کا باپ گھر لے آیا، ایک لڑکا اس کا تھا وہ بھی انہوں نے جبراً چھین لیا اب عورت مذکورہ خاوند کے پاس نہیں جانا چاہتی اور نہ باپ شیعہ کے سُنی ہونے کی وجہ سے بھیجنا چاہتا ہے تو اب شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب صورت مسئولہ میں اس شخص نے اپنے آپ کو سُنی ظاہر کر کے نکاح کیا ہے لڑکی اور اس کے وارثان کو اس کے شیعہ ہونے کا علم نہ تھا بلکہ اس نے حلفاً بیان کیا کہ میں سُنی ہوں لہذا یہ نکاح غیر کفو میں ہونے کی وجہ سے فسخ ہو سکتا ہے۔ ہر وہ حاکم مجسٹریٹ یا ... جو مسلمان ہو اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے۔ اسی مضمون کی درخواست لڑکی کے والد کی طرف سے دینی لازم ہے بغیر قضا فسخ نہیں ... وفی ... المختار ولو زوجوها برضاها ولو يعلموا بعدم الكفاءة ثم علموا لا خيار لاحد ... اذا شرط ... اءة او اخبرهو بها وقت العقد فزوجوها على ذلك ثم ظهر انه غير كفؤ كان لهم الخيار شامي ۳۴۵ فقط واللہ اعلم

سندہ، محمد عبداللہ غفرلہٗ

مہر کے مسائل

حج کرانا بھی نکاح میں مہر بن سکتا ہے

زید نے ہندہ کو نکاح کا پیغام دیا، ہندہ بیوہ تھی، ہندہ نے کہا کہ میں اس شرط پر نکاح کرتی ہوں کہ میرا مہر یہ ہے کہ آپ مجھے حج کروادیں، چنانچہ نکاح ہوگیا تو کیا یہ نکاح صحیح ہے اور کیا زید کے ذمہ حج کرانا لازم ہے۔ مہر اس کے علاوہ اور کچھ مقرر نہیں ہوا۔ جبکہ حج کی قیمت میں کمی وزیادتی ہوتی رہتی ہے ـــــ (المستفتی محمد اسماعیل سرحدی)

الجواب اگر حج کروادینے کی شرط پر نکاح کیا جائے اور اس حج کرانے کو مہر مقرر کیا جائے تو یہ نکاح ہوجائے گا اور خاوند کے ذمہ حج کی قیمت ہوگی اور حج کی قیمت کا کم وبیش ہوتے رہنا مفسد تسمیہ نہیں ـــــ

قال فی الدر المختار وکذا یجب مہر المثل فیما اذا لم یسم مہرا وفی الشامیۃ ص۳۶۳ ج۲ (قولہ فیما اذا لم یسم) ای لم یسم تسمیۃ صحیحۃ او سکت عنہ، نہر (الی قولہ) ولیس منہ ما لو تزوجہا علی عبد الغیر لوجوب قیمتہ اذا لم یجز مالکہ او علی حجۃ لوجوب قیمۃ حجۃ وسط لا مہر المثل الوسط برکوب الراحلۃ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ـــــ

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ — محمد انور عفی عنہ — الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق عفر اللہ لہ

مہر مؤجل میں ادائیگی سے پہلے رخصتی کا مطالبہ

مسمی اللہ وسایا کا نکاح فاطمہ سے ہوا، نکاح کے وقت حق مہر مکان کچی پختہ بمعہ حویلی نلکا، پانچ مرلہ زمین زیورات قیمت تین ہزار روپے مقرر ہوئی جو کہ نکاح نامہ میں درج ہے مسمی اللہ وسایا یہ حق مہر ادا کرنے سے انکار کرتا ہے تقریباً ایک سال گزر چکا ہے۔ مسمی عیسیٰ نے کئی بار کہا ہے کہ حق مہر پہلے ادا کرے گا تو پھر رخصتی شادی وغیرہ ہوگی لیکن مسمی اللہ وسایا انکار کرتا ہے۔ اب شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ ـــــ

الجواب صورت مسئولہ میں اللہ وسایا حق مہر فی الفور ادا کئے بغیر اپنی بیوی فاطمہ مائی کی رخصتی کرا سکتا ہے ولم یذکر الوقت للمؤجل یقع ذلک علی وقت وقوع الفرقۃ بالموت او بالطلاق۔

(عالمگیری ص۲۹۸ ج۱) فقط واللہ اعلم ـــــ محمد انور عفی عنہ

زنا کی اُجرت کو مہر بنانا

ایک مرد کسی عورت کو اُجرت پر لے کر اس سے زنا کرے اس اُجرت کو اس کا مہر ٹھہرالے تو شرعاً اس کو حد لگائی جاوے گی یا نہیں — اور اگر حد کا مستحق نہیں تو معلوم ہوا یہ فعل جائز ہے اگر ناجائز ہوتا تو شرعاً حد لگائی جاتی، کیا یہ متعہ نہیں ہے ؟ —

الجواب واضح رہے کہ حد شرعاً وہ سزا ہے جو من جانب اللہ مقرر ہو۔ یہ سزا بعض اوقات شبہ کی بنا پر ساقط ہو جاتی ہے یعنی سو دُرّے لگانا یا سنگسار کرنا، اس کے ساقط ہونے سے آدمی جرم سے بری نہیں ہوتا بلکہ حکومت مختار ہے کہ وہ جو سزا مناسب سمجھے جاری کرے جیسا کہ کوئی بدمعاش آدمی جانور سے بدفعلی کرتا ہے یا لڑکے سے فعلِ بد کرتا ہے تو اس صورت میں بھی حد نہیں بلکہ حکومت وقت کو اختیار ہے کہ جو سزا از قسم قید یا ضرب وغیرہ مناسب سمجھے دے سکتی ہے تو ایسی سزا کو جو حکومت کے اختیار میں ہوتی ہے تعزیر کہتے ہیں تو کیا حد واجب نہ ہونے سے آپ لواطت بہیمہ کو جائز کہہ دیں گے جس طرح یہ دونوں فعل جائز نہیں ایسے ہی کسی عورت سے زنا پر مستاجری کرانا بھی ناجائز ہے اور متعہ شریعت میں حرام ہے ۔

نیز واضح رہے کہ عورت کو زنا پر مستاجری کرنے میں امام محمدؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک حد لازم ہے ، امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک یہ سخت گناہ ہے اس میں حد لازم نہیں ہے لیکن تعزیر ہے یعنی حاکم کے اختیار میں ہے کہ ایسے مرد و عورت کو جو سزا مناسب سمجھے دے سکتا ہے ۔ چنانچہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق صـ ۱۹ جـ ۵ میں یہ تفصیل موجود ہے ۔ فقط واللہ اعلم ـــــ

بندہ محمد عبد اللہ غفر لہٗ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۲/۴/۴ھ

مکمل مہر دے دیا پھر قبل از دخول طلاق ہوگئی تو نصف مہر واپس لے سکتا ہے

زید نے اپنی لڑکی ہندہ نابالغہ کا نکاح عمر بن بکر سے پڑھا دیا بعوض حق مہر معجل پھر بعد از نکاح عمر کے والد بکر نے اپنا مکان اپنی خوشی و رضامندی سے ہندہ کو بعوض حق مہر بیع قطعی تحریر کر دیا اور قبضہ بھی دیدیا عرصہ سے ابھی تک ہندہ اس مکان میں رہائش پذیر ہے ابھی تک ہندہ کے تبدیل پارچات عمر کے ساتھ نہیں کئے گئے ہیں اور اب عمر کا والد بکر دعویٰ کرتا ہے کہ یہ مکان مجھ کو واپس کر دیا جائے کہ ہندہ قبل از

تبدیل پارچات حق مہر نہیں لے سکتی ہے لہٰذا یہ بیع نامہ منسوخ کیا جاوے کیا واقعی یہ مکان واپس ہو سکتا ہے جو کہ والد نے عمر لعوض حق مہر بیع کر دیا ہے یا نہیں ــــــ

الجواب بکر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ عورت قبل از تبدیلی پارچات مہر کی حق دار نہیں ہوتی بلکہ نکاح ہوتے ہی عورت مہر کی حقدار بن جاتی ہے۔ ہاں خدانخواستہ اگر کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ قبل از وطی یا قبل از خلوت طلاق تک نوبت پہنچ جائے تو اس صورت میں عورت صرف نصف مہر کی حق دار رہتی ہے اور دوسرا نصف مرد کی ملک میں واپس لوٹ آتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں ــــــ

(۱) بوقت نکاح عورت کو مہر ادا نہ کیا جائے بلکہ مؤجل رکھا جائے ــــــ

(۲) بوقت نکاح عورت کو پورا مہر ادا کر دیا جائے تو دوسری صورت میں قبل از وطی طلاق کی نوبت پیش آجائے تو نصف مہر مرد، عورت سے واپس لے گا لیکن اس واپس لینے کی بھی دو صورتیں ہیں ــــــ

(۱) یا تو عورت اپنی رضا سے واپس کر دے ــــــ

(۲) اگر عورت اپنی رضا سے واپس نہ دے تو عدالت میں دعویٰ کر کے واپس حاصل کر لے۔ بلا واسطہ عدالت خود بخود زبردستی لینے کا حق نہیں ــــــ

کما فی الدر المختار علی الشامی ص۴۵۶ ج۲ ویجب نصفہ بطلاق قبل وطء او خلوۃ فلو کان نحوھا علی ما قیمتہ خمسۃ کان لھا نصفہ ودرھمان ونصف وعاد النصف الی ملک الزوج بمجرد الطلاق اذا لم یکن مسلما لھا وان کان مسلما لھا لم یبطل ملکھا منہ بل توقف عودہ الی ملکہ علی القضاء او الرضاء الخ ــــــ

لہٰذا صورت مسئولہ میں بکر کو مکان واپس لینے کا تو کسی صورت میں بھی حق نہیں کیونکہ اس کی تو بیع ہو چکی باقی رہا واپسی مہر کا مطالبہ اس کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ خدانخواستہ اگر قبل از وطی طلاق کی صورت پیش آجائے تو چونکہ عورت مذکور کو بوقت نکاح پورا مہر ادا کر دیا تھا۔ اس عورت کی رضا سے یا بذریعہ عدالت نصف مہر واپس لے سکے گا۔ ورنہ واپسی مہر کے مطالبہ کا بھی حق نہیں ــــــ

بندہ اصغر علی غفرلہٗ

خلاصہ یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں خاوند مکان کو تو بالکل نہیں لے سکتا کیونکہ وہ حق مہر کی بیع میں آچکا ہے اور حق مہر نقد کی شکل میں بھی نہیں لے سکتا جب تک طلاق قبل از دخول نہ دی ہو۔ اگر طلاق قبل از تبدیل پارچات دیدے

تو آدھا حق مہر لے سکتا ہے۔ والجواب صحیح

بندہ عبداللہ غفر اللہ لہٗ

عورت بخوشی مہر معاف کر دے تو باپ کو اعتراض کا کوئی حق نہیں۔

زید نے اپنی بیوی کا حق مہر چار ہزار روپیہ مقرر کیا۔ مذکورہ مہر عورت شادی کے دو سال بعد چار گواہوں کے رُوبرو بخوشی معاف کر چکی ہے۔ اب دونوں میاں بیوی راضی خوشی زندگی بسر کر رہے ہیں مگر لڑکی کے والد صاحب کہتے ہیں کہ مہر معاف کرنا ٹھیک نہیں بلکہ ادا کرو، شرعاً کیا حکم ہے۔؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں برتقدیرِ صحتِ واقعہ مہر معاف ہو چکا ہے اب عورت یا اس کا کوئی ولی مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

للمرأة ان تهب مالها لزوجها من صداق دخل بها زوجها أولم يدخل وليس لاحد من أوليائها اب ولاغيره الاعتراض عليها۔ (كذا فى شرح الطحاوى اھ (عالمگیری ص۲۷ ج۲)

الجواب صحیح | فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہٗ | محمد انور عفا اللہ عنہٗ

والد، مہر کا ضامن ہو تو اسے دینا ضروری ہے،

محمد سلیم کا نکاح ہوا، اس وقت تیس ہزار روپے اور ایک مرلہ زمین حق مہر مقرر ہوا اب سلیم اپنے والد ابراہیم سے کہتا ہے کہ ایک مرلہ حق مہر زمین ادا کرو شریعت کے رو سے فرمائیں کہ آیا مہر خاوند کے ذمہ ہے یا اس کے والد کے ذمہ جبکہ والد نے زبانی طور پر کوئی شرط و قید نہیں لگائی کہ میں ادا کروں گا۔ البتہ نکاح نامہ میں والد کی اجازت سے ایک مرلہ مکان کی زمین بطور مہر کے لکھی گئی تھی ۲۔ محمد سلیم اپنے والد سے اس کی زندگی میں ہی جائیداد کی تقسیم کا مطالبہ کرتا ہے۔ کیا شریعت کی رُو سے محمد سلیم اپنے والد سے جائیداد کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب برتقدیرِ صحت واقعہ صورت مسئولہ میں والد کو چاہیئے کہ مکان کا جتنا حصہ بطور مہر لکھوایا تھا وہ یا اس کی قیمت وہ محمد سلیم کی زوجہ کو ادا کرے مہر کے خانہ میں لکھوانا ایک قسم کی ضمانت ہے اور ولی شرعاً مہر کا ضامن بن سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:۔

وصح ضمان الولی مهرها ولو صغیرة وتطالب أیاً شاءت من زوجها البالغ أوالولی الضامن الخ

ص۲۵۷/ج۲ ۲۔ جبتک والد تندرست ہو اس کی جائیداد اس کی ملک ہے کسی لڑکے یا لڑکی کا اس میں کوئی حق نہیں لہذا لڑکے کا تقسیم جائیداد کا مطالبہ شرعاً غلط ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد عبداللہ عفی عنہ
۳۰/۴/۱۴۰۸ھ

مہر کی کم از کم مقدار ۳۵ گرام چاندی ہے،

ـــــــ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ مہر کی شرعاً مقدار کم سے کم ۱۰ درہم ہے تو موجودہ دور میں ۱۰ درہم کا وزن کلو اور گرام کے اعتبار سے کتنا بنتا ہے ؟ ـــــ

الجواب دس درہم کا وزن تولوں کے حساب سے دو تولہ ساڑھے سات ماشے بنتا ہے اور گرام کے لحاظ سے ۳۴٫۲ گرام بنتا ہے اگر کم از کم مقدار کو مہر بنانا ہو تو احتیاطاً ۳۵ گرام چاندی یا اس کی قیمت کو مہر بنادیں ـــــ

فقط واللہ اعلم ـــ محمد انور غفرلہٗ

لڑکی والوں کا جہیز بنانے کے لئے رخصتی سے پہلے مہر وصول کرنا۔

ہمارے ہاں عرصہ دراز سے یہ رواج شادی بیاہ کے مواقع پر چلا آرہا ہے کہ لڑکی کا والد یا اس کے سرپرست حضرات لڑکی کا مہر نکاح سے قبل وصول کر لیتے ہیں، کیا شرعاً نکاح سے قبل اس طرح مہر وصول کرنا جائز ہے ؟

الجواب صورت مسئولہ میں لڑکی کا والد یا سرپرست لڑکے والوں سے مہر کی رقم نکاح سے پہلے شادی کے اخراجات کے لئے لے سکتا ہے کیونکہ ولی مہر پر قبضہ کرسکتا ہے۔

کما فی رد المحتار وفیها قبض الاب مهرها وهی بالغة أو لا وجهز ها أو قبض مکان المهر عیناً لیس لها ان لا تجیز لان ولایة قبض المهر الی الآباء وکذا التصرف فیه ـــــــ (باب المهر شامی ص۴۶۴/ج۲) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مال کے بدلے طلاق حاصل کرنے کے بعد عورت کا مہر کا مطالبہ کرنا

ایک عورت نے طلاق کا مطالبہ کیا خاوند نے کہا اڑھائی ہزار روپیہ لے کر طلاق دوں گا، خاوند نے طلاق دیدی، جب پیسے مانگے گئے تو عورت نے مہر کا مطالبہ کر دیا؟ کیا اس کا مطالبہ درست ہے ـــــ

الجواب صورت مسئولہ میں عورت مہر لینے کی حقدار ہے۔ وقیل الطلاق علیٰ مال مسقط للمہر کالخلع والمعتمد لا۔ (درمختار علی الشامیہ ص۵۶۷ ج۲)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۰ / ۸ / ۱۳۹۸ھ

مہر زیور کی شکل میں ادا کر دیا اور پھر بیوی نے معاف کر دیا تو وہ زیور ترکہ شمار ہوں گے یا نہیں۔

جمیلہ بی بی مرحومہ زوجہ عبدالحمید کو ہم نے اس کی زندگی میں مہر شریعت کی رو سے جو بنتا تھا وہ اس کو چاندی کے زیورات کی صورت میں مہر کی طرف سے ادا کر دیا تھا مکمل طور پر، بیوی کے مرتے ہوئے چند عورتوں نے مہر معاف کرنے کو کہا تو میں نے خود عورتوں کے سامنے اقرار کیا ہے کہ مہر زیور کی شکل میں ادا کر دیا ہے۔ اس پر عورتوں نے مرنے والی سے پوچھا تو مرنے والی بولی کہ میں نے مہر خوشی سے معاف کر دیا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ جو زیور مہر کی شکل میں ادا کر دیا تھا میں اس کا حقدار ہوں یا کہ نہیں یا میرے بچے حق دار ہیں ـــــ (المستفتی، عبدالحمید جلالپوری)

الجواب اگر مہر بشکل زیور عورت کو ادا کر دیا تھا تو وہ زیور عورت کے مملوک ہو گئے، عورت کے زبانی معاف کرنے سے وہ خاوند کی ملک نہیں بنیں گے تاوقتیکہ وہ خاوند کو دے کر قبضہ نہ کرا دے، اگر ھبہ درست بھی ہو تو بھی مرض الوفات میں خاوند کو ہبہ کرنا درست نہیں لہذا وہ زیورات عورت کا ترکہ شمار ہو کر اس کے تمام ورثاء میں تقسیم ہوں گے ان میں سے ۱/۴ خاوند کو بھی ملے گا۔ فقط واللہ اعلم ـــــ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۱ / ۶ / ۱۴۰۳ھ

باپ لڑکی کا مہر معاف کر دے تو لڑکی مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

اگر کوئی شخص اپنی بالغہ بیٹی کی طلاق اس کے مہر کے عوض بلا اجازت و رضا اور موجودگی کے حاصل کرے

اور ضامن بھی نہ بنے تو کیا لڑکی اپنا مہر وصول کرنے کی مجاز ہے، آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ ظاہراً باپ لڑکی کی طرف سے وکیل ہے لہٰذا وصول کرنے کی مجاز نہیں تو عرض یہ ہے کہ :۔

الدر المختار مع رد المحتار ص ۶۱۵ ج ۲ کی مذکور ذیل عبارت :۔

خَلَعَ الْاَبُ صغیرته بمالها أو مهرها طلقت فی الاصح کما لو قبلت هی و هی

ممیزة ولم یلزم المال لانه تبرع وکذا الکبیرة الخ فان خالعها الاب علی مال

(بمثل المهر) ضامناً له صح والمال علیه کالخلع مع الاجنبی فالاب أولیٰ بلا سقوط مهر

أی (سواء کان الخلع علی المهر أو علی ألف) لانه لم یدخل تحت ولایة الاب انتهی

ان عبارات میں اور احسن الفتاویٰ وفتاویٰ دار العلوم دیوبند میں اور جامعۃ الاسلامیہ کراچی سے مسائل مذکورہ کے متعلق حاصل کردہ فتاویٰ میں ظاہری وکالت کا اعتبار نہیں کیا گیا بلکہ لڑکی کے لئے وصول مہر کا استحقاق ثابت کیا گیا ہے، جواب بالصواب سے نوازیں ۔۔۔۔۔

الجواب لانه لم یدخل تحت ولایة الاب الخ کی تعلیل سے ظاہر ہے کہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ والد کو اسقاط مہر وغیرہ کا اختیار نہیں پہلے جواب میں جو کچھ لکھا گیا تھا وہ بصورت وکالت ہے، ہمارے عرف وعادت کے لحاظ سے ایسے معاملات میں عموماً لڑکی کی طرف سے کلی تفویض ہوتی ہے اور وکیل کا طے کردہ قبول ومنظور ہوتا ہے۔ پوری دیانتداری سے فیما بینه وبین اللہ غور کر لیا جائے اور صورت توکیل کی صوری طور پر بھی اگر پائی گئی تھی تو سابقہ فتویٰ پر عمل کیا جائے۔ ورنہ دوسرے فتویٰ پر عمل کیا جائے، فقط واللہ اعلم ۔

بندہ عبد الستار عفی عنہ

عورت یا اس کے ورثاء کے پاس مہر کی مقدار کے گواہ نہ ہوں تو مہر مثل دیا جائیگا

ہمارے والد صاحب کی تین عورتوں کی اولاد موجود ہے۔ ایک عورت سے ایک ہی لڑکا ہے جو سب سے بڑا ہے۔ دوسری عورت سے دو لڑکے ایک لڑکی تیسری عورت سے دو لڑکے ایک لڑکی جملہ پانچ لڑکے دو لڑکیاں پہلی اور تیسری عورت زندہ ہیں۔ دوسری عورت فوت ہو چکی ہے دوسری عورت کی اولاد اور تیسری عورت کا آپس میں اتفاق ہے۔ پہلی عورت کے لڑکے کو عرصہ چار سال سے زمین کی پیداوار اور گھر کی ملکیت سے والد کے فوت ہونے کے وقت جو موجود تھی کچھ بھی نہیں ملا۔ والد کو فوت ہوتے عرصہ چار سال ہوا ہے۔ آخر تقسیم ملکیت کے لیے تین امین مقرر کیے گئے تو

ہر ایک حصہ دار کے مطالبات ظاہر ہوئے۔ زمین شرعی موجب تقسیم ہوئی۔ ہر ایک حصہ دار نے قبول کی۔ باقی نقدی ملکیت مبلغ ۱۷۵۰۰/- روپیہ (سترہ ہزار پانچ صد روپیہ) اور مبلغ دس ہزار کے زیورات موجود ہیں۔ دوسری اور تیسری کا حق مہر مبلغ پانچ پانچ ہزار روپیہ تھا۔ تیسری عورت خود اور دوسری عورت کی اولاد طلب کرتے ہیں لیکن کسی کے پاس گواہ موجود نہیں ہیں اور نہ کوئی تحریری ثبوت ہے۔ تیسری عورت بذاتِ خود بھی کہتی ہے کہ پہلی عورت کو طلاق ملی ہوئی ہے۔ جس کا ثبوت بھی کوئی نہیں ہے۔ دوسری عورت کی اولاد اور تیسری عورت کے رشتہ دار مالدار ہیں۔ صرف اسی وجہ سے ان کی بات سچی مانی جاتی ہے۔ پہلی عورت کا صرف ایک بیٹا ہے اور کوئی اس کی طرف سے بات کرنے والا بھی نہیں۔ پہلی عورت اور اس کے لڑکے میں اتنی ہمت نہیں کہ سرکاری طور پر اپنا حصہ لے سکیں۔ اس لیے آپ کو یہ عرض پیش کی جاتی ہے کہ مندرجہ بالا حقیقت ذہن نشین فرما کر مندرجہ ذیل باتوں کا شرعی فیصلہ عنایت فرما دیں کہ بڑے لڑکے اور پہلی عورت کی حق رسائی ہو سکے جناب کا فتویٰ پنچایت میں پیش کر کے حق رسائی ہو سکے گی۔ کیونکہ چند اشخاص کہتے ہیں کہ جو زیور ہے وہ جو عورت موجود ہے اس کو ملنا چاہیے۔ دوسری عورت کی اولاد کہتی ہے کہ زیور ہماری والدہ کو پہنایا تھا اس لیے ہمیں ملنا چاہیے۔ پہلی عورت کا تو خیر نام ہی کوئی نہیں لیتا۔ والد صاحب نے زیور کسی عورت کو بھی حق مہر میں نہیں دیا اور ہر عورت کو یہی زیور پہنایا گیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ زیور کی حقدار تیسری عورت ہے۔

سوالات: (۱) زیور کس کو ملنا چاہیے یا کیسے تقسیم ہونا چاہیے؛ (۲) حق مہر کا ثبوت کیا ہونا چاہیے اور کس کو ملنا چاہیے۔ جو حق مہر طلب کرتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور نہ وہ طلب کرنے والے گواہ پیش کر سکتے ہیں۔ (۳) دوسری عورت جو کہ فوت ہو چکی ہے اس کی اولاد کو حق مہر ملنا چاہیے یا نہ۔ (۴) عرصہ چار سال میں جیسا کہ بڑے لڑکے کو پیداوار سے حق اور حصہ نہیں ملا جو خرچ دوسری عورت کی اولاد یا تیسری عورت نے شادی غمی کے وقت کیا ہے وہ والد صاحب کی فوتگی کے وقت والی نقدی میں سے نکال کر باقی تقسیم کی جاوے یا کہ نہ نکالا جاوے۔ صرف بڑے لڑکے یا کہ پہلی عورت کو کچھ نہ دینے کے لیے اس قدر زیادہ حق مہر کا مطالبہ کیا جا رہا ہے کیونکہ ساری ملکیت دوسری عورت کی اولاد اور تیسری عورت کے قبضہ میں ہے۔ وہ پہلی عورت اور بڑے لڑکے کو نہیں

دینا چاہتے۔ صرف اسی وجہ سے یہ بے انصافی ہو رہی ہے۔

الجواب: صورت مسئولہ میں دوسری بیوی کی اولاد اور تیسری بیوی کی خود ذات سے گواہوں کا مطالبہ کیا جاوے جو اُن کے دعویٰ کی تصدیق کریں۔ اگر ان کا دعویٰ پانچ پانچ ہزار کا گواہوں کے ذریعہ پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے تو انہیں دے دیا جائے گا ورنہ مہر مثل دلایا جائے گا۔ مہر مثل کی تفصیل مقامی علماء سے دریافت کریں ــــــ کما فی فتاوی قاضی خان صفحہ ۴۹ ج ۲

ابن ادعی مہر امہ فی ترکۃ والدہ قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ ان کلفہ القاضی اقامۃ البینۃ علی ما ادعی جاز وان عجز عن اقامۃ البینۃ یقضی لہ بمھر مثل ــــــ

۲۔ وفی رد المحتار۔ رجل مات وترک اولاداً صغاراً فادعی رجل دینا علی المیت او ودیعۃ وادعت المرأۃ مھرھا۔ قال ابو القاسم لیس ان یؤدی شیئاً والودیعۃ مالم یثبت بالبینۃ واما المھر فان ادعت قدر مھر مثلھا دفعہ الیھا ان کان النکاح معروفاً ظاھراً ویکون النکاح شاھداً لھا۔ پہلے، دوسرے، تیسرے سوال کا جواب آگیا۔

۴۔ دوسری عورت کے لڑکوں اور تیسری عورت کو بذاتِ خود جو کچھ خرچ کر چکے ہیں بشرطیکہ وہ خرچ کفن اور دفن کے معاملہ میں جائز ہو، ترکہ سے لینے کا حق ہے۔ باقی ترکہ تمام وارثوں پر حصہ رسدی تقسیم کیا جائے۔ بڑا لڑکا بھی لینے کا حقدار ہے۔ زیور، نقدی، زمین وغیرہ تمام وارثوں پر شرعی طور پر تقسیم کرنی چاہیئے۔ پہلی بیوی کی طلاق بحالت صحت کا اگر ثبوت نہ ہو تو وہ بھی حصہ رسدی جائیداد زیور، نقدی میں شریک ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح خیر محمد ۱۸ بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ ۲/۶ ۹۴ھ

مہر معجل وصول کرنے کیلئے عورت خاوند کے مطالبہ کا انکار کر سکتی ہے

ایک آدمی حق مہر ادا نہ کرے تو عورت خاوند سے طلاق لے سکتی ہے یا اور خاوند کو وطی کرنے سے انکار کر سکتی ہے اور اگر خاوند طلاق نہ دے تو عورت کو کیا صورت اختیار کرنی چاہیئے؟

الجواب: ایسا مہر اگر خاوند ادا نہیں کرتا جس کی ادائیگی فوری لازم ہو چکی ہو تو عورت کو حق حاصل ہے کہ خاوند کو اپنے قریب آنے سے روک دے۔

قال فی الدر ولها منعه من الوطئ ودواعيه شرح مجمع والسفر بها ولو بعد وطئ وخلوة رضيتهما الی ان قال لاخذ ما بين تعجيله من المهر کله او بعضه او اخذ قدر ما يعجل لمثلها عرفا به يفتی لان المعروف کالمشروط اھ شامیہ ص۳۸۸ ج۲

اور اگر اس تنازع میں عورت کے مطالبہ پر خاوند طلاق دے گا تو یہ طلاق نافذ ہو جائے گی اور مہر خاوند کے ذمہ دین ہے۔ عورت کو اس کے وصول کرنے کا پورا استحقاق ہے۔ جیسے دیگر قرضہ جات وصول کرنے کا اسے استحقاق حاصل ہے۔ حتیٰ کہ عدالتی چارہ جوئی بھی کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر: محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۰/۷/۱۴۰۸ھ

آزاد آدمی کو مہر بنانے کا حکم

زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ بیوی سے زید کی ایک بچی ہے۔ مہر پچیس روپے مقرر ہوا تھا۔ زید نے طلاق نامہ میں لکھا کہ میں مہر میں یہی بچی بیوی کو دیتا ہوں۔ کیا یہ درست ہے اور وہ بچی مہر بن جائے گی؟

الجواب: مہر کے لیئے مال ہونا ضروری ہے۔ آزاد آدمی مال نہیں کہ اسے مہر بنایا جائے۔ لہٰذا مقرر شدہ مہر ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اگر وہ اَقَلِّ مہر سے کم ہے تو اقل مہر پورا کرنا ضروری ہے۔

المهر انما يصح بكل ما هو مال متقوم اھ (عالمگیری ص۳۰۲ ج۱)

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ | فقط واللہ اعلم احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

جنّت کی سفارش مہر نہیں بن سکتی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام دریں مسئلہ کہ ہندہ نے زید سے کہا کہ آپ قاری صاحب ہیں اور حفاظ و قراء حضرات کے بارے میں جو فضائل احادیث میں وارد ہوتے ہیں اس میں سے یہ

فضیلت بھی آئی ہے کہ ایک قاری صاحب ان دس آدمیوں کی سفارش کریں گے جن پر جہنم واجب ہوچکی ہوگی۔ لہٰذا میں آپ سے اس شرط پر نکاح کرتی ہوں کہ میرا مہر جنت کی سفارش کرنی ہوگی۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں۔ ۱ یہ نکاح صحیح ہے؟ ۲ جنت کی سفارش کو مہر مقرر کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا ــــ المستفتی مولانا قاری محمد اقبال صاحب

الجواب: صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہوگیا

واَمارکنه فالایجاب والقبول کذا فی الکافی (عالمگیری ص۲۶۷ ج۱)

البتہ جنّت کی سفارش کو مہر مقرر کرنا درست نہیں۔ اس لیئے کہ شریعت نے مال کی ایک مخصوص مقدار کو مہر مقرر کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ ثم المهر واجب شرعا ابانةً لشرف المحل الخ (ہدایہ ص۳۲۳ ج۲)

منها اَنْ یکون المسمی مالا متقوما وهذا عندنا الی قوله ولنا قوله تعالیٰ واُحل لکم ماوراء ذلکم شرط اَنْ یکون المهر مالا فما لا یکون مالا۔ لا یکون مهرا فلا تصح تسمیته مهرا وقوله تعالیٰ فنصف مافرضتم اُمر بتنصیف المفروض فی الطلاق قبل الدخول فیقتضی کون المفروض محتملا للتنصیف وهو المال اھ (بدائع الصنائع ص۲۷۷ ج۲)

جب جنّت کی سفارش مہر نہیں بن سکتی تو مہر مثل لازم ہوگا۔

واذا فسدت التسمیة اوتزلزلت یجب مهر المثل اھ (عالمگیری ص۳۰۲ ج۱)

فقط واللہ اعلم محمد انور غفرلہٗ

گیارہ سالہ بچی سے خلوت صحیحہ ہوجائے تو وہ پورے مہر کی حقدار ہوجائے گی؟

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ بندہ غریب مہاجر ڈیرہ غازیخان میں آباد ہے۔ بندہ نوجوان ہے میرے پاس دو آدمی رشتہ لے کر آئے اور اپنے آپ کو بہت شریف بتلایا اور کہا کہ ہماری لڑکی نوجوان ہے۔ ہمیں رشتہ کرنا ہے۔ میرے بزرگوار قبلہ والد صاحب سے بات چیت ہوئی اور جو شرائط انہوں نے ٹھہرائیں ہم نے منظور کرلیں اور حق مہر ایک ہزار روپیہ عند الطلب باندھا گیا اور کاغذ نان ونفقہ کا بھی لکھایا گیا۔ لڑکی کی عمر انہوں نے پندرہ سولہ سال بتائی تھی۔ جب ہمارے گھر دلہن آئی تو معلوم ہوا

کہ انہوں نے دھوکہ دیا ہے اس کی عمر گیارہ بارہ سال ہے۔ ہم نے اس پر خاموشی اختیار کی۔ انہوں نے روانگی کر کے صرف دو دن ہمارے ہاں رہنے دیا اور اس کے بعد دوبارہ لایا گیا تو تین دن کے بعد فوراً ہی آ گئے اور پانچویں روز اس کا چچا ہماری بغیر رضامندی کے لے گیا اور زیور و کپڑا وغیرہ اور پینتالیس ہزار بھی نکال کر لے گئے ہیں۔ تین چار یوم کے بعد لینے گیا تو مجھے صاف جواب دے دیا اور لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے۔ میں خاموش ہو کر چلا آیا۔ ان کے رشتہ داروں سے معلوم ہوا کہ انہوں نے زیورات بھی رہن رکھ دیئے ہیں اور لڑکی کی بھی طلاق لینا چاہتے ہیں۔ غریب مزدور ہوں۔ ان کا کنبہ بھی زیادہ ہے اور اب انہوں نے مجھ پر حق مہر کا نوٹس دیا ہے اور اس میں میعاد ایک ہفتہ دی کہ حق مہر ادا کرو ورنہ دعویٰ کیا جاتے گا۔ تو اب جناب کی خدمت میں التماس ہے کہ آپ قانون شرعی کے موافق فتویٰ عطا فرمائیں تاکہ بوقت ضرورت کام آوے۔

الجواب: صورت مسئولہ میں لڑکی جب نکاح کے بعد خاوند کے گھر آئی تو اگر وہ مراہقہ یعنی قریب البلوغ تھی اور صحبت و جماع کے قابل تھی تب جماع کرنے سے یا صرف خلوۃ کرنے سے بھی مہر لازم ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ اتنی چھوٹی تھی کہ جماع کے قابل نہیں تھی یا کسی ایسے مرض میں مبتلا تھی جس کی وجہ سے جماع نہیں ہو سکتا تھا تو حق مہر لازم نہیں ہوا۔ لڑکی کے والدین کا مطالبہ کرنا قبل از بلوغ یا قبل اس حالت کے کہ وہ جماع کے قابل نہ ہو، صحیح نہیں ہے۔

قال فی العالمگیریۃ والمھر یتأکد باحد معان ثلثۃ الدخول والخلوۃ الصحیحۃ وموت احد الزوجین الخ (ص۳۰۲ ج۱)

ثم قال ولا تصح خلوۃ الغلام الذی لا یجامع مثلہ ولا الخلوۃ بصغیرۃ لا تجامع مثلھا۔

لڑکی کے قابل جماع ہونے نہ ہونے میں اس کی جسامت اور قد و قامت کا لحاظ کیا جائے گا۔ عورتوں سے تحقیق کی جائے۔ اگر عادل دو عورتیں شہادت دے دیں کہ جماع کے قابل ہے تب تو اس کی خلوۃ صحیحہ ہو گی اور مہر لازم ہو جائے گا۔

قال فی رد المحتار (ص۳۲۹ ج۲) وقدرت الاطاقۃ بالبلوغ وقیل بالتسع والاولیٰ عدم التقدیر کما قدمناہ۔ ولو قال الزوج تطیقہ واراد الدخول وانکر الاب فالقاضی یریھا النساء ولم یعتبر

السن کذا فی الخلاصۃ۔

صورت مسئولہ میں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی والوں سے مصالحت کرنی چاہیئے اگر وہ خلع کریں یعنی حق مہر چھوڑ کر طلاق پر راضی ہو جائیں اور زیورات و پارچات کُل یا بعض واپس کر دیں اور خاوند طلاق دیدے تو بہتر ہو گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ: محمد عبداللہ غفرلہٗ ۵ ۴/۲/۴۷ھ

مہر مشروط طور پر معاف کیا ہو تو شرط نہ پائے جانے کی صورت میں معافی ختم ہو جائیگی

مسمّی عمر صدیق اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا تھا۔ بیوی نے خوشامد کی کہ مجھے طلاق نہ دو۔ بچے ضائع ہو جائیں گے۔ خاوند نے کہا۔ پھر حق مہر معاف کر دو۔ عورت نے کہا۔ اس شرط پر معاف کرتی ہوں کہ طلاق نہیں دو گے۔ کچھ عرصہ کے بعد خاوند نے طلاق دے دی۔ خاوند نے معافی پر دو گواہ پیش کر دیئے جس کا حاصل بھی معافی معلق ہے۔ آیا شرعاً معاف ہوا یا نہیں۔ عورت لینے کی حقدار ہے یا نہیں۔

الجواب: اگر واقعۃً مہر کو طلاق نہ دینے کی شرط پر معاف کیا گیا تھا تو طلاق دینے کی صورت میں وہ معافی ختم ہو جائے گی۔

ولو وهبت مهرها بشرط فان وجد الشرط يجوز وان لم يوجد يعود المهر كما كان.. الخ (عالمگیری ص۲۷ ج۲)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ ۱/۱۰/۱۴۰۲ھ — محمد انور غفرلہٗ

ایک دفعہ مہر معاف کرنے کے بعد دوبارہ مطالبہ نہیں ہو سکتا

صورت مسئلہ یہ ہے کہ حسن جان دختر امر اللہ خان مسمّی حیات اللہ ولد موسیٰ کے ساتھ نکاح کے بعد تقریباً آٹھ سال رہی۔ حق مہر میں دو کنال زمین بنام مسماۃ مذکورہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور انتقال نمبر ۱۷۹ مصدقہ ۶/۱۲/۷۔ ۱/۸ حصہ بنام مسماۃ مذکورہ ہے جو تصدیق ہو گیا۔ بعد ازاں مسماۃ حسن جان نے محبت ولد رسلہ سے شادی کر لی۔ اس کو بارہ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اور اب وراثت کا ۱/۸ حصہ

وصول کر کے مہر کا مطالبہ کرتی ہے جبکہ دو گواہوں کے رُو برو بقیہ معاف کر چکی ہے۔ تو کیا اب مطالبہ کر سکتی ہے۔ بینوا توجروا

اَلجَوَاب: اگر واقعۃً مسماۃ حسن جان نے مہر معاف کر دیا تھا تو اب اسے مطالبہ کا حق نہیں ہے

للمرأۃ ان تہب مالہا لزوجہا من صداق دخل بہا زوجہا أولم یدخل ولیس لاحد من أولیائہا اب ولا غیرہ الا عتراض علیہا۔ اھ (عالمگیری ص ۲۷ ج ۲)

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ فقط واللہ اعلم محمد انور عفا اللہ عنہ ۴/۳/۱۴۰۳ھ

جس مہر کے مؤجل یا معجل ہونے کی تصریح نہ کی گئی ہو۔

بعض اوقات نکاح کے وقت مہر تو مقرر کر دیا جاتا ہے مگر یہ تصریح نہیں کی جاتی کہ یہ معجل ہوگا یا مؤجل۔ تو ایسے مہر کی ادائیگی خاوند پر کب لازم ہوگی؟

اَلجَوَاب: جس مہر کے معجل یا مؤجل ہونے کی کوئی تصریح نہ کی جائے وہ عرف پر محمول ہوگا۔ اگر اس کو معجل سمجھتے ہوں تو معجل ہوگا اور اگر عرف میں وہ مؤجل سمجھا جاتا ہو تو مؤجل ہوگا۔

قال فی التنویر ولہا منعہ من الوطء والسفر ولو بعد وطء وخلوۃ رضیتہما لاخذ ما بین تعجیلہ اوقدر ما یعجل لمثلہا عرفا ان لم یؤجل وفی الشرح بہ یفتی لان المعروف کالمشروط

(درمختار ص ۳۹۵ ج ۲) فقط واللہ اعلم احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے مہر ادا کیا جائے

مسمی محمد بخش فوت ہو گیا ہے۔ اس نے ابھی تک اپنی بیوی کا مہر ادا نہیں کیا ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ آیا اس کے ترکے سے پہلے مہر کی رقم ادا کی جائے گی یا نہیں۔ جیسے کہ باقی قرض خواہوں کو اس کے ترکے سے پہلے قرض ادا کیا جاتا ہے۔ سائل محمد نعمان

اَلجَوَاب: حامدًا و مصلیًا مہر بھی چونکہ میت کے ذمے ایک قرض ہے لہٰذا جب تک

عورت معاف نہ کرے معاف نہیں ہو سکتا لہٰذا میت کے ترکے میں سے دوسرے قرضوں کی طرح مہر بھی ادا کیا جائے گا۔ پھر ترکہ تقسیم کیا جائے گا جیسا کہ عالمگیری میں موجود ہے کہ خلوۃ صحیحہ کے بعد مہر لازم ہو جاتا ہے اور صاحب حق کے بری کرنے سے ختم ہو گا۔

ولا یسقط منہ شئ بعد ذلک الا با لا براء من صاحب الحق۔ (عالمگیری ص۳۰۲ ج۱)

والله اعلم بالصواب بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۱۴۱۸/۵/۱۳ھ

عیسائی نے خمر یا خنزیر پر نکاح کیا پھر دونوں مسلمان ہو گئے

خاوند اور بیوی پہلے عیسائی تھے اور ان کا مہر اگر خمر یا خنزیر کی صورت میں طے کیا گیا ہو۔ بعد میں دونوں مسلمان ہو جائیں اور مہر ابھی تک ادا نہ کیا گیا ہو تو کیا اب مہر ادا کیا جائے گا؟ سائل: احترام الحق

الجواب: اگر تو نکاح کرتے وقت خمر یا خنزیر کو اشارہ کر کے متعین کر لیا گیا تھا پھر تو مسلمان ہونے کے بعد بھی وہی خمر یا خنزیر مہر کے طور پر ادا کیا جائے گا۔ لیکن چونکہ مسلمان کے لیے دونوں چیزوں کا استعمال کرنا مکروہ ہے اس لیے خنزیر کو چھوڑ دیا جائے گا اور خمر کو یا تو بہا دیا جائے گا یا اس کا سرکہ بنا لیا جائے گا۔ اور اگر خمر یا خنزیر متعین نہیں تھا تو اب خمر کی قیمت ادا کی جائیگی اور خنزیر کے بدلے مہر مثل ادا کیا جائیگا۔

وان نکحھا بخمر أو خنزیر عین ثم أسلما فلھا ذلک وفی غیر عین فقیمۃ الخمر فیھا ومھر المثل فی الخنزیر۔ شرح وقایہ ص۵۱ ج۲، وأن کان حراماً للمسلم لکن ھھنا جعل مھراً فی حالۃ کان ذلک جائزاً لہ فیھا ویجب علی المسلم ان یخلل الخمر أو یریقہ ویرسل الخنزیر (حاشیہ ایضاً) واللہ اعلم بالصواب

بندہ محمد اسحاق غفراللہ ۱۴۱۸/۵/۱۳ھ

جو عورت وطی کے قابل نہ ہو اس سے خلوت کے بعد نصف مہر لازم ہو گا

زید نے راشدہ سے شادی کی۔ پہلی ہی رات جب اس کے قریب گیا تو پتہ چلا کہ یہ تو مجامعت کے قابل ہی نہیں۔ مقام دخول بہت ہی تنگ تھا۔ لیڈی ڈاکٹر سے معائنہ کرایا گیا تو پتہ چلا کہ یہ تو عورت ہی نہیں اور مرد کے لائق ہی نہیں ہے۔ زید اسے طلاق دینا چاہتا ہے تو کیا زید کو مہر بھی ادا کرنا ہو گا؟

سائل: محمد طاہر ربانی

الجواب: صورت مسئولہ میں زید طلاق دے دے گا تو نصف مہر دینا ہوگا۔

والمھر یتأکد بأحد معان ثلاثۃ الدخول والخلوۃ الصحیحۃ وموت احد الزوجین سواء کان مسمی أو مھر المثل حتی لا یسقط منہ شیٔ بعد ذلک الا بالابراء من صاحب الحق۔ عالمگیری ص۳۰۳ ج۱

صورت مسئولہ میں خلوۃ صحیحہ نہیں ہے بلکہ خلوۃ فاسدہ ہے۔

والخلوۃ الصحیحۃ أن یجتمعا فی مکان لیس ھناک مانع یمنعہ من الوطء حسا أو شرعاً أو طبعاً کذا فی فتاوی قاضیخان والخلوۃ الفاسدۃ أن لا یتمکن من الوطء حقیقۃ کالمریض المدنف الذی لا یتمکن من الوطء ومرضھا ومرضہ سواء ھو الصحیح کذا فی الخلاصۃ۔ عالمگیری ص۳۰۴ ج۱ ، فقط واللہ اعلم۔ احقر **محمد انور** عفا اللہ عنہ

مرض الموت میں بیوی سے مہر معاف کرانا

ھندہ بیمار تھی، مرنے سے قبل اس کے خاوند نے اس سے کہا مجھے کہا سنا معاف کردو اور جو مہر تمہارا میرے ذمہ واجب ہے اسے بھی معاف کردو۔ عورت نے کہا میں معاف کرتی ہوں۔ اس کے چند لمحات کے بعد وہ انتقال کرگئی۔ کیا اس کے اس وقت معاف کرنے سے مہر معاف ہوجائے گا؟

الجواب: مرض الوفات میں معاف کرنا وصیت کے حکم میں ہے اور وارث کے لیے وصیت بدون رضامندیٔ ورثاء درست نہیں۔ لہٰذا اگر سارے وارث اس معافی پر رضامند نہ ہوں تو مہر خاوند کو دینا لازم ہے اور یہ اس متوفیہ کا ترکہ شمار ہوگا جس میں سے بحیثیت وارث خاوند کو بھی حصہ ملے گا۔

فقط واللہ اعلم: احقر محمد انور غفرلہ

بھینس یا بکری کو مہر بنایا تو کیا چیز دے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ مسمّی محمد عبداللہ نے اپنی بیوی رخسانہ سے مطلقاً ۲ بھینسوں اور ۴ بکریوں کے مہر کے عوض نکاح کیا۔ اب مہر کیا ادا کیا جائے گا کیونکہ بھینسیں اور بکریاں متعین نہیں کی گئی تھیں۔ المستفتی محمد اسماعیل بنوی

الجواب: محمد عبداللہ کو اختیار ہے چاہے درمیانے درجے کی دو بھینسیں اور چار بکریاں دیدے یا ان کی قیمت دیدے۔ لو تزوجها علی عبدا و فرس او بقر او شاة او ثوب هروی یجب الوسط ان شاء اذی عینه وان شاء اذی قیمته کذا فی الظهیریة اھ (عالمگیری ص ۲۳ ج ۲)

فقط واللہ اعلم ——— احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو نکاح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ا۔ نابالغ لڑکی کے والد نے خود آٹھ آدمیوں کے سامنے نکاح پڑھایا۔ ایجاب و قبول کیا۔ لیکن مہر کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔ تو کیا نابالغ لڑکی کا نکاح ہو سکتا ہے۔ نیز مہر کے تذکرہ کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے ۲۔ اب لڑکی بالغ ہے نہ خاوند نے طلاق دی اور نہ فسخ نکاح کیا۔ کیا اب دوسری جگہ اس کا نکاح ہو سکتا ہے ۳۔ نیز نکاح پر نکاح پڑھانے والے کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا کہ نہیں۔ جواب دیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب پائیں۔

الجواب ا۔ والد کے ایجاب و قبول سے نکاح منعقد ہو گیا ۲۔ مہر کا ذکر کئے بغیر بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن اس صورت میں مہر مثل ادا کرنا ہو گا۔

وکذا یجب مهر المثل فیما اذا لم یسم مهرا او نفی (درمختار ص ۱۹۸ ج ۱)

۲۔ دوسری جگہ نکاح کرنے کے لئے پہلے خاوند سے طلاق حاصل کرنا ضروری ہے۔

۳۔ نکاح علی النکاح پڑھانے والا جب تک توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔

الجواب صحیح،	فقط واللہ اعلم،
بندہ محمد صدیق غفر اللہ لہٗ	محمد انور عفا اللہ عنہ،
۱۲ / ۸ / ۱۳۹۹ھ	نائب مفتی خیر المدارس۔ ملتان

مہر کے بدلے میں ایک چیز وصول کر کے دوسری کا مطالبہ کرنا

مسمی محمد شریف نے نکاح کیا عائشہ بی بی کے ساتھ تو مسمی محمد شریف کا ۸-۳۲ پر نکاح

منعقد ہوا تو اس رقم کی بجائے اس نے سونے کی انگوٹھی مہر میں ادا کردی تو لڑکی والوں نے کہا ہمیں سونے کی گانی دے دو تو انھوں نے اپنی مرضی سے گانی لے لی۔ اب کونسی چیز مہر میں ادا کرنی پڑے گی (انگوٹھی یا گانی)۔ (المستفتی محمد اسماعیل علی والہ تحصیل وضلع ملتان)

الجواب اگر مہر کے بدلے لڑکی نے انگوٹھی وصول کرلی ہے تو اب بعد ازاں مزید کوئی دوسرا زیور مہر میں نہیں لے سکتی۔ مہر تو پہلے ادا ہوچکا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس دارالافتاء

بیوی عرصۂ دراز سے میکے بیٹھی ہو تو مہر کا حکم

زید کی بیوی کچھ عرصہ زید کے پاس رہی بعد میں زید کا رویہ بدل گیا۔ بیوی تنگ آکر میکے چلی گئی عرصہ گیارہ سال ہوگئے ہیں وہ میکے ہی ہے کیا وہ اب مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے؟

زید اس کے بعد دو شادیاں بھی کرچکا ہے؟

الجواب خلوتِ صحیحہ کے بعد مہر لازم ہوجاتا ہے۔ ادائیگی ضروری ہے دوسرے دیون کی طرح مہر بھی ایک دین لازم ہے نااتفاقی اور ناچاقی سے یہ دین ساقط نہیں ہوتا عورت کا استحقاق بدستور باقی ہے۔

والمهر يتأكد بأحد معانٍ ثلثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت احد الزوجين سواء كان مسمى أو مهر المثل حتى لا يسقط منه شئ بعد ذلك الا بالابراء من صاحب الحق اھ (عالمگیری ص۳۰۳ ج۱) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

اگر زیادتی خاوند کی ہو تو خلع میں مہر واپس لینا مکروہ ہے۔

عورت خلع کا مطالبہ کرتی ہے تو کیا خاوند خلع کرسکتا ہے اور اس صورت میں جو مال

کی پیش کش کی گئی ہو لینا جائز ہے ؟

الجواب درخواست میں مدعیہ نے جو خلع کی پیشکش کی ہے اگر خاوند اسے قبول کرلے اور خلع کرلے تو اس سے طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور جو مال بطورِ بدل خلع طے ہوگا، خاوند اس کے لینے کا حق دار ہے۔ ہاں اگر خاوند کی بدسلوکی سے عورت خلع کرنے پر مجبور ہوئی تو خاوند کو کچھ لینا مکروہ ہے۔

وکرہ تحریما أخذ شیئ ویلحق به الابراء عما لها علیه ان نشز وان نشزت لا ولو منه نشوز أیضا ولو باکثر مما اعطاها علی الاوجه فتح وصحح الشمنی کراهة الزیادة وتعبیر الملتقی لا بأس به یفید أنها تنزیهیة (درمختار علی الشامیة ص۶۰۹ ج۲)

فقط واللہ اعلم،

محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفی عنہ

بہت زیادہ مہر مقرر کیا ہو تو ادا کرنے کا حکم

نکاح کے وقت مہر کی مقدار ڈیڑھ لاکھ رکھی گئی اور یہ اس لئے کیا گیا کہ انسان کے حالات بدلتے رہتے ہیں اگر طلاق وغیرہ ہوجائے تو لڑکی بقیہ زندگی آسانی سے گزار سکے تو کیا وہ سارا مہر دینا لازم ہوگا نہ دینے کی صورت میں آخرت میں سزا ہوگی یا نہیں ؟

الجواب جتنا مقرر ہوا ہے ادا کرنا ضروری ہے اِلّا یہ کہ بیوی خوشدلی سے معاف کردے ویجب العشرة ان سمّاها أو دونها ویجب الاکثر منها ان سمّی الاکثر (درمختار) (قوله ویجب الاکثر) أی بالغاً ما بلغ اھ

(شامیہ ص۳۵۸ ج۲) فقط واللہ اعلم،

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

سوا بتیس روپے مہر مقرر کرنے کا حکم

عام مشہور ہے کہ مہر سوا بتیس روپے ہے اور یہی مقرر کرتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ (محمد عالم کھاد فیکٹری ملتان)

الجواب ۳۲/۴ روپے مہر کی شرعی حیثیت کی کوئی اصل نہیں مہر کی کم از کم مقدار میں اصل اعتبار وزن کا ہے اور وہ دس درہم ہے۔ دس درہم کی چاندی ہمارے مروجہ وزن کے اعتبار سے دو تولے ۷/۱ ۲ ماشے بنتی ہے۔ اتنی مقدار چاندی یا اس کے برابر کوئی بھی مالیت مہر شرعی کی کم از کم مقدار ہے اس سے مزید کم کرنا درست نہیں۔ قیمتوں کے اُتار چڑھاؤ سے اتنی چاندی کی قیمت سوا بتیس روپے بنے تو اسے مہر شرعی کہہ سکتے ہیں ورنہ نہیں

(أقله عشرة دراهم) لحديث البيهقي وغيره لا مهر أقل من عشرة دراهم ورواية الاقل تحمل على المعجل (فضة وزن سبعة) مثاقيل كما في الزكاة (مضروبة كانت أولا) ولو دينا أو عرضا قيمته عشرة وقت العقد اهـ (درمختار) (قوله لحديث البيهقي وغيره) رواه البيهقي بسند ضعيف ورواه ابن أبي حاتم وقال الحافظ ابن حجر انه بهذا الاسناد حسن اهـ (شامیہ ص ۳۵۷ ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

۱۴۱۳/۶/۴ھ

مہر اعیان کی صورت میں ہو تو زبانی معاف کرنے کے باوجود واجب فی الذمہ رہے گا:

بیوی حق مہر اپنی ملک میں لئے بغیر معاف کرے تو معاف ہو جائے گا یا نہیں یا عورت کی ملک میں آنا ضروری ہے؟

الجواب مہر دین ہو یعنی روپے پیسے کی شکل میں ہو تو بدون قبضہ کئے بھی عورت معاف کر سکتی ہے۔ اور اگر اعیان کی شکل میں ہو تو معاف کرنا درست نہیں

ہو گا یعنی اس کے باوجود واجب فی الذمہ رہے گا

وصح حطها لكله أو بعضه اھ (درمختار) وفي الشامية قيده في البدائع بما اذا كان المهر دينًا اى دراهم أو دنانير لأن الحط في الأعيان لا يصح اھ (شامیہ ص ۳۶۶، ۳۶۷ ج ۲) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح، محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نامرد کی بیوی پورے مہر کی حق دار ہو گی

ایک شخص کی شادی اب سے سات ماہ پہلے ۱۶ مارچ ۱۹۹۰ء کو ہوئی، شادی کے بعد بیوی اپنے شوہر کے پاس رہی، لیکن شوہر مردانہ بیماری کی وجہ سے حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے قاصر رہا، علاج معالجہ بہت کرایا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اندریں حالت بیوی اپنے شوہر موصوف سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے اور حق مہر کی حقدار ہے یا نہیں ؟ (العارض : محمد اشرف ولد محمد اکرم ۔ بیرون بوہڑ گیٹ ۔ ملتان)

الجواب برتقدیر صحتِ واقعہ اگر شوہر مردانہ بیماری کی وجہ سے عورت کے حقوق ادا کرنے پر قادر نہیں ہے تو عورت کے لئے اس سے طلاق حاصل کرنے کا مطالبہ درست ہے خاوند کو چاہئے کہ اپنی زوجہ کو طلاق دیدے ۔

فلو وجدته عنينا أو مجبوبا ولم تخاصم زمانا لم يبطل حقها وكذا لو خاصمته ثم تركت مدة فلها المطالبة (درمختار علی الشامیہ ص ۵۹۴ ج ۲)

اور مسماۃ مذکورہ پورے حق مہر کی حق دار ہے ۔

والخلوة بلا مانع حسي كمرض لأحدهما يمنع الوطء الى قوله كالوطء فيما يجيء ولو كان الزوج مجبوبا أو عنينا أو خصيا أو خنثى ان ظهر حاله ۔ (درمختار ص ۱۹۹ ج ۱) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
جامعہ خیر المدارس ملتان

مہرِ معجّل کا مطالبہ عورت ہر وقت کر سکتی ہے

غیر معجل حق مہر کی خاوند پر یا اسکی وفات کے بعد ورثاء خاوند پر جو کہ مہر واجب الادا ہے۔ کس وقت اسکی ادائیگی شرعاً خاوند پر لازم آتی ہے یا جس وقت زوجہ اپنا غیر معجل حق مہر چاہے حاصل کر سکتی ہے؟

الجواب مہر معجل کا مطالبہ عورت ہر وقت کر سکتی ہے اور غیر معجل کا مطالبہ عرف کے مطابق موت یا طلاق کے وقت کیا جا سکتا ہے پس مہر مؤجل کا مطالبہ عورت اپنی اور شوہر کی حیات میں بدوں طلاق دینے شوہر کے نہیں کر سکتی۔

(کذا فی فتاویٰ دار العلوم ج ۸ ص ۱۱)۔ فقط واللہ اعلم،

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہ،

محمد عبد اللہ غفرلہ، خادم الافتاء
خیر المدارس۔ ملتان

نکاح کے بعد مہر میں زیادتی کا حکم

نابالغہ لڑکی کا نکاح خاندان کے کسی لڑکے سے برضامندی والد ہوا۔ حق مہر ۳۲ روپے مقرر ہوا۔ اب لڑکی بالغ ہے تو وہ اس مہر پر راضی نہیں بلکہ ۲۵۰۰/- روپے بڑھانا چاہتی ہے اور نکاح کو رجسٹرڈ کرانا چاہتی ہے اور لڑکے والے حق مہر بڑھانے پر تیار نہیں۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب اگر خاوند یا اس کا ولی عقدِ نکاح کے بعد مہر میں زیادتی کر دیں تو شرعاً یہ زیادتی لازم ہو جاتی ہے لیکن اس زیادتی کا تاکد، دخول، خلوت صحیحہ اور موت میں سے کسی ایک سے ہوگا۔ ہندیہ میں ہے۔

فاذا زادها في المهر بعد العقد لزمته الزيادة.... سواء كانت من جنس المهر أولا من زوج أو من ولي ص ۳۱۲ ج ۱۔

اقل مہر شرعاً دس درہم ہیں جن کا وزن دو تولے ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے

بازار کے نرخ کے حساب سے لگانا چاہیئے۔ بتیس روپے مہر مقرر کرنا شرعاً درست نہیں۔

فقط واللہ اعلم، الجواب صحیح،
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

ایک بیوی کو مہر زیادہ دینا چاہے تو پہلی بیوی کو اعتراض کا حق نہیں

الف نے پہلے تین نکاح کئے ہوئے ہیں اور ان کے حق مہر بھی مقرر ہوئے تھے اب الف چوتھی عورت سے نکاح کر رہا ہے اس کا حق مہر پہلی عورتوں سے زیادہ مقرر کر رہا ہے کیا پہلی عورتیں اس پر اعتراض کر سکتی ہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں اگر پہلی تین عورتیں چوتھی عورت کے حسب نسب وغیرہ میں برابر نہیں تو پہلی عورتوں کو زیادتی مہر پر اعتراض کا کوئی حق نہیں کیونکہ چوتھی کا مہر پہلیوں سے زیادہ ہونا چاہیئے اور اگر حسب نسب میں برابر ہوں تب بھی خاوند کو حق ہے ایک عورت سے زیادہ مہر پر نکاح کرے کیونکہ تسویہ صرف ماکول و مشرب میں ...... واجب ہے نہ کہ مہر میں بھی۔

کما یظہر ما نقلہ صاحب البحر (ص۲۳۴ ج۳) وفی البدائع یجب علیہ التسویۃ بین الحرتین او الامتین فی المأکول والمشروب والملبوس والسکنیٰ والبیوتۃ۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح،
۱۵ / ۱۲ / ۷۰ھ خیر محمد مہتمم مدرسہ عربی خیر المدارس ملتان

باپ لڑکی کا مہر وصول کر سکتا ہے

زید نکاح وشادی سے قبل اپنی لڑکی کا مہر بتیس ہزار داماد سے پیشگی وصول کر لیتا ہے اور زید کی لڑکی بالغہ ہے اور پھر زید اپنی لڑکی کی اجازت سے اپنی لڑکی کے

لئے اس بتیس ہزار کی رقم سے جہیز خریدتا ہے اور اسی رقم سے باراتیوں کے لئے کھانا تیار کراتا ہے یہ سب کچھ لڑکی کی مرضی سے ہوتا ہے اور زید کی اس کے جواز پر دو دلیلیں ہیں۔ ۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زرہ کی رقم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز تیار کرنا ۲۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا حضرت موسےٰ علیہ السلام سے دس سال بکریاں چروانا حاصل یہ کہ زید کا اپنی لڑکی کی مرضی سے پیشگی مہر کو خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب لڑکی کے باپ کا مہر لینا درست ہے لیکن اپنے صرف میں نہ لائے اور اگر صرف میں لایا تو وہ پھر لڑکی کو دینا پڑے گا۔

لا بی الصغیرة المطالبة بالمهر الخ قال العلامة الشامی (قوله لا بی) والصغیرة غیر قید ففی الهندیة للاب والجد والقاضی قبض صداق البکر صغیرة کانت او کبیرة الا اذا نهته وهی بالغة صح النهی ولیس لغیرهم ذلك۔

(رد المحتار ص۴۰۱ ج۲)

پس اگر باپ نے اسمیں سے بالغ لڑکی کی اجازت سے باراتیوں کے کھانے میں استعمال کیا تو پھر تو لڑکی کے لئے اس کا مطالبہ درست نہ ہوگا۔ البتہ جس قدر روپیہ اس کے لئے جہیز بنانے میں خرچ کیا ہے وہ مہر میں شمار ہو کر اسکی ملکیت میں آگیا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

نکاح باطل کے مہر کو نکاح جدید کا مہر بنانا

۱۔ ہندہ کا شرعی نکاح حامد سے ہوا تھا مگر اس کے والد اور دادا کے فوت ہو جانے کے بعد اسکے ماموں نے جاوید سے قانونی نکاح کر دیا۔ جس کے بطن سے دو بچے بھی ہو چکے ہیں تو اس کے بہی خواہوں نے کوشش کر کے حامد سے طلاق حاصل کی تاکہ جاوید کا نکاح دوبارہ کر کے دونوں کو گناہ سے بچا لیا جائے۔ تو صورت یہ ہوئی کہ جاوید ہندہ اور دو گواہوں نے توبہ کر کے دوبارہ نکاح کر لیا کہ گواہوں میں سے ہی ایک

اسکو الفاظِ ذیل تلقین کرنے والا تھا کہ کہو کہ میں نے اپنے تن کو بعوض سابقہ حق مہر تیرے ملک کیا اور جاوید نے قبول کر لیا۔

کیا یہ نکاح ہو گیا یا نہ کیونکہ ایک گواہ اس کا رہنما بھی بنا رہا ہے۔ یہ نکاح اگر ہو گیا تو کیا سابقہ قانونی نکاح کے وقت لیا ہوا حق مہر جبکہ شرعاً ایک باطل کام تھا۔ اب حق مہر کا کام دے سکتا ہے یا نیا حق مہر دینا اور مقرر کرنا ضروری ہے۔

ایک شخص دو شادی شدہ عورتوں سے ناجائز تعلق رکھتا تھا اور اس کے احوال اور بچوں کے الوان و شکل وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی اسکے بچے ہیں۔ اب دونوں عورتیں اپنی اولاد کا باہم نکاح کرنا چاہتی ہیں۔ کیا بوجہ حرمت مصاہرت ان بچوں کو بھائی قرار دیکر نکاح سے روکا جا سکتا ہے (یا الولد للفراش) کے حکم کے مطابق نکاح ہو سکتا ہے۔ وضاحت فرمائیں۔ (حافظ محمد بخش تحصیل و ضلع لیہ)

الجواب صورت مسئولہ میں سابقہ مہر کو عوض بنانا صحیح نہیں لہذا میاں بیوی اب کسی مقدار مہر پر اتفاق کر لیں جو کہ اقل مہر سے کم نہ ہو۔ اگر کسی مقدار پر اتفاق نہ ہو سکے تو مہر مثل واجب ہو گا۔

دوسرا نکاح عدت کے بعد ہوا ہے تو وہ نکاح صحیح ہے اور یہ کلام عورت کی طرف سے ہو گی۔ وہ دونوں گواہ بن جائیں گے۔

وکذا یجب مهر المثل فیما اذا لم یسم مهراً أو نفی ان وطئ الزوج أو مات عنها اذا لم یتراضیا علی شئ یصلح مهراً ـ واِلا فذالک الشئ هو الواجب (درمختار علی الشامیة ص۳۶۳ ج۲)

۲۔ مذکورہ عورتیں اپنی اولاد کا باہم نکاح کر سکتی ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ   محمد انور عفا اللہ عنہ

وٹہ سٹہ مہر ہی ہے بعض علاقوں میں یہ ظالمانہ رواج ہے کہ وہ اپنی لڑکی کو شخص کو نکاح میں دیتے ہیں اور ان سے کچھ رقم بطور زیور

...سی (رسم بھت) کے لیتے ہیں۔ اور لڑکی سے اذن کے وقت اس سے وکیل پوچھتا ہے کہ وہ اپنے نکاح اور حق مہر کا وارث یا ولی کس کو بناتی ہے وہاں سے کوئی جواب دیتا ہے کہ والد یا بھائی کو نکاح اور مہر کا ولی وارث بناتی ہے۔ بعدہ مولوی صاحب نکاح خواں نکاح پڑھنے سے پہلے اس کو یہ کہہ کر ایجاب وقبول کراتا ہے کہ فلاں بن فلاں۔ فلاں بنت فلاں کے ساتھ اتنی ولور پر نکاح کرتا ہے۔ یہاں چند سوال ہیں۔

۱۔ مہر اور ولور ایک چیز ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے ۲۔ ولور اگر مہر نہیں تو کیا شوہر اسس کو واپس لے سکتا ہے عدالت کے ذریعہ سے ۳۔ مہر لڑکی کا حق ہے یا اُس کے وارث کا۔ ۴۔ اگر وارث نکاح کے وقت یا قبل ازیں حیلۃً اس سے مہر بخشوا لیتا ہے تو پھر عورت طلب کر سکتی ہے یا نہیں ۵۔ اگر عورت کے وارث اس عورت کے نکاح کا عوض سانگ کی شکل میں لینے کا وعدہ لیں اور شوہر اور اسکے عزیز وغیرہ وعدہ کریں کہ اس کے بدلہ میں مہر کے علاوہ ہم آپ سے ایک لڑکی کا نکاح کریں گے بعدہ وہ اپنے اس عوض دینے سے پھر جائیں۔ تو کیا اب یہ معاملہ عدالتِ شرعی میں پیش ہو سکتا ہے۔

۱،۲ بظاہر ولور مہر معلوم ہوتا ہے ۳۔۴ لڑکی کا حق ہے۔ وارث کو مہر کے تملک کا حق نہیں۔ مہر لڑکی ہی کو ملنا چاہیئے ہاں لڑکی اگر اپنا حق سمجھتے ہوئے بطیبِ خاطر وارث کو دیدے تو پھر واپسی کا حق نہیں ۵۔ اگر مہر مثل مقرر کیا گیا تھا اور ولور اس کے علاوہ تھا تو عدالتی چارہ جوئی نہیں ہو سکتی۔ فقط واللہ اعلم،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،

مہر کو مشروط طور پر معاف کرنے کا حکم

بیوی سے خاوند نے کہا کہ تم مجھے مہر معاف کر دو جو کہ تین ہزار ہے زوجہ نے کہا کہ اس شرط پر معاف کرتی ہوں کہ زیورات جو تم نے مجھے دیئے ہیں میری ملک ہوں گے اور اسکی زکوٰۃ تم اَدا کیا کرو گے شوہر نے یہ بات قبول کر لی زیورات کی مقدار ۷½ تولہ سونا اور ایک سیر چاندی ہے۔ شوہر کو یہ بات یاد نہ رہی اور ۲۲ سال کا عرصہ گزر گیا

شوہر نے زکوٰۃ ادا نہیں کی اور زوجہ یہ سمجھتی رہی کہ شوہر زکوٰۃ ادا کر رہا ہے کیا اس شرط پر مہر معاف ہوگیا اور یہ جائز ہے کہ زیورات کی مالک عورت ہو اور زکوٰۃ "مستقلاً" شوہر ادا کیا کرے۔ نیز زکوٰۃ کا حساب کس طرح ہوگا اگر ۲۲ سال کی زکوٰۃ واجب ہے تو ہر سال پوری زکوٰۃ آئے گی یا پہلے سال کی زکوٰۃ منہا کر کے دوسرے سال کا حساب کیا جائے گا ۲۲ سال کے عرصہ میں سونے چاندی کے نرخ مختلف رہے ہیں۔ اس اثناء میں کچھ زیور فروخت بھی کیا گیا اور کچھ لڑکوں کی شادی کے موقع پر ان کو دے دیا۔ مگر اس عرصہ میں مقدار نصاب سے کم نہیں ہوا۔

الجواب اس صورت میں مہر معاف نہیں ہوا۔ ہ فی رد المحتار ص۳۲۵ ج۴ تحت قول الماتن ولا براء عن الدین ما نصہ۔ ومن فروعہ ما فی البحر عن المبسوط لو قال للخصم ان حلفت فانت بریٔ فھذا باطل لانہ تعلیق البرأۃ بخطر وھی لا تحتمل التعلیق الخ۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امر محتمل کے ساتھ تعلیق ابراء درست و نافذ نہیں اور جو مواقع مستثنیٰ ہیں یہ ان میں سے نہیں ہے اور زکوٰۃ مالکۂ مال کے ذمہ تمام سالوں کی واجب ہے اور ابراء عن المہر درست بھی ہوتا تب بھی زکوٰۃ مالکہ کے ذمہ بدستور واجب تھی اور اس صورت مسئولہ میں ہر سال کی مقدار زکوٰۃ رأس المال سے محسوب اور منہا ہوتی رہے گی۔

فلو کان لہ نصاب حال علیہ حولان ولم یزکہ فیھما لا زکوٰۃ علیہ فی الحول الثانی (الی قولہ) لاشتغال خمسۃ منہ بدین المستھلک الخ (تحت قول الماتن) فارغ عن دین لہ مطالب من جھۃ العباد سواءً کان للہ (شامیۃ ص۵ ج۲)

اور زکوٰۃ میں جزء مال واجب ہے لیکن اداء میں وہ قیمت ادا کی جا سکتی ہے جو زمانۂ اداء کی ہو۔ وفی المحیط یعتبر یوم الاداء بالاجماع وھو الاصح۔

(رد المحتار ص۲۴ ج۲ باب زکوٰۃ الغنم)

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفرلہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

محمد جمیل الرحمٰن نائب مفتی دار العلوم دیوبند

مہر میں جو زمین مقرر کی گئی تھی وہی دینی ضروری ہے

عزیزہ حمیرا کا نکاح محمد اکمل

سے ہوا۔ حق مہر میں 5 ایکڑ زرعی اراضی اور 15 ہزار روپے نقد کا اقرار ہوا۔ عزیزہ حمیرا اڑھائی سال محمد اکمل کے گھر آباد رہی اسی دوران سسرال والے اسکو ذہنی اذیت اور پریشان کرتے رہے۔ بالآخر لڑکی اپنے میکے آ گئی۔ تقریباً ایک سال تک لڑکی اپنے والد کے گھر رہی اور اسکو بھائی محمد اکمل اور اس کے گھر والوں میں سے کوئی بھی لینے نہیں آیا۔ 9/1/96 کو بروز جمعہ بلاقصور زبانی ۳ تین طلاق دے دیں۔ اس بارے میں درجہ ذیل حقوق کے بارے میں شرعی وضاحت فرمائیں۔

۱۔ سسرال والے کہتے ہیں کہ محمد اکمل نے 15 ہزار روپے نقد حق مہر والے بیوی حمیرا سے معاف کروا لیئے تھے۔ کیونکہ اکثر سسرال والوں کی یہ عام عادت ہے کہ نئی نویلی دلہن کو بہلا پھسلا کر نا تجربہ کاری کی وجہ سے حق مہر معاف کروا لیتے ہیں کیا اس قسم کی معافی قابل قبول ہے یا نہیں (وضاحت کریں) شکریہ۔

۲۔ دلہن کے والدین کی طرف سے جو زیورات دلہن کو ملے تھے۔ سسرال والوں نے بھی دلہن کو زیورات ڈالے تھے۔ وہ بطور تحفہ، ہدیہ، عطیہ، ہبہ تصور ہوتے ہیں۔ کیا دلہن سسرال والوں کے زیورات کی شرعاً مالک کامل ہے یا نہیں؟

۳۔ دلہن کا سامان سسرال والوں نے استعمال کر کے ناقابل استعمال کر دیا۔ اب اس کے بدلے عزیزہ نئے سامان کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

۴۔ 5 ایکڑ اراضی زرعی جو بوقت نکاح محمد اکمل کے والد کے نام تھی جس کا محمد اکمل کے والد نے اقرار کیا ہے کیا عزیزہ حمیرا اسی رقبے کے لینے کی مجاز ہے یا سسرال والے کہیں کہ ہم کسی اور گاؤں سے خریدیں گے جس کی قیمت اصل رقبہ کے برابر نہ ہو تو عزیزہ اپنی مرضی سے 5 ایکڑ زرعی اراضی بوقت نکاح والی کا مطالبہ کرنے کی حقدار ہے یا نہیں۔ (جواب عنایت فرماویں۔

المستفتی محمد ایوب سرگانہ

الجواب : ۱۔ اگر واقعی عورت نے نقد مہر ۱۵ ہزار روپیہ معاف کر دیا تھا تو وہ

ہو گیا۔ اب اس کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔

وفی الهداية: وان حطت عنه من مهرها صح الحط لان المهر حقها والحط يلاقيه حالة البقاء (ص ۳۰۵ ج ۲)

۲۔ اگر آپ کے خاندان کے عرف و رواج میں لڑکے والے لڑکی کو زیورات بطور ملکیت (ورنہ ہبہ کر کے دیتے ہیں تو ان زیورات کی مالک لڑکی ہے۔

۳۔ جو سامان استعمال ہو گیا اس کا نقصان لڑکے والوں کے ذمہ نہیں ہے جبکہ یہ استعمال لڑکی کی اجازت سے ہوا ہو۔ البتہ اب جو بھی سامان موجود ہو وہ لڑکی والوں کو واپس کرنا ضروری ہے۔

۴۔ اگر نکاح کے وقت یہ تعیین کی گئی تھی کہ 5 ایکڑ زرعی اراضی جو لڑکے کے والد کے نام ہے وہی دینی ہوگی، تب تو لڑکے والوں کو وہی دینی ہوگی اور اگر بوقت نکاح تعیین نہیں کی گئی، بلکہ مطلق پانچ ایکڑ زرعی اراضی دینا طے ہوا تھا تو اب متوسط (درمیانی) قیمت کی زرعی اراضی دینی ہوگی یا اسکی قیمت دینی ہوگی۔

كما في الشامية: أن المسمى اذا كان من غير النقود بان كان عرضاً أو حيوانا إما أن يكون معينا باشارة أو اضافة فيجب بعينه أو لا يكون معينا (الى قوله) وان علم نوعه وجهل وصفه (الى قوله) صحت التسمية وتخير بين الوسط أو قيمته الخ (ص ۳۷۸ ج ۲)

الجواب صحیح،	فقط واللہ اعلم،
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،	بندہ عبدالحکیم عفی عنہ،

انسدادِ مفاسد کے لئے یہ طے کر لینا کہ کوئی اس مقدار سے زائد مہر مقرر نہ کرے،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ

۱۔ ہمارے علاقے میں اکثر لوگ لڑکیوں کا مہر دو لاکھ یا ایک لاکھ پچاس ہزار کے لگ بھگ رکھتے ہیں اور مذکورہ رقم میں سے

تا چیس یا تیس ہزار لڑکی پر خرچ کرتے ہیں باقی رقم خود کھاتے ہیں۔ لہٰذا اگرچہ یہ تعیین شرعی نہیں لیکن سدِ حرام کی خاطر ہمارے علاقے کے علماء کرام اور معتبرانِ قوم نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ کے لئے پچاس ہزار سے زیادہ مہر ممنوع ہوگا؟

مسئلہ نمبر ۲:۔ اور یہ بھی فیصلہ کیا کہ جو دو لاکھ یا ایک لاکھ پچاس ہزار پر اپنی لڑکیاں بیچ چکے ہیں وہ بھی پچاس ہزار سے زیادہ نہیں لیں گے۔

مسئلہ نمبر ۳:۔ ہمارے علاقے کے لوگ دُور دَراز فاصلے پر واقع ہیں تو اگر کسی نیک کام کے لئے یا مذکورہ مسائل مثلاً لوگوں کو جمع کرنے کے لئے ڈھول استعمال کیا جائے اور بغیر ڈھول کے لوگ کم آتے ہیں اور ڈھول سے علاقہ کے رواج کے مطابق لوگ زیادہ جمع ہوتے ہیں تو کیا ڈھول کا استعمال اس صورت میں جائز ہے یا نہیں۔

مسئلہ نمبر ۴:۔ ایسے مذکورہ مسائل کے اتفاق سے طے ہونے کے باوجود اگر لوگوں نے اور علماء کرام نے فیصلہ کیا کہ اگر اس فیصلے کی کسی نے مخالفت کی تو سزاوار ہوگا تو اگر کسی عالمِ دین نے مخالفت کی تو اس عالم کو سزا دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ (المستفتی محمد صالح شاہ قریشی)

الجواب ۱۔ قوم کا یہ فیصلہ امر مستحسن ہے کیونکہ بیع حر حرام ہے اور مہر میں زیادتی اگرچہ مشروع ہے لیکن مطلوبِ شرعی نہیں ہے۔

اما المشروعية فلقوله تعالىٰ و آتيتم احدٰهن قنطارا فلا تأخذوا منه شيئاً (سورة النساء) واما عدم المطلوبية فلقول عمر رضي الله تعالىٰ عنه الا لا تغالوا صدقة النساء فانها لو كانت مكرمة في الدنيا او تقوى عند الله لكان اولاكم بها نبي الله صلى الله عليه وسلم (ترمذی ص۱۲۹) باب مهور النساء

اور جب ایک مباح اور غیر مطلوب شرعی امر مفاسد کا ذریعہ بنتا ہے تو وہ بھی ممنوع ہوتا ہے

كما يشير اليه قوله تعالىٰ لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا الآية

اور کثرتِ مہر بسا اوقات استمناء بالکف، لواطت، زنا وغیرہ کی طرف مُفضی ہوتا ہے

اسی سبب ہے کہ زائد نہ لیوے

۳۔ ڈھول آلات غیر مطربہ سے ہے بخلاف الکوبۃ (دو پڑی) ۴۔ ایسے عالم سے تعلقات قطع کرنا ضروری ہے۔ فقط۔ محمد فرید عفی عنہ الشیخ الحدیث ورئیس دارالافتاء حقانیہ اکوڑہ خٹک

امرِ مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا فتویٰ کی آپ مفتیان تصدیق فرمادیں اور اس میں تمام شقوں کا حوالہ کتاب سے درج فرمادیں۔ (نوٹ) خصوصی توجہ دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب آپ کے بڑوں کا یہ فیصلہ (بیع حرہ کے حرام ہونے کی وجہ سے) اس کے مقابلہ میں بنظر استحسان دیکھا جائے گا۔ مہر میں زیادتی کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن اور طریقہ کار پر مر مٹنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان (عن عمر بن الخطاب قال الا لا تغالوا صدقة النساء فانه لو كانت مكرمة فی الدنیا اوتقوی عند الله لکان اولاکم بها نبی الله صلی الله علیه وسلم ماعلمتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم نکح شیأ من نسائه ولا انکح شیأ من بناته علی اکثر من اثنتی عشرة اوقیة) سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ مہر زیادہ مقرر کرنا کوئی خوبی اور قابلِ داد عمل نہیں ہے بلکہ نکاح میں جس قدر تکلفات کم ہونگی اتنا ہی اس نکاح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی بابرکت قرار دیا ہے۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت قال النبی صلی الله علیه وسلم ان اعظم النکاح برکة ایسرهٔ مؤنة (الحدیث) (مشکوٰۃ ص ۲۶۸ ج ۲)

۲۔ زائد مہر عورت معاف کرسکتی ہے نکاح میں جو مہر مقرر کیا گیا ہو۔ وہ تمام عورت کی ملکیت ہے اسکی رضامندی کے بغیر اس سے کچھ لینا حرام ہے۔

۳۔ جو ڈھول دونوں طرف سے چمڑے سے بند ہو۔ اسکی آواز میں طرب اور سرور موجود ہے لہذا اس کا بجانا جائز نہیں ہے۔

۴۔ ایسا عالم اس قابل ہے کہ دیگر اہلِ اسلام اس سے قطع تعلقات کرلیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار	الجواب صحیح محمد انور ۲۱/۴/۱۴۱۳ھ	الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ غفرلہ	بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰/۴/۱۴۱۳ھ

قسم بین الزوجات : نفقہ : حضانت

اگر کوئی عورت اپنی باری خوشی سے چھوڑ دے تو جائز ہے۔

(۱) ایک شادی شدہ مرد کسی بیوہ عورت سے اس شرط پر نکاح کرتا ہے کہ رات کا قیام میری (خاوند) کی مرضی سے ہوگا اور نان نفقہ دینے کا کوئی پابند نہیں ہوں گا، عورت کہتی ہے کہ مجھے یہ شرائط منظور ہیں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا مرد کو دونوں بیویوں میں برابر کے حقوق دینے پڑیں گے۔

(۲) تین طلاق دینے کے بعد مرد، عورت دوبارہ ملنا چاہیں تو کیا مل سکتے ہیں اور اس کی کیا صورت ہے

(۳) برتھ کنٹرول یعنی منصوبہ بندی کیا جائز ہے۔

الجواب اگر واقعۃً ایک بیوی خوشی سے اپنا حق ساقط کرتی ہے تو درست ہے۔

ولو ترکت قسمها ای نوبتها لضرتها صح ولها الرجوع فی ذلک اھ (درمختار علی الشامیہ ص۴۶۳ ج۲)

(۲) جس عورت کو تین طلاق ہو جائیں اسے بدوں حلالہ دوبارہ نکاح جدید گھر آباد نہیں کر سکتے۔ لقولہ تعالیٰ:

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (الآیۃ)

(۳) بعض صورتوں میں مثلاً عورت حمل کی متحمل نہ ہو یا اور کوئی شرعی مجبوری ہو تو منع حمل درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ | محمد انور عفا اللہ عنہ

گذشتہ راتوں کی تلافی کا حکم

زید نے دوسری شادی کی تو زیادہ تر دوسری بیوی کے پاس ہی رہنے لگا، پہلی بیوی کے پاس کبھی کبھی آتا اور کچھ خرچ دے کر چلا جاتا۔ اب وہ تبلیغی جماعت میں جانے لگا تو اسے احساس ہوا اور اس نے پہلی بیوی سے معافی مانگی اور وہ عہد کرتا ہے کہ اب وہ انصاف کرے گا دریافت یہ کرنا تھا کہ سابقہ عرصہ میں جو وہ پہلی بیوی کی حق تلفی کرتا رہا ہے تو کیا زید پر لازم ہے کہ اب وہ اتنی راتیں پہلی بیوی کے پاس گذارے جتنی کہ وہ دوسری کے پاس گذار چکا ہے؟

الجواب زید آئندہ کے لئے انصاف کرے سابقہ غلطی کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور پہلی بیوی کو بھی راضی کرلے، گذشتہ ایام کی تلافی ایام کے ذریعہ زید پر لازم نہیں ــــــ

ولو اقام عند واحدۃ شہرا فی غیر سفر ثم خاصمتہ الاخری فی ذلک یؤمر بالعدل بینہما فی المستقبل وھدر ما مضی وان اثم بہ لان القسمۃ تکون بعد الطلب (وقولہ ھدر ما مضی) فلیس لھا ان تطلب ان یقیم ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ عندھا مثل ذلک ط عن الھندیۃ والذی یقتضیہ النظر ان یؤمر بالقضاء اذا طلبت لانہ حق آدمی ولہ قدرۃ علی ایفائہ فتح واجاب فی النہر بما ذکرہ الشارح من التعلیل قال الرحمتی ولانہ لا یزید علی النفقۃ وھی تسقط بالمضی اھ (شامیہ ص۲۳۴ ج۲) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

۶ / ۹ / ۱۴۱۲ھ

کیا مجنونہ بیوی کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو صحیحہ کے ہیں۔

ایک شخص نے تقریباً تیس سال قبل ایک عورت سے شادی کی، شادی کے بعد دوسرے بچے کی پیدائش پر عورت کمزور ہوگئی۔ اور تیسرے بچے کو جنم دینے کے بعد عورت کی ذہنی حالت بالکل خراب ہوگئی اور وہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھی، اس کے خاوند مذکور نے حتی الامکان علاج معالجہ کی کوشش کی مگر عورت کے ذہنی طور پر ٹھیک نہ ہونے پر خاوند نے دوسری شادی کرلی اور مذکورہ عورت کو اپنے میکے بٹھادیا۔ اس عورت نے تقریباً تیس سال کا عرصہ کسمپرسی بیچارگی اور نا داری کی حالت میں گذارا، اس کا خاوند کچھ عرصہ تو اس کی خبر گیری کرتا رہا۔ مگر پھر سب کچھ دینا اس نے بند کردیا۔ اس کی اولاد مذکور تین بچوں میں سے ایک لڑکا زندہ رہا۔ جب کہ دو بچے ایک بیٹا اور ایک بیٹی فوت ہوگئے۔ وہ لڑکا اپنے والد کے پاس پلا بڑھا اور لکھا پڑھا، اس کے والد نے اس کی حتی الامکان پرورش تعلیم وتربیت کی، اسے لکھایا پڑھایا اور برسر روزگار کرایا۔ اس کے بعد عورت مذکور کے والدین کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا چونکہ خود مختار ہوچکا تھا اس لئے وہ اپنی والدہ کو اپنے علیحدہ مکان میں لے آیا ــــــ

۱۔ تیس سال کی جدائی کے بعد اور حق شوہریت اور حق زوجیت ادا نہ کرنے کے باوجود بھی نکاح باقی ہے؟

۲۔ نکاح باقی ہونے کی صورت میں اور تاحال مذکورہ کی دماغی معذوری کی حالت میں دونوں کے کیا حقوق و فرائض ہیں؟

۳۔ نکاح باقی ہونے کی صورت میں شوہر کے ذمہ کیا نان ونفقہ یا خرچ وغیرہ ہوگا ــــــ

۴۔ شوہر مذکور کے مطابق کہ اس نے اپنی سابقہ بیوی کے بیٹے کو پالا پوسا پڑھا لکھا کر برسر روزگار بنایا۔ لہٰذا اس کے ذمے اب یا قبل ازیں سابقہ بیوی کا کوئی حق نان ونفقہ واجب نہیں ہے، کیونکہ پہلے اس کے بیٹے کی پرورش کرتا رہا۔ اب اس کا بیٹا جوان ہوگیا ہے۔ اُس کی کفالت کرسکتا ہے۔ کیا اس کی یہ دلیل صحیح ہے۔ یا اس مرد کو اس کی موجودہ بیوی بچوں کی طرح اس کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔

۵۔ عورت مذکورہ کے والدین کی وفات پر وراثت کے طور پر آئی ہوئی جائیداد مثلاً قطعہ زمین وغیرہ کا حقدار اس کے معذور ہونے کی وجہ سے کون ہے۔ اس کا خاوند (جو کہ بری الذمہ ہوگیا ہے) یا بیٹا جس کے پاس رہ رہی ہے یا اس کے بہن بھائی وغیرہ یا وہ خود اگر وہ خود ہے تو اس کی کیا صورت ہے کہ کس طرح استعمال کریں ــــــ

الجواب اب بھی نکاح باقی ہے نان ونفقہ میں خبر گیری نہ رکھنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا۔ البتہ سابقہ خرچ کا قضاءً مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔ قال فی الهندیة: اذا خاصمت المرأة زوجها فی نفقة ما مضیٰ من الزمان قبل ان یفرض القاضی لها النفقة وقبل ان یتراضیا علی شئ فان القاضی لا یقضی لها بنفقة ما مضی عندنا کذا فی المحیط (عالمگیریہ ص۵۵۱ ج۱)

(۲)۔ جب تک مذکورہ عورت مذکورہ خاوند کے نکاح میں ہے۔ اس وقت تک دونوں بیویوں میں نان ونفقہ اور رات گزارنے میں مساوات کرنا واجب ہے بشرطیکہ رات گذارنے میں اپنے نفس پر خطرہ نہ ہو، صورت مسئولہ میں بظاہر یہ خطرہ نہیں ہے کیونکہ وہ ایک عرصہ تک اپنے اقرباء میں رہی ہے۔ اب بھی اپنے بچے کے ساتھ رہتی ہے عالمگیریہ ص۳۴۰ ج۱ پر ہے:۔ ومما یجب علی الازواج للنساء العدل والتسویة بینهن فیما یملکه والبیتوتة عندها ــــــ (الی ان قال) فیسوی بین الجدیدة والقدیمة والمجنونة التی لا یخاف منها الخ

(۵)۔ جو زمین وغیرہ مجنونہ کو والدین کے ترکہ سے ملی ہے وہ اس کی مملوک ہے، دیکھ بھال، نگرانی کا حق اس کے لڑکے کو ہوگا۔ اقرب الاولیاء الی المرأة الابن الخ (عالمگیریہ ص۹ ج۲)

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بیوی کھانا پکانے کی اجرت نہیں لے سکتی

ایک شخص کی دو بیویاں ہیں۔ دونوں الگ الگ مکان میں قیام پذیر ہیں۔ بچوں کی نسبت دونوں کو نان ونفقہ برابر تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان دونوں بیویوں میں سے ایک خاوند کی خدمت از قسم روٹی پکا کر کھیت پہنچانا وغیرہ کرتی ہے جو صبح وشام کا پانچ میل سفر بن جاتا ہے اور کپڑے وغیرہ دھونا جبکہ دوسری بیوی کا اس خدمت میں کوئی حصہ نہیں۔ آیا خدمت گزار بیوی نان ونفقہ کے علاوہ کس قسم کے صلہ کی مستحق ہے؟ بچوں کی تعلیم اور علاج ومعالجہ بھی کیا نان ونفقہ کے علاوہ خاوند کے ذمہ ہے؟ بچوں کی شادی ونکاح بھی خاوند کے ذمہ ہے؟

الجواب: خاوند کی خدمت دیانۃً عورت پر لازم ہے پس روٹی وغیرہ پکانے کا معاوضہ لینا درست نہیں ہوگا۔ لہٰذا مساوی نفقہ دیا جائے۔ استاجر امرأته لتخبز له خبزا للاكل لم يجز — اه لان هذا العمل من الواجب عليها ديانة. اه. وافاد المصنف آخر الباب ان استيجار المرأة للطبخ والخبز وسائر اعمال البيت لا ينعقد نقله عن المضمرات (الدر المختار مع الشامیہ ص۹۲ ج۶) (۲) ماں باپ کے ذمہ یہ سب اخراجات لازم ہیں جبکہ تعلیم بھی دلانا چاہیے۔ نکاح، شادی کے اخراجات بھی باپ اخلاقاً ادا کرے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۶/۱۰/۱۳۹۵ھ

ناشزہ کے نفقہ کا حکم

اگر بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی تو کیا اس کا خرچہ دینا پڑے گا؟

الجواب: صورت مذکورہ میں اگر بیوی خاوند کی نافرمانی کرتی ہے اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے چلی گئی ہے تو خاوند پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله۔ (ہدایہ اولین ص۴۱۸) فقط واللہ اعلم: محمد انور عفی عنہ۔ الجواب صحیح عبدالستار عفی عنہ

بچوں کی دینی تعلیم کا خرچہ خاوند کے ذمہ واجب ہے

کیا بچوں کی پڑھائی کا خرچہ خاوند کو الگ دینا پڑے گا؟

الجواب: بچوں کا دینی تعلیم کے دوران سارا خرچہ باپ کے ذمہ واجب ہے اور دنیاوی تعلیم کا خرچہ باپ پر نہیں ہے۔

وکذا طلبۃ العلم اذا کانوا عاجزین عن الکسب لا یھتدون الیہ لا تسقط نفقتھم عن آبائھم اذا کانوا مشتغلین بالعلوم الشرعیۃ لا بالخلافیات الرکیکۃ وھذیان الفلاسفۃ ولھم رشد والا لا تجب کذا فی الوجیز للکردری۔ (عالمگیری ص۵۶۳ ج۱)

فقط واللہ اعلم: محمد انور

بیوی سفر پر جائے تو نفقہ اور کرایہ کی مستحق ہو گی یا نہیں؟

بیوی سفر پر جائے تو نفقہ اور کرایہ کی مستحق ہو گی یا نہیں۔ حج کا سفر ہو یا کوئی اور۔ خاوند ساتھ ہو یا نہ ہو، تفصیل سے ارشاد فرمادیں۔ اگر ایک بیوی کے علاج پر کچھ خرچ کیا جاتے تو کیا اتنے پیسے دوسری بیوی کو دینے ضروری ہیں۔ ——— آفتاب احمد، جدہ سعودی عرب

الجواب: واضح رہے کہ بیوی کا سفر کرنا کئی قسم پر ہے اور ہر ایک کا حکم جداگانہ ہے۔ اس لیے تفصیل ضروری ہوئی۔ سفر ۱: خاوند کی اجازت کے بغیر بلا عذر شرعی بیوی سفر کرے، ایسی بیوی ناشزہ ہے نان ونفقہ کی بھی مستحق نہیں، چہ جائیکہ کرایہ کی مستحق ہو۔ درمختار میں ہے۔ لا نفقۃ لاحد عشر مرتدۃ الی قولہ وخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ (الی ان قال) وحاجۃ ولو نفلا لا معہ ولو بمحرم لفوات الاحتباس ولو معہ فعلیہ نفقۃ الحضر خاصۃ لا نفقۃ السفر والکراء اھ قلت لا یخفی أن ھذا اذا خرج معھا لاجلھا اما لو اخرجھا ھو یلزمہ جمیع ذالک (شامیہ ص۶۰۲ ج۲)

سفر ۲: خاوند کی اجازت سے اپنے کام اور غرض کے لیے سفر کرے جبکہ خاوند ساتھ نہ ہو۔ تو کرایہ کی بالاتفاق مستحق نہیں۔ اگرچہ یہ سفر عورت پر فرض ہی کیوں نہ ہو مثلاً حج فرض کے لیے کسی محرم کے ساتھ سفر کر رہی ہو اور سفر حج فرض میں استحقاق نفقہ کے بارے میں اختلاف ہے حضرت امام محمدؒ کے قول پر استحقاق نہیں۔ وھو الاظھر کذا فی السراج (ھندیہ ص۵۴۵ ج۱) اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک استحقاق ہے لیکن کرایہ کا بالاتفاق استحقاق نہیں۔ امام ابو یوسفؒ کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب بدائع لکھتے ہیں۔ تفرض لھا نفقۃ الاقامۃ لا نفقۃ السفر لان الزوج لا یلزمہ الا نفقۃ الحضر فاما زیادۃ المؤنۃ التی تحتاج الیہ المرأۃ فی السفر من الکراء ونحو ذالک فھی علیھا لا علیہ اھ (بدائع ص۲۳ ج۴) اور حج تطوع ہو

یا کوئی دوسرا سفر ہو تو بھی بالاتفاق نفقہ کی مستحق نہیں۔ ہندیہ میں ہے۔ اما اذا حجت للتطوع
فلا نفقة لها اجماعاً اذا لم یکن الزوج معها ھکذا فی الجوھرة النیرة (ہندیہ ج۱)
پس کرایہ کا بطریق اولیٰ استحقاق نہیں ہوگا۔

سفر ۳: بیوی اپنے حج فرض یا تطوّع وغیرہ کے لیئے خاوند کے ہمراہ سفر کر رہی ہے تو نفقہ حضر کی مستحق ہے۔ نفقہ سفر اور کرایہ کی پھر بھی مستحق نہیں۔ واما اذا حج الزوج معها فلها النفقة
اجماعاً وتجب علیه نفقة الحضر دون السفر ولا یجب الکراء ھکذا فی
فتاویٰ قاضی خان (ہندیہ ص۱) حج نفل کا بھی یہی حکم ہے۔ (ہندیہ بحوالہ بالا)

سفر ۴: خود خاوند بیوی کو سفر پر لے جائے یا اسے اپنے کام کے لیئے خاوند بھیجے تو اس سفر میں پورے اخراجات مع کرایہ خاوند کے ذمے واجب ہوں گے جیسا کہ پہلے بحوالہ شامی گذرا اور خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ جس بیوی کو چاہے سفر پر لے جائے۔

سفروں کی تفصیل بالا کے پیش نظر یہ محقق ہوا کہ اول قسم کے تین سفروں کا کرایہ خاوند کے ذمے واجب نہیں پس اگر خاوند نے ایسے سفر کا کرایہ ایک بیوی کو دیا ہے تو یہ عطیہ ہے۔ اتنی مقدار کی دوسری بھی مستحق ہے۔ پہلی سے واپس نہیں لیا جا سکتا۔ البتہ دوسری کو اپنی جیب سے دے اور سفر ۴ میں ایک بیوی کو کرایہ دیا ہے تو دوسری اس کی مستحق نہیں۔ باقی جزئیات اس پر منطبق کر لی جائیں۔ اور ذہاب وایاب زوجہ کا کرایہ ہر صورت میں خاوند کے ذمے کہنا درست نہیں۔ بذل المجہود میں لکھا ہے کہ عطیہ میں عدل مطلوب ہے جیسا کہ خوراک و پوشاک وغیرہ۔ واللہ اعلم۔ (۲) علاج بھی چونکہ شرعاً خاوند کے ذمہ نہیں لہٰذا علاج کے لیئے جو رقم ایک بیوی کو دی گئی ہے وہ شرعاً دوسری کو بھی دی جائے۔ حکومت کی طرف سے ملنا یہ خاوند کا عطیہ شمار نہ ہوگا۔ علاج کے بارے میں اگر کسی قابل اعتماد مفتی کا فتویٰ یہ مل جائے کہ خاوند کے ذمے واجب ہے تو اس فتویٰ کے مطابق برابری ضروری نہیں ہوگی بلکہ بوقت بیماری معالجہ کافی ہوگا۔ خواہ ایک پر زیادہ خرچ ہو اور دوسری پر کم ہو۔ فقط واللہ اعلم۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۶/۶/۱۴۰۲ھ

خاوند بیوی کو ہر قسم کی ملازمت سے روک سکتا ہے

بیوی ملازمت کرنا چاہتی ہے اور شوہر اجازت نہیں دیتا۔ تو کیا اجازت کے بغیر ملازمت کر سکتی ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں بیوی کو ملازمت کرنا جائز نہیں ہے۔

وينبغي عدم تخصيص الغزل بل له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب لانها مستغنية عنه، لوجوب كفايتها عليه۔ شامی ص ۲/۲۴

فقط واللہ اعلم۔ بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

قانوناً بیوی کے علاج معالجہ کا خرچہ خاوند کے ذمہ نہیں

بہشتی زیور اور دوسری کتب فقہ میں زوجہ کے نان ونفقہ اور کسوۃ کو خاوند کے ذمہ واجب لکھا ہے ساتھ ہی یہ لکھا ہے کہ زوجہ بیمار ہو جائے۔ تو اس کے علاج معالجہ کا خرچ شرعاً شوہر پر واجب نہیں۔ بلکہ اپنے مال سے کرے۔ ہاں شوہر متبرعاً علاج کا خرچہ برداشت کرے تو اس کا احسان ہے۔ بندہ نے طلبہ کو یہ مقام پڑھایا تو انہوں نے اشکال کیا کہ دکھ بیماری انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے بعض دفعہ علاج، ڈاکٹروں کی فیس اور آپریشنوں پر ہزاروں روپے لگ جاتے ہیں۔ تو بیچاری زوجہ کہاں سے خرچ کرے گی۔ خود بندہ کو بھی یہ اشکال تھا۔ گذشتہ سال یہی اشکال حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے بھی اپنا اشکال ظاہر فرمایا۔ اور یہ تحریر فرمایا۔ اس مسئلہ میں احقر کو بھی مدت سے تردد ہے۔ ایک مرتبہ اس مسئلہ پر دوسرے فقہاء کی کتابوں کی بھی مراجعت کا اتفاق ہوا اور عجیب بات نظر آئی کہ سب کے ہاں صورتحال یکساں ہی سی ہے یعنی علاج کے خرچ کو نفقہ کا حصہ قرار نہیں دیا گیا۔ لیکن تلاش کے باوجود قرآن وسنت کی کوئی ایسی نص بھی نہیں ملی جس میں بصراحت ہو کہ علاج کا خرچ شوہر پر واجب نہیں اس لیئے احقر کو کچھ خیال یہ ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں نفقہ کے ساتھ بالمعروف کی قید لگائی گئی ہے جس کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم کہ نفقہ کا تعین عرف کے ساتھ ہے یعنی عرف پر مبنی ہوگا۔ پچھلے دور میں چونکہ علاج کا خرچ کچھ زیادہ لمبا چوڑا نہیں ہوتا تھا۔ اس لیئے شاید یہ عرف تھا کہ وہ نفقہ میں شامل نہیں۔ اگر یہ بات درست ہو تو عرف کی تبدیلی سے حکم بدل جاتا ہے۔ لہٰذا بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دور میں عرفاً علاج نفقہ کا حصہ ہے یوں بھی عقلاً یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر شوہر پر علاج کا خرچہ واجب نہ ہو تو بیماری کی صورت میں عورت کیا کرے جبکہ موجودہ دور میں علاج کا خرچہ اتنا ہوتا ہے کہ جس کا کوئی ذریعہ روزگار نہ ہو اس کا تحمل نہیں کر سکتی لیکن یہ ساری باتیں ابھی سوچ ہی کی حیثیت میں ہیں۔ چونکہ کہیں منقول نہیں دیکھیں اور نہ دوسرے اہل علم سے اس پر بحث رہ ہوا اس لیئے احقر کو اس پر جزم نہیں۔ بہتر ہوگا کہ آپ یہی سوال اور حضرات کو بھی بھیج دیں۔

الجواب: شریعت نے رشتہ ازدواج میں انسلاک کے باوجود زوجین میں سے ہر ایک کی مستقل حیثیت

کو برقرار رکھا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ تمام احکام شرعیہ میں مرد وزن دونوں برابر کے درجے میں مکلف ہیں۔ زکوٰۃ، قربانی، حج ان فرائض کو اگر باوجود استطاعت کے عورت ادا نہیں کرتی تو عورت گنہگار ہے مرد نہیں۔ اسی طرح مال کی ملکیت کے بارہ میں بھی زوجین مستقل حیثیت کے مالک ہیں۔ بیوی کی مِلک الگ خاوند کی مِلک الگ ہے۔ بیوی اپنے ہزاروں کی مالیت کے جہیز کی مالک ہے۔ بڑی مقدار مہر کی مالک ہے۔ والدین نے جو زیورات دیئے ہیں ان کی مالک ہے۔ اپنے رشتہ داروں کے میراث کا اسے باقاعدہ استحقاق ہے۔ علاوہ ازیں کسب واکتساب کی بھی اسے فی الجملہ اجازت ہے۔ مثلاً سوت کاتنا، دستکاری سلائی کڑھائی۔ ام المؤمنین حضرت زینبؓ کی دستکاری کتب حدیث میں مذکور ہے۔ خاوند کے کاروبار میں تعاون کے بدلے اس کو اجرت لینے کا بھی حق ہے مثلاً خاوند حلوائی ہے اور بیوی اسے مٹھائی تیار کر کے دیتی ہے۔ یا خاوند کے کاروبار میں اپنا حصہ بھی رکھ سکتی ہے جب شریعت نے مالی ملکیت اور فی الجملہ اکتساب کے بارہ میں بیوی کی مستقل حیثیت کو برقرار رکھا ہے تو دوائی، علاج کا خرچہ جو حوائج ضروریہ سے نہیں اس کے ذمے رکھنا بالکل معقول ہے کیونکہ اصولی طور پر مریض کے علاج کا خرچہ اس کے ذمے ہوتا ہے۔ تو بیوی بھی اصولاً اپنے علاج کی خود ذمہ دار ہے۔ تاوقتیکہ کسی واضح دلیل سے خرچے کا وجوب دوسرے کے ذمے ثابت نہ ہو جائے اور یہ ثابت نہیں، بلکہ عورت ہی کے ذمے ہونا مصرح ہے آج کل عموماً عورتیں بیش بہا جہیز اور کافی زیورات مہر وغیرہ کی مالک ہونے کے باوجود ان میں سے کسی چیز کو فروخت کر کے اپنے اخراجات میں صرف کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتیں اور زکوٰۃ اور قربانی وغیرہ بھی خاوند سے کراتی ہیں۔ تو یہ تنگی غلط عرف کی وجہ سے ناشی ہے۔ درحقیقت کوئی تنگی نہیں۔

(۲) اصولی بات یہ ہے کہ غلبۂ مادیات کی وجہ سے ہمیں علاج کی شرعی حیثیت سے ہی ذھول ہو رہا ہے۔ شرعاً خود علاج ہی واجب نہیں۔ اگر کوئی بیمار علاج کئے بغیر مرگیا تو وہ شخص گنہگار نہیں۔ ہندیہ میں ہے۔

الرجل اذا استطلق بطنه او رمدت عينه فلم يعالج واضعفه ذالك حتى مات منه لا اثم عليه فرق هذا وبينما اذا جاع فلم يأكل مع القدرة حتى مات حيث يأثم والفرق ان الاكل مقدار قوته يشبع ولا كذلك المعالجة والتداوى۔ جب علاج ہی واجب نہیں تو بیوی کا علاج خاوند کے ذمہ کیسے واجب قرار دیا جاتا ہے؛ ہاں اگر کوئی شخص بھوک سے مرگیا باوجود قدرت کے نہیں کھایا تو گنہگار ہے کیونکہ یہ موت کا قطعی سبب ہے! اور ترک علاج اس کا سبب مظنون ہے۔ حوائج راتبہ ضروریہ خاوند کے ذمہ ہیں۔ حوائج غیر راتبہ یا غیر ضروریہ اس کے ذمہ نہیں۔ بیماری ایک ایسا عارض ہے جس کا وجود یومیہ ہفتہ وار،

ماہانہ یا سالانہ ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ برسوں انسان تندرست رہے اور ہو سکتا ہے کہ ہر ہفتے یا ماہ اس میں ابتلا رہو۔ اس لیے علاج اور تداوی حوائج راتبہ ضروریہ میں سے نہیں۔

(۳) دوسرے فقہاء کی کتب سے مراد بظاہر مذاہب اربعہ کی کتابیں ہیں پس جو مسئلہ مذاہب اربعہ میں منقول ہو اس میں بحث کرنا اپنے منصب سے تجاوز ہے۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔ والبحث فی المنقول غیر مقبول ــــ علامہ ابن الہمام جیسے وسیع النظر جامع محقق کے بارے میں انہیں کے تلمیذ محقق قاسم بن قطلوبغا کا فیصلہ مشہور ہے۔ لاعبرۃ بابحاث شیخنا التی خالفت المذھب۔ جو کتب مذہب میں بلا کسی اختلاف کے ایک مسئلہ مصرح ہے تو اسے تسلیم ہی کرنا ہوگا۔ قرآن وحدیث سے اس کی دلیل صریح ہمیں مل جائے یہ ضروری نہیں۔ ورنہ مسائل کا ایک بڑا ذخیرہ کتابوں سے خارج کرنا پڑے گا۔ حضرات فقہاء کی تصریحات قرآن وحدیث کی تشریحات ہی تو ہیں۔ قرآن پاک میں تصریح ہے۔ وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف وقال تعالیٰ أسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم الآیۃ ان آیات سے رزق، کسوۃ اور سکنیٰ کا وجوب ازواج کے ذمہ ثابت ہوا۔ یہی حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ یہی تین چیزیں خاوند کے ذمہ واجب ہیں۔ درمختار میں ہے۔ ماینفقہ الانسان علی عیالہ شرعا ھی الطعام والکسوۃ والسکنیٰ وعرفا ھی الطعام۔ پہلی آیت کا ترجمہ تقریباً سب نے روٹی اور کپڑا یا کھانا کیا ہے اور حضرات فقہاءؒ اور اہل لغت کی تصریح کے مطابق دوا و علاج رزق میں داخل نہیں اور اصل عدم وجوب ہے پس تاوقتیکہ کوئی صریح دلیل اس کے خلاف نہ مل جائے۔ اسی مسئلہ پر حکم ہوگا۔ بالمعروف کا لفظ محل نظر ہے کیونکہ یہ مقدار کے بارے میں ہے نفقہ کے بارے میں نہیں۔ رزق، کسوۃ، سکنیٰ یہ انواع تو منصوص ہیں لیکن ان کی مقدار کیا ہوگی خاوند کی حیثیت کے مطابق یا بیوی کی یا دونوں کی حیثیت کے مطابق ملحوظ ہوگی۔ حضرات مفسرینؒ اور حضرات فقہاءؒ نے مکمل تشریح فرمادی ہے۔ بیوی مالدار ہے تو اس کے بارے میں کوئی عقلی اشکال نہیں کہ اپنا علاج خود کرائے البتہ تنگدست ہے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ اگر اتفاق سے خاوند بھی فقیر ہے تو ایسی صورت میں خاوند کیا کرے؟

(۴) یہ ساری بحث ضابطہ اور قانون کے بارے میں تھی۔ اخلاقی طور پر عموماً ایسے اخراجات خاوند ہی برداشت کرتے ہیں۔ جیسے کہ اخلاقی طور سے بیوی بھی گھر کے بہت سے ایسے کام انجام دیتی ہے جو قانونی لحاظ سے اس پر واجب نہیں۔ الحاصل اصولی لحاظ سے ہر مکلف کا خرچہ وعلاج اس کے ذمہ ہے اگر کوئی اشکال ہو تو مطلع فرمائیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲۸/۷/۱۴۱۲ھ

خاوند کی تنخواہ پر بیوی کا حق ہے یا نہیں

خاوند کی تنخواہ پر پہلا حق بیوی کا ہے یا والدین کا ؟ ۲: اگر بیوی کا جھگڑا خاوند کے والدین سے ہو جائے اور وہ بیٹے کو کہیں کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو ایسی صورت میں طلاق دینا کیسا ہے۔ اگر بیوی اپنے خاوند کے والدین کے ساتھ اکٹھا رہنا پسند نہ کرے اور خاوند کے والدین اس کو علیحدہ ہونے کی اجازت نہ دیں تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے ؟

الجواب : تنخواہ خاوند کی ملک ہے۔ خاوند پر بیوی کا نان و نفقہ ہر حال میں واجب ہے۔ خواہ بیوی غنیہ ہو یا فقیرہ۔ والدین اور چھوٹے بھائی بہنوں کا خرچہ بھی لڑکے پر واجب ہے جبکہ وہ تنگ دست ہوں۔ ہندیہ میں ہے

الاب اذا کان فقیرا معسرا وله اولاد صغار محاویج وابن کبیر موسر یجبر الابن علی نفقة ابیه ونفقة اولاده الصغار ص۱۵۲ ج۲ غنی ذوی الارحام کا نفقہ شرعاً واجب نہیں۔ لیکن پھر بھی والدین کی مالی اور بدنی خدمت بچوں پر اخلاقاً فرض ہے۔ ہندیہ میں ہے۔

لا یقضی بنفقة احد من ذوی الارحام اذا کان غنیا ص۱۵۲ ج۲

۲ و ۳: والدین کے کہنے پر بے قصور زوجہ کو طلاق دینا شرعاً ضروری و واجب نہیں بیوی کو سمجھا کر معافی پر آمادہ کریں ان شاء اللہ والدین طلاق کا مطالبہ خود ترک کر دیں گے اور بیوی علیحدگی کا مطالبہ چھوڑ دے گی نیز بیوی الگ مکان کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ ہندیہ میں ہے۔ تجب السکنی لها علیه فی بیت خال عن اهله واهلها الا ان تختار ذالك ص۱۳۷ ج۲ فقط واللہ اعلم محمد عبداللہ عفی عنہ ۱۵/۵/۱۴۰۸ھ

عورت پرورش کا نفقہ معاف کر سکتی ہے بچوں کا نہیں

میں نے زوجہ کو طلاق دے دی ہے۔ میرے بچے ہیں۔ وہ مطالبہ کرتی ہے کہ بچے مجھے دیں۔ وہ کچھ بدمزاج ہے اس لیے میں بچوں کی پرورش خود کرنا چاہتا ہوں۔ جب اس کا مطالبہ شدید ہوا تو میں نے یہ شرط لگائی کہ پھر بچوں کا نان و نفقہ میں ادا نہیں کروں گا۔ اس نے اسے تسلیم کر لیا۔ آیا اس صورت میں مجھ پر نفقہ شرعاً واجب ہے گا یا نہیں؟

الجواب : نابالغ بچوں کا نفقہ والد کے ذمہ واجب ہے اس لیے عورت کے تسلیم کر لینے سے بھی خرچہ آپ کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوا۔ عدم ادائیگی کی صورت میں آپ عنداللہ مجرم ہوں گے۔ ہندیہ میں ہے۔

نفقة الاولاد الصغار علی الاب لا یشارکه فیها احد ص۱۴۹ ج۲ البتہ عورت پرورش کا حق الخدمت

نفقہ کی طرح معاف کرسکتی ہے کیونکہ یہ دونوں اس کے ذاتی حق ہیں۔ درمختار میں ہے۔

الابراء قبل الفرض باطل وبعدہٗ یصح مما مضیٰ ومن شهر مستقبل۔ اس پر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں۔ أی اذا کانت مفروضة بالاشهر فلو بالایام یبرأ من نفقة یوم مستقبل وکذا لو بالسنین۔ (شامیہ ص۶۵۳ ج۲) فقط واللہ اعلم۔ محمد عبداللہ عفی عنہ ۸/۶/۱۴۰۸ھ، الجواب صحیح عبدالستار عفی عنہ

خاوند طلاق دے تو معتدہ بہرحال نفقہ کی مستحق ہے

اگر کسی شخص کی عورت فاحشہ ہو اور وہ مرد اس کو طلاق دیتا ہے تو اس مرد پر مہر اور عدت کا نان ونفقہ واجب ہے یا نہیں؟ سیکرٹری مجلس منتظمہ رشید آباد ملتان

الجواب: صورت مسئولہ میں مہر اور عورت کا نفقہ خاوند کے ذمہ واجب ہے۔

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسکنی کان الطلاق رجعیاً أو بائناً أو ثلاثاً۔ اھ (عالمگیری ص۱۳۸ ج۲)

قال فی البحر فالحاصل أن الفرقة اما من قبله أو من قبلها فلو من قبله فلها النفقة مطلقاً سواء کانت بمعصیة أو لا طلاقاً أو فسخاً۔ اھ (شامی ص۶۶۹ ج۲)

فقط واللہ اعلم، محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۴/۱۲/۱۴۰۰ھ الجواب صحیح: عبدالستار عفا اللہ عنہ

بیوی بلاوجہ میکے بیٹھ جائے تو نفقہ کی مستحق نہیں

میری بیوی میرے ہاں سے چلی گئی ہے۔ والدین کے گھر جاکر بیٹھی ہے۔ بار بار بلانے پر نہیں آئی۔ کیا وہ نفقہ کی مستحق ہے؟

الجواب: جب تک خاوند کے گھر نہ آئے نفقہ کی مستحق نہیں ہے۔

خارجة من بیته بغیر حق وهی الناشزة۔ اھ (شامی ص۶۴۶ ج۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۷/۱۱/۱۴۰۱ھ

نفقۂ عدّت معاف کرنے کی شرط پر خاوند طلاق دے تو نفقہ معاف ہو جائے گا

میاں بیوی میں ناچاقی تھی مصالحت کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ آخر عورت نے طلاق کا مطالبہ کیا۔ خاوند نے کہا کہ مہر دیدوں گا، عدّت کا خرچہ نہیں دوں گا۔ عورت نے منظور کر لیا۔ خاوند نے طلاق دے دی۔ تو کیا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہوگا؟

الجواب: اگر خاوند نے عورت کے مطالبۂ طلاق پر نفقۂ عدّت معاف کرا لیا اور کرا لینے کے بعد اسی مجلس میں طلاق دے دی تو خاوند کے ذمہ نفقہ واجب نہیں رہا۔ بلکہ وہ اس سے بری ہو گیا۔

فکذا اذا طلب ابرائها له عن المهر والنفقة صريحاً ليطلقها فابرأته وطلقها فوراً يصح الابراء لانه ابراء بعوضٍ۔ اھ (شامیہ ص۱۵ ج۲ مطبوعہ کوئٹہ) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ — بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

الگ کمرہ بیوی کا حق ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں۔ ہم ایک گھر میں اکٹھے رہتے ہیں۔ بہن بھائی والدین اور میری بیوی لیکن میری بیگم کا اس بات پر اصرار ہے کہ اسے الگ مکان لیکر دوں۔ جب کہ میری مالی حیثیت اسقدر نہیں ہے کہ اس کے لیے الگ مکان خرید سکوں۔ کیا میری بیوی کا الگ مکان کا مطالبہ کرنا شرعاً جائز ہے۔ کیا اس کے لیے الگ مکان کا انتظام کرنا میرے لیے ضروری ہے۔

الجواب: بیوی کو ایک ایسے کمرے کے مطالبے کا حق ہے جس میں دوسرے گھر کے کسی فرد کا تصرف نہ ہو۔ لہٰذا یہ مطالبہ درست ہے پورا کیا جائے۔ باقی صحن، بیت الخلاء، باورچی خانہ وغیرہ مشترک ہوں جو کہ گھر کے دوسرے افراد بھی استعمال کرتے ہوں تو کچھ حرج نہیں اس سے زائد علیحدہ مستقل مکان کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے۔

کما فی الدر المختار وبيت منفرد من دار له غلق (كفاها) لحصول المقصود و

فی الشامية فان كانت دار فيها بيوت واعطى لها بيتاً يغلق ويفتح لم يكن لها ان تطلب بيتاً آخر۔ (شامی ص۶۰۰ ج۲) ان عبارات کا حاصل بھی یہی ہے کہ عورت کے لیے اگر گھر کے اندر الگ کمرہ ہو تو اس کے لیے الگ مکان کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے۔

فقط واللہ اعلم، بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ ۵/۲۲/۱۴۱۸ھ

دونوں بیویوں کی اولاد کم و بیش ہو تو نفقہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زوجتین میں اولاد کے ساتھ جبکہ ایک بیوی کی اولاد بالکل چھوٹی ہو، دوسری بیوی کی اولاد بالغ یا قریب البلوغ ہو تو ان میں مساوات کی کیفیت کیا ہوگی؟ یعنی کس تناسب سے خرچہ دیا جائے گا جبکہ ایک بیوی کی اولاد زیادہ ہے۔ سائل عبدالرشید علی پوری

الجواب: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور دونوں کی اولاد ہو اس کو زوجتین میں مساوات اس طرح کرنا چاہیئے کہ ہر زوجہ کا نفقہ الگ الگ مقرر کر دے اور اس میں دونوں بیویوں کو برابر رکھے یعنی اولاد کا نفقہ الگ مقرر کرے دونوں کی اولاد کو فرداً فرداً حاجت کے لحاظ سے برابر رکھے یعنی اگر ایک کی ضروریات دس روپے میں پوری ہو سکتی ہوں تو اس کے دس روپیہ اگر ایک کی ضروریات پانچ روپے میں پوری ہو سکتی ہیں تو پانچ روپیہ مہیا کرے۔ گو مجموعہ ایک کی طرف زیادہ ہو مثلاً ہر بیوی کا خرچہ پندرہ روپے مقرر کرے اور ہر لڑکے لڑکی کا خرچہ دس روپے مقرر کرے۔ اس صورت میں زیادہ اولاد والی بیوی کی طرف جو رقم جائے گی وہ بیوی کی وجہ سے نہیں، زیادتی اولاد کی وجہ سے ہوگی اس پر اگر دوسری بیوی اعتراض کرے تو لغو ہے اور متفرق اخراجات شادی وغیرہ کے اس ضابطے سے الگ ہیں جس میں آپ خود مختار ہیں۔ کذا فی امداد الاحکام ص ۸۸۷ ج ۲ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح: بندہ محمد اسحاق غفرلہ — بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

بد کردار عورت کو حق حضانت نہیں ملے گا

میری منکوحہ و مدخولہ بیوی دو مرتبہ اغوار ہو چکی ہے اس وقت بھی اغوار ہے مذکورہ کے بطن سے اور میرے نطفہ سے ایک بیٹا ۶½ سال کا ہے اور ایک بیٹی چار سال کی ہے دونوں مذکورہ بچے بوقت اغوار چھوڑ گئی تھی جن کی پرورش میں خود کر رہا ہوں۔ اب مذکورہ عورت بذریعہ پولیس بچے طلب کرتی ہے اگر بچے ان حالات میں مسماۃ میراں کو دیئے جائیں تو بچوں کے چال چلن پر بھی برا اثر پڑے گا۔ آیا ایک بچہ اس کو دیا جائے یا دونوں اس بارے میں کیا حکم ہے؟ حالانکہ میں اس شرط پر بچے حوالے کرنے کے لئے تیار ہوں کہ اگر مذکورہ عورت کا کوئی قریبی رشتہ دار بھائی۔ باپ۔ یا چچا ہمراہ آ کر مطالبہ کریں، مذکورہ عورت چونکہ اپنے آشنا کے پاس ہے ان حالات میں بچوں کی زندگی و تربیت کا بھی

مسئلہ ہے شریعت کی روشنی میں حکم واضح فرمائیں۔

الجواب تثبت (ای الحضانة) للام (الی قوله) أو بعد الفرقة الا أن تکون مرتدة أو فاجرة فجورا یضیع الولد به کزنا وغناء وسرقة ونیاحة کما فی البحر والنهر....الخ۔ (الشامیة ص۶۸۸ ج۲)

عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں اگر فاجرہ ہے اور بدکاری جیسے افعال کی مرتکب ہے تو اسے اپنے بچوں پر حق حضانت حاصل نہیں کیونکہ ایسی صورت میں وہ بچوں کی پرورش نہیں کر سکتی۔ پس صورت مسئولہ میں اگر واقعی یہ عورت ایسی ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تو اسے اپنی اولاد کا حق پرورش حاصل نہیں البتہ بچوں کی نانی ان کی پرورش کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار غفرلہٗ
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — مفتی خیر المدارس ملتان

حق حضانت کب ساقط ہوتا ہے

مسمی محمد حنیف اور مسماۃ بی بی فاطمہ دونوں میاں بیوی کے درمیان کئی سال سے اختلاف موجود ہے اور عدالتوں تک جا پہنچے ہیں۔ یہاں تک کہ خاوند نے مارشل لاء تک دوڑ دھوپ وغیرہ کی ہے۔ عدالت میں بیوی بچوں کے حصول کے لئے درخواست گزاری جو بعد از سماعت خارج کر دی گئی۔ مسماۃ فاطمہ اپنے تین بچوں لڑکی کی عمر سات سال، لڑکے کی عمر ساڑھے چار سال، چھوٹے لڑکے کی عمر اڑھائی سال کے ساتھ اپنے ماں باپ کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہے۔ لڑکی قرآن پاک اور مسائل کی تعلیم اور لڑکا معیاری تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ بچوں کا والد ان کی والدہ سے جدا کر کے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے اور بچوں کی والدہ کہتی ہے کہ میں اپنے پاس رکھوں گی بنا بریں کہ بچے والد کی سرپرستی میں رہیں یا والدہ کی۔

المستفتی حیدر علی ہاشمی، شجاع آباد

الجواب بچہ سات سال تک اور بچی نو سال تک والدہ کے پاس رہے گی والد جبراً والدہ سے نہیں چھین سکتا خواہ طلاق ہو جائے لیکن اگر طلاق کے بعد والدہ بچہ یا بچی کے غیر محرم سے نکاح کرلے تو پھر والدہ صاحبہ کا حق تربیت ساقط ہو جائے گا۔

والحاضنة أما أو غيرها أحق به اى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى (قوله حتى يستغنى عن النساء) بأن يأكل ويشرب ويستنجي وحده والمراد بالاستنجاء تمام الطهارة بأن يتطهر بالماء بلا معين وقيل مجرد الاستنجاء وهو التطهير من النجاسة وان لم يقدر على تمام الطهارة زيلعي اى الطهارة الشاملة للوضوء (قوله وقدر بسبع) هو قريب من الاول الى قوله الا ترى الى ما يروى عنه صلى الله عليه وسلم انه قال مروا صبيانكم اذا بلغوا سبعاً والامر بها لا يكون الا بعد القدرة على الطهارة

شامی ص ۶۹۵ ج ۲

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

دورانِ پرورش عورت بچوں کو دور دراز نہیں لیجا سکتی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارہ میں کہ مطلقہ عورت بچوں کو جن کی عمریں ۹-۵-۳-۲ سال ہے اپنے ساتھ علاقہ غیر میں لے جانا چاہتی ہے وہاں مقامی طور پر اس کا کوئی وارث نہیں ہے اب اگر وہ بچوں کو وہاں لے جائے تو ہمارا وہاں پہنچنا بڑا مشکل ہے اور نہ ہی ہمیں اپنے بچوں سے ملنے کی امید ہو سکتی ہے کیا شریعت اس کو بچے ایسے

دُور دراز علاقے میں جہاں ہماری پہنچ نہ ہو لے جانے کی اجازت دیتی ہے۔

الجواب لیس للمطلقۃ بائنا بعد عدتھا الخروج بالولد من بلدۃ الی اخری بینھما تفاوت (درمختار ص۶۹۷ ج۲ علی الشامیۃ)

جزئیہ ھذا سے ظاہر ہے مطلقہ بنا بر حق حضانت بچوں کو دُور دراز علاقے میں نہیں لے جا سکتی ایسے مقام پر رہے جہاں والد بچوں کی دیکھ بھال کر سکتا ہو۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ

والدہ عیسائی ہو تو اسے پرورش کا حق ملے گا یا نہیں

ایک عیسائی نے اپنے دین عیسائیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیا اس کی بیوی بدستور عیسائی ہی رہی اور اپنے ماں باپ کے گھر جا بیٹھی اور اپنے نابالغ بچوں کو بھی ساتھ لے گئی ایسی صورت میں بچوں کی پرورش کا حق شریعت محمدی کی رو سے کس کو حاصل ہوگا۔ جواب بحوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب باپ کے تابع ہو کر اس نومسلم کے یہ بچے شرعاً مسلمان ہیں۔ والولد یتبع خیر الابوین دینا کذا فی الکنز۔ (فتاویٰ عالمگیری ص۴۰ ج۲)

اور پرورش کا حق عام حالات میں والدہ کو ہوتا ہے۔ لیکن اگر ان بچوں کے بارے میں عیسائیت کے ساتھ مانوس ہو جانے کا خوف ہو تو انہیں والدہ سے لے کر باپ کے حوالے کرنا ضروری ہوگا۔ ففی الدر المختار والحاضنۃ الذمیۃ ولو مجوسیۃ کمسلمۃ مالم یعقل دینا...... او الی ان یخاف ان یألف الکفر فینزع منھا وان لم یعقل دینا الخ بحر۔ درمختار ص۲۶۵ ج۱، اور صورۃ مسئولہ میں مندرجہ بالا اندیشہ ظاہر ہے۔ اسلام کی نظر میں جسمانی تربیت کی برنسبت بچے کے فکر و نظر کو محفوظ رکھنا مقدم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

والدہ کے بعد حق پرورش کس کو ہے

ایک عورت تقضائے الٰہی فوت ہوگئی ہے۔ ایک لڑکا بعمر پانچ سال اور ایک لڑکی بعمر چار سال چھوڑ گئی ہے۔ بچوں کے رشتہ داروں میں سگی نانی، خالہ غیر شادی شدہ اور پھوپھی موجود ہیں ان کی دادی بھی فوت ہوگئی ہے۔ بچوں کی پرورش کے بارے میں اختلاف ہوگیا ہے بچوں کے باپ نے دوسری شادی بھی کر لی ہے۔ اب ایک طرف باپ اور سوتیلی ماں ہے اور دوسری طرف نانی اور سگی خالہ ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بچوں کی پرورش کا حق شرعاً کس کو ہے۔ ۲۔ مدت پرورش کتنی ہے۔ ۳۔ پرورش کے دوران اخراجات کس کے ذمے ہوں گے۔

الجواب صورت مسئولہ میں حق حضانت نانی کو ہے۔

ثم ای بعد الام بان ماتت أو لم تقبل أو أسقطت حقها او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اهلية القربی اھ (درمختار علی الشامیۃ ص۶۹۳ ج ۲)

۲۔ لڑکا سات سال کی عمر ہونے تک اور لڑکی ۹ سال کی عمر ہونے تک نانی کے پاس رہیں گے (کذا فی الشامیہ ص۶۹۳ ج ۲) ۳۔ پرورش کے اخراجات والد کے ذمہ ہوں گے۔

تستحق الحاضنة أجرة الحضانة اذا لم تكن منكوحة ولا معتدة لابيه وهي غير أجرة ارضاعها ونفقته كما في البحر عن السراجية (درمختار علی الشامیۃ ص۶۹۱ ج ۲) فقط واللہ اعلم محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

والدہ کو کب تک پرورش کا حق ہے

ملک عبدالمجید فوت ہوگیا اس کے دو لڑکے اور چھ لڑکیاں ہیں۔ لڑکا ایک بارہ سال

اور ایک تین سال کا ہے لڑکیاں تین بالغ ہیں۔ اور تین نابالغ ہیں۔ ان لڑکے لڑکیوں کے چچا بھی موجود ہیں اور ماموں بھی۔ تو ان بچوں کی تربیت و پرورش کا حق کس کو ہے؟ اور ان کی ولایت نکاح کس کو حاصل ہے؟ حاجی احمد شہر سلطان

الجواب بچے کی عمر سات سال اور بچی کی ۹ سال ہونے تک ان کی پرورش کا حق والدہ کو حاصل ہے بشرطیکہ وہ ایسی جگہ نکاح نہ کرے جو ان بچوں کے لئے غیر محرم ہو

والحاضنة أما أو غيرها أحق به أي بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى لأنه الغالب... الخ والأم والجدة أحق بها حتى تحيض وغيرهما أحق بها حتى تشتهي وقدر بتسع وبه يفتى وعن محمد ان الحكم في الأم والجدة كذلك وبه يفتى لكثرة الفساد۔اھ (درمختار على الشامية ص ۶۹۵ ج ۲)

بالغ پر نکاح کی ولایت اجبار کسی کو حاصل نہیں بلکہ وہ خود مختار ہے اور نابالغ پر ولایت نکاح چچوں کو حاصل ہے۔ الولي في النكاح العصبة بنفسه على ترتيب الارث والحجب۔ اھ (درمختار على الشامية ص ۳۳۷ ج ۲) فقط واللہ اعلم محمد انور عفا اللہ عنہ

باپ بالغ اولاد کو مطلقہ بیوی سے ملنے سے نہیں روک سکتا

زید اپنی مطلقہ بیوی سے اپنی بالغ اولاد کو ملاقات سے روک سکتا ہے یا نہیں؟ (مولانا محمد اسلم تھانوی مہتمم جامعہ اشرفیہ ملتان)

الجواب اذا بلغت الجارية مبلغ النساء ان كانت بكرا كان للأب ان يضمها الى نفسه وان كانت ثيبا ليس له ذلك الا اذا لم تكن مأمونة على نفسها۔

والغلام اذا عقل واجتمع رأيه واستغنى عن الأب ليس للأب ان يضمه الى نفسه الا اذا لم يكن مأمونا على

نفسہ نکان لہ ان یضمہ.... انتھی۔ (قاضی خان صـ۱۹۲ ج ۱)

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ باپ بالغ اولاد کو ماں سے ملاقات کرنے سے منع نہیں کرسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

مُتفرقاتِ نکاح

نِکاح کرنا افضل ہے یا عبادت میں مشغول ہونا۔

بندہ فقیر ایک مسجد میں عرصہ دراز سے خدمتِ قرآن میں مصروف ہے اور مسجد کی خدمت بھی کرتا ہے اور بندہ نے ابھی تک شادی نہیں کی بعض لوگ اصرار کرتے ہیں کہ شادی کروالو اور جو شخص شادی نہ کروائے اس کا جنازہ نہیں ہوتا ہے اور بندہ الحمدللہ شب و روز عبادت میں مصروف رہتا ہے میرے لئے شادی کروانا ضروری ہے یا نہیں؟ ـــــــ

الجواب مسلم شریف میں حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو خطاب کر کے فرمایا۔ اے نوجوانوں کی جماعت جو شخص تم میں سے نکاح کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ نکاح کرے کیونکہ یہ نظر کو جھکانے کا ذریعہ ہے اور شرمگاہ کی تحصین کے لئے ہے اور جو شخص طاقت نہ رکھے اس پر روزے لازم ہیں ـــــــ عن عبد اللہ قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء (صحیح مسلم صـ۴۴۹ ج۱)

ایک اور حدیث میں فرمایا۔ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں۔ میں نماز پڑھتا ہوں اور سوتا ہوں اور

افطار کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی کرتا ہوں اور جو شخص میری سنّت سے اعراض کرے تو وہ مجھ سے نہیں ۔

فقال ما بال اقوام قالوا کذا کذا لکنی اصلی وانام واصوم وافطر واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی ۔ (صحیح مسلم ص ۴۴۹ ج ۱)

ان دونوں حدیثوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نکاح کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے اور نکاح کرنے کی حضور ؐ نے ترغیب بھی دی ہے اور نکاح نہ کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے اور فقہاءؒ نے تعلیم و تعلّم میں مشغولی اور نفلی عبادت میں مشغولی سے نکاح کو افضل قرار دیا ہے ۔

وھو افضل من الاشتغال بتعلم وتعلیم کما فی درالبحار وقدمنا انہ افضل من التخلی للنوافل ۔ (شامی ص ۲۹۳ ج ۲)

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں :۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم النکاح سنتی والسنن مقدمۃ علی النوافل بالاجماع ولانہ اوعد علی ترک السنۃ بقولہ فمن رغب عن سنتی فلیس منی ولا وعید علی ترک النوافل ۔ (بدائع الصنائع ص ۲۲۹ ج ۲)

جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح کرنا میری سنّت ہے اور سنّت نوافل پر مقدم ہے اور اس پر اجماع ہے اور ترکِ سنّت پر وعید بیان فرمائی ہے اور نوافل کے ترک پر وعید نہیں فرمائی ، لہذا آپ اگر حقِ زوجیت ، مہر ، نان نفقہ ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو نکاح والی سنّت پر ضرور عمل کریں ۔

فقط واللہ اعلم محمد انور ——— الجواب صحیح

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
۲۲ / ۵ / ۱۴۱۸ ھ

محرّم میں نکاح کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ماہ محرم میں نکاح کرنا جائز ہے یا حرام ؟ بیّنوا توجروا

الجواب ماہِ محرّم میں نکاح کرنے کی ممانعت یا قباحت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے ۔ سال کے دوسرے مہینوں کی طرح اس مہینہ میں بھی نکاح کرنا درست ہے بلکہ اس شیعی اور رافضی بدعت اور من گھڑت مسئلہ کو ختم کرنے کے لئے عملی کوششیں کرنا ان شاء اللہ موجبِ اجر ہوں گی ۔

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار غفر اللہ لہٗ

تعلیم میں مشغول حقوقِ زوجیت کیسے ادا کرے

لڑکا اور لڑکی دونوں بالغ ہیں والدین نے خوشی سے ان کا آپس میں نکاح کر دیا ہے لڑکا دینی تعلیم کا شائق ہے ابھی زیرِ تعلیم ہے۔ تعلیم تقریباً چار سال بعد پوری ہوگی۔ آیا یہ جائز ہے کہ لڑکی اپنے گھر والدین کے ہاں دُور دراز جگہ میں رہے اور لڑکا تعلیم میں مشغول ہو، جو سال کے اندر گھر نہ آسکے۔ بعض کا خیال ہے کہ تعلیم کی بجائے اپنے گھر آباد ہونا ضروری ہے ورنہ گناہ گار ہوگا۔ بعض کا خیال کس حد تک درست ہے ؟

الجواب یہ بات جائز ہے کہ لڑکی اپنے والدین کے گھر اور لڑکا اپنی تعلیم میں مشغول ہو اور یہ خیال کہ تعلیم کی بجائے گھر آباد ہونا ضروری ہے ورنہ گنہگار ہوگا۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ گھر آباد کرنے کی صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لڑکا تیسرے چوتھے ماہ گھر آیا کرے اور بشرطِ ضرورت جب والدین نے نان و نفقہ برداشت کر رکھا ہو اور تعلیم کی اجازت دے رکھی ہو تو اس صورت میں تعلیم کو ترک کرنا ٹھیک نہیں، البتہ گھر کے حقوق پورے کرنا ضروری ہیں جس کے لئے آمد و رفت ہو سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

بلاعذر کب تک بیوی سے علیحدہ رہ سکتے ہیں ؟

۱ - حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ دستور بنایا تھا کہ مرد اپنی بیوی سے صرف چار ماہ علیحدہ رہ سکتا ہے کیا اس سے زیادہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہ سکتے ہیں یا نہیں ؟ ائمہ میں سے کسی کا مذہب ہے یا نہیں ؟

۲ - هل یجوز النظر الی فرج امرأته وهکذا عکسها ؟

الجواب بلاعذر چار ماہ سے زائد علیحدہ نہیں رہنا چاہیئے مالکیہ کے ہاں اگر بقصدِ اضرار اتنی مدت بیوی سے علیحدہ رہا تو وہ بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرا سکتی ہے :۔

۱ - قال علمائنا اذا امتنع من الوطء قصدا للاضرار بالزوجة من غیر عذر مرض او رضاع وان لم یحلف کان حکمہ حکم المولی و ترفعہ الی الحاکم اھ (احکام القرآن لابن العربی ج۱ ص۱۷۵)

۲ - یجوز لکن ترک النظر اولیٰ قال فی الهدایة الاولیٰ ان لا ینظر کل واحد منهما الیٰ عورة صاحبه لقوله علیه السلام اذا اتی احدکم اهله فلیستتر ما استطاع ولا یتجردان تجرد العیر اھ (شامیہ ج۵ ص۲۴۲) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

لڑکی والوں کی طرف سے دُولھا کو سونے کی انگوٹھی پیش کرنا-

آج کل شادی کے موقعوں پر دُلہن کے گھر والے دُولھا کو سونے کی انگوٹھی پہناتے ہیں اور یہ انگوٹھی بطور تحفہ کے دُولھا کو دی جاتی ہے اور یہ تقریباً ہر شادی کا جزء لازم ہے اس کے بغیر شادی کی تقریب نامکمل سمجھی جاتی ہے شرعاً دولھا کے لئے یہ انگوٹھی لینا اور استعمال کرنا کیسا ہے ؟ ـــــ المستفتی (محمد نعمان لپسپوری)

الجواب صُورت مسئولہ میں اس انگوٹھی کو لینا تو درست ہے چونکہ انہوں نے اپنی خوشی سے دی ہے الا لایحل مال امرئ إلّا بطیب نفس منہ (الحدیث) البتہ اس کا پہننا خاوند کے لئے حرام ہے لقولہ علیہ السّلام حُرّم لباس الحریر والذھب علیٰ ذکور اُمّتی واُحِلّ لاناثھم (ص۲۴۲ ج۱ ترمذی) البتہ اسے بیچ کر اس کی قیمت کو کام میں لاسکتا ہے۔ شادی کی تقریب کے لئے اس کو لازم سمجھنا درست نہیں فقط واللہ اعلم ـــ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

۲۶/۵/۱۴۱۸ھ

بیوی کے والدین کو ملاقات سے نہیں روک سکتے،

والدہ کے کہنے سے بیوی کے والدین کو ملنے سے روک سکتا ہوں ـ؟

الجواب ہفتہ میں ایک بار مرد کا عورت کے والدین کو میل ملاقات سے روکنے کا حق نہیں البتہ مستقل اس کے پاس ٹھہر جانے سے روک سکتا ہے ـــــ

وقال بعضھم لا یمنع الابوین من الدخول علیھا للزیارۃ فی کل جمعۃ وانما یمنعھم عن الکینونۃ عندھا وبہ أخذ مشایخنا وعلیہ الفتویٰ ـ وکذا لو أرادت المرأۃ ان تخرج لزیارۃ المحارم الخ فھو علیٰ ھذہ الاقاویل ـ (خانیہ علی الھندیہ ص۴۱۹ ج۱) والدہ کا احترام کرتے رہیں، طلاق دینا اچھا نہیں جب والدہ کا آپ حق ادا کرتے رہیں تو بیوی کے ساتھ حُسنِ معاشرت پر کوئی مؤاخذہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا بھی مطالبہ ہے ـ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہٗ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

نکاح پڑھانے کا طریقہ اگر نکاح پڑھایا جائے تو کن الفاظ کے ساتھ خاوند بیوی کو اقرار کرایا جائے وہ الفاظ عربی اور اُردو دونوں میں بیان فرمائیں ــــــــ

الجواب بالغہ عورت کا ولی اولاً بالغہ عورت سے بایں الفاظ اجازت نکاح حاصل کرے کہ میں اتنے مہر کے معاوضہ میں تیرا نکاح فلاں بن فلاں کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں کیا اس پر تو راضی ہے؟ عورت کہے "ہاں" پھر عورت سے اجازت لینے کے بعد دُولہا کے پاس آکر خطبۂ مسنونہ پڑھے اور یوں ایجاب وقبول کرائے کہ میں نے فلانہ بنت فلاں کا نکاح بمعاوضہ اتنے مہر تیرے ساتھ کر دیا اور دُولہا کہے کہ میں نے قبول کر لیا بس نکاح ہو گیا۔ ایجاب وقبول کم از کم دو مسلمان مردوں یا ایک مسلمان مرد اور دو عورتوں کے رُوبرو ہونا لازمی ہے۔

فقط واللہ اعلم۔
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۹ / ۱ / ۸۰ ۱۳ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ غفر اللہ لہ

سُنّت یہ ہے کہ خطبۂ نکاح لڑکی کا والد پڑھے

والد اپنی بیٹی کا نکاح خود پڑھائے یا اس کے علاوہ کسی قاضی یا عالم کا نکاح پڑھانا زیادہ بہتر ہے۔ بینوا توجروا

الجواب والد اپنی بیٹی کا نکاح خود پڑھائے یہ زیادہ بہتر بھی ہے اور مسنون بھی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح خود پڑھایا تھا جیسا کہ مذکور ہے:

"وسُنّت دریں باب آنست کہ ولی مخطوبہ خود خطبۂ نکاح کہ مسنونست بخواند واز عاقدین ایجاب وقبول کناند زیرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقت نکاح حضرت فاطمہ با حضرت علی رضی اللہ عنہما ایں چنیں لعمل آوردہ بودند۔"

(مسائل اربعین فی بیان سنۃ سید المرسلین ص۲۱)

لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ ولی نکاح خود اس کی صلاحیت ولیاقت رکھتا ہو لیکن اگر وہ خود اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ خطبۂ نکاح پڑھے اور ایجاب وقبول کرلے تو ولی کی اجازت سے جو بھی نکاح پڑھا دے جائز ہے ــــــ "اگر قاضی غیر وکیل مذکور باشد وردبرئے آں وکیل ایجاب وقبول کناند نزد علمائے حنفیہ جائز ست" (مسائل اربعین ص۲۱)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

سہرا باندھنا ناجائز ہے خواہ پھولوں ہی کا ہو۔

آج کل شادی کی تقریبات میں دولہا کو سہرا باندھا جاتا ہے اور اس کو شادی کا ایک لازمی حصہ سمجھا جاتا ہے آپ سے گذارش ہے کہ آپ شرعاً اس کا حکم بیان فرما دیں۔ بینوا توجروا

الجواب سہرا باندھنا خالص ہندوؤں کی رسم ہے اس لئے یہ ایک غیر اسلامی فعل ہے اس سے احتراز از حد ضروری ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے: من تشبہ بقوم فھو منھم اور تشبہ بالکفار ممنوع ہے جیسا کہ حضرت شاہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب 'مسائل اربعین' میں لکھتے ہیں:

اما سہرہ کہ از گل طیار میکنند انہم بسبب مشابہت کفار جائز نیست بلکہ ہار گل کہ بر سر نوشہ و عروس وقتِ نکاح یا بعد ازاں می بندند بدعت است و مشابہ ست باگبراں و از مشابہت کافراں و گبراں احتراز لازم است ۔۔۔۔ (مسائل اربعین ص۱۹)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

حکومت کا نکاح پر ٹیکس لگانا ناجائز ہے

بلدیہ ٹبہ سلطان پور نے شرعی نکاح پر ایک صد روپے شادی ٹیکس نکاح فیس عائد کی ہے جو کہ لڑکے اور لڑکی والوں سے وصول کی جاتی ہے جبکہ شریعت نے نکاح کی ترغیب دی ہے۔ یہ فیس شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

الجواب مذکورہ ٹیکس کا شرعاً کوئی جواز نہیں ہے ۔۔۔۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفی عنہ — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بوقتِ نکاح چھواروں کے علاوہ اور میوے تقسیم کرنا بھی ثابت ہے۔

نکاح کے بعد آج کل ایک پیکٹ تقسیم کیا جاتا ہے جس میں ۲ ٹافیاں، بادام اور اسی جیسی اور چند اشیاء ہوتی ہیں کیا ان کا تقسیم کرنا درست ہے یا چھوارے ہی تقسیم کرنے چاہئیں؟ (عبدالقدیر ۔۔۔ متعلم افتاء)

الجواب صورت مسئولہ میں چھواروں کے علاوہ مذکورہ اشیاء کا تقسیم کرنا بھی درست ہے جیسا کہ حدیث میں اخروٹ، بادام وغیرہ کے تقسیم کرنے کا ذکر بھی ہے۔

فی الحدیث: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضر فی املاک (أی نکاح فأتی بطباق علیہا جوز ولوز وتمر فنثرت فقبضنا ایدینا الی اخر الحدیث (اعلاء السنن ص ۱۱ ج ۱۱)

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہٗ

چھوارے پھینکنا سنت ہے یا تقسیم کرنا۔

شادی کے موقعہ پر چھوارے پھینکنا سنت ہے یا تقسیم کرنا سنت ہے؟ (مستفتی: محمد زبیر قصبہ مڑل)

الجواب صورت مسئولہ میں شادی کے موقعہ پر چھوارے پھینکنا سنت ہے:

فی الحدیث: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضر فی املاک (أی نکاح فأتی بطباق علیہا جوز ولوز وتمر، فنثرت فقبضنا ایدینا فقال ما بالکم لا تأخذون فقالوا لأنک نہیت عن النہبی فقال مما نہیتکم عن نہبی العساکر، خذوا علی اسم اللہ فجاذبنا وجاذبناہ۔

(اعلاء السنن ص ۱۱ ج ۱۱) واللہ اعلم بالصواب

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
۱۴۱۸/۵/۲۰ھ

لڑکی والوں کا لڑکے والوں سے شادی کے اخراجات کے لئے رقم مانگنا۔

ہمارے علاقے میں رواج ہے کہ رشتہ کرتے وقت لڑکی والے لڑکے والوں سے کچھ رقم لیتے ہیں شادی وغیرہ کے اخراجات کے لئے شرعاً اس رقم کا لینا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

الجواب ایسی رقم کا مطالبہ کرنا ناجائز ہے اور اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔

ومن السحت ما یأخذہ الصہر من الختن بسبب بنتہ بطیب نفسہ حتی لوکان بطلبہ یرجع الختن بہ (رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ ج ۵ ص ۲۷۲) بیروت

فقط واللہ اعلم احقر محمد انور عفا اللہ عنہٗ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نابالغہ کے نکاح پڑھانے کا ثبوت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نابالغہ لڑکی کا نکاح خود پڑھایا تھا. حدیث ہو تو تحریر فرمائیں ؟

الجواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لڑکی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عمر بن ابی سلمہ سے کیا جبکہ وہ نابالغہ تھی اور خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی سات سال کی عمر میں نکاح کیا۔

وزوج صلی اللہ علیہ وسلم امامۃ بنت عمہ حمزۃ رضی اللہ عنہما من عمر بن ابی سلمۃ وھی صغیرۃ (الی) وقال لھا الخیار اذا بلغت۔ (فتح القدیر ص۱۷۳ ج۳)

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت تزوجنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تزوجھا وھی بنت سبع سنین وزفت الیہ وھی بنت تسع سنین واحبھا معھا ومات عنھا وھی بنت ثمان عشرۃ (مسلم ص۴۵۶ ج۱)

فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ۹/۱/۱۴۰۴ھ

زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا؟

حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح زلیخا سے ہوا تھا یا نہیں۔ مدلل بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب: بعض مفسرین نے یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے نکاح اور اولاد کا تذکرہ کیا ہے۔ جلالین میں ہے:

فزوجہ امراتہ زلیخا فوجدھا عذراء وولدت لہ ولدین۔ ص۱۹۴۔ حافظ ابن جریرؒ نے اسحاقؒ سے اور حکیم ترمذیؒ نے وہبؒ سے بھی نکاح کا ہونا نقل کیا ہے۔ یہ سب تاریخی قصہ ہے جو محدثین کے معیار تک نہیں پہنچتا۔ صاحب روح المعانی نے فرمایا ہے۔ وخبر تزوجھا ایضا مما لا یعول علیہ عند المحدثین (ص۵ ج۱۳) لہٰذا ہمیں اس جھگڑے میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۴/۱۱/۱۴۰۵ھ

نکاح پڑھانے کی اجرت

زید نکاح خواں نے عمر کا نکاح بکر کی ہمشیرہ اور بکر کا نکاح عمر کی ہمشیرہ کے ساتھ پڑھایا، عمر اور بکر نے مل کر پانچ روپے نکاح خوانی کے دیئے۔ زید نے انکار کیا کہ دس روپے

لوں گا کام نہیں لوں گا۔ آخر بہ مجبوری انہوں نے دس روپے دیئے۔ آیا اس کو لینا جائز تھا یا نہیں پھر وہ دس روپے ان دولوں کو نیوتہ کے طور پر دیئے گئے اگر ناجائز ہوں تو واپس کرنے چاہئیں جانہ ۔؟

الجواب نکاح خوانی کی اُجرت (جیسا کہ متعارف ہے) ناجائز ہے کیونکہ جواز اجارہ کے لئے ضروری ہے (۱) آزادی متاجر جس سے چاہے کام لے جس قدر اُجرت دینا چاہے کہہ سکے (۲) آزادی اجیر یعنی جتنی اُجرت لینا چاہے لے سکے، سرکار کی طرف سے کوئی مقررشدہ پابندی نہ ہو، مگر یہ چیزیں عمل متعارف میں مفقود ہیں۔ اس بنا پر موجود نکاح خوانی پر اُجرت لینے کا دستور ٹھیک نہیں ہے۔ البتہ اس طرح اس کا جواز ہو سکتا ہے کہ کسی شہر یا علاقہ میں چند ایک نکاح خواں ہوں جو مسائل نکاح سے واقف ہوں، لوگوں کو آزادی ہو کہ جس نکاح خواں کو چاہے بُلا لیں اور جو اُجرت فریقین طے کرنا چاہیں اپنے اختیار سے طے کریں اور نکاح خواں بھی آزاد ہو اسے کچھ فیس قاضی مُنیب کو نہ دینی پڑے اور جو بُلاوے اُجرت بھی اس کے ذمہ ہو (نہ اس طرح کہ عادت ہے کہ نکاح خوانی کے لئے بُلانے والا تو دُلہن والا ہوتا ہے اور نکاح خوانی دلواتے ہیں دُولھا والے سے) تو یہ اجارہ جائز ہو سکے گا۔ ان قواعد و شرائط کے اندر کمی و بیشی سے اجارہ فاسد ہو کر ناجائز ہو جائے گا۔ (کذا فی امداد الفتاوی ص۶۶ ج۳)

فقط واللہ اعلم ــــ بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ خادم الافتاء خیر المدارس ۷ شعبان ۱۳۷۰ھ

دُولھا کو نوٹوں کا ہار پہنانے کا حکم

شادی کے موقع پر دُولہا کو اپنے احباب رشتہ دار پھولوں کا ہار گلے میں پہناتے ہیں اور بعض نوٹوں پر فوٹو ہوتے ہیں۔ (۲) اسی طرح حجاج صاحبان حج سے واپسی پر جب اسٹیشن یا اڈا پر اترتے ہیں تو رشتہ دار دوست احباب نوٹوں کے ہار گلے میں ڈالتے ہیں۔ حجاج صاحبان برضا خوشی یہ نوٹوں کے ہار اپنے گلے میں پہن لیتے ہیں۔ کیا دُولھا میاں اور حاجی صاحبان کو نوٹوں کا ہار پہنا جائز ہے۔ یا ناجائز ہے یا مکروہ ہے اور مکروہ تنزیہی ہے یا مکروہ تحریمی ہے نوٹوں کا ہار جس میں تصویر ہے یا جس میں تصویر نہیں اس میں بھی فرق ہے یا نہیں ــــ (عبدالمجید جلال آبادی متعلم)

الجواب دُولھا اسی طرح حجاج کرام کو نوٹوں وغیرہ کا ہار پہنانا محض ایک رسم ہے اس سے احتراز لازم ہے۔ سلف صالحین میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیحٌ	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
بندہ عبدالستار عفی عنہٗ	خیر المدارس ملتان

ایک مجلس میں متعدد نکاح ہونے ہوں تو ایک ہی خطبہ کافی ہے

رائے ونڈ کے اجتماع کے موقعہ پر تیسرے دن ایک مجلس منعقد ہوتی ہے جس میں بہت سے لڑکے اور لڑکیوں کا نکاح ہوتا ہے اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ خطبہ نکاح پڑھ کر سب سے ایجاب وقبول کروا لیا جاتا ہے۔ آیا ایک ہی دفعہ خطبہ نکاح پڑھنا سب کیلئے کافی ہوجاتا ہے یا الگ الگ خطبہ پڑھنا ضروری ہے ؟

(مولانا شبیر احمد مدرس مدرسہ امینیہ جڑانوالہ)

الجواب صورت مسئولہ میں صرف ایک مرتبہ پڑھا ہوا خطبہ سب کے لئے کافی ہوجائے گا۔ الگ الگ سب کے لئے پڑھنا ضروری نہیں ——— (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص۱۴۸ ج۷)

الجواب صحیح — فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ — محمد انور عفا اللہ عنہٗ

مخطوبہ کو دیکھنے کی گنجائش ہے

لڑکا اپنی ہونے والی بیوی کو اپنی قلبی تسلی کے لئے کہیں ایک نظر دیکھ سکتا ہے۔ شرعاً اس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟ ——— بینوا توجروا

الجواب مرد کو اپنی ہونے والی بیوی کو ایک نظر دیکھنا حدیث میں اس کی اجازت موجود ہے لیکن اس کے علاوہ شادی سے قبل دولہوں کا ملاقات کرنا یا کسی بھی قسم کا تعلق رکھنا حرام ہے: لواراد ان یتزوج امرأۃ فلا بأس ان ینظر الیھا وان خاف ان یشتھیھا لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام للمغیرۃ بن شعبۃ حین خطب امرأۃ انظر الیھا فانہ احری ان یودم بینکما۔ (رواہ الترمذی والنسائی شامی ص۲۳۵ ج۵) فقط واللہ اعلم محمد عبد اللہ عفر لہٗ

ایجاب وقبول سے پہلے کلمے پڑھوانا

آج کل نکاح پڑھاتے وقت نکاح خوانوں کے مختلف طرز دیکھنے کو ملتے ہیں۔ بعض نکاح خواں مولوی صاحب دولہا کو کلمہ پڑھواتے ہیں اگرچہ دولہا صحیح العقیدہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، اور بعض تو پورے چھ کلمے پڑھاتے ہیں اور بعض کلموں کی بجائے ایمان مفصل یا ایمان مجمل پڑھاتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کلمے پڑھوانا یا ایمان مفصل وغیرہ پڑھوانا دولہا اور دلہن کو کیا یہ ضروریات نکاح میں سے ہے ؟ اور اس کی کیا حقیقت ہے ؟ ———

الجواب عقد نکاح کے وقت یہ طریقہ یعنی کلمے پڑھوانا وغیرہ احادیث سے اور صحابہ کرامؓ اور مجتہدین کرام سے ثابت نہیں ہے اور جس شخص کے عقائد درست ہوں، صحیح العقیدہ ہونے کا یقین ہو تو پھر خطبہ مسنونہ پڑھ کر ایجاب وقبول کروا دینا چاہیئے۔ لیکن آج کل بعض اوقات نادانستگی میں زبان سے کلمۂ کفر نکال دیا جاتا ہے

یا دلہن سے دوری کی بنا پر عقائد میں خرابی ہوتی ہے۔ اسی لئے اگر نکاح خواں کو شبہ ہو کہ شاید دولہا یا دلہن کے عقائد خلافِ شرع ہیں تو ان کو تجدیدِ ایمان کیلئے کلمہ پڑھوا لینا ضروری ہے۔ ہر جگہ اس کا التزام کرنا غلطی ہے۔
فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نکاح مسجد میں مستحب ہے بشرطیکہ .....

موجودہ دور میں مسجد کے اندر نکاح کرنا زیادہ بہتر ہے یا خارج مسجد کیونکہ شرکاء نکاح بعض اوقات آدابِ مسجد کو ملحوظ نہیں رکھتے ہیں۔

الجواب ترمذی شریف میں حدیثِ عائشہؓ میں مذکور ہے؛ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے نکاحوں کا اعلان کیا کرو اور ان کو مساجد میں کیا کرو۔
علامہ شامیؒ نے مسجد میں نکاح کرنے کو مستحب لکھا ہے اور دلیل کے طور پر اسی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔
للامر بہ فی الحدیث ویندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ وکونہ فی مسجد (کتاب النکاح ص۲۵۹ ج۲)
لیکن امداد الفتاوی میں لکھا ہے کہ اگر اس بات کا یقین ہو جائے کہ شرکاء آدابِ مسجد کا لحاظ نہیں رکھیں گے تو پھر خارج مسجد بہتر ہے۔ (امداد الفتاوی ص۲۵۲ ج۲)
فقط واللہ اعلم بندہ محمد اسحاق غفرلہ

نکاح سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھنے کا حکم

دولہا اور دلہن ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب جس عورت کی طرف پیغامِ نکاح بھیجنے کا ارادہ ہے اسے ایک نظر دیکھ لینا چاہیئے اور دیکھنے کا معاملہ خفیہ ہی چھپے ہونا چاہیئے باقاعدہ زیب و زینت کے ساتھ پیش کرنا اور دیگر خرافات، غیرت و شرافت کے منافی ہے۔ اس سے احتراز واجب ہے۔ یا بالواسطہ معلوم کر لیا جائے۔ دیکھنے کے متعلق فرمانِ نبویؐ کے ناقل حضرت جابرؓ کا عمل ابو داؤد شریف میں مروی ہے۔ ایک لڑکی کے متعلق نکاح کا پیغام بھیجا اور چھپ کر اسے دیکھ لیا پھر اس سے نکاح کر لیا۔ عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب احدکم المراۃ فان استطاع ان ینظر الی ما یدعوہ الی نکاحھا فلیفعل قال فخطبت جاریۃ

فکنت اتخبأ لها حتی رأیت منها مادعانی الی نکاحها وتزوجها فتزوجها۔ (بذل ج۳ ص۲۰)
مرد کو دیکھنے کی اجازت متعدد روایات میں منقول ہے۔ عورت بھی دیکھ سکتی ہے یا نہیں اس کی تصریح نہیں البتہ ایک حدیث پاک میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے کی علت ارشاد فرمائی ہے۔ وہ بظاہر عورت کو بھی شامل ہے۔ ارشاد ہے فانہ احری ان یؤدم بینکما (مشکوٰۃ ج۲ ص۲۶۹) الحاصل دیکھنے کی گنجائش ہے لیکن حیاء اور شرافت کو مدِنظر رکھنا ضروری ہے ــــــ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفی عنہٗ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ

لڑکی معروف النسب نہ ہو تو بدوں تحقیق نکاح نہ پڑھایا جائے۔

ہمارے علاقہ میں یہ مرض پھیلا ہوا ہے کہ بیرونی واجنبی آدمی عورتیں لے آتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں ان کے متعلق نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کنواری دوشیزہ ہے یا مطلقہ ہے یا منکوحہ اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ان کی اپنی ہیں یا کہیں سے اغوا کر کے لاتے ہیں۔ اور نکاح خواں حضرات بغیر تحقیق کے نکاح پڑھ دیتے ہیں۔ اکثر یہ ثابت ہوا ہے کہ وہ منکوحہ ہوتی ہیں اور اغوا کر کے لائی جاتی ہیں۔ کیا ان کا فروخت کرنا شرعاً جائز ہے۔؟

الجواب اگر عورت معتمد اور دیندار ہو یا حالات سے غالب ظن ہو جائے کہ یہ منکوحہ یا معتدہ نہیں تو اس سے نکاح جائز ہے اور اس کا نکاح کرانا بھی جائز ہے۔ لیکن صورت مسئولہ میں تو فاجر فاسق قسم کے لوگ ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی عورتوں کا نکاح کراتے ہیں۔ جہاں معاشرہ کے حالات سے یہ بات واضح ہے کہ عورتیں اکثر منکوحہ ہوتی ہیں اس لئے ان کا لانا، ان کا بیچنا، ان سے نکاح کرنا، ان کا نکاح کرانا سب ناجائز اور حرام ہے معاشرہ کو ایسے فواحش سے نجات دلانا حکومت کا فرض ہے۔ لیکن مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کاروبار کے روکنے میں حتی الوسع سعی کریں ــــــ

محمود عفا اللہ عنہٗ مفتی قاسم العلوم ملتان ۱۷/۲/۷۷ھ

جو امام مسجد لاابالی بے پرواہ ہو یا لالچی اور طماع ہو، پیسے وغیرہ لے کر ایسی عورتوں کے نکاح بغیر تحقیق کے پڑھاتا ہو۔ وہ فاسق و فاجر ہے اور امامت کے ہرگز لائق نہیں اور جو امام عمومی حالات میں نیک متقی ہو ایک آدھ مرتبہ غلطی سے ایسی عورت کا نکاح پڑھایا جو منکوحۃ الغیر تھی۔ اس کے لئے توبہ کرنا لازم ہے۔ اور امامت سے نہ ہٹایا جائے۔

والجواب صحیح ــــ بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۱/۲/۱۳۷۷ھ

خطبۂ نکاح کھڑے ہوکر پڑھا جائے یا بیٹھ کر

خطبۂ جمعہ اور عیدین کے خطبے کھڑے ہوکر پڑھے جاتے ہیں، خطبۂ نکاح عموماً بیٹھ کر کیوں پڑھا جاتا ہے۔ خطبۂ نکاح کس طرح پڑھنا چاہیے کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر —؟ بیّنوا توجروا ——

الجواب فقہائے کرام سے اس کے بارے میں کوئی جزئیہ صراحۃً نظر سے نہیں گزرا ہے ہمارے اکابر علمائے کرام کا طرز دونوں طرح رہا ہے لیکن کھڑے ہوکر خطبہ پڑھنا بہتر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت کھڑے ہوکر خطبات پڑھنے کی تھی۔ فقط واللہ اعلم ——

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

بوقتِ رخصتی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کیا تھی؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر کیا تھی اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں اور اختلاف ہے۔ صحیح قول بیان فرما کر مشکور فرمائیں —— (المستفتی، عبدالقدیر ٹانکوی متعلم افتاء)

الجواب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقتِ نکاح صحیح اور راجح قول کے مطابق ۶ سال تھی اور شبِ زفاف کے وقت آپؓ کی عمر ۹ سال تھی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا، اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۱۸ سال تھی اور بہت ساری روایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ ہم بطور نمونے کے چند پر اکتفا کرتے ہیں (۱) —— صحیح بخاری میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ حدیث عروہ باب من بنی بامرأۃ وھی بنت تسع سنین میں ذکر فرماتے ہیں: حدثنا قبیصۃ بن عقبۃ قال حدثنا سفین عن ھشام بن عروۃ عن عروۃ تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ وھی ابنۃ ست وبنی بھا وھی ابنۃ تسع ومکثت عندہ تسعا (بخاری ج ۲ ص ۷۷۵) —— (۲) —— حافظ ابنِ کثیرؒ اپنی مشہور زمانہ کتاب البدایہ والنہایہ میں اسی موضوع پر مفصل گفتگو فرمانے کے بعد لکھتے ہیں: قولہ تزوجھا وھی ابنۃ ست سنین وبنی بھا وھی ابنۃ تسع مالا خلاف فیہ بین الناس۔ (البدایۃ والنھایۃ ج ۳ ص ۱۳۱)

حافظ کی بات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح ۶ سال کی عمر میں ہونا اور رخصتی ۹ سال کی عمر میں ہونا ایسی بات ہے جس میں لوگوں کے درمیان اختلاف نہیں ہے۔ حافظ نے ایک اور روایت اسی صفحے پر امام بخاریؒ کے حوالے سے ذکر کی ہے جس سے بات اور واضح ہوجاتی ہے: ——

وقد روی البخاری عن عبید بن اسماعیل وعن ابی اسامۃ عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ قال توفیت خدیجۃ قبل مخرج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بثلاث سنین فلبثت سنتین او قریبا من ذلک ونکح عائشۃ وہی بنت ست سنین ثم بنی بہا وہی بنت تسع سنین

اس روایت کا حاصل بھی یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے تین سال پہلے فوت ہوگئی تھیں اور اس کے دو سال بعد حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا اور ان کی عمر اس وقت ۶ سال تھی اور جب رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر ۹ سال تھی۔ مسند احمد میں امام احمدؒ نے مسند عائشہؓ میں یہ واقعہ بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ حضرت خولہؓ کے حوالے سے اور اس میں بھی یہ بات مذکور ہے۔

(۴) ۔ فزوجہا ایاہ وعائشۃ یومئذ بنت ست سنین ..... فقالت عائشۃ ..... اذا اراد الی نسائہ وانا یومئذ بنت تسع سنین ۔ (مسند احمد ص۲۱۱ ج۶)

حضرت عائشہؓ خود اپنا واقعہ بیان فرماتی ہیں کہ جب میری شادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی اس وقت میں ۶ سال کی تھی پھر ہم مدینہ منورہ آگئے۔ میرے سر میں درد تھا مجھے میری والدہ اُم رومانؓ نے زور سے آواز دی۔ میں بھاگ کر گئی، میری سانس پھولی ہوئی تھی۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے لے گئیں اور میرے منہ اور سر کو دھویا اور مجھے حویلی میں داخل کر دیا۔ اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا اور میں اس وقت ۹ سال کی تھی۔

(۵) ۔ عن عائشۃ قالت تزوجنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا بنت ست سنین فاسلمنی الیہ وانا یومئذ بنت تسع سنین ۔ (بخاری جلد ۲ ص ۷۷۵)

امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں ذکر فرمایا ہے ۔

عن عائشۃ قالت تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ابنۃ ست سنین وبنی بی وانا ابنۃ تسع سنین ۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص۴۵۶)

اس حدیث میں بھی حضرت عائشہؓ اپنا واقعہ خود بیان فرما رہی ہیں جس کا حاصل بھی یہی ہے کہ نکاح کے وقت میری عمر ۶ سال اور رخصتی کے وقت عمر ۹ سال تھی۔ ابوداؤد میں ہے۔

(۷) ۔ وعن عائشۃ قالت تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا بنت سبع قال سلیمان او ست ودخل بی وانا بنت تسع ۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۶)

سنن ابن ماجہ میں ہے۔ باب نکاح الصغار یزوجہن الآباء

(۸) ۔ عن عائشۃؓ قالت تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا بنت ست سنین ...
فاسلمتنی الیہ وانا یومئذ بنت تسع سنین ۔ (ص ۴۶۹)

ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے حضرت عائشہؓ کی عمر بوقت نکاح ۶ سال، بوقت رخصتی ۹ سال تھی ان روایات کے ہوتے ہوئے تاریخی روایات کو لے کر ان سے استدلال کرنا جہالت ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۲ / ۵ / ۱۴۱۸ھ

دوسری شادی کرنے کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا شرعاً ضروری نہیں۔

کیا دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی یا کسی ثالثی کونسل سے اجازت لینا ضروری ہے؟ اور عدم اجازت کے باوجود دوسری شادی کر سکتا ہے جبکہ ملکی قانون کے تحت مذکورہ اجازت ضروری ہے۔ شرعاً اس کی کیا حقیقت ہے۔ بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسمہ تعالیٰ۔ شریعت مطہرہ نے مسلمان کے لیے چار تک نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع ۔ (الآیۃ) لیکن نان نفقہ قسم حسن معاشرۃ وغیرہ میں مساوات کو ضروری قرار دیا ہے۔ اسی لئے جو شخص بیویوں کے درمیان میزانِ عدل قائم نہیں کر سکتا، شریعت نے ایسے شخص کو صرف ایک نکاح کرنے کو کہا ہے: لقولہ تعالیٰ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ (الآیۃ) پہلی بیوی سے ثانی کی اجازت شرعاً کوئی ضروری نہیں۔ اس کو ضروری قرار دینا خلافِ شرع ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۹ / ۱۰ / ۱۴۰۴ھ

مرزائی کو مسلمان سمجھنے والا نکاح کی تجدید کرے۔

ایک سنی مسلمان شخص نے مرزائی کے جنازہ میں شرکت کی، کیا مرزائی کے جنازہ میں شرکت سے اس کا نکاح باقی رہا ہے یا نہیں؟

الجواب اگر اس نے مرزائی کو مسلمان سمجھ کر جنازہ پڑھا ہے تو وہ اپنے ایمان و نکاح کی تجدید کرے،

قال خاتم المحدثین علامہ محمد انور شاہ الکشمیریؒ رئیس المحدثین بجامعہ دار العلوم دیوبند۔

جلد چہارم 38

من ذب عنہ او تاول قولہ ، یکفر قطعاً لیس فیہ توان ۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۱ / ۴ / ۱۴۰۳ھ

نکاح کے وقت منہ بولی بیٹی کی نسبت اس کے حقیقی باپ کی طرف کیجائے،

زید کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی "ھندہ" پیدا ہونے کے پانچ گھنٹے بعد میں نے اپنی گود میں لے لی، چونکہ زید کی پہلے بھی اولاد موجود ہے۔ میں نے خود جا کر دفتر پیدائش میونسپل کمیٹی میں اپنی ولدیت اور قومیت کا نام درج کروا دیا اور پرچی لے کر حقیقی بیٹی بنالی ہے۔ جب وہ بالغ ہو گی اس وقت نکاح میں ہندہ کی ولدیت، قومیت کیا لکھی جائے گی، میری یا زید کی، میری بھی اولاد موجود ہے اب وہ میری جائیداد و مال کی حقدار ہے یا نہیں۔

الجواب: ہندہ کی نسبت اس کے والد کی طرف کی جائے، غیر والد کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ (الآیۃ) رجسٹر نکاح میں بھی ولدیت صحیح درج کرائی جائے، ہندہ اپنے والد کی جائیداد کی مستحق تو ہو گی، آپ کی جائیداد کی وہ مستحق نہیں۔ سابقہ اندراجات بھی درست کیے جائیں۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۷ / ۸ / ۱۴۰۶ھ

بالغہ، باکرہ کا مسکرانا اجازت ہی ہے۔

ایک کنواری بالغہ لڑکی کا نکاح ہوا اس سے جب اجازت لی گئی وہ خاموش رہی اور مسکرائی مگر زبان سے کچھ نہیں بولی تو ایسی صورت میں لڑکی کی رضا و اجازت سمجھی جائے گی یا نہیں، نکاح ہو جائے گا یا نہیں۔۔؟

الجواب صورت مسئولہ میں کنواری بالغہ لڑکی کا خاموش رہنا اور مسکرانا اور بغیر آواز کے رونا بھی اذن ہی ہے لہذا نکاح منعقد ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے۔ فان استأذنھا ھو ای الولی وھو السنۃ او وکیلہ او رسولہ او فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ او ضحکت غیر مستھزءۃ او تبسمت او بکت بلا صوت فھو اذن اھ ص ۲۲۴ / ج ۲ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

لڑکی کے والد سے زبردستی صرف انگوٹھے لگوانے سے نکاح نہیں ہوگا۔

غلام قادر کو پولیس نے آٹھ دن تک تھانے میں رکھا اور مارنے کے بعد نابالغہ بچی جس کی عمر ۱۱ سال ہے کے نکاح کے لئے فارم پر انگوٹھے لگوائے، انگوٹھے لگاتے وقت غلام قادر نے یہ بھی کہا کہ یہ کام صحیح نہیں ہے میں قبول نہیں کرتا، اگر کل کو کوئی قانونی کارروائی ہوئی تو میں ذمہ دار نہ ہوں گا کیونکہ شرعی نکاح نہیں ہوا جبکہ انگوٹھے لگوانے والا اقرار کرتا ہے کہ صرف انگوٹھے لگوائے ہیں نہ کہ شرعی نکاح ہوا اور نہ ہی ایجاب وقبول ہوا۔ کیا نکاح صحیح ہے؟

الجواب نکاح میں ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے۔ اگر واقعۃً نکاح خواں نے صرف لڑکی کے والد سے انگوٹھے لگوائے ہیں اور کوئی ایجاب وقبول نہیں ہوا تو نکاح منعقد نہیں ہوا۔ وہ لڑکی بدستور غیر منکوحہ ہے۔ النکاح ینعقد بالایجاب والقبول وضعا للمضی الخ (عالمگیری ص۲۷۰ ج۱) وفیہ وامارکنہ فالایجاب والقبول۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

جس کے دونوں خاوند جنّتی ہوں وہ کس کو ملے گی؟

ایک عورت نے دُنیا میں یکے بعد دیگرے دو خاوند کئے اور وہ دونوں جنّت میں داخل ہوگئے تو وہ عورت ان میں سے کس کو ملے گی؟

الجواب بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری کو ملے گی اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اختیار دیا جائے گا تو وہ اچھے اخلاق والے کو پسند کریگی: سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المرأۃ تزوج الرجلین والثلاثۃ مع من تکون منہم یوم القیامۃ فقال تخیر فیکون مع احسنہم خلقاً۔ (اعلام الموقعین ص۲۹۶ ج۲)۔

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفی عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

خاوند بیوی کو خون دے تو نکاح نہیں ٹوٹے گا

عورت بیمار ہوگئی تو خاوند نے اپنی بیوی کو خون دیدیا تو کیا نکاح میں کوئی خرابی تو نہیں ہوئی ؟ بینوا توجروا۔

الجواب انتقالِ خون کی وجہ سے نکاح میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۱/۱/۱۴۰۴ھ

شادی بیاہ کے موقعہ پر باجوں کے بارے میں مفصل فتویٰ

عقدِ نکاح میں مروّجہ سرود بجانا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو فقط جواز کے درجے میں ہے یا عقدِ نکاح کے لئے استحبابا طریقہ ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ فصل مابین الحلال والحرام الصوت والدف فی النکاح (اوکما قال) حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح شرعی کے لئے دف وغیرہ بجانا ضروری ہے تاکہ مابین الحلال والحرام تمیز ہوسکے نیز دوسری حدیث سے بھی اس کا جواز ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ بعض بچیوں کا گانا اور دف بجانا حضرت عائشہؓ کی روایۃ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ان کو منع کرنا اور آپ علیہ السلام کا مانعین کو روکنا اور سابقہ معمول کو قائم رکھنا وغیرہ۔ تقریرِ نبوی سے ثابت ہے جو کہ سنّت کے درجے میں ہے اور اگر جائز نہیں تو پھر اولاً یہ کہ احادیث مذکور کا کیا جواب ہوگا۔ اس قدر جواب کافی نہیں کہ فقط دف ہی کے استعمال کا جواز ہے اور باقی کا نہیں کیونکہ اس وقت عرب میں فقط دف ہی کا استعمال رائج تھا۔ نیز باقی مروّجہ سرود بھی اور دف بھی یکساں ہیں۔ ایک کا جواز دوسرے کے لئے حجت ہوگا ــــــ

ثانیاً کہ شریعت نے جذباتِ انسانی کا لحاظ رکھا ہے۔ شادی یہ ایک خوشی کا موقع ہے۔ اس کے اندر بھی جذبۂ انسانی کو مدِ نظر رکھ کر توسیع ہونی چاہئے۔ **ثالثاً** یہ کہ اس کے جواز و عدمِ جواز میں ائمہ اربعہ کے کیا مذاہب ہیں اور جمہور امت کی اس بارے میں اگر عبارات مصرحہ ہوں تو زیبِ قرطاس فرمائیں۔ **رابعاً** ایسی شادی بیاہ میں علماء اور متقی حضرات کو شامل ہونا چاہیے یا احتراز کرنا چاہیئے اور یہ احتراز فقط سرود والی شادیوں سے ہو یا تمام تقریبات سے جس کے اندر رسوم جاہلیت ہوں اگرچہ ان سے عقیدۂ اسلامی پر زد نہ پڑتی ہو۔ نیز اگر شادی میں سرود کی اجازت کسی درجہ میں ہے تو وہ کس قسم کے سرود ہوں، آج کل کے انگریزی باجے یا قوالی یا طبل و مزامیر وغیرہ جائز ہیں یا نہیں، ان تمام امور کی تفصیل مطلوب ہے۔ برائے مہربانی ادلۂ واضحہ سے پُر رونق فرما کر مطمئن فرمائیں۔

الجواب شادی وغیرہ کے موقع پر ڈھول اور باجہ بجانا یا رنڈیوں کا گانا اور ناچنا اسی طرح بلند آواز سے عورتوں کا گانا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ قرآن وحدیث اور کتب فقہ میں انکی حرمت کے دلائل اس قدر ہیں کہ ان کا احصار مشکل ہے۔ روح المعانی میں آیت ومن الناس من یشتری لھو الحدیث کے تحت بہت کثرت سے حرمت کی روایات منقول ہیں۔

وفی صحیح البخاری معلقاقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتکونن من امتی یستحلون الحر والخمر والمعازف وفی سنن ابن ماجۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشترین ناس من امتی الخمر یسمونھا بغیر اسمہا یعزف علی رؤسھم بالمعازف والمغنیات یخسف اللہ بھم الارض ویجعل منھم القردۃ والخنازیر وفی التاتار خانیہ ان کان السماع غنا فھو حرام لان التغنی واستماع الغنا حرام وفی الھدایۃ دلت المسئلۃ علی ان الملاھی کلھا حرام حتی التغنی بضرب وتصفیق وفی النہایۃ التغنی والتصفیق والطھور والبربط والدف وما اشبہ بذلک حرام ——

اور سوال میں تحریر کردہ حدیث مبارکہ سے دف کے بجانے کو عقد نکاح کے موقع پر ضروری سمجھنا بلا دلیل ہے بلکہ محض ذہنی اختراع ہے۔ دف بھی چونکہ باجا ہے لھذا حنفیہ نے تصریح کردی ہے کہ دف بھی حرام ہے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔ شامی میں ہے: ——

استماع ضرب الدف والمزمار والغناء وغیر ذلک حرام —— شرح نقایۃ میں ہے۔

اما الاستماع فکاستماع ضرب الدف والمزمار وفی فتاوی البیھقی التغنی واستماعہ وضرب الدف وجمیع انواع الملاھی حرام ومستحلھا کافر —— اور مالابد منہ میں ہے۔

ملاھی ومزامیر وطبور۔ دھل ونقارہ ودف وغیرہا باتفاق حرام اند ——

یہ تمام حوالہ جات فتاوی امدادیہ ص ۲۳۹ ج ۲ سے منقول ہیں۔ البتہ امام شافعیؒ کے مذہب میں بموقع شادی وختنہ دف بجانا مباح ہے اور سوائے شادی وختنہ کے حرام کہا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی اپنی کتاب "کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع" مطبوع ص ۴۲۔ علی ہامش الزواجر میں لکھتے ہیں:۔

الفصل الرابع فی الدف المعتمد من مذھبنا انہ حلال بلا کراھۃ فی عرس وختان وترکہ افضل وھکذا حکمہ فی غیرھما فیکون مباحا ایضا علی الاصح وفی المنھاج وغیرہ فقال جمع من اصحابنا انہ فی غیرھما حرام ——

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں تقریب نکاح وختنہ دف کا مباح ہونا لکھا ہے وہ مطلقاً مباح نہیں ہے بلکہ چند شرائط وقیود کے ساتھ مقید ہیں۔ ان شرائط کا لحاظ ضروری ہے ورنہ اباحت نہیں رہے گی صاف حرمت آجائے گی۔ علامہ ابن حجر موصوف نے انہی شرائط کو اپنی کتاب "کف الرعاع" میں مفصلاً تحریر فرمایا ہے اس کا ضروری خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے اور آگے چل کر معلوم ہوگا کہ احناف کے لئے بھی یہ شرائط قابل لحاظ ہیں۔

اوّل شرط یہ ہے کہ خاص عورتیں اور لڑکیاں دف بجانے والی ہوں اور اباحت کا حکم خاص انہی کے بجانے میں ہے نہ مردوں کے۔ پس اگر تقریب نکاح یا ختنہ میں مرد بجائے گا تو جائز نہ ہوگا اور وہ مرد بوجہ تشبہ بالنساء کے ملعون ہوگا کیونکہ سلف میں کسی مرد کا بجانا ثابت نہیں ہوا۔ دف بجانے میں جس قدر احادیث وآثار ثابت ہیں سب میں عورتوں یا لڑکیوں کا ذکر ہے۔ عبارت یہ ہے:۔ ـــــــــ

انا اذا ابحنا الدف فانما نبیحه للنساء خاصة اور منہاج کی عبارت یہ ہے۔ وضرب الدف لا یحل الا للنساء لانه فی الاصل من اعمالهن وقد لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهین بالنساء الی قوله لم یحفظ عن احد من رجال السلف انه ضرب به وبان الاحادیث والآثار انما وردت فی ضرب النساء والجواری به انتہی ـــــــــ

دوسری شرط یہ ہے کہ جھانجھ نہ ہو اور بجانے میں کوئی تکلف اور تصنع نہ کیا جائے بالکل سادگی سے ہاتھوں سے پیٹا جائے، چنانچہ فرماتے ہیں: خلا عن الضنج ونحوه وعن التانق والتصنع فی الضرب بان یکون الضرب بالکف پھر لکھتے ہیں کہ دف اسی طریقہ سے مباح ہے جیسا کہ عرفاً لوگ بجاتے ہیں کہ اس میں رقص وسُر نہ پایا جائے اور نہ انگلی کے پورے سے بجایا جائے: وأنما یباح الدف الذی تضرب به العرب من غیر زفن أی رقص فاما الدف یدفن وینقر أی برؤس الانامل ونحوها فلا یحل الضرب به ـــــــــ

تیسری شرط یہ ہے کہ وقتِ نکاح یا وقتِ زفاف یا اس کے بعد تھوڑی دیر تک عورتیں دف بشرائط مذکورہ بجائیں، چنانچہ لکھتے ہیں:۔ والمعهود عرفا ان یضرب به وقت العقد وقت الزفاف او بعدہ بقلیل۔ پس اصل مذہب احناف کا وہی ہے جو میں پہلے تحریر کر چکا ہوں کہ شادی وغیرہ خوشی کے مواقع میں باجہ عموماً اور خصوصاً دف بھی حرام ہے۔ چنانچہ علامہ تورپشتی نے فرمایا کہ دف اکثر مشائخ کے نزدیک حرام ہے اور اس حدیث کا جس میں اعلان کے واسطے دف بجانے کا ذکر آیا ہے۔ ہمارے مشائخ حنفیہ جواب دیتے ہیں کہ اس میں دف بجانے سے مراد اعلان ہے نہ حقیقت میں دف بجانا۔ چنانچہ "شرح نقایہ" کی عبارت ملاحظہ ہو۔

قال التورپشتی أنه حرام علی قول أکثر المشائخ وما ورد من ضرب الدف فی العرس کنایة عن الاعلان۔ جب حدیث میں ضرب الدف سے مُراد اعلان اور تشہیر ہے تو پھر متأخرین علماء حنفیہ کا جائز کہنا اور اس حدیث کو استدلال میں پیش کرنا صحیح نہیں اور ضرب الدف سے اعلان و تشہیر کے مُراد ہونے پر بڑا زبردست قرینہ ہے وہ یہ کہ اب تک کسی ضعیف حدیث اور روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوا کہ زمانۂ رسالتؐ میں کسی صحابیؓ نے اعلانِ نکاح کے لئے دَف بجا کر اس حدیث کی تکمیل کی ہو۔ حالانکہ صحابۂ کرامؓ کو اتباعِ سُنّت میں جو شغف تھا وہ علماء پر مخفی نہیں اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ خود حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے متعدد نکاح کئے اور اپنی صاحبزادیوں کا کیا، کبھی کسی نکاح میں آپ نے دُف بجانے کا حکم نہیں دیا۔ من ادعی فعلیہ البیان۔ زیادہ سے زیادہ بخاری کی حدیث ربیع بنت معوذ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چند نابالغ لڑکیوں نے بعد زفاف کے دُف بجایا تھا۔ اس حدیث سے بالغ کے دُف بجانے کا جواز سمجھنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اور اگر کسی روایات سے بالغ عورتوں کا بجانا بھی ثابت ہو جائے تو اس کے جواب میں حضرت علیؓ کی حدیث کافی ہے۔ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نھی عن ضرب الدف ولعب الصنج وضرب الزمارة یعنی اس حدیث کی رو سے۔ یہ کہا جائیگا کہ اگر آپ نے اجازت دی ہو گی تو پھر منع فرما دیا جس کو حضرت علیؓ نے ظاہر فرمایا، علاوہ ازیں جناب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دف کو مزمار الشیطان کہا اور حضورؐ نے سکوت فرمایا۔ پس اگر تنزل کے درجہ پر بعض علماء احناف متأخرین کا استدلال صحیح مان لیا جائے کہ اعلان نکاح کیواسطے دف بجانے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مباح ہے تو ان شرائط وقیود کا لحاظ ضروری ہے جن کو مباح سمجھنے والوں نے بیان کیا۔ شرط اول جھانجھ نہ ہو (۲) تطریب نہ ہو۔ چنانچہ علامہ شامی اور فتاویٰ سراجیہ اور شرح ابوالمکارم اور شرح نقایہ چاروں میں ہے۔

ھذا اذا لم یکن لہ جلاجل ولم یضرب علی ھیئة التطریب (۳) بہت تھوڑی دیر تک بجایا جائے لمعات میں ہے دل الحدیث علی اباحة المقدار الیسیر مجمع البحار میں ہے۔ اقر علی قدر الیسیر فی نحو العرس والعید آج کل جو جائز سمجھا جاتا ہے کہ متعدد دُف بارات کے ساتھ لے کر چلتے ہیں اور بجانے والے بھی کاریگر ہوتے ہیں جو کچھ دنوں تک بجانا سیکھتے ہیں۔ جس میں صاف تطریب ہوتی ہے یہ کیونکر جائز ہو گا جائز ہونے کی صورت حسب تصریحات ان علماء کے صرف یہ ہو سکتی ہے کہ بعد نکاح کے چند مرتبہ ہاتھ سے دُف پیٹا جائے تاکہ معلوم ہو کہ نکاح ہو گیا، پس قبل نکاح کے بارات کے ساتھ دُف لے جانا اور اس کو شرعی بارات قرار دینا نہایت قبیح اور مذموم ہے

وکل ذلک من امداد الفتاویٰ ص۲۲۸ ج۲ تا ص۲۲۹ بتغیرٍ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

جنّت میں جمع بین الاختین ناجائز نہ ہوگا ۔

اس دُنیا میں جمع بین الاختین ناجائز اور حرام ہے ۔ اگر کوئی آدمی دُنیا میں یکے بعد دیگرے دو بہنوں سے نکاح کرلے ، دونوں بہنیں اور ان کا خاوند بفضل اللہ تعالیٰ آخرت میں جنّتی ہوں تو کیا جنّت میں دونوں ایک خاوند کے پاس جمع ہوسکتی ہیں یا نہیں ؟

الجواب اُمَمِ سابقہ میں اس دُنیا میں بھی دو بہنوں کا جمع کرنا ایک وقت جائز تھا ، جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دو بہنیں اکٹھی جمع کر رکھی تھیں ۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وقال عطاء والسدی معناہ الاما کان من یعقوب علیہ السلام اذ جمع بین الاختین لیّا ام یہودا و راحیل ام یوسف علیہ السلام ولا یساعدہ التذییل لما ان ما فعلہ یعقوب علیہ السلام ان صح کان حلالا فی شریعتہ ۔ (روح المعانی ص۲۶۱ ج۵)

حکیم الاُمت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :۔

بخلاف الجمع بین الاختین فانہ قد ابیح فی بعض الشرائع کما ذکروا عن یعقوب علیہ السلام ۔ (حاشیہ بیان القرآن ص۱۰)

اسی طرح جنّت میں دو بہنوں کا ایک شخص کو ملنا ممنوع اور ناجائز نہ ہوگا ۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ عن ھذا اجاب الرملی الشافعی عن الجمع بین الاختین فی الجنۃ بانہ لا مانع منہ لان الحکم یدور مع العلۃ وجودا وعدما وعلۃ التباغض وقطیعۃ الرحم منتفیۃ فی الجنۃ الا لام والبنت اھ لعلۃ الجزئیۃ فیھا وھی موجودۃ فی الجنۃ ایضاً بخلاف نحو الاختین ۔ (رد المحتار ج۴ ص۱۱)

فقط واللہ اعلم
محمد انور

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

نیوتہ قبیح رسم ہے۔ ہمارے علاقہ میں شادی کے موقع پر نیوتہ (نیندرہ) لیاجاتاہے۔ یعنی شادی میں شریک ہونے والے لوگ علاقائی رواج کی وجہ سے اس بات کے پابند ہوتے ہیں کہ وہ اس موقع پر مروجہ شرح کے مطابق نیندرہ دیں جس کا باقاعدگی سے رجسٹر پر اندراج بھی کیاجاتاہے تاکہ ضرورت کے وقت اسے لوٹایا جائے ۔۔۔۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس نیوتہ کی شرح وقتاً فوقتاً بڑھائی جاتی ہے، مثلاً اس کی شرح آج سے تقریباً ۲۰ سال پہلے ۲/ روپے بعد ازاں ۵/ روپے پھر ۱۰/ روپے اور آج عام آدمی کے لیے ۲۰/ روپے مقرر ہے یعنی جس آدمی نے آج سے ۲۰ سال قبل اپنی شادی کے موقع پر ۲/ روپے نیوتہ لیا، آج وہ ۲۰/ روپے کی شرح سے لوٹائے گا۔ نیز ایک آدمی کا ایک ہی بیٹا ہے جبکہ دوسرے کے چھ بیٹے ہیں۔ ایک بیٹے سے ایک بار ہی نیوتہ وصول کرے گا۔ اور چھ بیٹے والے کو چھ مرتبہ اُن کی شادیوں کے موقع پر مقررہ شرح سے واپس ادائیگی کرے گا۔

اس بارے میں قرآن وسُنّت کی روشنی میں رہنمائی مطلوب ہے۔ کیا شریعت نے ہمیں اس طرح (درج بالا) کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ کیا یہ سُود تو نہیں؟۔۔۔۔ (محمد زبیر، قصبہ مڑل)

الجواب یہ رسم نہایت قبیح ہے، ناجائز اور بدعت ہے۔ چونکہ یہ رقم بطور ہمدردی کے نہیں دیجاتی بلکہ برادری کے دباؤ کی وجہ سے دیجاتی ہے اور نہ دینے والے کو ملامت کی جاتی ہے بلکہ برادری سے بھی نکال دیاجاتاہے گویا یہ رقم جبراً وصول کی جاتی ہے اور جبراً کسی سے رقم وصول کرنا حرام ہے۔

قال النبی علیہ السلام ألا لا تظلموا ألا لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منہ۔ اوکما قال النبی علیہ السلام (الحدیث) مشکوٰۃ

(۲) اور یہ رقم قرض بھی ہے جس کو موقع پر واپس کرنا ضروری سمجھا جاتاہے۔ جیساکہ صورتِ مسئولہ سے معلوم ہوتاہے کہ جس کا باقاعدگی سے اندراج بھی کیاجاتاہے تاکہ ضرورت کے وقت اسے لوٹایا جاسکے) اور شامی کی عبارت سے بھی یہی مفہوم ہوتاہے: قال فی الشامیۃ عن الخیریۃ سئل فیما یرسلہ الشخص الی غیرہ فی الاعراس ونحوھا ھل یکون حکمہ حکم القرض فیلزمہ الوفاء بہ ام لا أجاب ان کان العرف بأنھم یدفعونہ علی وجہ البدل یلزم الوفاء بہ ان مثلیا فمثلہ وان قیمیا فبقیمتہ وان کان العرف خلاف ذالک بأن کانوا یدفعونہ علی وجہ الھبۃ فلا رجوع فیہ بعد الھلاک والاستھلاک (الی قولہ) نعم فی بعض القری یعدونہ قرضا حتی انھم فی کل ولیمۃ یحضرون الخطیب یکتب لھم ما یھدی فاذا جعل المھدی ولیمۃ یراجع المھدی الی الدفتر فیھدی الاول الی الثانی مثل ما أھدی الیہ (شامی ص۵۱۳ ج۴ کتاب الھبۃ)

اور بغیر ضرورت کے قرض لینا بھی درست نہیں کیا پتہ کہ ادائیگی کی توقع تک زندگی بھی ہوگی یا نہیں، خدانخواستہ قرض ادا کرنے سے پہلے موت آجائے تو پھر وعید شدید کا مستوجب ہوگا۔ حدیث میں تو یوں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک موقعہ پر فرمایا: والذی نفسی بیدہ لو ان رجلا قتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم قتل ثم احیی ثم قتل وعلیہ دین ما دخل الجنۃ۔ (الحدیث، جمع الفوائد) اور پھر استطاعت کے باوجود بھی واپس نہیں کرتے جو کہ مستقل ظلم ہے۔ حدیث شریف میں ہے مطل الغنی ظلم (الحدیث) غنی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

لہٰذا سود لینے دینے کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

بارات کو کھانا کھلانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ لڑکی والے بارات کو کھانا کھلا سکتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ لڑکی والوں کا بارات والوں کو کھانا نہیں کھلانا چاہیئے۔

الجواب: لڑکی والوں کا بارات کو مہمان ہونے کی بنا پر کھانا کھلانا درست ہے۔ بشرطیکہ مروجہ منکرات سے خالی ہو۔ حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ "مسائل اربعین فی سنۃ سید المرسلین" میں لکھتے ہیں۔

"وآنچہ مروج است کہ بعد عقد نکاح والیان عروس بمردمان برات طعام میدہند آنہم بطریق ضیافت جائز است بشرطِ خلوِّ آں از منکرات لہو وتغنی قال الامام محمد بن الغزالی فی کتابہ احیاء العلوم فی بیان منکرات الضیافۃ"

ومنہا سماع الاوتار او سماع القنیات ومنہا اجتماع النساء علی السطح تنظر الی الرجال مہما کان فی الرجال شاب تخاف الفتنۃ بینہم فکل ذلک محذور منکر یجب تغییرہ ومن عجز عن تغییرہ لزمہ الخروج ولم یجز لہ

الجلوس فلا رخصة له فی الجلوس فی مشاهدة المنکرات اھ (ص۱)

فقط واللہ اعلم
فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ
خادم الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

جہیز لڑکی کی ملکیت ہے باپ واپس نہیں لے سکتا۔

زید نے اپنی لڑکی خالدہ کا نکاح بکر کے ساتھ کیا۔ رخصتی کے چند ماہ بعد خالدہ بقضائے الٰہی انتقال کر گئی کیا زید کے لئے جائز ہے کہ خالدہ کو دیا ہوا جہیز واپس لے؟

الجواب لڑکی کے والدین جو جہیز لڑکی کو دیتے ہیں وہ لڑکی کی ملک ہے۔ اس جہیز کو واپس نہیں لے سکتے اور اگر لڑکی مرجائے تو بقدر حصہ شرعی لے سکتے ہیں۔ اسی طرح مرنے والی عورت کا خاوند بھی وارث ہوگا۔

لو جھز ابنتہ و سلمہ الیھا لیس لہ فی الاستحسان استردادہ منہا وعلیہ الفتوٰی (عالمگیری ص۳۲۷ ج۱)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

ولیمہ کے لئے اکٹھے ہونا ضروری ہے؟

دعوت ولیمہ شب باشی کے بعد سنت ہے یا اس سے پہلے

الجواب ولیمہ میں اصل یہی ہے کہ شب باشی کے بعد ہو۔ گو بعض نے پہلے بھی لکھا ہے۔

قیل انہا تکون بعد الدخول وقیل عند العقد وقیل عند ھما اھ (مرقات المفاتیح باب الولیمہ ص۲۵۰ ج۶)

فقط واللہ اعلم
محمد انور

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۴۰۱/۶/۹ھ

ولیمہ سُنّت ہے اور تیسرے دن تک اجازت ہے۔

ولیمہ شبِ زفاف کے بعد سُنّت مؤکدہ ہے یا مُستحب ہے اگر کوئی چار یا پانچ دن یا تیسرے دن بعد ولیمہ کرے تو مُستحب ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ہفتہ عشرہ کے اندر ولیمہ کرے تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں اب بتائیں ولیمہ کا سُنّت وقت اور مُستحب وقت اور مکروہ وقت کون سا ہے ـــ

الجواب ولیمہ سُنّت ہے۔ عالمگیری میں ہے: ولیمۃ العرس سنۃ وفیہا مثوبۃ عظیمۃ تین دن تک اجازت ہے قال فی الھندیۃ ولا بأس بان یدعو یومئذٍ من الغد وبعد الغد ثم ینقطع العرس والولیمۃ (کذا فی الظھیریۃ (عالمگیریہ) ص ۳۴۳ ج ۵) مشکوٰۃ کے حاشیہ میں بحوالہ مرقات نقل کیا ہے وفیہ رد صحیح علی اصحاب مالک حیث قالوا باستحباب سبعۃ ایام لذلک (ص ۲۷۸ ج ۲) اس سے اور عالمگیریہ سے معلوم ہوا کہ سات دن کی اجازت نہیں ـــ

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ ۱۰/۴/۱۴۰۳ھ

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفی عنہٗ

تمّ بحمد اللہ الجزء الرابع من خیر الفتاوی ویتلوہ الجزء الخامس واولہ کتاب الطلاق إن شاء اللہ تعالی والحمد للہ اولاً وآخراً وقد فرغت من تبییضہ وترتیبہ یوم الجمعۃ الرابع عشر من جمادی الاخری ۱۴۰۸ھ وانا العبد الفقیر ابو تراب محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی وخادم الحدیث بجامعۃ خیر المدارس ملتان